نَارٌ حَامِيَةٌ (۱۰۱/۷-۹) وُہ دہکتی ہوئی آگ ہے۔

۳۔ اَلْحُطَمَۃ : حَطَمَ بمعنی روند ڈالنا۔ پیس ڈالنا۔ اور حطمۃ جہنم کے ایک طبقہ کا نام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (۱۰۴/۵-۶) اور آپ کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے، وُہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔

۲۳۔ دوزخ کے فرشتے

کے لیے خزنۃ، زبانیۃ (زبن) اور مالک کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ خَزَنَۃ: خَازِن کی جمع ہے۔ اور خزن میں دو باتوں، جمع کرنا اور حفاظت کرنا، کا تصور پایا جاتا ہے اور خازن بمعنی جمع شدہ مال کی حفاظت کرنے والا۔ خزانچی۔ دوزخیوں کے چوکیدار اور پہریدار داروغے قرآن میں ہے:

سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (۶۷/۸) انہیں (جہنم کے) داروغے پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا تھا۔

۲۔ زَبَانِیَۃ: (زبنیۃ کی جمع) زَبَانِي الْعَقْرَب بمعنی بچھو کا ڈنک (منجد) زبانیۃ دوزخ کے وُہ سخت گیر اور تند خو فرشتے ہیں جو دوزخیوں کو دوزخ کی طرف دھکیلیں گے۔ قرآن میں ہے:

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (۹۶/۱۸) تو وُہ اپنے یاروں کی مجلس کو بلا لے۔ ہم بھی اپنے موکلانِ دوزخ کو بلائیں گے۔

۳۔ مالک: دوزخ کے داروغوں کا سردار یا سردار کا نام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ (۴۳/۷۷) اور دوزخی پکاریں گے کہ اے مالک! کاش تیرا پروردگار ہمیں موت ہی دے دے۔

۲۴۔ دوست

کے لیے قرین، رفیق، ولی اور موالی، صدیق اور صدیق، خلیل، حمیم، ولیجۃ (ولج) بطانۃ (بطن)، خذول اور اخدان (خدن) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ قَرِین: اَلْقَرَن۔ وُہ رسی جس سے دو اُونٹ باندھے جائیں۔ اور القرن بمعنی ہم سر۔ مقابل۔ شجاعت یا علم میں نظیر (منجد) اس کا اطلاق جاندار اور بے جان سب چیزوں پر ہوتا ہے (فق ل ۲۲۵)۔ اور قِرَانُ السَّعْدَیْن بمعنی دو سعد ستاروں کا ایک برج میں جمع ہونا۔ اور امام راغب کے الفاظ میں قرین وُہ آدمی ہے جو دوسرے کا ہم عمر ہو یا بہادری، قوت اور دیگر اوصاف میں اس کا ہمسر ہو۔ (مف) اس لفظ کا استعمال عموماً بُرے معنوں میں ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ یہانتک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اے کاش!

بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ (۴۳/۳۸) مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ تُو تو بُرا ساتھی ہے۔

۲۔ رَفِیْق: اَلرِّفْقُ نرم برتاؤ۔ مہربانی کا سلوک اور وہ چیز جس سے مدد لی جائے۔ اور مِرْفَقَۃٌ بمعنی چھوٹا تکیہ (منجد) اور رَفِیْق بمعنی ہمدرد ساتھی۔ نرم دل۔ موافقت کرنے اور قریب رہنے والا (م۔ل)۔ اور رفق کی ضد عنف بمعنی سختی اور سنگدلی ہے (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (۴/۶۹) وہ لوگ قیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا۔ یعنی انبیا، اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔

۳۔ وَلِی: الوِلاء بمعنی محبت۔ دوستی، نزدیکی۔ رشتہ داری (مف) اور قرابت (م۔ل) اور ولی بمعنی مددگار غمگسار تنگی ترشی میں کام آنے والا۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (۲/۲۵۷) اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا دوست ہے جو انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔

اور اَلْوَلَاءُ بمعنی ولایت، ترکہ کی وراثت۔ اور مَوَالِی (واحد مولی) بمعنی ترکہ کے وارث۔ مزید تفصیل وراثت کے تحت دیکھیے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (۴/۳۳) اور جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں تو ہم نے ہر اک کے وارث مقرر کر دیے ہیں۔

۴۔ صَدِیْق: سچا اور وفادار دوست۔ دوستی نباہنے والا دوست۔ اور صداقت بمعنی دلوں کا مودت پر متفق ہونا (فق ل ۹۸/۲۲۹) ارشادِ باری ہے:

وَلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ ـــ اَوْ صَدِيْقِكُمْ۔ تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم اپنے گھروں سے کچھ کھا لو ـــ یا اپنے دوست کے گھر سے۔

اور صِدِّیْق مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی راستباز اور سچا دوست۔ قرآن میں ہے:

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ۔ (۱۲/۴۶) یوسف اے بڑے سچے دوست ہمیں (اس خواب کی تعبیر) بتائیے کہ سات موٹی گایوں کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں۔

۵۔ خَلِیْل: خُلَّۃٌ اور خِلَال بمعنی دوستی کا دل میں سرایت کر جانا (مف) پکی اور گہری دوستی اور خلیل بمعنی مخلص اور گہرا دوست (ج اَخِلَّاء) ارشادِ باری ہے:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔ (۴/۱۲۵) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنا لیا تھا۔

۶۔ حَمِیْم: بنیادی طور پر تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔(۱) سیاہ ہونا(۲) گرم ہونا(۳) قریبی ہونا۔ (م۔ل) اور حَمَّ بمعنی گرم کرنا۔ اور حَمَّ الظَّھِیْرَۃ بمعنی دوپہر کے وقت شدت کی گرمی (منجد) اور حمیم بمعنی گرمجوشی دکھلانے والا دوست یا قریبی دوست۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا یُّبَصَّرُوْنَھُمْ (۷۰/۱۶)	اور (اس دن) کوئی دوست کسی دوست کا پرسانِ حال نہ ہوگا (حالانکہ) وُہ ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے۔ (جالندھری)

۷۔ وَلِیْجَۃ: وَلَجَ بمعنی داخل ہونا۔ اور وَلِیْجَۃ ایسا دوست ہے جو کسی کے معاملات میں دخیل کار ہو۔ معتمد علیہ۔ اور اس کا دوسرا معنی "وہ آدمی جو دوسری قوم سے بھی چمٹا رہے" (منجد) مفہوم دونوں کا تقریبًا ایک ہی نکلتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا مِنْکُمْ وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلَا رَسُوْلِہٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَۃً (۹/۱۶)	اور ابھی تو خدا نے ایسے لوگوں کو متمیز کیا ہی نہیں جنھوں نے تم میں سے جہاد کیے اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔

۸۔ بِطَانَۃ: بطن بمعنی پیٹ اور ہر چیز کا اندرونی حصّہ۔ اور بطانۃ بمعنی بھید۔ پوشاک کا استر آدمی کے اہل وعیال اور خواص (منجد) اور بطانۃ سے مراد ایسا دوست ہے جو ہم راز یا رازدان اور کسی کے اندرونی معاملات سے واقف ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا (۳/۱۱۸)	اے ایمان والو کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازدار نہ بنانا۔ یہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے

۹۔ خَذُوْل: خذل بمعنی کسی کی مدد نہ کرنا اور ساتھ چھوڑ جانا۔ اور خَذُوْل ایسے دوست کو کہتے ہیں جو زبانی تو دوستی کا دم بھرتا ہو لیکن وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ جائے (منجد) دغا دے جانے والا۔ ارشادِ باری ہے:

وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (۲۵/۲۹)	اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔

۱۰۔ اخدان: (خدن اور خدنۃ کی جمع) بمعنی یار باش آدمی عاشق مزاج۔ یار۔ آشنا۔ بدکار۔ دوست چھپی دوستی رکھنے والا۔ جنسی خواہش پوری کرنے والا۔ مذکر و مونث دونوں طرح مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (۴/۲۵)	وُہ عورتیں پاکدامن ہوں نہ تو کھلم کھلا بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ درپردہ دوستی رکھنے والی۔

ماحصل: (۱) قرین: ہم سر۔ ہم پلہ اور ہم عمر۔ (۲) رفیق: ہمدرد اور نرم دل دوست۔ (۳) صدیق: دوستی نباہنے والا۔ دل سے موافقت کرنے والا۔ صِدِّیق: راست باز اور دوستی نباہنے والا۔ (۴) ولی: مددگار و غمگسار۔ حامی و ناصر۔

(۴) مَوَالِی، قریبی اور ترکہ کا وارث۔
(۵) خَلِیْل: پکا اور گہرا دوست جس سے دلی محبت ہو
(۶) حَمِیْم: گرمجوشی دکھلانے والا۔
(۷) وَلِیْجَة: دخیل کار، معتمد علیہ۔
(۸) بَطَانَة: ہم راز یا رازدان۔
(۹) خَذُوْل: وقت پڑنے پر دغا دے جانے والا۔ اور
(۱۰) اَخْدَان: آشنا۔ یار۔ بدکار دوست۔

دوست بنانا کے لیے تَوَلّٰی آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ (۲۲/۴)

یہ بات طے ہو چکی کہ جو شخص بھی شیطان کو دوست بنائیگا تو وہ اسے بہکا کر چھوڑے گا۔

۲۵ ـــ دھتکارا ہوا

کے لیے رَجِیْم[۱]، دُحُوْر[۲] اور مَذْحُوْر اور خَاسِئ[۳] (خَسَأَ) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَجِیْم: رَجَمَ بمعنی دور سے پتھر کنکر پھینکنا (مف) مادی اور معنوی دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ اور رَجِیْم بمعنی ملعون، مردود۔ قرآن میں ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (۱۶/۹۸)

جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔

۲۔ دُحُوْر: دَحَرَ کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) دھتکارنا (۲) دور کرنا (م ل) یعنی کسی کو دھتکار کر وہاں سے نکال دینا۔ قرآن میں ہے:

دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ (۳۷/۹)

(یہ شیطان) دھتکارے جاتے ہیں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ (۷/۱۸)

اللہ تعالیٰ نے (ابلیس سے) کہا، اس (جنت سے) نکل جا۔ پاجی مردود۔

۳۔ خَسَأَ: بمعنی کتے یا سور کو دھتکارنا۔ (منجد) ذلیل اور حقیر سمجھ کر دھتکارنا۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (۲۳/۱۰۸)

اللہ فرمائے گا۔ اسی (دوزخ) میں پھٹکارے ہوکر پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

ماحصل: (۱) رَجِیْم: بمعنی مردود اور ملعون۔ (۲) دَحُوْرًا: دھتکارا اور نکالا ہوا۔ (۳) خَاسِئ: حقیر اور ذلیل ہونے کی وجہ سے دھتکارا ہوا۔

۲۶ ـــ دھندلانا ـــ دھندلا نظر آنا

کے لیے اِنْكَدَرَ[۱]، اَبْيَضَّ[۲]، عَمِيَ[۳] اور غُمَّة[۴] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اِنْكَدَرَ: كَدَرٌ بمعنی گدلاپن (ضد صَفَاءٌ) عَيْشٌ كَدِرٌ بمعنی تیرہ زندگی۔ اور كُدْرَةٌ بمعنی

رنگ کا گدلا ہونا (مف) رنگ میلا اور ہلکا پڑ جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ (۸۱/۲) اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔

۲۔ اَبْیَضَّ: بیاض بمعنی سفیدی (ضد سَوَاد بمعنی سیاہی) اور بیاض العین بمعنی آنکھ کی سفیدی۔ اور اِبْیَضَّتْ عَیْنُہٗ بمعنی اس کی آنکھ سفید یا بے نور ہو گئی۔ قرآن میں ہے:

وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (۱۲/۸۴) اور غم کے مارے یعقوبؑ کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اور وُہ غم سے بھرے ہوئے تھے۔

۳۔ عَمِیَ: عَمِیٌ بمعنی آنکھ کا یا دل کا اندھا ہونا۔ اور عَمِيَتِ الْأَخْبَارُ عَنْ فُلَانٍ بمعنی فلاں آدمی کا کچھ پتہ نہیں لا پتہ ہے۔ اور عَمَّى الْمَعْنَى بمعنی مفہوم یا مطلب کا پوشیدہ رکھنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى (۴۱/۴۴) اور جو لوگ (قرآن پر) ایمان نہیں رکھتے اُن کے کانوں میں گرانی ہے اور یہ قرآن ان پر دھندلا رہتا ہے۔

۴۔ غُمَّۃً: غَمٌّ بمعنی کسی چیز کو چھپانا اور غُمّیٰ بمعنی تاریکی اور غبار۔ اور غمام بمعنی بادل جو سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اور غُمَّۃَ الْاَمْر بمعنی معاملہ کا پیچیدہ اور مشتبہ ہونا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ (۱۰/۷۱) تم اور تمہارے شریک سب مل کر ایک معاملہ پر متفق ہو جاؤ۔ پھر تمہارا یہ معاملہ تم میں سے کسی پر پوشیدہ نہ رہے پھر جو کچھ میرے حق میں کر سکتے ہو وہ کر دو اور مجھے مہلت نہ دو۔

ماحصل: (۱) انکدر۔ کسی چیز کے رنگ کے پھٹک جانے اور میلا پڑنے کے لیے۔

(۲) عَمَیَ الْاَمْر: کسی معاملہ کے پوشیدہ یا دھندلا رہنے کے لیے۔

(۳) اَبْیَضَّ عَیْنُہٗ: آنکھ کے بے نور ہونے اور (۴) غُمَّۃُ الْاَمْر: کسی معاملہ کے مبہم رہنے کیلیے آتا ہے۔

نیز دیکھیے ــــــ "دیکھنا" (کیفیتِ نظر)

۲۷ ــــــ دُھواں

کے لیے دُخَان، نُحَاس اور یَحْمُوم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دُخَان: دھواں معروف چیز ہے۔ البتہ امام راغب نے یہ تخصیص کی ہے کہ اس سے مراد وُہ دھواں ہے جو آگ کے شعلوں کے ساتھ نکلتا ہے۔ (مف) حالانکہ دھواں آگ کے شعلہ سے پہلے بھی نکلتا ہے۔ اور وُہ بھی دُخان ہی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ (۴۱/۱۱) پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ وُہ اس وقت (محض) دھواں تھا۔

۲۔ نُحَاس: بمعنی تانبا۔ اور ایسی آگ جس کا رنگ تانبے کی مانند ہو۔ اور ایسا دھواں بھی جس میں اس رنگ کی آگ کے شعلے لپٹ رہے ہوں (مف) سرخ اور سخت گرم دُھواں۔ آگ اور دُھواں

ملے ہوئے ہوں تو یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ (۵۵/۳۵) — (اے جنّ و انس) تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔

۳۔ **يَحْمُوْم**: حَمَّ کے بنیادی معنوں میں سے ایک معنیٰ سیاہ ہونا بھی ہے (م۔ل) اور حُمَّةٌ بمعنی کوئلہ۔ راکھ اور آگ میں جلی ہوئی ہر شے (منجد) اور يَحْمُوْم ایسے دھواں کو کہتے ہیں جو گرم بھی ہو اور سیاہ اور غلیظ بھی۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ فِىْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ (۵۶/۴۲) — اور بائیں والے، کیسے ہوں گے بائیں والے؟ وہ آگ کی لپٹ اور گرم پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے۔

ماحصل: (۱) دُخَان: کا لفظ عام ہے (۲) نُحَاس: تانبے جیسے رنگ کے آگ کے سرخ دھوئیں کو۔ اور (۳) يَحْمُوْم: سیاہ رنگ کے غلیظ دھوئیں کو کہتے ہیں۔

۲۸ ـــــ دھوپ

کے لیے شَمْس، ضُحٰی اور حَرّ اور حَرُوْر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ **شَمْس**: بمعنی سورج کی ٹکیہ بھی اور دھوپ بھی۔ شَمَسَ يَوْمُنَا بمعنی دن کا دھوپ والا ہونا۔ ابر آلود نہ ہونا (مف) اور شَمَّسَ بمعنی کسی کو دھوپ میں رکھنا۔ اور شَمْس سے جب دھوپ مراد ہو تو یہ کسی وقت کی بھی ہو سکتی ہے۔ تاہم اس سے عموماً شدّت کی دھوپ اور اس کی گرمی ہی مراد لی جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا۔ (۷۶/۱۳) — وہ (جنتی لوگ) اس (جنّت) میں نہ دھوپ (کی حدّت) دیکھیں گے اور نہ سردی کی شدّت۔

۲۔ **ضُحٰی**: بمعنی سورج کے چڑھ کر اُوپر آنے اور دھوپ کے پھیل جانے کا وقت۔ چاشت کا وقت اور اس وقت اور اس وقت کی دھوپ دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا۔ (۷۹/۲۹) — اور اسی نے رات تاریک بنائی اور (دن کو) دھوپ نکالی۔

۳۔ **حَرّ**: حَرّ اور حَرَارَت بمعنی گرمی اور گرمی کا وقت۔ چونکہ گرمی کے وقت کا تعلق سورج اور دھوپ کی حدّت سے ہے لہٰذا دوپہر کی سخت دھوپ کو بھی حَرّ کہتے ہیں اور گرم موسم کو بھی۔ قرآن میں ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا (۹/۸۱) — اور وہ (دوسروں سے بھی) کہنے لگے، گرمی میں مت نکلو۔ ان سے کہدو کہ جہنم کی آگ اس سے بھی کہیں سخت گرم ہے۔

۴۔ حَرُوْرٌ: (ضد ظلّ بمعنی سایہ) بمعنی گرم ہوا۔ لُو۔ تپش (مف) جو شدت کی دھوپ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ (۳۵-۲۰-۲۱)

اور نہ اندھیرا اور روشنی (برابر ہو سکتے ہیں، اور نہ سایہ اور دھوپ۔

ماحصل: (۱) شَمْس: دھوپ کے لیے عام لفظ۔ (۲) حَرّ: دوپہر کی گرم دھوپ۔ (۳) ضُحیٰ: چاشت کے وقت کی دھوپ۔ (۴) گرم دھوپ سے پیدا شدہ لُو اور تپش۔

۲۹۔۔۔۔ دھوکا دینا

کے لیے غَرَّ، خَدَعَ، خَانَ (خون) خَذَلَ، رَاغَ (روغ) اور خَتَرَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غَرَّ: بمعنی کسی کو غافل پاکر اس سے اپنا مقصد حاصل کرنا۔ فریب دینا۔ پھانسنا (مف) اور غُرُوْر اور متاع الغرور بمعنی اباطیل الدنیا اور غُرُوْر بمعنی دھوکا دینا (غ پر ضمہ) اور غَرُوْر (غ پر فتحہ) بمعنی دھوکا دینے والا ہے۔ اور غرور بمعنی ہر وُہ وہم جو انسان کو تکلیف سے دوچار کر دے، جیسے پیاسے کو سراب (فق ل ۲۱۴) ارشادِ باری ہے:

وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (۵۷/۱۴)

اور (لاطائل) آرزوؤں نے تم کو دھوکا دیا، یہانتک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور دھوکا دینے والا (شیطان) خدا کے بارے میں تمہیں دھوکا دیتا رہا۔

۲۔ خَدَعَ: حقیقت کو چھپا کر دُوسرے کو اندھیرے میں رکھنا (م۔ل) اور بمعنی کسی سے راہِ صواب کو چھپانا تاکہ وُہ مکروہ میں جا پڑے (فق ل ۲۱۴) جو کچھ دل میں ہو اس کے علاوہ کچھ اور ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وُہ درپے ہو چکمہ دینا (مف) اور طریق الخدوع ایسے راستہ کو کہتے ہیں جو کبھی دکھائی دے اور کبھی گم ہو جائے۔ اور رسول اللہ نے جو فرمایا ہے "اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ" تو خُدْعَةٌ کے معنی دھوکا یا مکر و فریب نہیں بلکہ جنگی چال ہے جیسے فوج کو اس طریقہ سے کھڑا کرنا کہ اصل تعداد سے بہت زیادہ معلوم ہو۔ یا لشکر کا پسپا ہونا کہ دشمن کو نرغہ میں لیا جا سکے۔ گویا ایسے طریقوں سے مقابل کو اندھیرے میں رکھ کر اپنا مطلب نکال لیا جاتا ہے۔ اس میں مکر و فریب یا دھوکے کی کوئی بات نہیں۔ اور اگر مقصد نیک ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ ارشادِ باری ہے:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ (۲/۹)

منافق لوگ اللہ کو اور ایمانداروں کو چکمہ دینا چاہتے ہیں مگر (درحقیقت) وُہ اپنے سوا کسی کو چکمہ نہیں دیتے۔

۳۔ خَانَ: بمعنی خفیہ طور پر عہد شکنی کرنا۔ اور یہ لفظ عہد، امانت اور نفاق (دین میں خیانت) کے لیے خاص ہے (مف) اور خَوَّان اسم مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی بہت بڑا دھوکہ باز۔ بڑا خائن۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ (۸/۵۸) — اگر آپ کو کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو ان کا عہد برابری کی سطح پر ان کی طرف پھینک دو کہ اللہ تعالیٰ دغا بازوں کو دوست نہیں رکھتا۔

۴۔ خَذَلَ: زبانی دوستی کا دم بھرنے والا اور وقت پڑنے پر دغا دینے والا (تفصیل "دوست" میں دیکھیے)

۵۔ رَاغَ اِلٰی: بمعنی چپکے سے کسی کی طرف مائل ہونا۔ اور رَاغَ عَلٰی بمعنی کسی پر پل پڑنا، رَوَّاغ بمعنی مکروفریب اور رَوَّاغ بمعنی فریبی۔ بڑا دھوکہ باز۔ لومڑی کو بھی رَوَّاغ کہا جاتا ہے۔ اور رَاوَغَہٗ بمعنی اس نے دھوکہ دے کر اسے پچھاڑ دیا۔ (منجد) اور امام راغب کے نزدیک اس کا معنی کسی حیلہ اور تدبیر کی خاطر ایک جانب مائل ہونا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَرَاغَ اِلٰۤی اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ۔ (۳۷/۹۱) — تو حضرت ابراہیمؑ ان کے معبودوں کی طرف جا گھسے اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں ؟

۶۔ خَتَرَ: بمعنی بُری طرح بے وفائی کرنا۔ اور تَخَتَّرَ بمعنی ڈھیلا ہونا، سُست ہونا ہے (منجد) امام راغب کے نزدیک الختر ایسی غداری کو کہتے ہیں جسے اتنی کوشش سے کیا جائے کہ انسان کمزور پڑ جائے اور اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں (مف) یعنی مسلسل دھوکہ دیتے اور بے وفائی کرتے چلے جانا۔ ارشادِ باری ہے:

مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ۔ (۳۱/۳۲) — اور ہماری نشانیوں سے وُہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن اور ناشکرے ہیں۔

ماحصل: (۱) غَرَّ: غفلت سے فائدہ اٹھا کر دھوکہ دینا۔
(۲) خَدَعَ: حقیقت کو چھپا کر اپنا مقصد حل کرنا اور مخالف کو دھوکا دینا۔
(۳) خَانَ: عہد اور امانت اور دین میں خفیہ طور پر دھوکا دینا۔
(۴) خَذَلَ: کسی دوست کا وقت پڑنے پر دھوکا دے جانا۔
(۵) رَاغَ: حیلہ اور تدبیر کی خاطر ایک جانب مائل ہونا۔ دھوکہ دے جانا۔
(۶) خَتَرَ: بُری طرح بے وفائی کرنا اور مسلسل کرتے جانا۔

نیز دیکھیے "تدبیر کرنا" دھونا کے لیے دیکھیے "نہانا دھونا"

۳۰ ـــــ دیکھنا

کے لیے رَاٰی (رءی) نَظَرَ، بَصُرَ اور بَصَّرَ، اٰنَسَ اور ذَرَّ کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ سب افعال قلوب سے ہیں۔ یعنی اس کے دیکھنے کا تعلق صرف آنکھ سے نہیں بلکہ قلب و دماغ سے بھی ہے۔ دیکھنے کی کیفیت کے لحاظ سے شَخَصَ، لَمَحَ، هَطَعَ، عَشَا، اَغْمَضَ، زَاغَ، بَرَقَ کے الفاظ بھی قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ رَاٰی: کسی چیز کا ادراک کرنا۔ دیکھنا۔ خواہ وُہ آنکھوں سے ہو یا غور و فکر، عقل و بصیرت یا وہم و خیال کے لحاظ سے رَاٰی کا استعمال عام ہے۔ خواہ حالتِ بیداری ہو یا خواب میں اور بمعنی آخری نظر۔ غور و تامّل سے دیکھنا۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) آنکھوں سے: اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا (۱۲/۴) — میں نے گیارہ ستارے دیکھے ہیں۔

(۲) غور و فکر سے: اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ (۱۰۷/۱) — بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے۔

۲۔ نَظَرَ: نظر ڈالنا۔ دیکھنا۔ تاکہ کوئی چیز نظر آئے (فق ل ۵۹) خواہ وُہ چیز نظر آئے یا نہ آئے۔ اس کا استعمال بھی دونوں طرح سے ہوتا ہے۔

(۱) وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔ (۹/۱۲۷) — اور جب کبھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وُہ ایک دُوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔

(۲) فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ (۲۷/۳۳) — تو جو تو حکم دے اس (کے انجام) پر نظر کر لے۔

تاہم نظر کا استعمال بالعموم آنکھوں سے دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

۳۔ بَصَرَ: بَصَرَ کا لفظ نگاہ کے لیے اور دیدۂ دل سے دیکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، آنکھوں سے دیکھنے کے لیے یہ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَتَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (۷/۱۹۸) — اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ (بظاہر آنکھیں کھولے) تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں مگر وُہ (فی الواقع) کچھ نہیں دیکھتے۔

اس آیت میں رَاٰی، نَظَرَ اور بَصَرَ تینوں مترادفات آ گئے ہیں۔ اور ان کے درمیان فرق بھی واضح ہو جاتا ہے۔ رَاٰی کا لفظ خیال کرنے کے لیے نظر کا آنکھوں سے دیکھنے کے لیے اور بَصَرَ کا لفظ دیدۂ دل سے دیکھنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

اور بَصُرَ کا لفظ بَصَرَ سے بھی اخص ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ (۲۰/۹۶) — سامری نے کہا: میں نے ایسی چیز دیکھی جو دُوسروں نے نہیں دیکھی۔

یہاں ایسی چیز سے مراد وُہ بات ہے جو اس کے ذہن میں آئی تھی۔ مگر دوسروں کے ذہن میں نہ آ سکی۔

۴۔ اٰنَسَ: اٰنَسَ کے معنی نہ غور کرنا ہے نہ نظر سے دیکھنا اور نہ دیدۂ دل سے دیکھنا بلکہ اس کا معنی مانوس ہونا یا کسی چیز کا قرآن سے معلوم ہونا۔ اور امام راغب کے الفاظ میں کسی سے انس پانا (مف) ہے تاہم اپنی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے اس کا ترجمہ دیکھنا سے کر لیا جاتا ہے یعنی دُور سے یا گہری نظر سے دیکھ کر معلوم کر لینا۔ قرآن میں ہے:

(۱) فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ — حضرت موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا، تم یہاں

نَارًا (۲۰/۱۰) ٹھیرو، میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا (۴/۶) اگر تم ان میں عقل کی پختگی دیکھو۔

۵۔ زَارَ: زَارَهٗ بمعنی کسی کی ملاقات کرنے کے لیے جانا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کو دیکھنے اور اُسے ملنے کے لیے آنا۔ زیارت کرنا (م ق) اور زَاوِرٌ بمعنی سینہ کا بالائی حصّہ۔ اور زُرْتُ فُلَانًا بمعنی میں نے اپنا سینہ اس کے سامنے کیا یا اس کے سینہ کا قصد کیا (یعنی ملاقات کی (مف) قرآن میں ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (۱۰۲/۲-۱) تمہیں کثرتِ (مال) کی ہوس نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔

ماحصل: (۱) رَاٰی: کسی بات پر غور کرنے کیلیے (۲) نَظَرَ: کا استعمال عموماً نظر ڈالنے کے لیے۔ (۳) بَصُرَ: دیدۂ دل سے دیکھنے کے لیے۔ (۴) اٰنَسَ: دیکھنا بمعنی معلوم کرنا۔ پانا۔ اور (۵) زَارَ: کسی چیز کے دیکھنے کو جانے یا زیارت کرنے کے لیے آتا ہے۔

۲۱ ـــــ دیکھنا (کیفیتِ نظر)

کیفیتِ نظر کے لیے شَخَصَ[۱]، لَمَحَ[۲]، هَطَعَ[۳]، عَشَا[۴]، اَغْمَضَ[۵]، زَاغَ[۶] اور بَرِقَ[۷] کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ شَخَصَ: بمعنی آنکھوں کا پتھرا جانا۔ آنکھوں کا بے نور ہونا اور پلک نہ جھپکنا (فل ۱۰۳) قرآن میں ہے:

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (۲۱/۹۷) اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آ جائے تو ناگاہ کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔

۲۔ لَمَحَ: نگاہ کی لپک۔ جلدی سے کسی چیز کی طرف نظر ڈالنا۔ آنکھ کا جھپکنا (فل ۱۰۲)

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ (۱۶/۷۷) اور قیامت کا آنا یوں ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی جلد تر۔

۳۔ هَطَعَ: ٹکٹکی باندھے سامنے دیکھتے اور دوڑتے جانا۔

مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ (۱۴/۴۳) لوگ سر اٹھاتے (قیامت کے میدان کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے۔ اُن کی نگاہیں ان کی طرف لوٹ نہ سکیں گی۔

۴۔ عَشَا (عشو) اس کے بنیادی معنی اندھیرے کی وجہ سے چیزوں کو واضح نظر نہ آنا۔ (م ل) اور کبھی یہ لفظ محض اندھیرے کے وقت کے لیے آ جاتا ہے۔ اَلْعِشَاءُ بمعنی شام کے بعد کا وقت۔ رات کی نگاہ کا کمزور ہونا۔ رات کا کھانا۔ اور عَشِیَ یَعْشٰی عَشْیًا وَعَشَاوَةً۔ بمعنی رات کو نظر نہ آنا۔ رتوندا ہونا۔ شب کوری (منجد) اور عَشْوَةٌ بمعنی وُہ شعلہ جو رات کے وقت دُور سے دکھائی دے۔

(م ـ ق) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۔ (۴۳/۳۶)
اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کر لے ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں۔ جو اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔

۵۔ اَغْمَضَ عَيْنَهٗ: بمعنی کسی کا اپنی آنکھ بند کرنا۔ اور اَغْمَضَ عَنِ الشَّیْءِ بمعنی چشم پوشی کرنا۔ تجاوز کرنا (منجد) یعنی کسی بُری چیز کو دیکھنے یا جاننے کے باوجود دوسرے کو ایسا معلوم کرانا کہ جیسے اس کے متعلق کچھ خبر نہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ (۲/۲۶۷)
اور بُری اور ناپاک چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا قصد نہ کرو۔ اور تم خود ایسی چیز قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوگے۔ الا یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔

۶۔ زَاغَ: بمعنی راہِ حق سے انحراف کرنا۔ اور زَاغَ الْبَصَرُ بمعنی نظر کا تھک جانا (منجد) اور امام راغب کے نزدیک نگاہ نے غلطی کی اور ایک طرف ہٹ گئی۔ ارشادِ باری ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (۵۳/۱۷)
(رسول اکرمؐ کی) نظر نہ تو ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔

۷۔ بَرِقَ: برق بمعنی چمکنے والی بجلی۔ اور بَرِقَ الْبَصَرُ بمعنی بجلی کی چمک یا کوندیا کسی تیز روشنی سے آنکھ کا چندھیا جانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ (۷۵/۷)
پس جب آنکھیں چندھیا جائیں۔

ماحصل: (۱) شَخَصَ: آنکھوں کا پتھرا جانا۔
(۲) لَمَحَ: آنکھ کا جھپکنا۔
(۳) هَطَعَ: ٹکٹکی باندھے سامنے دیکھنا۔
(۴) عَشَا: اندھرا آنا ہونا۔ رات کی نگاہ کمزور ہونا۔
(۵) اَغْمَضَ: چشم پوشی کر جانا۔
(۶) زَاغَ الْبَصَرُ: نظر کا تھک کر بہک جانا۔
(۷) بَرِقَ: تیز روشنی سے آنکھوں کا چندھیا جانا۔

۳۲ ـــــ دکھلانا

کے لیے قرآن کریم میں اَرٰى۔ اَرٰى۔ رِيَاء۔ بَصَّرَ اور تَبَرَّجَ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ اَرٰى يُرِىْ (رَاٰى سے باب افعال) بمعنی دوسروں کو دکھلانا۔ یہ لفظ بھی مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) مادی لحاظ سے: اَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ (۴۶/۴)
مجھے دکھلاؤ تو، کہ (معبودانِ باطل نے) زمین میں کونسی چیز پیدا کی ہے۔

(۲) معنوی لحاظ سے: لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ
تاکہ تم خدا کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات

بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (۴/۱۰۵)	فیصل کرو۔

(یہاں "اَرٰی" سے مراد خداداد بصیرت بھی ہے اور وحی خفی بھی)

اور اَرٰی یُرَاءِ (رأی سے باب تفاعل) بمعنی ایک دوسرے کو دکھلانا۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (۴/۱۴۲)	اور منافق جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ڈھیلے ڈھالے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ کا ذکر تھوڑا ہی کرتے ہیں۔

اور رِیَاء بھی اسی معنی میں آتا ہے یعنی دکھلاوا کرنا۔ نمائش کرنا۔ ایسا کام کرنا جس کا مقصد ہی دوسروں کو دکھلانا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ (۴/۳۸)	اور وہ لوگ جو اپنا مال دوسروں کو دکھلانے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں۔

۲۔ بَصَّرَ: اس طرح دکھلانا کہ دوسرا پہچان اور سمجھ لے۔ احوال و آثار سے واقف کرنا (مف) قرآن میں ہے:

لَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا يُّبَصَّرُوْنَهُمْ (۷۰/۱۱)	کوئی دوست دوسرے دوست کا پُرسانِ حال نہ ہوگا (حالانکہ) وہ ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہونگے

۳۔ تَبَرَّجَ: بَرَجَ بمعنی بلند ہونا۔ ظاہر ہونا (منجد) بُرج معروف لفظ ہے۔ اور تبرجت المرأة بمعنی عورت کا اجنبیوں کو اپنی زینت اور اپنے محاسن دکھلانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (۳۳/۳۳)	اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور جس طرح سے دورِ جاہلیت میں اظہارِ تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھلاؤ۔

ماحصل: (۱) اَرٰی اور اَرَاءَ: محض دکھلانے کے لیے۔

(۲) بَصَّرَ: اس طرح دکھانا کہ دوسرا پہچان جائے اور

(۳) تَبَرُّج: زیب و زینت کے دکھلانے کے لیے آتا ہے۔

۳۴ ——— دِین

کے لیے دِیْن، شَرِیْعَة اور مِلَّة کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ دِیْن: دِیْن کا لفظ بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مختصراً یہ چار معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی کامل اور مکمل حاکمیت (۲) انسان کی مکمل عبودیت اور بندگی (۳) قانونِ جزا و سزا۔ اور (۴) اس قانونِ جزا و سزا کے نفاذ کی قدرت۔ پھر تو یہ لفظ کسی ایک معنی میں بھی آجاتا ہے اور کبھی ایک سے زیادہ معانی میں۔ مثلاً اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (۳۹/۳) میں یہ لفظ چاروں مفہوم ظاہر کر رہا ہے۔ اب دین کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو کچھ باتوں کا حکم دے، کچھ کاموں سے منع کرے اور

جو شخص اس کے خلاف کرے اسے جزا و سزا بھی دے۔ چنانچہ ایسے احکام جو آدم سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ تک غیر متبدل رہے ہیں، یہی اصل دین ہے مثلاً شرک کی حرمت۔ قتل ناحق، چوری، زنا، فواحش وغیرہ سے اجتناب اور آخرت کا محاسبہ وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کو تسلیم کرنے اور فرمانبردار بننے کا نام اسلام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (۳/۱۹) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام (فرمانبرداری) ہی ہے۔

۲- شَرِیْعَۃ: شَرَعَ کا لغوی معنی واضح راستہ متعین کرنا (مف) ہے۔ اور شَرِیْعَۃ سے مراد وہ احکام ہیں جو زمانہ کی ضرورتوں اور احوال و ظروف کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً حضرت آدمؑ کی اولاد میں بہن بھائی کا نکاح جائز تھا کہ یہ ایک اضطراری امر تھا جو بعد کی شریعتوں میں حرام قرار دیا گیا۔ حضرت یعقوبؑ کی زوجیت میں دو حقیقی بہنیں تھیں جو بعد کی شریعتوں میں حرام قرار دی گئیں۔ اسی طرح اس دور میں سجدہ تعظیمی جائز تھا جو بعد میں حرام کر دیا گیا۔ سابقہ شریعتوں میں اموالِ غنیمت سے استفادہ ناجائز تھا جو امت مسلمہ کے لیے حلال قرار دیا گیا۔ غرضیکہ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ دین اور شریعت کے فرق کو خود رسول اللہ نے ان الفاظ میں سمجھایا کہ:

اَلْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةُ الْعَلَّاتِ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ (متفق علیہ) تمام انبیاء علاتی بھائی (وہ بھائی جن کا باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہوں) ہیں۔ کہ ان کی مائیں (شریعتیں) الگ الگ ہیں اور ان کا دین (باپ) ایک ہی ہے۔

اور قرآن میں ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ (۴۲/۱۳) اس (اللہ) نے تمہارے لیے دین سے راہ متعین کی۔

۳- مِلَّت: دین اور شریعت میں سب کچھ منزل من اللہ اور الہامی کتاب میں مذکور ہوتا ہے۔ سب سے پہلے نبی خود ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا پابند ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ ان احکاماتِ الٰہیہ کی تبلیغ کر کے متبعین کی ایک جماعت بناتا اور ان سب کو ان احکامات کا پابند بناتا اور اسلامی نظام قائم کرتا ہے۔ اس نظام کا نام ملت ہے۔ گویا ملت احکام و فرامین کا نام نہیں بلکہ اس نظام کا نام ہے جس میں نبی امیر، مامور اس نبی کے پیروکار اور ان کا دستور احکام الٰہیہ (دین، شریعت) اور جماعت پر امیر کی اطاعت لازم قرار دی گئی ہے۔ مترجم حضرات مختصراً ملت کا ترجمہ "دین" ہی لکھ دیتے ہیں حالانکہ دین تو سب انبیاء کا ایک ہی ہے البتہ ملت کی نسبت کسی مخصوص نبی ہی کی طرف کی جا سکتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ (۳/۹۵) پس تم ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو سب سے بے تعلق ہو کر ایک اللہ ہی کے ہو گئے تھے۔

ماحصل: (۱) دین: وہ احکام الٰہیہ جو حضرت آدمؑ سے حضرت محمدؐ تک غیر متبدل رہے ہیں اور ان کی اطاعت

(۲) شریعت: وہ احکام الٰہیہ جو احوال و ظروف زمانہ کے متعلق تبدیل ہوتے رہے۔

(۳) مِلّت: وُہ نظام جو ایک نبی احکامِ الٰہیہ کی فرمانبرداری میں اپنے متبعین کی جماعت میں قائم کرتا ہے۔

۳۴ — دینا

کے لیے اٰتٰی، اَعْطٰی (عطو) اَدّٰی (ادو۔ادی) دِیَۃ، اَثَابَ (ثوب)، وَھَبَ، رَفَدَ، دَفَعَ اِلٰی
ھَدِیَّۃ اور نَحَلَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اٰتٰی: دینا۔ کسی چیز کا کسی کو دینا۔ معروف معنوں میں مستعمل ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ (۲/۱۷۷) اور اس نے اپنا مال اللہ کی محبت میں دیا۔

۲۔ اَعْطٰی: دو معنوں میں آتا ہے۔ (۱) کسی کو کوئی چیز محض تفضلاً دے دینا۔ بخشش دینا (مف)
قرآن میں ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (۲۰/۵۰) حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا ہمارا پروردگار وُہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔

(۲) اور اَعْطٰی کے معنی مطیع ہونا اور خدمت کرنا بھی ہے (منجد) لہٰذا کسی شخص کو اس کی خدمت، محنت اور اطاعت کے عوض زیادہ دے دینا بھی اَعْطٰی ہے۔ عطیہ، انعام خوش ہو کر محنت یا خدمت سے زیادہ دے دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ (۱۱/۱۰۸) اور جو نیک بخت ہیں تو وُہ جنت میں ہوں گے جب تک زمین وآسمان قائم رہیں۔ مگر جو تیرا پروردگار چاہے۔ یہ بخشش غیر منقطع ہوگی۔

۳۔ اَدّٰی: کسی کو اس کا حق پورا پورا اور یکبارگی دے دینا۔ یہ لفظ عموماً لین دین کے معاملات مثلاً امانت، قرضہ اور خراج وغیرہ کے لیے مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ (۲/۲۸۳) اور اگر کوئی شخص کسی کو امین سمجھے تو امانت دار کو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کرے۔

۴۔ دِیَۃٌ: (ودی) ودٰی یدی دِیَۃً۔ خون بہا کی ادائیگی کے لیے یہ لفظ مخصوص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ (۴/۹۲) وارثانِ مقتول کو خون بہا ادا کرنا ہوگا۔

۵۔ اَثَابَ: اَعْطٰی سے اعمّ ہے۔ یہ ہر کام کے معاوضہ کے لیے آتا ہے خواہ کام اچھا ہو یا بُرا۔ تاہم یہ لفظ عموماً اچھے کاموں کے بدلہ کے لیے آتا ہے۔ نیز اس میں بھی اَعْطٰی کی طرح کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ کام کا معاوضہ پورا یا اس سے کچھ زیادہ دینا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۵/۸۵)	تو اللہ نے ان کو اس کہنے کے عوض (بہشت کے) باغ عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

۶۔ وَهَبَ: بلا معاوضہ ومحنت کسی کو کچھ دے دینا۔ اور بعد میں کسی فائدہ یا عوض کی توقع نہ رکھنا (مف) ارشادِ باری ہے؛

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ (۴۲/۴۹)	اللہ جسے چاہتا ہے بیٹیاں دے دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔

۷۔ رَفَدَ: عطا اور مدد۔ دو باتیں بنیادی طور پر اس کے معنٰی میں پائی جاتی ہیں یعنی کسی غریب اور مسکین کو عطیہ کے طور پر کچھ دینا۔ وظیفہ دینا۔ وظیفہ مقرر کرنا۔ اور رِفادہ اس فنڈ کو کہتے ہیں جو قریش نادار حجاج کی مدد کے لیے جمع رکھتے تھے۔ اور اَرْفَدَ بمعنی کسی کے لیے عطیہ مقرر کرنا۔ کہ وہ اس مقررہ مقدار میں سے لیتا رہے (مف) اور رِفد بمعنی وظیفہ۔ امداد۔ قرآن میں ہے؛

وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ (۱۱/۹۹)	اور اس دنیا میں بھی (فرعون کی قوم) کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت میں بھی لگی رہے گی۔ بُرا ہے وہ انعام جو انہیں ملتا رہے گا۔

۸۔ دفع (اِلٰی) دفع بمعنی کسی چیز کی حفاظت وحمایت میں بیرونی خطرات اور حملے کو دُور کرنا اور پرے ہٹانا ہے (مف) اور جب اس کا صلہ اِلٰی سے ہو تو اس کے معنی ادا کرنا یا کسی کی چیز اس کے سپرد کر دینا یا حوالے کر دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (۴/۶)	پھر اگر تم ان یتیموں میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

۹۔ هَدِيَّة: ان تحائف کو کہا جاتا ہے جو ہم ایک دوسرے کو تعلقات کی خوشگواری کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اور مِهْدٰی اس چیز کو کہا جاتا ہے جس میں رکھ کر ہدیہ پیش کیا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ (۲۷/۳۶)	(حضرت سلیمانؑ نے کہا) جو کچھ اللہ نے مجھے عطا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے لہٰذا تم اپنے اس تحفہ سے خود ہی خوش رہو۔

۱۰۔ نَحَلَ: کسی کو کوئی چیز دینا۔ نَحَلَ الْمَرْاَةَ عورت کو اس کا حق مہر دینا۔ اور نُحْل بمعنی عطیہ بخشش (منجد) اور اَلنُّحْلَة اور اَلنِّحْلَة اس عطیہ کو کہتے ہیں جو تبرّعاً دیا جائے۔ یہ ہبہ سے خاص ہے کیونکہ ہر ہبہ کو نِحْلَة کہہ سکتے ہیں لیکن ہر نِحْلَة کو ہبہ نہیں کہہ سکتے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔	اور عورتوں کو ان کے حق مہر (اور نان ونفقہ) خوشی سے

دے دیا کرو۔ (۴/۴)

ماحصل: (۱) أتی: دینا۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) أَعْطٰی: بخشش، خدمت یا محنت اور اطاعت کا صلہ زیادہ دینا۔

(۳) أَثَابَ: اعطی سے اعم ہے۔ کسی بھی کام کا صلہ اصل معاوضہ سے زیادہ دینا۔

(۴) أَدَاءٌ: حقوق اور مالی معاملات کی ادائیگی۔

(۵) دِیَۃ: خون بہا کی ادائیگی۔

(۶) وَھَبَ: بلامعاوضہ دینا اور بعد میں کسی معاوضہ یا فائدہ کی توقع نہ رکھنا۔

(۷) رَفَدَ: کسی نادار اور مفلس کو امداد کے طور پر وظیفہ وغیرہ دینا۔

(۸) دَفَعَ (اِلٰی): باز ادائیگی کرنا۔ کسی کی چیز اس کے حوالے کرنا۔

(۹) ھَدِیَّۃ: تعلقات کی خوشگواری کے لیے تحفہ تحائف دینا۔

(۱۰) نِحْلَۃٌ: برضا و رغبت ہبہ کے طور پر کسی کو کچھ دینا۔

۳۵ ـــــ دیوار

کے لیے جِدَار[1]، سَدّ[2]، رَدْم[3]۔ سُوْر[4] اور بُنْیَان[5] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جِدَار: (ج جُدُر اور جُدران) مکان یا قلعہ کی دیواروں میں سے کوئی ایک دیوار۔ جَدَرَ بمعنی دیواروں سے گھیرنا (منجد) اور ابن الفارس کے الفاظ میں ھوالحائط (م-ل) یعنی کسی احاطہ شدہ تعمیر کی دیوار ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ (۱۸/۸۲) اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی۔

۲۔ سَدّ: سَدٌّ بمعنی روک۔ آڑ۔ دو چیزوں کے درمیان بڑی سی دیوار جو روک کا کام دے اور خود تعمیر کی گئی ہو۔ اور اگر یہ دیوار یا آڑ قدرتی ہو تو اُسے سُدّ کہتے ہیں (مف) اور سَدَّ بمعنی پتھر سے شگاف بند کرنا۔ اور سِدَاد اس مسالہ کو کہتے ہیں جس سے رخنہ یا شگاف پُر کیا جائے اور سُدَّۃ حکیموں کی اصطلاح میں آنتوں میں فاسد مادہ کے پھنس کر روک بن جانے کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا (۱۸/۹۴) (اے ذوالقرنین!) کیا ہم تمہارے لیے کچھ رقم اکٹھی کریں تاکہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دے۔

۳۔ رَدْم: یہ لفظ سَدّ سے اخص ہے۔ یعنی ایسی دیوار یا روک جس کے سب سوراخ اور شگاف اچھی طرح سے بند کر دیے گئے ہوں (مف) موٹی دیوار۔ مضبوط روک۔ اور رَدَمَ بمعنی رخنہ یا شگاف

بند کرنا۔ اور ردم الثوب بمعنی کپڑے میں پیوند لگانا (منجد) ہے۔ قرآن میں ہے:

فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا (۱۸/۹۵)	(ذوالقرنین نے جواب دیا) تم لوگ مجھے قوتِ (بازو) سے مدد دو تو تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا۔

۴۔ سُوْر: ابن الفارس کے الفاظ میں یدل علی علو وارتفاع (م۔ل) یعنی اونچی اور بلند دیوار جسے پھاند کر اندر داخل نہ ہو سکیں۔ اور یہ دیوار کسی مکان کی نہیں بلکہ کسی فصیل قلعہ یا احاطہ کی ہوتی ہے۔ اور سُوْرَةُ المدینۃ شہر پناہ کو کہتے ہیں (مف) ارشاد باری ہے:

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ (۵۷/۱۳)	سو ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی جائے گی، جس میں ایک دروازہ ہوگا۔

۵۔ بُنْيَان، بَنٰی بمعنی تعمیر کرنا۔ عمارت بنانا، اس طرح کہ اس کے سب اجزاء ایک دوسرے میں پھنسے ہوئے ہوں۔ اور بُنْيَان ہر اس تعمیر کو کہتے ہیں جو یہ شرط پوری کرے خواہ یہ صرف بنیاد ہو یا کوئی دیوار یا پوری عمارت۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (۶۱/۴)	اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں یوں قطار باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔

ماحصل: (۱) جِدَار: کسی مکان یا احاطہ کی دیوار۔

(۲) سَدّ: دو چیزوں کی درمیانی بنائی ہوئی دیوار جو روک کا کام دے۔

(۳) ردم: ایسی سَدّ جس کے سب رخنے اچھی طرح بند کر دیے گئے ہوں۔

(۴) سُوْر: فصیل وغیرہ کی بلند دیوار جس کو پھاندا نہ جا سکے۔

(۵) بُنْيَان: ایسی دیوار یا تعمیر جس کے اجزاء مضبوطی سے آپس میں پھنسے ہوئے ہوں۔

۳۔ دیوانہ ۔ دیوانہ پن

کے لیے مَجْنُوْن[۱]، خَبَط[۲]، مَفْتُوْن[۳] اور سُعُر[۴] کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَجْنُوْن: جَنَّ بمعنی کسی چیز پر چھا کر اسے ڈھانپ دینا۔ حواس پر پردہ پڑ جانا۔ (منجد) اور مَجْنُوْن وہ شخص ہے جس کے ہوش و حواس جاتے رہیں۔ اہلِ عرب مجنون کو مجنون اس لیے کہتے تھے کہ ان کے خیال میں جنّ انسان میں داخل ہو کر اسے دیوانہ بنا دیتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کے یہ معنی ہوں گے وہ شخص جسے جنوں نے دیوانہ کر دیا ہو۔ آسیب زدہ۔ ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (۵۱/۵۲)	اس طرح ان سے پہلے بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے لوگوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا ہو۔

اور جِنَّۃ بمعنی جن بھی اور دیوانگی بھی جیسے فرمایا:

اِنْ ھُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِہٖ جِنَّۃٌ (۲۳/۲۵) — اس آدمی کو تو دیوانگی (کا عارضہ) ہے۔

۲- خَبَطَ: بمعنی کسی کو مار مار کر حواس باختہ کر دینا (مف) اور مخبوط بمعنی فاتر العقل ہے۔ یعنی جس کی عقل ٹھیک کام نہ کرتی ہو۔ اہلِ عرب کے خیال کے مطابق یہ کارنامہ بھی جنوں اور شیطانوں ہی سے متعلق تھا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (۲/۲۷۵) — جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

خبط اور جنون میں فرق یہ ہے کہ خبط وقتی اور عارضی بیماری ہے جبکہ جنون طویل مدت کے لیے ہوتا ہے۔

۳- مَفْتُوْن: فَتَنَ بمعنی فتنہ میں ڈالنا۔ فریفتہ کرنا، مائل کرنا اور تعجب میں ڈالنا۔ اور مفتون بمعنی پاگل اور دیوانہ (منجد) ہے۔ اور مفتون ایسے پاگل کو کہتے ہیں جسے حوادثِ زمانہ نے فاتر العقل اور مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ (۶۸/۶) — سو عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ (کفارِ مکہ) بھی کہ تم میں سے دیوانہ کون ہے؛

۴- سُعُر: سَعَرَ بمعنی آگ کا بھڑکنا اور شعلے نکلنا۔ پھر مجازاً یہ لفظ اشتعال دلانے یا مشتعل ہونے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ استعر اللصوص بمعنی ڈاکو بھڑک اٹھے۔ استعر الحرب لڑائی بھڑک اٹھی۔ اور مِسْعَرَ آگ بھڑکانے کی لکڑی کو کہتے ہیں (مف) اور سُعُر سے مراد ایسی دیوانگی ہے کہ کسی بات پر انسان فوراً مشتعل ہو کر غلط کام کرنے لگے اور اس کی عقل صحیح کام نہ کرے سودائی۔ قرآن میں ہے:

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُہٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ (۵۴/۲۴) — کہنے لگے، کیا ہم اپنے ہی میں سے ایک آدمی کی پیروی کرنے لگیں؛ تب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ گئے۔

ماحصل: (۱) مَجْنُوْن: بمعنی دیوانہ۔ پاگل۔ آسیب زدہ۔

(۲) خَبَطَ: عقل کا فتور اور اس میں نقص واقع ہونا (عارضی)

(۳) مَفْتُوْن: حوادثِ زمانہ سے پیدا شدہ دیوانگی۔

(۴) سُعُر: طبیعت کے فوراً مشتعل ہو جانے سے پیدا شدہ فتور۔

۱ــــــ ڈالنا

کے لیے اَلْقٰی، سَلَکَ، نَبَذَ، قَذَفَ، اَفْرَغَ اور اَوْقَعَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَلْقٰی: لَقِیَ بمعنی دو متقابل چیزوں کا آمنے سامنے آنا۔ ملاقات کرنا۔ لیکن باب افعال میں جاکر اس کے بنیادی معنی بدل جاتے ہیں۔ اَلْقٰی بمعنی کسی چیز کو یوں ڈالنا، پھینکنا یا رکھ دینا کہ دوسروں کو سامنے نظر آئے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاَلْقٰی عَصَاہُ فَاِذَا ھِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ۔ (۷/۱۰۷) موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دی تو وہ اسی وقت صریح اژدھا (ہوگیا)

اور اَلْقٰی کا لفظ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ (۲۰/۳۹) اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔

پھر یہ لفظ "دل میں بات ڈالنا" کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور اسے اِلْقَاء کہتے ہیں۔ یہ بحث "دل میں بات ڈالنا" میں دیکھیے۔

۲۔ سَلَکَ: کی بحث "داخل کرنا" میں گزر چکی۔ اس کے بنیادی معنی ایک چیز کو دوسری میں کھینچنا یا ایک چیز کو دوسری میں رکھ دینا ہے۔ اسی لحاظ سے یہ لفظ کبھی کبھی ڈالنا کا معنی دے جاتا ہے۔ جیسے:

اُسْلُکْ یَدَکَ فِیْ جَیْبِکَ (۲۸/۳۲) اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو۔

۳۔ نبذ: کے بنیادی معنی کسی چیز کو در خورِ اعتنا نہ سمجھ کر پھینکنا یا پسِ پشت ڈالنا ہے (یہ بحث پھینکنا میں دیکھیے) سلک کی طرح اس کا ترجمہ بھی کبھی ڈالنا سے کیا جاتا ہے جیسے:

فَنَبَذْنٰہُ بِالْعَرَآءِ وَھُوَ سَقِیْمٌ (۳۷/۱۴۵) پھر ہم نے اسے (یونسؑ کو) فراخ میدان میں ڈال دیا، اور وہ بیمار تھا۔

۴۔ قَذَفَ: بمعنی دور سے پھینکنا (یہ بحث "پھینکنا" میں دیکھیے) مگر بعض جگہ اس کا ترجمہ بھی ڈالنا سے کرلیا جاتا ہے جیسے:

وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ (۵۹/۲) اور اللہ نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔

۵۔ اَفْرَغَ: فَرَغَ بمعنی کسی کام سے فارغ ہونا (ضد شغل) بھی ہے اور خالی ہوجانا بھی۔ اور اَفْرَغَ

اَلدَّلْو بمعنی ڈول سے پانی بہا کر ڈول کو خالی کر دینا (مف) یعنی کسی چیز کو آہستہ آہستہ ڈالنا یا گرانا۔

قرآن میں ہے۔

رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا (۲/۲۵۰) — اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں میں صبر ڈال اور ہمارے قدموں کو (لڑائی میں) مضبوط کر دے۔

دوسرے مقام پر ہے:

قَالَ اٰتُوۡنِیۡۤ اُفۡرِغۡ عَلَيۡهِ قِطۡرًا (۱۸/۹۶) — ذوالقرنین نے کہا کہ اب میرے پاس تانبا لاؤ کہ اس (دیوار) پر پگھلا کر ڈال دوں۔

۶۔ اَوْقَعَ، وَقَعَ کے بنیادی معنی دو ہیں۔ (۱) ثابت ہونا (۲) نیچے گرنا (مف) اور اَوْقَعَ بمعنی واقع کرنا (منجد) یعنی کسی چیز کو ڈالنا، پھر اسے جما دینا۔ ارشادِ باری ہے؛

اِنَّمَا يُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّوۡقِعَ بَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ (۵/۹۱) — شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان دشمنی اور رنجش ڈال دے۔

ماحصل: (۱) اَلْقٰی: کسی چیز کو آرام سے رکھ دینا۔ ڈالنا۔ جسے دوسرے دیکھ سکیں۔

(۲) سَلَکَ: ایک چیز کو دوسری میں ڈالنا۔ داخل کرنا۔

(۳) نَبَذَ: کسی چیز کو در خور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے ڈال دینا۔

(۴) قَذَفَ، پھینکنا یا قوت اور شدت سے ڈالنا۔

(۵) اَفْرَغَ: اس طرح ڈالنا یا گرانا جیسے ڈول سے آہستہ آہستہ پانی انڈیلا جاتا ہے۔

(۶) اَوْقَعَ: کوئی چیز ڈالنا۔ پھر اسے جما دینا۔

۲ ـــــ ڈبونا

کے لیے اَغْرَقَ (۱) اور صَبَغَ (۲) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَغْرَقَ: غرق بمعنی کسی غیر آبی جاندار کا پانی میں تہ نشین ہو جانا۔ ڈوبنا۔ پانی میں ڈوب کر مر جانا اور اَغْرَقَ بمعنی کسی کو ڈبو دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ۔ (۲/۵۰) — اور ہم نے فرعون کی قوم کو غرق کر دیا، اور تم دیکھ رہے تھے۔

۲۔ صَبَغَ، صَبَغَ يَدَهٗ فِی الْمَآءِ بمعنی اپنے ہاتھ کو پانی میں ڈبونا اور اَصْبَغْتُ بِالْخَلِّ بمعنی میں نے روٹی سرکہ میں ڈبو کر کھائی۔ صَبَغَ الثَّوْبَ بمعنی کپڑے کو رنگنا۔ کپڑے کو رنگدار پانی میں ڈبونا صِبْغ بمعنی رنگ بھی اور سالن بھی۔ اور صِبْغَۃ بمعنی رنگ۔ صابغ رنگنے والا۔ اور صَبَّاغ بمعنی رنگریز۔

(مف۔ منجد) قرآن میں یہ لفظ ان دونوں معنوں میں آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

صِبۡغَةَ اللّٰهِ‌ۚ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ — رنگ تو اللہ ہی کا ہے اور اس سے بہتر رنگ (یعنی

صِبْغَةً (۲/۱۳۸) دین) کس کا ہو سکتا ہے؟

دوسرے مقام پر فرمایا:

تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ۔ (۲۳/۲۰) (یہ زیتون کا درخت) روغن لیے ہوئے اگتا ہے جو کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے۔

ماحصل: اَغْرَقَ: کسی کو پانی میں ڈبو دینا کہ مرجائے۔

اَصْبَغَ: لقمہ کو سالن میں یا کپڑے کو رنگدار پانی میں ڈبونا۔

ڈٹ جانا ـــــ دیکھیے "ثابت قدم رہنا"

۳ ـــــ ڈرنا

کے لیے خَافَ، خَشِيَ، خَشَعَ، اِتَّقٰى (وقی) حَذَرَ، رَاعَ، اَوْجَسَ، وَجَفَ، وَجِلَ، رَهِبَ، رَعَبَ، اَشْفَقَ قرآنِ کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ خَافَ: قرائن و شواہد سے کسی آنے والے خطرہ کا اندیشہ کرنا (مف) اور خوف کی ضد امن ہے۔ یعنی خاف کا تعلق بالعموم مستقبل سے ہوتا ہے۔ ابو ہلال کے الفاظ میں خوف کا معنی "توقع الضرر المشکوك" ہے۔ (فق ل ۱۹۹) قرآن میں ہے:

قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (۱۱/۷۰) (فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا) آپ خوف نہ کیجیے ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

۲۔ خَشِيَ: ایسا خوف جو کسی امر کی عظمت کی وجہ سے دل پر طاری ہو جائے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (۱۷/۳۱) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو۔

۳۔ خَشَعَ: ایسے ڈر کو کہتے ہیں جس کے اثرات دل کے علاوہ اعضاء و جوارح پر بھی نمایاں ہونے لگیں دل کا نرم ہو جانا (مف) اسی لیے یہ لفظ جوارح کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ (۶۸/۴۳) بمعنی اس کی آنکھیں ڈر کی وجہ سے جھکی ہوں گی۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (۸۸/۲) کئی منہ اس دن (ڈر کے مارے) جھکے ہوں گے۔ اور وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ (۲۰/۱۰۸) اور آوازیں (ڈر کے مارے) دب جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (۵۷/۱۶) کیا ابھی مومنوں کے لیے ایسا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد پر اُن کے دل ڈر جائیں۔

۴۔ اِتَّقٰى: تقوٰی بمعنی اپنے اعمال کے انجام سے ڈرنا۔ گناہوں کو چھوڑنے پر اور نیکی کے کام کرنے پر طبیعت کا مائل ہونا (مف) اللہ کے خوف سے اس کے اوامر و نواہی کا خیال رکھنا (منجد) (ضد عدوان) اور اِتَّقٰى بمعنی اپنے گناہوں کے انجام ڈر کر ان سے بچنے کی کوشش کرنا۔ پرہیزگاری اختیار کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۲/۱۸۷) — اسیطرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وُہ پرہیزگاری اختیار کریں (ڈریں۔بچیں)

۵۔ حَذَرَ : بمعنی کسی خوف زدہ کرنے والی چیز سے بچنا یا دُور رہنا (مف) کسی خطرہ سے ہوشیار رہنا، چوکنا رہنا۔ بچنا (منجد) ہے۔ حذر میں خطرہ کبھی یقینی ہوتا ہے کبھی ظنی۔ تاہم احتیاط سے اس خطرہ سے بچ سکتے ہیں (فق ل ۲۰۰) جیسے بجلی کا ٹرانسمیٹر یا ننگے تار۔ قرآن میں ہے :

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ (۲/۱۹) — وُہ موت کے ڈر کے مارے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیتے ہیں۔

اور حِذْر بچاؤ کے سامان کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے "خُذُوْا حِذْرَكُمْ (۴/۱۰۲)" یعنی اپنے ہتھیار سنبھال لو۔ یا کسی بھی دوسرے ذریعے سے اپنی حفاظت اور بچاؤ کا خیال رکھو۔

۶۔ رَاعَ : بمعنی گھبرا دینا اور بمعنی تعجب میں ڈالنا (منجد) رَوْع بمعنی دل اور رَاعَتْہ بمعنی خوف زدہ کرنا۔ گھبرا دینا۔ اور نَاقَۃٌ رَوْعَاءُ بمعنی ڈرپوک اونٹنی (مف) اور الرَّوْع سے مراد ایسی کیفیت ہے کہ انسان کسی واقعہ سے متعجب بھی ہو اور اسے کوئی موہوم خطرہ بھی نظر آ رہا ہو جس کی وجہ سے وُہ گھبرا جائے۔ قرآن میں ہے :

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ (۱۱/۷۴) — پھر جب حضرت ابراہیمؑ کا ڈر جاتا رہا۔

۷۔ اَوْجَسَ : وَجَسٌ بمعنی پوشیدہ ہونا (کان کا) آہٹ محسوس کرنا۔ سنی ہوئی بات سے ڈر محسوس کرنا (منجد) اور اَوْجَسَ بمعنی ڈر کو چھپانے کی کوشش کرنا۔ اور چہرہ پر ڈر کے آثار ظاہر نہ ہونے دینا۔ قرآن میں ہے :

فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً (۱۱/۷۰) — جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو اُن کو اجنبی سمجھا اور اُن سے اپنے ڈر کو چھپایا۔

۸۔ وَجَفَ : بمعنی مضطرب ہونا۔ دل دھڑکنا۔ اور بمعنی خوف سے گرنا (منجد) وَجَفَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ بے قراری اور ڈر۔ اور انہی باتوں سے دل دھڑکنے لگتا ہے۔ قرآن میں ہے :

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ (۷۹/۸) — اسدن (لوگوں کے) دل خائف ہو رہے ہوں گے (جالندھری) دھڑکنے والے دل۔ (عثمانیؒ)

۹۔ وَجِلَ بمعنی دل ہی دل میں ڈر محسوس کرنا (مف) اور بمعنی رونگٹے کھڑے ہونا (م۔ ق) ڈر میں بڑھ جانا۔ بوڑھا ہونا (منجد) اور بمعنی کوتاہی کی وجہ سے کسی سے ڈرنا اور بے چین ہونا (فق۔ ل ۲۰۲) ارشاد باری ہے :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (۸/۲) — مومن تو وُہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

۱۰۔ رَهَبَ : رَهَبٌ ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں اضطراب اور احتیاط بھی شامل ہو (ضد رَغِبَ) اور رَاهِب بمعنی خدا سے ڈرنے والے لوگ۔ گوشہ نشین اور عبادت گزار۔ اسی سے رهبانیت ہے یعنی لذاتِ دُنیا کا چھوڑ بیٹھنا (منجد) اور بمعنی طول الخوف واستمرارہ (فق ل ۲۰۰) یعنی ڈرتے رہنا۔ ارشاد باری ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ — وُہ لوگ بھلائیوں کی طرف دوڑتے تھے اور

وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (۲۱/۹۰) — ہمیں امید و خوف سے پکارتے تھے۔

۱۱۔ رَعَبَ: رُعْب بمعنی خوف کی شدت، دہشت۔ اور رَعَبَ بمعنی خوف سے بھر جانا (مف) کسی کے ڈر کی وجہ سے دبک جانا۔ قرآن میں ہے:

لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (۱۸/۱۸) — اگر تُو ان کو جھانک کر دیکھے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور ان (کی اس صورتِ حال) سے دہشت سے بھر جائے۔

۱۲۔ اَشْفَقَ: شَفِقَ عَلٰی بمعنی کسی کی بھلائی چاہنا۔ اور اشفق بمعنی کسی کی خیر خواہی کے ساتھ ساتھ اس پر تکلیف آنے سے ڈرنا (مف) اور بمعنی اصلاح و بھلائی کی فکر میں ہونا۔ رحم کرنا۔ مہربان ہونا۔ اور شفقۃ بمعنی مہربانی۔ رحم۔ خوف کے ساتھ مہربانی۔ اور اَشْفَقَ مِنْہُ بمعنی ڈرنا۔ لالچ کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ (۱۸/۴۹) — اور اعمالنامہ (کھول کر) رکھا جائے گا تو تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے، اس سے ڈر رہے ہوں گے۔

ماحصل: (۱) خَافَ: آنے والے خطرہ کا اندیشہ۔
(۲) خَشِيَ: کسی امر کی عظمت کی وجہ سے ڈرنا۔
(۳) خَشَعَ: ایسا ڈر کہ اس کا اثر اعضاء و جوارح پر بھی پڑے۔
(۴) اِتَّقٰی: انجام کے خوف کی وجہ سے گناہوں سے بچنا۔
(۵) رَاعَ: تعجب کرنا اور موہوم خطرہ سے ڈرنا۔
(۶) حَذِرَ: کسی خطرہ کی چیز سے بچنا۔ ڈرنا۔ چوکنا رہنا۔
(۷) اَوْجَسَ: دل ہی دل میں ڈرنا اور اسے چھپانے کی کوشش کرنا۔
(۸) وَجَفَ: ڈر سے دل دھڑکنا۔ ڈر اور اضطراب۔
(۹) وَجِلَ: اپنی کوتاہی سے کسی سے ڈرنا اور بے چین ہونا۔
(۱۰) رَهَبَ: ایسا ڈر جس میں احتیاط بھی ہو اور اضطراب بھی۔ اور یہ طویل ہو۔
(۱۱) رَعَبَ: شدتِ خوف۔ دہشت۔
(۱۲) اَشْفَقَ: کسی کی خیر خواہی کے ساتھ ساتھ اس پر تکلیف آنے سے ڈرنا۔ ڈر اور رحم کے ملے جلے جذبات۔

۴ ـــــ ڈرانا

کے لیے خَوَّفَ، حَذَّرَ، اَرْهَبَ، اَنْذَرَ، اَوْعَدَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱ـ۳: خَوَّفَ، حَذَّرَ اور اَرْهَبَ کی بحث تو اُوپر گزر چکی۔ ثلاثی مزید میں آکر لازم سے متعدی بن جاتے ہیں۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (۳۹/۳۶) — کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں اور یہ لوگ تمہیں اُن سے ڈراتے ہیں جو اس (اللہ) کے سوا ہیں۔

(۲) وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَهٗ (۳/۲۸) — اور خدا تمہیں اپنے (غضب یا انتقام) سے ڈراتا ہے۔

(۳) وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ (۸/۶۰) — اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان سے (مقابلہ کے) لیے مستعد رہو تاکہ تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو ڈرا سکو۔

اور اِسْتَرْهَبَ بمعنی کسی کو ڈرانے کی کوشش کرنا یا ایسی صورت پیدا کر دینا جس سے وُہ ڈر جائے، قرآن میں ہے:

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ (۷/۱۱۶) — پھر جب انہوں (فرعون کے جادوگروں) نے (اپنی لاٹھیاں اور رسیاں) ڈال دیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا، لوگوں کو ڈرایا اور بہت بڑا جادو لائے۔

۴۔ اَنْذَرَ: بمعنی واقف کرنا، باخبر کرنا اور نتائج سے ڈرانا (منجد) اعمال کے نتائج اور روزِ جزا کے حساب کتاب سے ڈرانا۔ اور یہ کام صرف خُدا اور اس کے رسولوں کا ہے نَذِیْر بمعنی ڈرانے والا، (ضد بشیر: خوشخبری دینے والا) اور بمعنی ڈرنے کے مقامات کی وضاحت کر کے ڈرانا۔ اور اِنْذَار حقیقتاً مُنْذَر کا بڑا احسان ہوتا ہے (فق ل ۲۰) ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا (۶/۱۳۱) — کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر میری آیات بیان کرتے اور اس دن کے سامنے آموجود ہونے سے ڈراتے تھے۔

۵۔ اَوْعَدَ: وعدہ کا لفظ عام ہے۔ بمعنی کسی کو کچھ امید دلانا۔ لیکن وعید کسی بُرے کام کے بُرے نتیجہ، اس کی سزا کو کہتے ہیں، دھمکی۔ اور اَوْعَدَ بمعنی دھمکی دینا۔ ڈرانا۔ دھمکانا (منجد) خواہ یہ زبانی ہو یا عملی طور پر ایسا سامان فراہم کیا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (۷/۸۶) — اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے اسے تم ڈراتے اور راہِ خدا سے روکتے ہو۔

ماحصل: (۱) خَوَّفَ: کسی آنے والے خطرہ سے ڈرانا۔

(۲) حَذَّرَ: کسی خطرہ کی چیز سے ڈرانا۔ بچانا۔ آگاہ کرنا۔

(۳) اَرْهَبَ: ڈرانا اور اضطراب پیدا کرنا۔

(۴) اِنْذَار: نبیوں اور رسولوں کا اعمال کے نتائج اور محاسبہ سے ڈرانا۔

(۵) ڈرانا۔ دھمکانا۔ دھمکی دینا۔

۵ــــــ ڈول

کے لیے دَلْو[1] اور ذَنُوْبٌ[2] کے الفاظ آئے ہیں؛

۱۔ دَلْو: کنویں سے پانی نکالنے کا برتن۔ ڈول۔ بالٹی وغیرہ (بشرطیکہ وُہ پانی سے خالی ہو(ف ل۔ ۳۲) قرآن میں ہے:

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ	اور ایک قافلہ آیا۔ انہوں نے اپنا پانی لانے والا
فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ (۱۲/۱۹)	آدمی کنویں پر بھیجا۔ اس نے اپنا ڈول (کنویں میں) لٹکایا۔

۲۔ ذَنُوْب: پانی نکالنے کا برتن۔ ڈول یا بالٹی وغیرہ جبکہ وُہ پانی سے بھرا ہوا ہو (فل ۲۱) ارشادِ باری ہے:

فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ	سوان ظالموں کا بھی ڈول بھر چکا ہے جیسا کہ ان کے
ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ (۵۱/۵۹)	ساتھیوں کا بھرا ہوا تھا۔

یعنی اخلاقی لحاظ سے یہ ظالم بھی اسی پستی میں پہنچ چکے ہیں اور ان کی بقاء کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے جیسا ان جیسے دوسرے ظالموں کا ہُوا تھا۔

ماحصل: ڈول اگر پانی سے بھرا ہوا ہو تو ذَنُوْب ہے۔ اگر اس میں کچھ تھوڑا بہت پانی ہو تو سَجْل ہے اور اگر بالکل خالی ہو تو دَلْو ہے۔

۶ــــــ ڈھال

کے لیے جُنَّة[1] اور عُرْضَة[2] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جُنَّة: ڈھال۔ وُہ معروف ہتھیار جو دشمن کے حملہ سے بچاؤ کے لیے اس کے وار کے سامنے کر کے وار کو روکا اور اپنے آپ کو بچایا جاتا ہے۔ اس کا استعمال مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

اِتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن	انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا اور (لوگوں کو)
سَبِيلِ اللَّهِ (۵۸/۱۶)	اللہ کے رستے سے روک دیا۔

۲۔ عُرْضَة: عَرَضَ بمعنی پیش کرنا۔ اور عُرْضَة ہر وُہ چیز ہے جو سامنے کر کے اپنا بچاؤ کیا جا سکے خواہ یہ ڈھال ہو یا کوئی دوسری چیز (م ۔ق) اور عُرْضَة بمعنی نشانہ۔ کہتے ہیں هُوَ عُرْضَةٌ لِلنَّاسِ وُہ لوگوں کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ هُوَ عُرْضَةٌ لِلْكَلَامِ۔ وُہ اعتراضات کا نشانہ ہے (منجد) گویا عرضۃ، جُنَّة سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ (۲/۲۲۴)	اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

۷۔ ڈھانکنا ۔ ڈھانپنا

کے لیے جَنَّ[۱] اور غَشِیَ[۲] اور اس کے مشتقات اَغْشٰی، غَشّٰی اور تَغَشّٰی اور اَرْهَقَ[۳] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جَنَّ: کسی چیز کو ڈھانپ کر چھپا دینا کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے (مف) جن وہ مخلوق جو نظروں سے اوجھل رہتی ہے اور جنین ماں کے پیٹ میں بچہ کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا۔ (۶/۷۶) — پھر جب رات نے ان کو (پردہ تاریکی سے) ڈھانپ لیا تو انہوں (حضرت ابراہیمؑ) نے ایک ستارہ دیکھا۔

۲۔ غَشِیَ: ایک چیز کو دوسری چیز سے ڈھانپ دینا (م۔ ل) اس طرح کہ وہ مکمل طور پر گم نہ ہو۔ (مف) ارشاد باری ہے:

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (۳۱/۳۲) — اور جب ان پر (دریا یا سمندر) کی لہر سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہے تو اللہ کو پکارتے اور خالص اسی کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔

اَغْشٰی۔ غَشّٰی اور تَغَشّٰی۔ یہ سب غشی سے متعدی ہیں۔

(۱) يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ (۱۳/۳) — اللہ ہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔

(۲) اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ (۸/۱۱) — جبکہ تم کو اونگھ نے ڈھانپ لیا تھا۔

(۳) فَلَمَّا تَغَشّٰهَا (۷/۱۸۹) — پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا (مجامعت کی)

۳۔ رَهِقَ: رَهِقَهُ الْاَمْرُ بمعنی کسی معاملہ نے اسے بزور و جبر دبا لیا۔ اور رَهِقَ اور اَرْهَقَ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں (مف) اور لَا اَرْهَقَ اللّٰهُ بمعنی اللہ تجھے تکلیف اور مشقت میں نہ ڈالے (منجد) ارشاد باری ہے:

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ۔ (۶۸/۴۳) — ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔

ماحصل: (۱) جَنَّ: ڈھانک کر نظروں سے اوجھل کر دینا۔

(۲) اَغْشٰی: اس طرح ڈھانکنا کہ چیز پوری طرح اوجھل نہ ہو۔

(۳) رَهِقَ: بزور و جبر ایک چیز کا دوسری کو دبانا اور ڈھانک لینا۔

۸۔ ڈھلنا

کے لیے زَوَال[۱] اور دُلُوْك[۲] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ زَال (زول) زَالَتِ الشَّمْسُ بمعنی سورج کا ڈھلنا۔ اور زوال بمعنی سورج کا سر پر سے ڈھلنا۔ اور

ڈھلنے کا وقت (منجد) پھر زوال کا لفظ کسی چیز کے اپنی انتہا۔ کی بلندی پر پہنچ کر بتدریج نیچے آنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (ضد عروج) اور زوال بمعنی کسی چیز کا اپنے صحیح رُخ کو چھوڑ کر ایک جانب مائل ہونا اور ہٹ جانا (مف) ہے۔ اور زَالَ عَنْهُ مُلْكُهُ بمعنی اس کی حکومت مٹ گئی (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

اَوَلَمْ تَكُونُوٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ	کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ
مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (۱۴/۴۴)	تمہیں زوال نہ ہوگا۔

۲۔ دُلُوك: دَلَكَتِ الشَّمْسُ دُلُوكًا بمعنی سورج کا غروب ہونے کے لیے جھکنا اور الدلک بمعنی ڈھیلا پن (منجد) ارشاد باری ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ	سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک
اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ (۱۷/۷۸)	نمازیں قائم کرو اور صبح کو قرآن پڑھا کرو۔

ماحصل: زوال میں بلندی سے نیچے آنے اور دُلُوك میں مضبوطی سے ڈھیلا پن کا تصور پایا جاتا ہے۔

۹۔۔۔ ڈھونڈنا

کے لیے طَلَبَ، اِبْتَغَاء (بغی) تَحَسَّسَ، تَجَسَّسَ، اِلْتَمَسَ، جَاسَ (جوس) بَعْثَرَ اور تَحَرّٰی (حری) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَلَبَ: بمعنی رغبت کرنا، چاہنا، ڈھونڈنا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کے پانے کی تلاش اور جستجو کرنا (مف) اس کا استعمال مادی اور معنوی دونوں طرح سے ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ	یا اس کا پانی گہرا ہو جائے تو تو اسے ڈھونڈ کر بھی نہیں
لَهٗ طَلَبًا (۱۸/۴۱)	لا سکے گا۔

۲۔ اِبْتَغٰى: بَغٰى کے معنی ابن الفارس نے بنیادی طور پر دو بتلائے ہیں۔ (۱) طلب الشیء (۲) جنس من الفساد (م۔ل) یعنی کسی چیز کی طلب اور (۲) فساد کی ایک قسم سرکشی اور بغاوت وغیرہ۔ جبکہ امام راغب ان دونوں کو جمع کر کے اس کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ "کسی چیز کی طلب میں حدِ اعتدال سے ذرا آگے بڑھ جانا (مف) اور ابتغاء کوشش کے ساتھ کسی چیز کو طلب کرنے کے لیے بولا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي	تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو، یا
الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ (۶/۳۵)	آسمان میں سیڑھی (تلاش کرو)۔

۳۔ تَحَسَّسَ: اَحَسَّ بمعنی محسوس کرنا۔ اور تَحَسَّسَ بمعنی کسی چیز کی تلاش میں اپنے حواسِ خمسہ سے پوری طرح کام لینا (مف) گمشدہ چیز کی تلاش میں سر توڑ کوشش کرنا۔ یہ صفت محمود ہے۔ قرآن میں ہے:

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ	(حضرت یعقوبؑ نے) کہا۔ بیٹو، جاؤ اور یوسفؑ اور

وَاَخِيۡهِ (۱۲/۸۷) اس کے بھائی کی تلاش کرو۔

۴۔ تجسّس: جَسّ کے معنی ہیں نبض دیکھ کر مریض کے اندرونی حالات معلوم کرنا۔ یہ حَسّ سے خاص ہے حَسّ میں تو حواسِ خمسہ سے کام لے کر بیرونی حالات کا پتہ لگایا جاتا ہے جبکہ جَسّ اندرونی حالات معلوم کرنے کو کہتے ہیں۔ اور لفظِ جاسوس اسی سے مشتق ہے (مف) اور تَجَسُّس بمعنی بھید ٹٹولنا۔ ٹوہ لگانا۔ جاسوسی کرنا اور کسی کے عیوب اور کمزوریاں تلاش کرنا۔ پھر دوسروں کو اطلاع دینا۔ اور یہ صفت مذموم ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا يَغۡتَبْ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا (۴۹/۱۲) اور نہ (کسی کے) عیب ڈھونڈو اور نہ ہی ایک تمہارا دوسرے کی غیبت کرے۔

۵۔ اِلۡتَمَسَ: لَمَسَ بمعنی ہاتھ یا انگلیوں سے کسی چیز کو ٹٹولنا۔ اور اَلۡتَمَسَ بمعنی کسی چیز کو چھو چھو کر ڈھونڈنا۔ (فل ۱۷۱) بار بار طلب کرتے جانا۔ ڈھونڈنے کی مسلسل کوشش کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

قِيۡلَ ارۡجِعُوۡا وَرَآءَكُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا۔ (۵۷/۱۳) ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو۔

۶۔ جَاسَ: کسی چیز کی طلب میں انتہا کو پہنچنا۔ (فل ۱۷۱) کسی چیز کو بڑی حرص سے ڈھونڈنا (ھ۔ق) قرآن میں ہے؛

بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّيَارِ (۱۷/۵) ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی والے بندے مسلط کر دیے جو شہروں میں گھس گئے۔

۷۔ بَعۡثَرَ: بمعنی ڈھونڈ نکالنا۔ اور بَعۡثَرَ الۡمَتَاعَ بمعنی سامان کا الٹ پلٹ کرنا (منجد) اور بُعۡثِرَ کا لفظ دراصل بُعِثَ اور عُثِرَ سے مرکب ہے۔ جس میں دونوں فعلوں کے معنی پائے جاتے ہیں یعنی اُلٹ پلٹ کر کے مُردوں کو اٹھانا (مف) ارشادِ باری ہے؛

وَاِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ (۸۲/۴) اور جب قبریں زیروزبر کر دی جائیں گی۔

دوسرے مقام پر ہے؛

اَفَلَا يَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِى الۡقُبُوۡرِ۔ (۱۰۰/۹) کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکال باہر کیا جائے گا جو قبروں میں ہے۔

۸۔ تَحَرّٰی (حرو یا حری)۔ اَلۡاَحۡرٰی بمعنی زیادہ لائق۔ زیادہ مناسب۔ زیادہ بہتر۔ اور تَحَرّٰی بمعنی استعمال میں زیادہ مناسب و لائق کو طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

وَّاَنَّا مِنَّا الۡمُسۡلِمُوۡنَ وَمِنَّا الۡقٰسِطُوۡنَ فَمَنۡ اَسۡلَمَ فَاُولٰۤـئِكَ تَحَرَّوۡا رَشَدًا۔ (۷۲/۱۴) اور یہ کہ ہم میں سے بعض فرمانبردار ہیں اور بعض (نافرمان) گنہگار ہیں تو جو فرمانبردار ہوئے انہوں نے ہدایت کے بہتر راستے کو طلب کیا۔

ماحصل :(۱) طَلَب : عام لفظ ہے کسی چیز کو طلب کرنا۔ چاہنا۔ ڈھونڈنا۔

(۲) اِبْتِغَاء : کسی چیز کے ڈھونڈنے میں سعی بسیار کرنا۔

(۳) تَحَسُّس : کسی چیز کی تلاش میں حواسِ خمسہ سے کام لینا جو بیرونی حالات سے متعلق ہو۔

(۴) تَجَسُّس : ٹوہ لگانا۔ کسی کے عیب اور کمزوریاں تلاش کرنا اور دوسروں کو خبر دینا۔

(۵) اِلْتَمَسَ : کسی چیز کو ڈھونڈنے کے لیے بار بار کوشش کرنا۔

(۶) جَاسَ : کسی چیز کی طلب میں انتہا کو پہنچنا۔ شدید حرص کے ساتھ ڈھونڈنا۔

(۷) بَعْثَرَ : الٹ پلٹ کر کے کوئی چیز ڈھونڈ نکالنا۔

(۸) تَحَرّٰی : بہتر اور مناسب تر کی تلاش کرنا۔

ڈھیر ـــــ ڈھیر لگانا کے لیے دیکھیے ـــــ "وافر۔ بہت"

ذائقہ کے لیے دیکھیے ——— "مزا"

۱ ——— ذبح کرنا

کے لیے ذَبَحَ[1]، ذَکّٰی[2] (ذکو) اور نَحَرَ[3] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ذَبَحَ: کسی جانور کے حلق پر معروف طریقہ شرعی سے چھری چلانا اور حرارتِ غریزی کو خارج کرنا (مف) قرآن میں ہے:

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ۔ (۲/۷۱) سو انھوں نے گائے کو ذبح کیا۔ گو وہ ایسا کرنے پر آمادہ نہ تھے۔

۲۔ ذَکّٰی: جانور کو اس طریقہ سے ذبح کرنا کہ اس کی جان جلد از جلد اور بسہولت نکل جائے (م-ل) اور بمعنی "شکاری جانور پر تکبیر پڑھ کر چھوڑ دیا جائے، پھر بعد میں اسے مخصوص طریقِ شرعیہ کے مطابق ذبح کر لیا جائے" (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ۔ (۵/۳) اور وہ جانور بھی (تم پر حرام ہے) جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔

۳۔ نَحَرَ بمعنی سینہ پر چوٹ لگانا۔ ذبح کرنا۔ اور نَحْر بمعنی سینہ کا اوپر کا حصہ (ج نحور) اور اِنْتَحَرَ بمعنی خودکشی کرنا۔ اور يَوْمُ النَّحْر بمعنی قربانی کا دن۔ یعنی ماہِ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ (منجد)۔ اور نَحَرَ بمعنی قربانی کی یا گلا کاٹا یا مقابلہ کیا (م-ق) گویا نحر کا اصل معنی گلا کاٹنا ہے خواہ بہ صرف ذبح کی صورت ہو یا قربانی کی۔ خواہ برچھے سے ہو یا چھری سے اور خواہ کھڑے جانور کا کاٹا جائے یا لٹا کر۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (۱۰۸/۲) سو اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

ماحصل:

(۱) ذَبَحَ: معروف طریقہ شرعی سے کسی جانور کو ذبح کرنا۔

(۲) ذَکّٰی: ذبح کرتے وقت جانور کی سہولت کا خیال رکھنا۔

(۳) نَحَرَ: گلا کاٹنے کی کوئی بھی صورت خواہ یہ ذبح ہو یا قربانی کی شکل یا کوئی اور صورت۔

۲ــــ ذریعہ

کے لیے سَبَبٌ اور وَسِیلَۃٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَبَبٌ، اس رسی کو کہتے ہیں جس سے کھجور کے درخت پر چڑھتے اور اترتے ہیں۔ پھر اسی مناسبت سے ہر اس شے کو سبب کہا جاتا ہے جو دوسری چیز تک پہنچنے کا ذریعہ بنے (مف) پھر اس لفظ کا اطلاق راستہ اور راستہ سے متعلقہ سامان پر بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا فَاَتْبَعَ سَبَبًا (۱۸/۸۴) ہم نے ذوالقرنین کو ہر قسم کے ذرائع عطا کیے تھے، سو وہ ایک راہ پر چلا۔

۲۔ وَسِیلَۃٌ: وَسَلَ بمعنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنا (مف) اور وسل الی اللہ بمعنی اللہ تک تقرب حاصل کرنا۔ اور الواسطہ اور الوسیلۃ بمعنی ذریعہ تقرب۔ درجہ۔ مرتبہ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ (۵/۳۵) اور ان کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور ان کی راہ میں جہاد کرو۔

ماحصل: ذریعہ کے لیے سبب کا لفظ عام ہے۔ اور جو ذریعہ تقرب کے حصول کے لیے اختیار کیا جائے وہ وسیلہ ہے

۳ــــ ذلت

کے لیے ذِلَّۃٌ، صَغَارٌ، خِزْیٌ اور هُوْنٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ذِلَّۃٌ: بمعنی زیردستی (ضد عِزَّۃ بمعنی بالادستی) کمزوری۔ زور اور قوت کے آگے دب جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْٓا (۳/۱۱۲) وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ذلت ان کے مقدر کر دی گئی۔

۲۔ صَغَارٌ: بمعنی بڑائی کے بعد چھوٹا بننے کی ذلت اور اس کا اقرار و اعتراف (فق ل ۲۰۷)۔ حاکم یا آزاد ہونے کے بعد محکوم بننے کی ذلت گوارا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ (۶/۱۲۵) اور جو لوگ گنہگار ہیں انہیں اللہ کے ہاں سے ذلت نصیب ہوگی۔

۳۔ خِزْیٌ: بمعنی رسوائی۔ شرمساری۔ اپنے برے اعمال کی وجہ سے دوسروں کی نظروں میں گر جانا (مف) اور اگر یہ محض اپنی ذات تک محدود ہو تو اسے ندامت کہتے ہیں (مف) قرآن میں ہے:

لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ تو وہ کہتے کہ اے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے

نَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰی۔ (۲۰/۱۳۴) تیرے کلام (واحکام) کی پیروی کرتے۔

۴۔ ھُوْن، بے قدری۔ ذلت۔ رسوائی (مف) خفت۔ تحقیر (منجد) قرآن میں ہے:

یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَیُمْسِکُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ (۱۶/۵۹) اس بری خبر سے جو وہ سنتا ہے (لڑکی کی پیدائش کی خبر) لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کرکے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا اسے زمین میں گاڑ دے۔

اور ھَوْن (ھ پر فتحہ) بمعنی نرمی ہے۔ اور یہ صفت محمود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا (۲۵/۶۳) اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔

ماحصل: (۱) ذِلَّة: زیردستی اور کمزوری۔

(۲) صَغَار: بڑائی کے بعد چھوٹا بننے کی ذلت اور اس کا اعتراف۔

(۳) خِزْی: لوگوں کی نظروں میں گر جانا۔ رسوائی۔

(۴) هُوْن: حقیر ہونے کی وجہ سے ذلت۔

۴ ——— ذلیل

کے لیے اَذِلَّة[۱]، مَهِیْن[۲] (مھن)، صَاغِرٌ[۳]، دَاخِرٌ[۴]، اَرَاذِلُ[۵]، اَسْفَلُ[۶]، خَاسِئ[۷] (خسأ) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَذِلَّة: (ذلیل کی جمع) اس کی ضد اَعِزَّة ہے جو عَزِیْز کی جمع ہے۔ ہمارے ہاں عموماً ذلیل کے معنی رذیل، خسیس اور کمینہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور عَزِیْز کے معنی قریبی رشتہ دار۔ یہ دونوں مفہوم لغوی لحاظ سے غلط ہیں۔ حقیقت میں ذلیل کے معنی زیردست اور عَزِیْز کے معنی بالادست ہیں۔ ذَلِیْل کے مفہوم کا تصور عَزِیْز کے مقابلہ کے بغیر محال ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (۳/۱۲۳) اور اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی جبکہ تم کمزور تھے۔

۲۔ مَهِیْن: مَهُنَ بمعنی حقیر ہوا۔ ضعیف ہوا۔ اور مَهِیْن بمعنی حقیر۔ بے قدر۔ ذلیل و خوار (م۔ق)۔ اور امام راغب کے نزدیک مهین وہ شخص ہے جس پر دوسرا انسان مسلط ہو کر اسے سبکسار کردے (مف) قرآن میں ہے:

اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ (۴۳/۵۲) (فرعون نے کہا) کیا بھلا میں اس شخص سے، جو حقیر سا آدمی ہے، بہتر نہیں ہوں۔

۳- صَاغِرٌ: (صِغَرٌ ضد کِبَر) اور صَغَارٌ بمعنی ذلت۔ اور صَاغِر بمعنی ثانوی حیثیت رکھنے والا بڑائی کے خبط کے ساتھ ذلت کے ساتھ محکومی پر مجبور ہونے والا اور اس کا اقرار و اعتراف کرنے والا۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ (۹/۲۹) — (ان سے جنگ کرو) یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

۴- دَاخِرٌ: دَخَرَ میں عاجزی۔ ذلت اور حقارت تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور دَاخِرٌ بمعنی عقل و ہوش کی کم مائیگی کی بنا پر نکو بن کر ذلت کی اطاعت قبول کر لینے والا۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ (۴۰/۶۰) — جو لوگ میری عبادت سے از راہِ تکبر کنیاتے ہیں۔ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَیَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِیْنَ (۲۷/۸۷) — اور جس روز صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب گھبرائیں گے مگر وہ جسے خدا چاہے اور سب اس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔

۵- اَرَاذِل: (ارذل کی جمع) رَذُلَ، حقارت کے قابل ہونا۔ قبیح ہونا (منجد) دُوْنٌ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ (م۔ل) اور اَرْذَل بمعنی گھٹیا۔ ناقص۔ ردّی (منجد) ردّی درجہ کے لوگ جن کی طرف دوسرے لوگ ان کے گھٹیا ہونے کی وجہ سے رغبت نہ کریں (مف) قرآن میں ہے:

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ (۱۱/۲۷) — اور ہم تو یہی کچھ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ تمہارے پیرو ہیں وہ ہمارے اور موٹی عقل کے لوگ ہیں۔

۶- اَسْفَل، اَلسَّفَلَة کمینے لوگ جیسے دُوْن اور اَسْفَل بمعنی پست اور حقیر (مف) (ضد اَعْلٰی) قرآن میں ہے:

نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِیَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ (۴۱/۲۹) — ہم انہیں پاؤں تلے روندیں تاکہ وہ ذلیل ہوں۔

۷- خَاسِئٌ: خَسَأَ (۱) بمعنی نظر کا تھکنا اور کمزور ہونا۔ اور (۲) بمعنی خاسئٌ من الخنازیر والکلاب دھتکارے ہوئے کتے اور سور جن کو لوگوں کے پاس نہ پھٹکنے دیا جائے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِیْنَ (۲/۶۵) — اور دلے یہود! تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنھوں نے ہفتہ کے دن میں زیادتی کی تو ہم نے ان سے کہا، کہ ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔

ماحصل: (۱) ذَلِیْل، عزیز کے مقابلہ میں بمعنی زبردست۔

(۲) مَهِیْن: ذلیل۔ دوسروں کی نظر میں اپنے برے اعمال کی وجہ سے گرا ہوا۔

(۳) صاغر: بالاتری سے نیچے اتر کر محکوم بننے والا اور اس کا اقرار کرنے والا۔

(۴) دَاخِر: عقل کی کم مائیگی کی وجہ سے مطیع و منقاد۔ ذلیل۔ عاجز۔

(۵) اَرذَل: رذیل۔ کمینہ۔ نچلے طبقہ کا۔ ناقابلِ التفات۔ جو ہر لحاظ سے پست ہو۔

(۶) اَسْفَل: اعلیٰ کے مقابلہ میں پست اور حقیر۔

(۷) خَاسِئٌ: دھتکارے ہوئے۔ ذلیل ترین۔

۵۔۔۔ ذلیل کرنا

کے لیے اَذَلَّ، اَھَانَ، اَخْزٰی، فَضَحَ، اَزْدَرٰی (زری) اور کَبَتَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَذَلَّ: (اَعَزَّ کے مقابلہ میں) کسی کو زبردست کر دینا۔ اور اس میں مغلوب ہونے کا پہلو نمایاں ہوتا ہے (فق ل ۲۰۸) نیز اعلیٰ ہی ادنیٰ کو مغلوب بنا سکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ (۳/۲۶) (اے اللہ) تو ہی جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔

۲۔ اَھَانَ: ازراہِ عداوت کسی کو ہلکا یا کمزور سمجھنا یا کرنا۔ اور اس کی توہین کرنا (ضد اَکْرَمَ) اور یہ برابر کا آدمی بھی کر سکتا ہے۔ اور اعلیٰ بھی (فق ل ۲۰۸)۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ۔ (۲۲/۱۸) اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اسے عزت دینے والا کوئی نہیں۔

۳۔ اَخْزٰی: ذلیل و رسوا کرنا جس میں انسان کے اپنے بُرے اعمال کا دخل ہو۔ اور لوگ انہیں جانتے ہوں۔ قرآن میں ہے:

وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۳/۱۹۴) اے اللہ! ہمیں قیامت کے دن رُسوا نہ کرنا۔

۴۔ فَضَحَ: کسی کے عیب بیان کرنا۔ دوسروں کی نظروں میں گرانا۔ دُوسروں کے سامنے ذلیل کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ۔ (۱۵/۶۸) حضرت لوطؑ نے کہا، یہ لوگ میرے مہمان ہیں۔ ان کے سامنے مجھے رسوا نہ کرو۔

۵۔ اِزْدَرٰی: زری: کسی کو انتہائی حقیر اور بے عزت سمجھنا اور مَزْرِیٌّ وہ شخص جو اتنا حقیر ہو کہ کسی شمار میں نہ ہو (م۔ ق) قرآن میں ہے:

وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا (۱۱/۳۱) اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اللہ انہیں خیر (مال و دولت یا اعمال کی جزائے نیک) نہیں دے گا۔

۶۔ کَبَتَ: بمعنی سختی اور ذلت کے ساتھ لوٹا دینا (مف) اور بمعنی ذلیل کرنا۔ لوٹانا۔ پھیرنا۔ غصہ سے

رد کرنا۔ ہلاک کرنا (منجد) یہ لفظ غصہ کی حالت میں ذلیل وخوار اور رسوا کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (۵۸/۵) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کیے جائیں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل کیے گئے تھے۔

ماحصل: (۱) اَذَلَّ: اعلیٰ کا ادنیٰ کو زیردست بنانا یا ذلیل کرنا۔

(۲) اَھَانَ: ازراہِ عداوت توہین کرنا۔ بسکتہ ذلیل کرنا یہ برابر کا آدمی بھی کر سکتا ہے۔

(۳) اَخْزٰی: کسی کے عیوب ظاہری کی بنا۔ پر اسے ذلیل کرنا۔

(۴) فَضَحَ:۔ کسی کی برائی بیان کر کے دوسروں کی نظروں میں گرانا۔

(۵) تحقیر: نہایت حقیر سمجھنا۔

(۶) کبت: غصہ کی حالت میں کسی کو ذلیل اور رسوا کرنا۔

۶ــــــ ذمّہ داری

کے لیے ذِمَّة اور نَحْب کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ذِمَّة: بمعنی عہد کی ایک قسم۔ عہدِ وفاداری۔ امان۔ حفاظت۔ ذمہ داری۔ عہدِ امان۔ کہتے ہیں اَنْتَ فِیْ ذِمَّةِ اللّٰهِ یعنی تم اللہ کی پناہ میں ہو۔ اور ذِمِّی یا اھل الذِّمَّة وہ غیر مسلم ہیں جو عہد و پیمان کی بنا۔ پر دارالاسلام میں مسلمانوں کو جزیہ ادا کر کے ان کی امان اور حفاظت میں رہتے ہیں (منجد) کبھی یہ لفظ محض عہد و پیمان اور اس کی ذمہ داری کو نباہنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ (۱۰/۹) یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں اور نہ عہد کا۔

۲۔ نَحْب: اس نذر کو کہتے ہیں جس کا پورا کرنا واجب ہو (مف) اور نَحَبَ الرَّجُل یعنی آدمی نے اپنی جان پر ایک چیز واجب کی (م۔ ق) گویا نَحْب وہ ذمہ داری ہے جو انسان نے خود اپنے آپ پر لازم قرار دے لی ہو خواہ یہ نذر کی ذمہ داری ہو یا عہد کی۔ ارشادِ باری ہے،

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (۲۳/۲۲) پھر ان میں کچھ ایسے ہیں جو اپنا ذمہ (لڑائی پر جانے کا عہد) پورا کر چکے اور کچھ ابھی انتظار کر رہے ہیں۔

ماحصل: ذِمَّة: دوسرے سے عہد و پیمان کو نباہنے کی ذمہ داری اور نَحْب اپنے آپ پر لازم کی ہوئی چیز کو نباہنے کی ذمہ داری کو کہتے ہیں۔

ر

۱ ــــ رات

کے لیے لَیْل اور بَیَات کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ لَیْل ، رات (ضد نہار بمعنی دن) معروف لفظ ہے۔ غروب آفتاب سے لے کر طلوع آفتاب تک کا وقت۔ اور قرآن میں بہت مقامات پر لیل و نہار کا یکجا ذکر ہوا ہے۔ رات کو ۱۲ گھڑیوں (یا ۱۲ گھنٹوں) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان گھڑیوں کے بالترتیب نام یہ ہیں۔

شَفَق، غَسَق، عَتَمہ، فَحمہ، زُلفَۃ، زُلَفَۃ، بُہرۃ، سَحَر، فجر، صُبح، صَباح

(فل ۲۹۲)

۲۔ بَیَاتًا ؛ بَاتَ بمعنی رات گزارنا، شب بسری کرنا۔ قرآن میں ہے ؛

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (۲۵/۶۴) اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے لیے رکوع اور سجود میں رات گزار دیتے ہیں۔

اور بَیَاتًا بمعنی رات کے دوران کسی بھی وقت۔ سوتے میں۔ حالتِ خواب میں۔ قرآن میں ہے :

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا (۱۰/۵۰) کہہ دو بھلا دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب دن کو یا رات کو آجائے۔

۲ ــــ رات کے کام

کے لیے بَاتَ، بَیَّتَ، اَسْرٰی، طَرَقَ، نَفَشَ اور تَھَجَّدَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ بَاتَ ، بمعنی رات گزارنا۔ شب بسری کرنا۔ اور وہ جگہ جہاں رات گزاری جائے۔ وہ بیت (یعنی گھر) ہے۔ (م ل) ارشادِ باری ہے :

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (۲۵/۶۴) اور جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ میں اور کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔

۲۔ بَیَّتَ، بمعنی رات کا کچھ حصہ گزرنے پر گھر پر جمع ہو کر کسی معاملہ میں مشورہ کرنا (م ل) قرآن میں ہے ؛

اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ (۴/۱۰۸) جب وہ رات کو ایسی باتوں کے مشورے کرتے ہیں جن کو

(۴/۱۰۸) وُہ (اللہ) پسند نہیں کرتا۔

نیز بَیَّتَ بمعنی رات کو دشمن پر اچانک حملہ کر دینا۔ شبخون مارنا (مف) بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ (۲۷/۴۹) کہنے لگے کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو اس پر اور اُس کے گھر والوں پر شبخون ماریں گے۔ پھر اس کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس گھر والوں کے موقعۂ ہلاکت پر حاضر ہی نہ تھے۔

۳۔ اَسْرٰی: بمعنی رات کو سیر کرانا۔ لے چلنا۔ لے نکلنا۔ ارشادِ باری ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (۱۷/۱) پاک ذات ہے وُہ جس نے ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔

۴۔ طَرَقَ، طَرِیْق کے معنی راستہ اور طَارِق کے معنی راستہ پر چلنے والا۔ مگر عرفِ عام میں بالخصوص اس مسافر کو کہتے ہیں جو رات کو آئے۔ اور ستارے کو طارق کہا جاتا ہے کیونکہ وُہ عموماً رات کو ظاہر ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ (۸۶/۱) آسمان اور رات کو آنے والے کی قسم۔

اس آیت میں طارق سے مراد ستارے بھی ہو سکتے ہیں اور رات کو آنے والا مہمان بھی۔

۵۔ نَفَشَ: نَفَشَ الْغَنَمُ بمعنی رات کے وقت بکریوں کا بغیر چرواہے کے چرنے کے لیے منتشر ہونا۔ اور اَلنَّفَش ان بکریوں کو کہتے ہیں جو رات کو بغیر چرواہے کے چرنے کے لیے منتشر ہو گئی ہوں (مف) ارشادِ باری ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ (۲۱/۷۸) اور داؤد اور سلیمانؑ (کا حال بھی سنو) جب وُہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی (اور اسے روندگئی) تھیں۔

۶۔ تَہَجَّدَ: ھَجَدَ بمعنی رات کو سونا بھی اور جاگنا بھی (لغت اضداد) اور ھَجَّدَ تَھَجَّدَ بمعنی رات کو سلانا بھی اور جگانا بھی۔ نیند سے جاگنا۔ رات کو سونا۔ رات کو جاگ کر نماز پڑھنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ (۱۷/۷۹) اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد پڑھا کرو۔ یہ زیادتی صرف تمہارے لیے ہے۔

۳۔۔۔ راہ ۔۔۔ راستہ

کے لیے صِرَاط، طَرِیْق، سَبِیْل، فَجّ، اِمَام (ام) ھُدٰی، نَجْد اور سَبَب کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ طریق: ج طرائق) یہ لفظ ہر طرح کے راستہ کے لیے استعمال ہوتا ہے (فل ۲۶۹) اس لفظ کا استعمال بھی مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی طور پر استعمال کی مثال یہ ہے:

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا (۲۰/۷۷) (اے موسیٰ!) سمندر پر (لاٹھی مار کر ان کے لیے خشک راستہ بنا دو۔

اور معنوی کی مثال یہ ہے:

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ (۴/۱۶۸) اور نہ ہی (اللہ ان کافروں کو) راہ دکھلائے گا مگر جہنم کی راہ۔

۲۔ صراط: صُراط لمبی اور تیز دھار تلوار کو کہتے ہیں (منجد) اور وہ راستہ جو جہنم کو عبور کرنے کے لیے بنایا جائے گا جسے عام طور پر پلصراط کہا جاتا ہے۔ اس کی بھی یہی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہوگا۔ گویا صِراط وہ راستہ ہے جسے انتہائی حزم و احتیاط سے طے کرنا پڑے۔ اور جس کے ارد گرد بہت خطرات ہوں۔ اس انتہائی حزم و احتیاط سے راستہ طے کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ صِراط کا یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے معنوی صورت میں اس کا مفہوم بالعموم ہدایت کا راستہ ہوتا ہے۔ اور ابو ہلال کے نزدیک صِراط سہل راستہ کو کہتے ہیں (فق ل ۲۴۶) واللہ اعلم۔ ارشادِ باری ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (۱/۴) الٰہی ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔

اور مادی طور پر استعمال کی مثال یہ ہے،

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۷/۸۶) اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے اسے تم ڈراتے دھمکاتے اور راہِ خدا سے روکتے ہو۔

۳۔ سَبِيْل: ہر وہ راستہ جس پر بسہولت چل سکیں (مف) ابن السبیل بمعنی مسافر اور عابری سبیل (۴/۴۳) بمعنی راہ گیر ہے (ج سبل) اور سبیل بمعنی کھلی سڑک۔ اسبل الطریق بمعنی راستہ کا بہت آمد و رفت والا ہونا۔ اور اسبل الدمع والمطر بمعنی آنسو یا بارش کا بکثرت بہنا اور برسنا۔ گویا سَبِیْل ایسے راستہ کو کہتے ہیں جہاں کثرت سے آمد و رفت ہوتی ہو (منجد)

اللہ تعالیٰ شہد کی مکھی سے فرماتے ہیں:

فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا (۱۶/۶۹) اور اپنے پروردگار کے صاف رستوں پر چلتی جا۔

یہاں سُبُل سے مراد وہ فطری راہنمائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ودیعت کر رکھی ہے اور جن پر بآسانی چلا جا سکتا ہے۔ اور سب یکساں چلتی ہیں۔ اس لفظ کا استعمال بھی معنوی اور مادی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ اوپر کی مثال معنوی صورت ہے اور مادی صورت کی مثال یہ ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ (۱۵/۷۶) اور وہ (شہر۔ لوط کی بستی) اب تک سیدھے راستے پر

(موجود) ہے۔

اب دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس "ہدایت کے رستہ" کے لیے قرآن کریم میں طریق، صراط اور سبیل تینوں لفظ استعمال فرمائے ہیں۔ یہ طریق اس لحاظ سے ہے کہ طریق کا لفظ عام ہے، جو ہر راستہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ صراط اس لحاظ سے ہے کہ اوامر ونواہی کی حدود وقیود میں گھرا ہوا ہے۔ اور سبیل اس لحاظ سے ہے کہ جو شخص عزم کے ساتھ اس رستے پر چل کھڑا ہوتا ہے تو شریعت نے اس کے لیے ہر طرح کی آسانیوں کو ملحوظ رکھا ہے اور اس پر چلنے والے افراد کی تعداد بھی کافی ہے۔

۴۔ فَجّ: فَجَجَۃ دو پہاڑوں کے درمیان کشادگی کو اور فَجْوَۃ دو پہاڑوں کے درمیان کے میدان کو اور فَجّ اس کھلے راستے کو کہتے ہیں جو اس میدان میں سے گزر کر ان دونوں پہاڑوں کو ملاتا ہے (فَجّ کی جمع فِجاج (۲۱/۳۱) ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ (۲۲/۲۷)

اور لوگوں میں حج کے لیے ندا کر دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر جو دور دراز رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر چلے آئیں۔

۵۔ اِمَام: امام بمعنی (۱) پیشوا اور (۲) بمعنی شاہراہ۔ بڑی اور کھلی سڑک (منجد) قرآن میں ہے:

فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡہُمۡ ۘ وَ اِنَّہُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیۡنٍ (۱۵/۷۹)

سو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور وہ دونوں بستیاں بڑی شاہراہ پر واقع ہیں۔

۶۔ نَجد: بمعنی (۱) گھاٹی اور (۲) بمعنی وہ راستہ جو اوپر بلندی کی طرف چڑھتا ہے یا اوپر سے نیچے آتا ہے (فل ۲۶۹) ارشاد باری ہے:

وَہَدَیۡنٰہُ النَّجۡدَیۡنِ فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَۃَ (۹۰/۱۰)

اور انسان کو دونوں رستے دکھا دیئے مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔

۷۔ ھُدًی: (ضد ضلالۃ) راہنمائی اور راہ۔ اگر کسی بھولے بھٹکے انسان کو صحیح راہ مل جائے تو اسے ھُدًی کہا جائے گا۔ قرآن میں ہے:

اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ہُدًی۔ (۲۰/۱۰)

میں نے آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید اس میں سے تمہارے پاس انگاری لاؤں یا اس آگ کے مقام (پر بیٹھے لوگوں) سے راہ معلوم کرسکوں۔

۸۔ سبب (ج اسباب) بمعنی ذریعہ۔ رسی۔ راستہ (منجد) راستہ اور اسے طے کرنے کے وسائل۔ سامان سفر (مف) قرآن میں ہے:

ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا (۱۸/۸۹)

پھر ذوالقرنین نے ایک اور سامان (سفر کا) کیا۔

وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ یٰہَامٰنُ ابۡنِ لِیۡ صَرۡحًا

اور فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لیے ایک محل

لَّعَلِّیْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (۴۰/۳۶) تعمیر کرتا کہ میں (اس پر چڑھ کر) رستوں پر پہنچ جاؤں۔

ماحصل: (۱) طریق، راستہ کے عام لفظ۔
(۲) صِرَاط، الیسا راستہ جس پر محتاط ہو کر چلنا پڑے۔
(۳) سبیل، الیسا رستہ جس پر بسہولت چل سکیں اور کافی آمدورفت رہتی ہو۔
(۴) فَجّ، دو پہاڑوں کا درمیانی کھلا راستہ۔
(۵) امام، شاہراہ۔ کھلی سڑک۔
(۶) نجد، کسی گھاٹی پر چڑھنے اور اترنے والی راہ۔
(۷) ھُدٰی، بھولے بھٹکے انسان کو اگر ٹھیک رستہ مل جائے۔
(۸) سبب: رستہ بمعہ سامان۔ رستہ۔ اور ذرائع۔

۴۔ راہ ڈالنا ــــ رائج کرنا

کے لیے سَنَّ، شَرَعَ اور اِبْتَدَعَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سُنَّۃ، سَنَّ بمعنی کسی چیز کا جاری یا رائج ہونا اور اس کا درست طور پر چلنا (م۔ل) لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ارشادِ نبوی ہے، مَنْ سَنَّ سُنَّۃً .... الحدیث یعنی جس کسی نے کوئی طریقہ رائج کیا ... اچھے اور بُرے مفہوم میں دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد قانونِ الٰہی یا عادتِ الٰہی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (۳۵/۴۳) یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا اور کسی چیز کے منتظر نہیں۔ سو تم اللہ کی عادت میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے

۲۔ شَرَعَ، بمعنی واضح اور متعین راستہ۔ لیکن اس کا اطلاق صرف احکام الٰہیہ پر ہوتا ہے (مف) اور شَرَعَ لِلْقَوْمِ بمعنی قوم کیلئے قانون بنانا۔ اور شریعت بمعنی اسلامی قانون، خدائی احکام، ضابطہ (منجد) شرع دراصل ایسے قوانین ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اقتضاتِ زمانہ کے مطابق تبدیلی فرماتے رہے ہیں (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "طریقہ" اور "دین") ارشادِ باری ہے:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا (۴۲/۱۳) اس (اللہ) نے تمہارے لیے دین سے وہی راستہ مقرر کیا جس کا نوحؑ کو حکم دیا تھا۔

تاہم لغوی لحاظ سے اس لفظ کی نسبت غیر اللہ اور معبودانِ باطل کی طرف بھی ہو سکتی ہے جیسے فرمایا:

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ (۴۲/۲۱) کیا ان کے وہ شریک ہیں جنھوں نے دین سے اپنا طریقہ رائج کیا ہے جس کا خدا نے حکم نہیں دیا۔

۳۔ اِبْتَدَعَ: الابداع بمعنی کسی کی تقلید اور اقتدار کے بغیر کوئی چیز ایجاد کرنا۔ اور بِدْعَت ہر وہ نئی رسم و رواج ہے جس کو دین کی بات سمجھ کر اس میں داخل کر دیا جائے اور شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہ ہو۔ اور اِبْتَدَعَ بمعنی شریعت میں کسی نئی بات کو اس کا جزو قرار دے کر

داخل کر دینا۔ اور ارشادِ نبوی ہے، کہ ہر بدعت خواہ وہ کتنی ہی اچھی معلوم ہو سراسر گمراہی ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ (۵۷/۲۷) تو انہوں نے خود رہبانیت کی ایک نئی راہ نکال لی جس کا ہم نے انہیں حکم نہیں دیا تھا۔

ماحصل: (۱) سَنَّ، ہر اچھے اور بُرے طریقے کو رواج دینے کے لیے آتا ہے۔ البتہ شرعی اصطلاح میں سنۃ سے مراد صرف رسول اللہؐ کے اعمال و فرامین ہیں۔

(۲) شَرَعَ: اللہ تعالیٰ کا بندوں کے لیے پیغمبر کے ذریعہ واضح اور متعین راہ مقرر کرنا۔ آدمؑ سے حضرت محمدؐ تک اس میں تبدیلی ہوتی رہی مگر اب دین کا یہ حصہ بھی غیر متبدل ہے کیونکہ آپ خاتم النبیین تھے اور دین بھی آپؐ پر مکمل کر دیا گیا۔

۳۔ اِبْتَدَعَ: کسی رسم یا طریقہ کو شریعت کا حصہ سمجھ کر اس میں داخل کر دینا جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہ ہو۔

۵ ــــ راضی کرنا ــــ ہونا

کے لیے رَضِیَ، طَوَّعَ اور اَعْتَبَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ رَضِیَ: معروف لفظ ہے یعنی کسی سے راضی ہونا، خوش ہونا، پسندیدگی یا اس کا اظہار کرنا۔ ارشادِ باری ہے،

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (۵/۱۱۹، ۹۸/۸) اللہ تعالیٰ ان (صحابہ کرامؓ) سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

۲۔ طَوَّعَ: اَطَاعَ بمعنی دل کی خوشی سے حکم بجالانا۔ اور طَوَّعَ بمعنی کسی مکروہ کام پر اپنے دل کو بہ تکلف رضامند کر لینا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ (۵/۳۰) تو اس کے نفس نے اس (قابیل) کو اپنے بھائی کے قتل پر رضامند کر ہی لیا۔

۳۔ اَعْتَبَ: عتب بمعنی کسی کو ملامت کرنا، ناراض ہونا۔ اور اَعْتَبَ بمعنی سببِ ناراضگی کو دُور کرنا۔ رُوٹھے کو منانا (لغت اضداد) اور عِتَاب بمعنی دوستی اور ہمدردی کے تعلقات ضائع کرنے پر خفگی کا اظہار (فق ل ۲۹) ارشادِ باری ہے،

وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ (۴۱/۲۴) اور اگر وہ منانا چاہیں تو وہ منائے نہ جائیں گے۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) رَضِیَ: راضی ہونا۔ خوش ہونا۔ عام لفظ ہے۔

(۲) طَوَّعَ: کسی بُرے کام پر بہ تکلف رضامند کرنا۔

(۳) اَعْتَبَ: رُوٹھے ہوئے کو راضی کرنے کی نیت سے شکوہ و شکایت کرنا۔

رانده ___ دیکھیے ___ "دھتکارنا"

۶۔ رتبہ ___ رُتبہ پانا

کے لیے دَرَجَه، زُلْفٰی، قَرَّبَ اور مَكَّنَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دَرَجَة: بمعنی برتری، فضیلت، رُتبہ۔ مرتبہ دَرَج کی ضد دَرَك ہے۔ اور یہ دونوں الفاظ ایک ہی چیز کے دو رخ ہیں۔ سیڑھی کے زینوں پر اگر اُوپر کو چھت کی طرف چڑھا جائے تو یہی زینے یا ڈنڈے دَرَجَات کہلاتے ہیں اور نیچے اترنے کے لحاظ سے یہی زینے دَرَكَات کہلاتے ہیں۔ اسی لیے دَرَجَاتُ الْجَنَّة اور دَرَكَاتُ النَّار کا محاورہ استعمال ہوتا ہے (مف) اور درجہ سے مراد اتنی برتری یا فضیلت ہے جو ایک اڈے سے دوسرے تک ہوتی ہے

ارشادِ باری ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (۲/۲۲۸)

اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے، جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

۲۔ زُلْفٰی: بمعنی قدر و منزلت اور مرتبہ میں نزدیکی۔ (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ۔ (۳۸/۴۰)

اور بیشک اس (سلیمانؑ) کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔

مگر یہ مادہ جب اِفعال باب میں جاتا ہے تو فاصلہ میں نزدیکی کے معنی بھی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ (۲۶/۶۴)

اور ہم اسی جگہ دوسروں کو بھی پاس پہنچا دیں گے۔

۳۔ قَرَّبَ: قَرُبَ بمعنی نزدیک ہونا۔ اور ایسا عمل کرنا جو رتبہ میں نزدیکی کا ذریعہ بنے۔ اور قُرْبَان وہ نذر و نیاز ہے جس کے ذریعہ رتبہ اور درجہ کا حصول مطلوب ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا (۵/۲۷)

اور (اے محمدؐ!) اُن کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے حالات درست پڑھ کر سنا دو۔ جب ان دونوں نے (اللہ کے حضور) کچھ نیازیں پیش کیں۔

دُوسرے مقام پر ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (۵۶/۱۰-۱۱)

اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں۔ وہی (خدا کے) مقرب ہیں۔

۴۔ مَكَّنَ: بمعنی بلند مرتبہ ہونا۔ اور مَكَان بمعنی جگہ، جائے، رہائش۔ ایسی جگہ جو جسم رکھتی ہو۔ اور مَكَّنَ بمعنی کسی کو اقتدار بخشنا۔ حکومت عطا کرنا۔ اور مَكِيْن بمعنی کسی مکان میں رہنے والا بھی۔ اور صاحبِ مرتبہ شخص بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ (۸۱/۱۹-۲۰) بے شک یہ فرشتہ عالی مقام کا قول ہے جو صاحب قوت ہے، عرش کے مالک (اللہ) کے ہاں اُونچے درجے والا ہے۔

ماحصل: (۱) دَرَجَة، فضیلت و برتری کی ایک منزل۔
(۲) زُلْفٰی، قدر و منزلت میں نزدیکی۔
(۳) قَرَّبَ، رتبہ عطا کر کے اپنا مقرب بنانا۔
(۴) مَكَّنَ، جب درجہ کے ساتھ اختیار بھی حاصل ہو۔

رجوع کرنا ——— دیکھیے "لوٹنا"

۷ ——— رُخ کرنا

کے لیے تَوَجَّهَ اور اَقْبَلَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَقْبَلَ، قَبَلَ الْمَكَانَ بمعنی کسی جگہ کی طرف رُخ کرنا۔ قَابَلَ بمعنی آمنے سامنے یا بالمقابل ہونا۔ دو چیزوں کو آمنے سامنے رکھنا۔ مقابلہ کرنا۔ اور قَبَّلَ بمعنی کسی کو بوسہ دینا۔ اور اَقْبَلَ بمعنی کسی ایسی چیز یا شخص کی طرف رُخ کرنا جو سامنے ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ۔ پھر لگے ایک دوسرے کو رُو در رُو ملامت کرنے۔ (۶۸/۳۰)

۲۔ تَوَجَّهَ: وَجْه بمعنی چہرہ۔ منہ۔ اور وَجَّهَ بمعنی کسی کی طرف بھیجنا۔ اور تَوَجَّهَ اِلَيْهِ بمعنی متوجہ ہونا۔ رخ کرنا۔ منہ اس چیز کی طرف کر لینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ (۲۸/۲۲) پھر جب موسیٰ نے مدین کی طرف رخ کیا۔

ماحصل: قَبَلَ صرف کسی سامنے موجود چیز کی طرف رُخ کرنے کے لیے آتا ہے جبکہ تَوَجَّهَ عام ہے۔ یعنی کسی بھی چیز کی طرف رُخ کرنا۔ دُور ہو یا نزدیک۔

رخصت کرنا۔ طلاق دینا۔

کے لیے وَدَّعَ اور سَرَّحَ اور طَلَّقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔ وَدَّعَ "چھوڑنا" میں اور سَرَّحَ اور طَلَّقَ آزاد کرنا میں دیکھیے۔

۸ ——— ردّی ——— ناکارہ

کے لیے نَكِدَ، خَمْط، دَاحِضَة، نَاقِص اور بَخْس، خَبِيْث، اَدْنٰى، مُزْجٰة کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- نَکِدَ بمعنی قلیل الخیر جس میں بھلائی اور خوبی کا پہلو کم ہو۔ (م۔ق) اور امام راغب کے الفاظ میں ہر وُہ چیز جو اس کے طالب کو بڑی مشکل سے حاصل ہو۔ اور ناقۃ نکداء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دُودھ بھی کم دیتی ہو اور اسے دوہا بھی مشکل سے جاسکے (مف) اور نکدَ بمعنی کسی کو حاجت سے روک دینا۔ محروم کر دینا یا تھوڑا دینا۔ اور نکد الرجل بمعنی کسی کا بہت سوال کرنے والا اور کم بھلائی والا ہونا (منجد) گویا نَکِد وُہ چیز ہے جو حاصل بھی مشکل سے ہو اور مقدار میں بھی کم ہو اور اس میں بھلائی بھی کم ہو یعنی تھوڑا اور ردّی۔ ارشادِ باری ہے؛

وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا۔ (۷/۵۸)	اور جو زمین خراب ہوتی ہے تو اس سے (بارش کے پانی سے) جو کچھ تھوڑا بہت نکلتا ہے وُہ بھی ناقص ہوتا ہے۔

۲- خَمْط: بمعنی ہر کھٹی یا کڑوی چیز۔ ہر درخت کا تھوڑا پھل۔ ہر لمبے کانٹے والا درخت (منجد) ارشادِ باری ہے؛

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ (۳۴/۱۶)	اور ان کے دونوں باغوں کو ایسے باغ بنا دیا جن کے میوے بدمزہ تھے۔ ان میں کچھ تو جھاڑ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔

۳- دَاحِضَۃٌ: دَحَضَ بمعنی مذبوح جانور کی طرح پاؤں پٹکنا۔ اور دَحَضَ الْحُجَّۃُ بمعنی دلیل کا باطل اور غلط ثابت ہونا۔ اور اَدْحَضَ بمعنی دلیل کو باطل کرنا اور دَحْض بمعنی پھسلن پھسلنی جگہ (منجد) ارشادِ باری ہے؛

وَالَّذِیْنَ یُحَآجُّوْنَ فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِیْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۴۲/۱۶)	اور جو لوگ اللہ (کے بارے) میں بعد اس کے کہ اسے (مومنوں نے) مان لیا، جھگڑتے ہیں ان کے پروردگار کے نزدیک ان کا جھگڑا لغو ہے۔

۴- ناقص: بمعنی نامکمل درھمٌ ناقصٌ بمعنی کم وزن کے درہم (منجد) یا کھوٹے درہم (م۔ق) نَقْص بمعنی کمی عیب اور نقصان بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (۷/۱۲۹)	ہم نے فرعون والوں کو قحط سالی اور میووں کے نقصان میں پکڑا۔

۵- بَخْس: بمعنی ناقص۔ گھٹیا۔ کمتر (منجد) اور بمعنی حقیر اور ناقص چیز (مف) قرآن میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (۱۲/۲۰)	اور قافلہ والوں نے حضرت یوسفؑ کو حقیر سی قیمت یعنی چند درہموں کے عوض خرید لیا۔

۶- خَبِیْث: خَبُثَ بمعنی پلید و ناپاک ہونا۔ ردّی ہونا۔ بیکار ہونا۔ اور خَبِیْث بمعنی نجس۔ ردّی۔ ناپسندیدہ۔ ہر خراب اور گندی چیز (ضد طَیِّب) (منجد) ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ (۴/۲)	اور یتیموں کے عمدہ اور پاکیزہ مال کو اپنے گندے مال سے نہ بدلو!

۷۔ اَدْنٰی (ضد اَعْلٰی) وہ چیز جو کسی اچھی چیز کے مقابلہ میں ناقص یا ردی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ (۲/۶۱) — موسیٰؑ نے کہا کہ بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص چیزیں کیوں بدلنا چاہتے ہو۔

۸۔ مُزْجٰىة (زجو) زَجَا اور اَزْجٰی بمعنی چلانا۔ دفع کرنا۔ واپس کرنا اور مُزْجٰی (مؤنث مزجاة) تھوڑی یا ردی چیز (منجد۔م۔ق) یعنی ایسی چیز جسے کوئی قبول کرنے کو تیار نہ ہو اور واپس کر دے (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ (۱۲/۸۸) — برادران یوسفؑ نے کہا، اے عزیز ہمیں اور ہمارے اہل و عیال کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ ہم ناقص سی پونجی لائے ہیں۔ آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا غلہ دے دیجئے!

ماحصل: (۱) نَكِدَ: تھوڑی مشکل سے حاصل ہونے والی اور ردی۔

(۲) خَمْط: کڑوی، کسیلی اور بدمزہ چیز۔

(۳) دَاحِضَة: لغو اور بیہودہ باطل۔

(۴) نَاقِص: عیب دار چیز۔ نامکمل۔

(۵) بَخْس: گھٹیا اور ردی چیز۔

(۶) خَبِیْث: گندی اور ناپاک یا حرام چیز۔

(۷) اَدْنٰی: جو کسی اچھی چیز کے مقابلہ میں گھٹیا ہو۔

(۸) مُزْجٰىة: ایسی ردی جسے کوئی کرنے پر تیار نہ ہو۔

رسوا کرنا اور رسوائی کے لیے دیکھیے "ذلت" اور "ذلیل کرنا"

۹ ـــــ رسّی

کے لیے حَبْل اور سَبَب کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَبْل (ج حبال) رسی اور اس طرح کی کوئی چیز۔ حبل الورید بمعنی شاہ رگ یا رگِ جان۔ اور حبالة الصیّاد بمعنی شکاری کا پھندا۔ اس لفظ کے استعمال میں عمومیت ہے۔ قرآن میں ہے:

فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (۱۱۱/۵) — اس (ابولہب کی بیوی) کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔

۲۔ سَبَب: وہ رسی جس سے درخت خرما پر چڑھا جاتا ہے (مف) اور سبب بمعنی راستہ، سفر، سامانِ سفر اور سامانِ سفر باندھنے کی رسی (منجد) وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْیَقْطَعْ فَلْیَنْظُرْ هَلْ یُذْهِبَنَّ كَیْدُهٗ مَا یَغِیْظُ (۲۲/۱۵) — تو اُسے چاہیے کہ آسمان میں ایک رسی تان لے پھر اسے کاٹ ڈالے اور دیکھے کہ کیا اس تدبیر سے اس کا غصہ کچھ فرو ہو سکتا ہے۔

ماحصل: حَبْل کا لفظ ہر قسم کی رسی کے لیے ـــــ اور سَبَب کا لفظ صرف اس رسی کے لیے آتا ہے جسے ذریعہ سفر یا چڑھنے کے لیے راستے کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔

۱۰ ـــــ رشتہ دار

کے لیے اَقْرَبُوْن[۱]، نَسَب[۲]، صِهْر[۳]، اُولُوا الْاَرْحَام اور اٰلٌ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَقْرَبُوْنَ : قَرُبَ بمعنی نزدیک یا قریب ہونا۔ اور یہ لفظ زمانہ، فاصلہ، مرتبہ، رشتہ داری۔ غرض ہر لحاظ سے جامع مفہوم رکھتا ہے۔ اَقْرَبُ بمعنی زیادہ قریب۔ زیادہ نزدیک۔ اور اَقْرَبُوْنَ یا اَقْرَبِیْن یا ذَاالْقُرْبٰی یا ذَوِی الْقُرْبٰی کے الفاظ قریبی رشتہ داروں کے معنی میں مخصوص ہو جاتے ہیں۔ رشتہ دار دُور کے بھی ہوتے ہیں اور نزدیکی بھی۔ نزدیکی رشتہ دار وُہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وراثت میں حصہ مقرر کر دیا گیا ہے یعنی بیٹے، بیٹیاں، ماں، باپ، میاں بیوی، اور بہن بھائی۔ ارشاد باری ہے،

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (۴/۷) — مردوں کے لیے حصہ ہے اس مال سے جو والدین یا رشتہ دار چھوڑ مریں۔

۲۔ نَسَبٌ : نَسَبَ یَنْسُبُ بمعنی نسب بیان کرنا اور نسب دریافت کرنا۔ اور اِسْتَنْسَبَ۔ نسب بیان کرنا۔ نسب پُوچھنا۔ اور نَسَبٌ اور اَنْسَابٌ بمعنی قرابت۔ رشتہ داری (منجد) اور نسب سے مراد وُہ رشتہ دار ہوتے ہیں جو باپ کی طرف سے ہوں کیونکہ نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے اور اس میں اقربون کے علاوہ چچے اور پھوپھیاں اور ان کی اولاد بھی شامل ہیں۔ ارشادِ باری ہے؛

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ (۲۳/۱۰۱) — پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن ان میں قرابتیں نہ رہیں گی۔

اور امام راغب نسب کا معنی الوین میں سے کسی ایک طرف کے رشتہ دار لکھا ہے (مف) یعنی باپ کے علاوہ ماں کے رشتہ داروں (پنجابی نانکے) کو بھی نسب میں شامل کیا ہے۔

۳۔ صِهْرٌ : بمعنی سسرال یعنی وُہ رشتہ دار جو شادی کے نتیجہ میں پیدا ہوں۔ بیوی کے لیے شوہر کے نسبی رشتہ دار سسرال ہیں اور شوہر کے لیے بیوی کے نسبی رشتہ دار سسرال ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا (۲۵/۵۴) — وُہی تو ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اس کو صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابت دامادی بنایا۔ (جالندھریؒ)

۴۔ اُولُو الْاَرْحَامِ : رحم سے تعلق رکھنے والے رشتہ دار۔ ان کا دائرہ بہت وسیع ہے جن میں پھوپھیاں اور چچے بھی شامل ہو جاتے ہیں (لیکن علم الفرائض کی رُو سے ان کا درجہ ذوی الفروض اور عصبہ کے بعد آتا ہے) ارشاد باری ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ (۸/۷۵) — اور اللہ کے حکم کی رُو سے رشتہ دار ایک دُوسرے کے (ترکہ کے) زیادہ حقدار ہیں۔

۵۔ اِلٌّ : کا ترجمہ عموماً قرابت یا رشتہ داری کیا جاتا ہے لیکن لغوی لحاظ سے اس کا معنی رشتہ داروں سے کیا ہوا عہد و پیمان ہے۔ اِلٌّ بمعنی عہد۔ اقرار۔ پڑوسی (منجد) اور اِلُّ الرَّجُلِ بمعنی جَارُہٗ یعنی اس کا پڑوسی بنام۔ ق) ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ — یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس

(۹/۱۰) کرتے ہیں اور نہ عہد کا۔

ذِمَّة کا صحیح مفہوم محض عہد نہیں بلکہ عہد امان و حفاظت ہے۔ اور اِلّ کے معنی اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں سے کیا ہوا کسی طرح کا بھی عہد و پیمان۔

ماحصل: (۱) اَقْرَبُوْنَ: نزدیکی رشتہ دار جن کا وراثت میں حصہ مقرر ہے۔ (۲) صِهْر: سسرال والے۔ (۳) اُولُوا الْاَرْحَام: رحم سے تعلق والے رشتہ دار۔ ان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ (۴) نَسَب: باپ کی طرف سے رشتہ دار۔ (۵) اِلّ: رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے کیا ہوا عہد۔

۱۱ــــ رضامندی ـ خوشنودی

کے لیے رِضْوَان، مَرْضَاة اور وَجْه کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ رِضْوَان / مَرْضَاة } رَضِیَ معروف لفظ ہے بمعنی خوش ہونا۔ اسی سے رِضْوَان، رُضْوَان اور مَرْضَاة بھی مصدر کے طور پر آتے ہیں۔ اور رضامندی، خوشنودی یا پسندیدگی کا معنی دیتے ہیں (منجد)۔ قرآن میں ہے:

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا (۵/۲) جو اپنے پروردگار کی طرف سے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار ہوں۔

دوسرے مقام پر ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (۶۶/۱) اے پیغمبر! جو چیز خدا نے تمہارے لیے حلال کی ہے اسے کیوں حرام کرتے ہو؟ (کیا اس سے) اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو؟

۲۔ وَجْه: بمعنی چہرہ۔ رُخ۔ منہ۔ رضامندی۔ اور ہر چیز کا وُہ حصہ جو پہلے سامنے آئے۔ وَجْهُ النَّهَار بمعنی دن کا پہلا حصّہ (مف۔ منجد) اور جب کوئی شخص کسی سے ناراض ہو تو اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور خوش ہو تو اس کی طرف اور زیادہ توجہ دیتا ہے۔ یہی وَجْه بمعنی رضامندی کا مفہوم ہے یعنی ناراضگی کے کاموں سے بچ کر اور اچھے کام کرکے کسی کی رضامندی چاہنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ۔ (۲/۲۷۲) اور تم جو خرچ کرو گے خدا کی خوشنودی کے لیے کرو گے۔

ماحصل: رِضْوَان اور مَرْضَاة محض رضامندی کے معنی میں آتا ہے جبکہ وَجْه کا لفظ رضامندی کے ساتھ توجہ کا پہلو بھی شامل کر لیتا ہے۔

۱۲ــــ رغبت کرنا

کے لیے رَغِبَ اور تَنَافَسَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَغِبَ: بمعنی رغبت کرنا یا رکھنا۔ کسی چیز کے حصول کی دل سے خواہش رکھنا اور اس کے لیے کوشش کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ (۹۴/۸) — پھر جب آپ فارغ ہوں تو محنت کیجئے اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجئے۔

۲۔ تَنَافُس: نَفِسَ بمعنی حسد کرنا۔ اور نَفَّسَ (فی الامر) بمعنی کسی کام کی ترغیب دینا۔ اور تنافس بمعنی باہم فخر کرنا، کرم میں مقابلہ کی رغبت کرنا۔ بطور مقابلہ رغبت کرنا (منجد) رقیبانہ جذبہ سے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی رغبت کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ (۸۳/۲۶) — ان کو سربمہر شراب خالص پلائی جائے گی جس کی مہر کستوری کی ہوگی۔ تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہیے کہ اسی میں رغبت کریں۔

ماحصل: رغب، کا لفظ عام ہے جبکہ تنافس اچھے کاموں میں رغبت میں مقابلہ کو کہتے ہیں۔

۱۳ —— رکھنا

کے لیے وَضَعَ اور اَلْقٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وَضَعَ (ضد رَفَعَ بمعنی کسی چیز کو اٹھانا۔ بلند کرنا) اور وَضَعَ بمعنی کسی چیز کو آرام سے نیچے رکھنا اور رفیع کی ضد وضیع ہے بمعنی ایسا انسان جس کی معاشرہ میں کوئی قدر و منزلت نہ ہو۔ اور وضع حمل بمعنی بوجھ کو نیچے رکھنا خواہ یہ ظاہری ہو یا باطنی (مف) ارشادِ باری ہے:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ (۹۴/۲) — اور ہم نے آپ سے وُہ بوجھ بھی اتار رکھا جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی۔

۲۔ اَلْقٰی کا اصل معنی ڈالنا ہے۔ اور رکھنا اور ڈالنا میں فرق یہ ہے کہ رکھنا میں آہستگی اور احتیاط کا پہلو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اور اگر بے احتیاطی اور جلدی سے کام لیا جائے تو "پھینکنا" کہتے ہیں۔ اور ڈالنا ان دونوں کی درمیانی کیفیت ہے۔ پھر جب کبھی اَلْقٰی میں بھی آہستگی اور احتیاط کا پہلو موجود ہو اور اَلْقٰی بھی رکھنا کا معنی دے گا۔ اور اَلْقٰی میں دوسری خصوصیت یہ ہے کہ القی اس چیز کے ڈالنے یا رکھنے کو کہتے ہیں جسے دوسرے دیکھ سکیں جبکہ وضع میں یہ بات ضروری نہیں ہوتی۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ (۱۶/۱۵) — اور رکھ دیے زمین میں پہاڑ (عثمانیؒ)

اور اسی نے زمین میں پہاڑ (بنا کر) رکھ دیے (جالندھری)

ماحصل: (۱) وَضَعَ: عام ہے۔ رکھی ہوئی چیز کسی کو نظر آئے یا نہ آئے۔

(۲) اَلْقٰی: کسی ایسی چیز کو نیچے رکھنا جسے دوسرے دیکھ سکیں۔

۱۴ــــ رنگ

کے لیے لَوْن اور صِبْغَۃ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَوْن: قدرتی رنگ مثلاً سیاہ، سفید، سبز، لال، زرد، نیلا وغیرہ (ج اَلْوَان) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا (۳۵/۲۷) — اور پہاڑوں میں سفید، سُرخ اور مختلف رنگوں کی دھاریاں ہیں۔

۲۔ صِبْغَۃ: صَبَغَ بمعنی رنگنا۔ رنگ چڑھانا۔ اور صَبَّاغ بمعنی رنگریز (منجد) اور صَبْغَۃ کا لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں مستعمل ہے معنوی صورت میں اس کا معنی کسی انسان پر کسی دوسری چیز کا پیدا کردہ اثر اور رنگ ڈھنگ ہوتا ہے اور صَبَّغَ بِالْمَاءِ پانی سے بپتسمہ دینا۔ اور تَصَبَّغَ فِیْ دِیْنِہٖ کسی پر دین کا رنگ اچھی طرح چڑھنا۔ مذہب میں پختہ ہونا ہے۔ (منجد) قرآن میں ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (۲/۱۳۸) — رنگ اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ کے رنگ سے بہتر اور کیا چیز ہوسکتی ہے؟

ماحصل: لَوْن قدرتی رنگ کو کہتے ہیں۔ اور صِبْغَۃ وہ رنگ ہے جو خود چڑھایا جائے خواہ مادی ہو یا معنوی۔

روانہ ہونا کے لیے دیکھیے "سفر کرنا"

۱۵ــــ روشنی ــــ روشن ہونا، کرنا

کے لیے اَنَارَ (نور)، اَضَاءَ (ضیاء)، نَارَ، جَلّٰی اور تَجَلّٰی (جلو) وَهَجَ، اَشْرَقَ، اَسْفَرَ اور اَبْصَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَنَارَ: نور بمعنی روشنی جو چیزوں کو ظاہر کرے (منجد) وُہ پھیلنے والی روشنی جو اشیاء کے دیکھنے میں مدد دیتی ہے (مف) نور مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (۳۹/۲۲) — بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور وُہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو۔

اس آیت میں نور سے مراد راہِ ہدایت بھی ہے اور دل کا نور بھی۔

نور تین قسم کا ہوتا ہے (۱) روشن چیزوں کا مثلاً سورج، چاند، ستاروں اور چراغ وغیرہ کا نور جن کے بغیر انسان ظاہری چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا۔ (۲) آنکھ کا نور کہ اس کی عدم موجودگی میں روشن چیزوں کا نور بے کار ہوتا ہے (۳) وحی یا دین کا نور جس کی عدم موجودگی میں انسان ہدایت کے نور سے استفادہ نہیں کرسکتا جس طرح انسان آنکھ کے بغیر ظاہری چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح دل کے اندھے کے لیے تعلیماتِ الٰہیہ بے کار ثابت ہوتی ہیں۔

اور نُوْر کا لفظ کبھی مُنَوِّر کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے بعض علماء درج ذیل آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۲۴/۳۵) اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو منوّر کرنے والا یا روشن کرنے والا ہے۔

اور ہمارے خیال میں نُوْر کا ترجمہ نُوْر ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں ہر قسم کا نور شامل ہے۔ اور یہ مُنَوِّر سے ابلغ ہے۔

۲۔ ضِیَاء: (ضوء) اور نُوْر اور نَار کا مادہ ایک ہی ہے۔ یعنی ن و ر۔ نور وہ روشنی ہے،
۳۔ نَار جس میں روشنی اور چمک تو ہو مگر حرارت، تپش اور رنگ میں سُرخی نہ ہو۔ اگر روشنی بھی ہو اور ساتھ حرارت، تپش اور سُرخی بھی ہو تو وہ ضِیَاء ہے۔ اور اگر روشنی کا عنصر نسبتاً بہت کم اور حرارت اور تپش اور سُرخی کا عنصر بہت زیادہ ہو تو وہ نار ہے۔ اور اَلنَّار کا لفظ لبسا اوقات نارِ جہنّم کے لیے آتا ہے، جیسے فرمایا:

اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ (۳۸/۵۹) بلیشک وہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔

ضِیَاء نور سے اخص ہے اور نور اعم۔ بالفاظِ دیگر ضیاء بھی نور ہی کی ایک قسم ہے جس میں حرارت اور تپش اور سُرخی شامل ہوتی ہے۔ اور صاحب فروق اللغویہ کے الفاظ میں ضیاء۔ وہ روشنی ہے جس کے اجزاء ہوا میں نفوذ کر کے اسے سفید بنا دیتے ہیں اور اس کا اطلاق دن کے وقت سورج کی روشنی پر ہوتا ہے (فق ل ۲۵۶) ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (۱۰/۵) وہی اللہ ہی تو ہے جس نے سُورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا۔

سورج کے علاوہ آگ اور چراغ کی روشنی کے لیے بھی ضیاء کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ (۲/۱۷) اس شخص کی مثال ایسے شخص کی ہے جس نے (شب تاریک میں) آگ جلائی۔ پھر جب آگ نے ارد گرد کی چیزیں روشن کر دیں تو اللہ نے ان لوگوں کا نور زائل کر دیا۔

اور چاند اور ستاروں کی روشنی کے لیے نور کا لفظ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اُوپر آیت گزر چکی۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو سِرَاجًا مُّنِيْرًا (۳۳/۴۶) فرمایا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ میں حرارت اور حدّت کا عنصر نہیں تھا۔

۴۔ جَلّٰی: (جلو) جلا بمعنی ظاہر ہونا، نمایاں ہونا۔ آشکار ہونا اور کسی چیز کو نمایاں و آشکار کرنا۔ خطِ جلی مشہور لفظ ہے جس کے یہی معنی ہیں۔ جیسے عموماً "موٹے قلم" سے لکھے ہوئے کو کہہ دیتے ہیں۔ اور جَلّٰی بمعنی روشن اور منوّر چیز کا نمایاں طور پر ظہور پذیر ہونا اور روشن کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا (۹۱/۳) اور قسم ہے دن کی جب وُہ اسے روشن کرے۔
اور جلوۃ بمعنی عورت کا ہار سنگھار کرکے اُس کو خاوند کے پاس پیش کرنا۔ اور اِستجلٰی بمعنی دلہن کا آراستہ ہوکر خاوند کے سامنے جانا۔ اور الاجلی بمعنی روشن۔ واضح اور خوبصورت چہرہ والا (منجد) اور تجلّی کے معنی کسی روشن اور خوبصورت چیز کا اچھی طرح ظاہر ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے،
فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (۷/۱۴۳) پھر جب اس کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو تجلی انوارِ ربّانی نے) اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

۵۔ وَهَجَ: اَلْوَهَجُ بمعنی آگ کی بھڑک۔ سورج یا آگ کی بھڑک۔ تپش اور چمک (منجد)۔ قرآن میں ہے،
وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (۷۸/۱۳) اور تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے اور (آفتاب کا) روشن چراغ بنایا۔

۶۔ اَشْرَقَ: اَلْاِشْرَاقُ مشہور لفظ ہے۔ دن چڑھنے کے بعد کا وقت اور روشنی۔ اور اَشْرَقَتِ الشَّمْسُ بمعنی آفتاب کا طلوع ہوکر اچھی طرح روشن ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے:
وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (۳۹/۶۹) اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اُٹھی۔

۷۔ اَسْفَرَ: سَفَرَ بمعنی (عورت کا) چہرہ کھولنا (منجد) پردہ اٹھانا۔ اور سَفَرَ عَنِ الْوَجْهِ۔ چہرہ کھولنا (مف) اَسْفَرَ الْوَجْهُ بمعنی چہرہ کا چمکنا۔ حسین ہونا۔ اور اَسْفَرَ الصُّبْحُ صبح کا روشن ہونا (منجد) صبح کی روشنی۔ نور کا تڑکا۔ قرآن میں ہے:
وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ وَالصُّبْحِ اِذَا اَسْفَرَ (۷۴/۳۴) اور رات جب پیٹھ پھیرنے لگے۔ اور صبح جب روشن ہو۔

دوسرے مقام پر ہے:
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (۸۰/۳۸) کتنے چہرے اس دن روشن ہوں گے، ہنستے ہوئے اور ہشاش بشاش۔

۸۔ اَبْصَرَ: بَصَرَ بمعنی دیکھنا۔ اور مُبْصِر بمعنی اتنا روشن کہ سب چیزیں بآسانی نظر آجائیں۔ (مف) ارشادِ باری ہے:
هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (۱۰/۶۷) وُہی تو ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو۔ اور دن کو روشن بنایا۔

ماحصل: (۱) مُنِیْر: ایسا روشن جس میں روشنی اور چمک تو ہو مگر حرارت اور سرخی نہ ہو اور یہ عام ہے۔
(۲) ضِیَاء: ایسی روشنی جس میں حرارت اور سُرخی بھی ہو۔ یہ اخص ہے۔
(۳) نَار: جب روشنی کا عنصر کم اور حرارت اور حدّت زیادہ ہو۔
(۴) جَلّٰی: کسی خوبصورت چیز کا روشن اور نمودار ہونا۔
(۵) وَهَج: ایسی روشنی جس میں حرارت اور بھڑک اور سُرخی بہت زیادہ ہو۔

(۶) اَلْاِشْرَاق: چاشت کے وقت کی روشنی اور وقت۔
(۷) سَفَر: صبح کی روشنی۔ نور کا تڑکا اور چہرے کی چمک اور رونق۔
(۸) مُبْصِر: اتنا روشن جس کی روشنی میں ہر چیز بآسانی دیکھی جا سکے۔

۱۶ ــــــ روزہ دار

کے لیے صَائِم اور سَائِح کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صَائِم: صَوْم (ج صیام) بمعنی روزہ اور صَامَ بمعنی روزہ رکھنا یعنی سحری سے افطاری تک احکام شرعیہ کے مطابق کھانے پینے اور بعض دوسرے کاموں سے اجتناب۔ اور صَائِم بمعنی روزہ دار۔ قرآن میں ہے:

وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمٰتِ۔ (۳۳/۳۵) اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔

۲۔ سَائِح: (سیح) اَلسَّاحَۃ بمعنی فراخ جگہ اور گھر کا آنگن۔ اور سَاحَ بمعنی سیر و سیاحت کرنا۔ کھلی زمین میں پھرنا۔ دور دراز تک سفر کرنا۔
اور سَاحَ بمعنی روزہ رکھنا اور اس کی جملہ حکمی پابندیوں کو بھی ملحوظ رکھنا یعنی کھانے پینے کی بندش کے علاوہ جوارح یعنی آنکھ، کان اور زبان وغیرہ معاصی سے روکنا (مف) ہے۔ اور صاحب منجد کے نزدیک سائح مسجد میں رہنے والے روزہ دار کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ (۹/۱۱۲) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے۔

ماحصل: سَائِح، صرف وہ روزہ دار ہے جو کھانے پینے کے علاوہ دوسری حکمی پابندیوں کا بھی لحاظ رکھے جبکہ صَائِم ہر روزہ دار کو کہہ سکتے ہیں۔

۱۷ ــــــ روکنا

کے لیے مَنَعَ، نَھٰی، عَوَّقَ، عَضَلَ، اَمْسَكَ، صَدَّ، اَحْصَرَ، حَظَرَ، عَكَفَ، ثَبَّطَ، كَفَّ اور ذَادَ (ذود) وَزَعَ، حَبَسَ، حَجَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ مَنَعَ: بنیادی طور پر دو معنوں میں مستعمل ہے۔
(۱) نہ دینا (عطا کی ضد) بخل کرنا۔ اور مَنَّاع بمعنی بخیل (مف)۔
(۲) ہاتھ یا زبان سے کسی کو روک دینا۔ کوئی کام نہ کرنے دینا۔ محروم کر دینا۔ روک دینا (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ کی مسجدوں

اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ (۲/۱۱۴) میں اللہ کا نام ذکر کیے جانے سے روکے۔

۲۔ نَھٰی: اَلنَّھْیُ کا استعمال بالعموم منکرات سے روکنے اور رکنے کے لیے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی (۷۹/۴۰) پھر جو کوئی اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے آپ کو خواہشاتِ نفس سے روکا۔

۳۔ عَوَّقَ: اَلْعَوْقُ وَالْعُوْقُ بمعنی بے فیض انسان۔ لوگوں کو اچھے کاموں سے روکنے والا (منجد) اور عَوَّقَ بمعنی بھلے کاموں سے روکنے والا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْکُمْ وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِھِمْ ھَلُمَّ اِلَیْنَا۔ (۳۳/۱۸) اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو لوگوں کو (جہاد وغیرہ سے) روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ۔

۴۔ عَضَلَ: بمعنی تنگی کرنا۔ منع کرنا (منجد) سختی سے روکنا (مف) عضلہ بمعنی پٹھا۔ اور عَضَّلَ بمعنی تنگی پہنچانا۔ حصولِ مقصد میں حائل ہونا (منجد) یہ لفظ عموماً مرد کا عورت کو نکاح سے روکنے (منجد) تنگ اور پریشان کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے تاکہ اس فعل سے کچھ مفاد حاصل کیا جاسکے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْھَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ (۴/۱۹) اور (بیویوں کو) اس بنا پر مت روکے رکھو کہ ان سے دیے ہوئے (مہر) میں سے کچھ لے لو۔

۵۔ اَمْسَكَ: کسی چیز سے چمٹ جانا اور اس کی حفاظت کرنا (مف) یہ لفظ عموماً اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی چیز پہلے سے اپنے پاس موجود ہو اور اسے ہاتھ سے نکلنے نہ دیا جائے۔ اور مُمْسِك بخیل کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَمْسِکُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْسَرِّحُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (۲/۲۳۱) سو تم ان (مطلقہ عورتوں) کو یا تو بھلے طریقہ سے اپنے ہاں رکھو یا بھلے طریقہ سے رخصت کرو۔

۶۔ صَدَّ: بمعنی روکنا۔ ہٹانا۔ باز کرنا۔ اور صَدَّ عَنْ بمعنی اعراض کرنا۔ مائل کرنا (منجد) نرم برتاؤ سے روکنا (فل ۱۸۸) اعراض و عدول۔ ابن الفارس کے الفاظ میں المیل اِلٰی اَحَدِ الْجَانِبَیْنِ وَعَدَلَ عَنْہُ (م ل) اور صَدَّ بمعنی منع عن قصد الشی ءخاصۃ (فق ل ۹۲) یعنی کسی کو اس کے قصد و ارادہ سے روکنا۔ گویا صَدَّ کا لفظ کسی کو اس کے مقصد سے نرم پالیسی کے ساتھ روکنا کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (۱۶/۹۴) اور اب اس بات کی سزا چکھو جو تم اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔

۷۔ اَحْصَرَ: بمعنی گھیر لینا۔ گھیرا ڈالنا۔ محاصرہ کرلینا۔ کسی کی جگہ کو تنگ کرتے جانا۔ اور حِصَار بمعنی قلعہ ——— اور حَاصَرَ بمعنی گھیرا ڈال کر کمک بند کر دینا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ (۲/۲۷۳) — وُہ (انفاق) ان فقراء کے لیے ہے جو خدا کی راہ میں روکے گئے ہیں اور زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

۸۔ حَظَرَ: بمعنی کسی چیز کی حفاظت کی غرض سے اس کے ارد گرد باڑ لگانا یا کسی چیز کو احاطہ میں جمع کر کے باڑ لگانا۔ قرآن میں ہے:

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (۱۷/۲۰) — اور تمہارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رُکی ہوئی نہیں۔

۹۔ عَكَفَ: بمعنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا (مف) بند رہنا۔ روکے رکھنا محبوس ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ (۴۸/۲۵) — یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجدِ حرام سے روک دیا۔ اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رُکی رہیں۔

۱۰۔ كَفَّ: كَفٌّ بمعنی ہتھیلی اور كَفَّ بمعنی ہتھیلی پر وار کو روکنا۔ مدافعت کرنا (مف) پھر یہ لفظ محض وار کو روکنے یا مدافعت کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن میں ہے:

اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ (۵/۱۱) — جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے

۱۱۔ ثَبَّطَ: بمعنی کسی کام میں دیر لگانا۔ اور وُہ کام نہ کرنا، اس سے رُکے رہنا اور بمعنی دیر اور سستی کرنا اَثْبَطَهُ الْمَرَضُ بیماری کا کسی کو چمٹ جانا اور اس کو نہ چھوڑنا (منجد) اور ثَبَّطَهُ الْمَرَضُ بمعنی بیماری نے اُسے روک دیا (منجد) دیر یا سستی کی وجہ سے کوئی کام کرنے نہ پانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ (۹/۴۶) — اگر وُہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے کچھ تیاری بھی کرتے لیکن اللہ کو ان کا اس کام پر جانا پسند نہ ہُوا لہٰذا انہیں (ان کی اپنی سستی کی وجہ سے) روک دیا۔

۱۲۔ ذَادَ: بمعنی پرے ہٹانا۔ دفع کرنا۔ نزدیک نہ آنے دینا۔ روکے رکھنا (مف منجد) اور ذَوَّدَ عَنْ حَسَبِهٖ بمعنی کسی کا اپنے نسب کی حفاظت و حمایت کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ (۲۸/۲۳) — اور موسیٰؑ نے دیکھا کہ ان کے پیچھے دو عورتیں ہیں جو (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں۔

۱۳۔ وَزَعَ: بمعنی روکنا۔ منع کرنا۔ اور وَزَعَ الْجَيْشَ بمعنی فوج کو ترتیب وار حصوں میں رکھنا۔ اور الاوزاع بمعنی جماعتیں۔ اس کا واحد نہیں۔ اور اَلْوَزَعَۃ جمع (وَازِعٌ) بمعنی بادشاہ کے مددگار و محافظ (منجد) گویا وزع کا لفظ انتظام اور ترتیب کے لیے روکنے کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (۲۷/۱۷) — اور سلیمانؑ کے لیے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور ان کی جماعتیں بنائی گئیں۔

۱۴۔ حَبَسَ: بمعنی قید کرنا۔ پورے طریقہ سے حفاظت کرنا۔ منع کرنا (منجد) اور بمعنی کسی کو لٹنے سے روک دینا۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ (۵/۱۰۶) — تو ان دونوں کو نماز (عصر) کے بعد روک لو۔

۱۵۔ حِجْرًا: حَجَرَ بمعنی سخت پتھر اور حِجْرًا مَّحْجُوْرًا محاورہ ہے۔ اور اس سے مراد ایسی مضبوط رکاوٹ ہے جو دُور نہ ہو سکے۔ دورِ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی ایسا شخص سامنے آجاتا جس سے اذیت کا خوف ہوتا تو حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (یعنی ہم تم سے پناہ چاہتے ہیں) یہ الفاظ سُن کر دشمن اسے کچھ نہ کہتا۔ قرآن نے بھی یہ محاورہ استعمال کیا ہے:

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (۲۵/۲۲) — جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو یہ گنہگاروں کے لیے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور کہیں گے (خدا کرے تم) روک لیے (اور بند کر دیے) جاؤ (جالندھری)

ماحصل:

(۱) مَنَعَ: ہاتھ یا زبان سے روکنا۔
(۲) نَهٰى: منکرات سے روکنا۔
(۳) عَوَّقَ: نیکی کے یا بھلے کاموں سے روکنا۔
(۴) عَضَلَ: کوئی مفاد حاصل کرنے کی خاطر روک رکھنا۔
(۵) اَمْسَكَ: موجود چیز کو ہاتھ سے نکلنے نہ دینا۔
(۶) صَدَّ: نرم برتاؤ سے آہستہ آہستہ کسی کو اس کے قصد وارادہ سے روکنا۔
(۷) اَحْصَرَ: گھیرا ڈال کر روکنا اور تنگی کر دینا۔
(۸) حَظَرَ: باڑ لگا کر روک دینا۔
(۹) عَكَفَ: تعظیماً اپنے ارادہ سے رکنا۔
(۱۰) كَفَّ: کسی حملہ کو روکنا یا مدافعت کرنا۔
(۱۱) ثَبَّطَ: سُستی اور دیر کی بنا پر رکنا اور روکنا۔
(۱۲) ذَادَ: پرے ہٹانا اور نزدیک نہ آنے دینا۔ روکے رکھنا۔
(۱۳) وَزَعَ: انتظام اور ترتیب کی خاطر روکنا۔
(۱۴) حَبَسَ: کھڑا ہونے سے روکنا۔ جانے سے روکنا۔
(۱۵) حِجْرًا مَّحْجُوْرًا: محاورۃً استعمال ہوتا ہے بمعنی مضرت سے رُکے رہنے کے لیے التجا۔

۱۸ــــــ رُکنا

کے لیے نَهٰى سے اِنْتَهٰى، اَكْدٰى، اِشْمَاَزَّ اور قَلَعَ کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

۱۔ اِنْتَهٰى: رُک جانا۔ باز آنا۔ نواہی کی پابندی اختیار کرنا اور انہیں ترک کر دینا۔ قرآن میں ہے:

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (۵/۹۱) — اور (شراب اور جوئے کی وجہ سے) تاکہ شیطان تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم باز آجاؤ گے؟

۲۔ اَكْدٰى: اَلْكُدْيَة بمعنی سخت اور ٹھوس زمین۔ سخت چٹان۔ اور حَفَرَ فَاَكْدٰى بمعنی

دہ گڑھا کھودتا ہوا سخت زمین تک جا پہنچا (مف) اور کَدٰی بمعنی سوال کرنا بخشش مانگنا اور سَأَلَہٗ فَاَکْدٰی یعنی اس نے اس سے سوال کیا تو اس کو سخت زمین کی مانند پایا اور کچھ نہ دیا (منجد) گویا یہ لفظ تھوڑا سا خرچ کرنے کے بعد رُک جانے کے معنوں میں آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی (۵۳/۳۴) — اس نے تھوڑا سا دیا پھر رُک گیا (ہاتھ روک لیا)

۳۔ اِشْمَاَزّ: شَمَزَ بمعنی کسی مکروہ چیز سے نفرت کرنا۔ اور اِشْمَاَزَّ بمعنی منقبض یا دل گرفتہ ہونا۔ (منجد) قرآن میں ہے:

وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ (۳۹/۴۵) — اور جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل رُک جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

۴۔ قَلَعَ: بمعنی کسی کام کو ترک کر دینا۔ چھوڑنا اور رُک جانا (منجد) کسی جاری کام کو یک لخت ترک کر دینا ارشادِ باری ہے:

وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ (۱۱/۴۴) — اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا، اور اے آسمان رک جا، تو پانی خشک ہو گیا۔

ماحصل: (۱) اِنْتَھٰی: منکرات اور نواہی سے رُکنا۔

(۲) اَکْدٰی: مال خرچ کرنے سے دل کا رُکنا اور سخت ہونا۔

(۳) اِشْمَاَزَّ: کسی ناپسندیدہ چیز سے دل گرفتہ ہو کر رُک جانا۔

(۴) قلع: کسی شروع کیے ہوئے کام سے یک لخت رُک جانا۔

۱۹ ——— روندنا

کے لیے حَطَمَ اور وَطِئَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَطَمَ: بمعنی توڑنا مروڑنا۔ اور حَطُوْم ایسی تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو ہر چیز کو توڑ مروڑ کر رکھ دے۔ اور حُطَام توڑی مروڑی ہوئی یا ریزہ ریزہ شدہ چیز کو کہتے ہیں (منجد) یہ لفظ کسی چیز کو روند کر ریزہ ریزہ کرنے کے لیے بولا جاتا ہے (مف) کچل ڈالنا۔ پلیتا۔ روندنا۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (۲۷/۱۸) — ایک چیونٹی نے کہا، اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور اس کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور انہیں (اس بات کی) خبر بھی نہ ہو۔

۲۔ وَطِئَ: (۱) بمعنی پامال کرنا۔ پاؤں کے نیچے روندنا (منجد) پنجابی لتاڑنا۔ (وطی کا لفظ جماع کے معنوں میں بھی آتا ہے) اگرچہ قرآن میں ان معنوں میں نہیں آیا۔ قرآن میں ہے:

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ — اور اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جنکو

لَمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۴۸/۲۵)

تم جانتے نہ تھے کہ اگر تم ان کو روند ڈالتے تو تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا۔

اور (۲) بمعنی سخت مشقت اٹھانا۔ سخت کوفت ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا (۷۳/۶)

بلاشبہ رات کا اٹھنا بڑی کوفت ہے اور ذکرِ الٰہی کے لیے بہت موزوں ہے (جالندھریؒ)

سخت روندنا ہے (عثمانیؒ)

ماحصل: وَطْا: پامال کرنا یا پاؤں کے نیچے روندنا۔ اور حطم: روند کر کچل دینا یا توڑ پھوڑ دینا۔

۲۰ ــــــ رونق

کے لیے زَهْرَة[۱]، نَضْرَة[۲] اور بَهْجَة[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- زَهْرَة: خوشنمائی، چمک دمک، ٹیپ ٹاپ۔ اور زَهْرَةُ الدُّنْيَا بمعنی دنیا کی ظاہری چمک اور رونق (منجد) اس لفظ کا استعمال عموماً اس بے ثبات دنیا کی دلفریبیوں اور رنگینیوں کے لیے ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۲۰/۱۳۱)

اور تمہاری آنکھیں اُدھر متوجہ نہ ہونی چاہئیں جو ہم نے دنیوی زندگی کی چمک دمک کا سامان طرح طرح کے لوگوں کو فائدہ اٹھانے کو دیا ہے۔

۲- نَضْرَة: چہرے کی رونق۔ بشاشت اور تر و تازگی۔ خوبصورتی (منجد۔ م۔ ل) گو لغوی لحاظ سے اس کا استعمال چہرے اور نباتات دونوں کے لیے درست ہے۔ تاہم قرآن کریم میں یہ لفظ جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے چہرہ کی رونق ہی کے لیے ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۷۵/۲۲)

اس دن بہت سے چہرے پر رونق ہوں گے جو اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

۳- بَهْجَة: ہر وہ چیز جو دل کو اچھی لگے اور اس کا بنیادی معنی سرور ہے۔ اور خلیل کے نزدیک اس کا تعلق کسی چیز کی اچھی رنگت اور تازگی سے ہے (فق ل ۲۱۶) انسانوں کے لیے بھی آتا ہے تاہم نباتات کی تر و تازگی، سرسبزی، شادابی۔ نباتات کے پُر بہار ہونے کے لیے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ (۲۷/۶۰)

اور (کس نے) تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ اگائے۔

ماحصل: زَهْرَة: کا لفظ نباتات دُنیا کی ظاہری چمک اور رونق کے لیے۔ نَضْرَة چہرہ کی رونق کیلیے

اور نضجۃ نباتات کی رونق کے لیے آتا ہے۔

رہنا کے لیے دیکھیے "آباد ہونا" اور "ٹھہرنا"

۲۱ ـــــــ ریت

کی عربی لغت رمل ہے جو قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ البتہ اس کی مختلف صورتوں کے لیے سَرَاب، کَثِیْب اور اَحْقَاف کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَرَاب: ہر پینے کی چیز کو شَرَاب کہتے ہیں۔ اور جو چیز بظاہر شراب نظر آئے مگر حقیقتاً وہ پینے کی چیز نہ ہو اسے سَرَاب کہتے ہیں (مف) پھر مجازاً اس کا استعمال ہر بے حقیقت چیز پر ہوتا ہے اور بالعموم اس لفظ کا استعمال ریت کے اس وسیع میدان پر ہوتا ہے جو سورج کی روشنی میں ایک خاص زاویہ سے اور دور سے دیکھنے پر ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی معلوم ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

كَسَرَابٍۭ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً (۲۴/۳۹) جیسے میدان میں سراب کہ پیاسا آدمی اسے پانی سمجھے۔

۲۔ کَثِیْب: ریت کا لمبا چوڑا ٹیلہ (فل ۲۷۲) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا (۷۳/۱۴) جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں اور پہاڑ ایسے ہو جائیں جیسے ریت کے پھسلتے تودے۔

۳۔ اَحْقَاف: (واحد حقف) بمعنی ریت کا کئی ٹیلوں پر مشتمل میدان اور اَحْقَاف بمعنی ریت کا سینکڑوں میل میں پھیلا ہوا وسیع میدان (منجد) اور بمعنی ربع مسکون مغربی یمن کا وہ علاقہ جو قوم عاد کا مرکز تھا (م ق) قرآن میں ہے:

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ (۴۶/۲۱) اور قوم عاد کے بھائی (ہودؑ) کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم میں سرزمینِ احقاف میں ہدایت کی۔

ماحصل: سَرَاب، پانی معلوم ہونے والا ریت کا میدان۔ کَثِیْب: بھربھری اور گرنے پھسلنے والی ریت کا تودہ۔ اور اَحْقَاف ریت کے کئی تودوں پر مشتمل وسیع میدان۔

ریزہ ریزہ کے لیے دیکھیے، چورا چورا۔

ز

۱ـــ زائد

کے لیے عَفْو[1]، نَافِلَةً[2] اور ضِعْف[3] کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱- عَفْو: عَفَا کے معنی میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کسی چیز کو چھوڑ دینا اور (۲) زیادہ کرنا۔ عَفَا الشَّعْر بمعنی اس نے بالوں کو چھوڑ دیا تاکہ وُہ اور زیادہ لمبے ہو جائیں۔ ارشادِ نبوی ہے، قَصُّوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی یعنی اپنی مونچھوں کو کترا دو اور داڑھیوں کو چھوڑ دو یا بڑھنے دو۔ اور عَفَا الشَّیْئُ بمعنی زیادہ کرنا۔ اور اَلْعَفْو بمعنی زائد چیز۔ عمدہ چیز۔ اور عَفْوٌ مِّنَ الْمَالِ بمعنی خرچ یا ضرورت سے زیادہ مال جس کا دینا دشوار نہ ہو (منجد) ارشادِ باری ہے،

وَیَسْـَٔلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۲/۲۱۹) — اور آپؐ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں آپؐ کہیے جو کچھ زائد از ضرورت ہو۔

۲- نَافِلَةً: نَفَلَ بمعنی عطیہ دینا۔ اور اَنْفَلَ بمعنی مالِ غنیمت دینا۔ اور نَفْل ہر وُہ کام ہے جو واجبات اور ضروریات سے زائد ہو (منجد) نفلی عبادات وُہ ہیں جو فرائض و سنن کے علاوہ اور محض تطوعاً ادا کی جائیں خواہ وُہ نماز ہو یا صدقہ و خیرات یا روزے یا حج و عمرہ۔ ارشادِ باری ہے؛

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ (۱۷/۷۹) — اور رات کے کسی حصّہ میں نمازِ تہجد ادا کیا کرو۔ یہ زیادتی صرف آپؐ کے لیے ہے۔

گویا یہ زائد نماز اس حکم کی رُو سے آپ پر فرض تھی جبکہ دوسروں کے لیے یہ نفلی عبادت ہے۔ دوسرے مقام پر ہے؛

وَوَھَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً (۲۱/۷۲) — اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو اسحاقؑ عطا کیا۔ اور مزید برآں یعقوبؑ بھی (جس کے لیے آپؐ نے دعا بھی نہ کی تھی)

۳- ضِعْف: بمعنی جتنی چیز ہو اتنی ہی اور زیادہ (م ل) دگنی۔ ارشادِ باری ہے:

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ (۱۷/۷۵) — تب ہم تمہیں زندگی میں بھی (عذاب کا) دونا اور مرنے پر بھی دونا مزہ چکھاتے۔

اور ضِعف کا تثنیہ ضِعفَین ہے جو تاکید مزید کے لیے آتا ہے۔ارشادِ باری ہے:

کَمَثَلِ جَنَّۃٍ بِرَبْوَۃٍ اَصَابَھَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُکُلَھَا ضِعْفَیْنِ (۲/۲۶۵) — اس کی مثال ایک باغ کی ہے جو اونچی جگہ پر ہو اس پر مینہ پڑے تو دُگنا پھل لائے۔

اور ضَاعَفَ بمعنی کسی چیز کو بہت زیادہ کرنا۔ارشادِ باری ہے:

وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (۲/۲۶۱) — اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اور بھی زیادہ کر دیتا ہے۔

ماحصل: عَفْو: ضرورت سے زائد۔ پس انداز شدہ نفل: فرائض و واجبات سے زائد ضِعف: اصل مقدار کے برابر زائد۔

نیز دیکھیے ——— "بڑھنا۔بڑھانا"

۲ ——— زبردستی کرنا

کے لیے اَکْرَہَ، جَبَرَ، قَھَرَ، سَخَّرَ، رَھِقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَکْرَہَ: کَرِہَ بمعنی کسی چیز کو ناپسند کرنا۔نفرت کرنا۔اور اَکْرَہَ بمعنی کسی کو ایسے کام پر مجبور کرنا جسے کرنے کو اس کا جی نہ چاہے۔گویا اس کے معنی میں دو بنیادی باتیں ہیں۔ناپسندیدگی اور زبردستی۔

ارشادِ باری ہے:

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (۲/۲۵۶) — دین (اسلام قبول کرنے) میں زبردستی نہیں ہے۔

نیز فرمایا:

وَلَا تُکْرِھُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۲۴/۳۳) — اپنی لونڈیوں کو، اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں تو چند ٹکوں کے دنیوی فائدہ کے لیے انہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو۔

۲۔ جَبَرَ: اس کے معنی میں بھی دو باتیں بنیادی ہیں (۱) زبردستی (۲) اصلاح (م۔ل) یعنی زبردستی اور دباؤ سے کسی چیز کی اصلاح کرنا (مف) جَبَرَ الْعَظْمَ بمعنی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو درست کرنا اور جَبَرَ عَلَی الْاَمْرِ کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا۔اللہ تعالیٰ اپنی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ (۵۹/۲۳) — (اللہ تعالیٰ) غالب بھی ہے، زبردست بھی اور بڑائی والا بھی۔

پھر یہ لفظ کبھی محض زبردستی کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔جیسے فرمایا:

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ (۲۶/۱۳۰) — اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔

۳۔ قَھَرَ میں بھی دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) غلبہ (۲) ذلت یعنی کسی پر غلبہ ہونا اور مغلوب کو ذلیل کرنا۔کسی زبردست کا کسی کمزور کو دبانا۔ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ — نہ تو کسی یتیم کو دباؤ، اور نہ ہی کسی سائل کو

فَلَا تَنْهَرْ (۹۳/۹) جھڑکو۔

۴۔ سَخَرَ، سَخَرَ بمعنی ہنسی مذاق اُڑانا۔ اور سَخَّرَ میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) زبردستی (۲) مقصد برآری (م۔ل) یعنی کسی چیز کو کسی مقصد کی طرف زبردستی لے جانا۔ زبردستی کام پر لگا دینا۔ حکم کا بندھا ہونا۔ اس میں کسی کی مرضی یا پسندیدگی کو کچھ دخل نہیں۔ یہ لفظ بالعموم کائنات کے تسخیری امور کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (۱۴/۳۳) اور سورج اور چاند کو تمہارے لیے کام میں لگا دیا کہ دونوں مسلسل ایک دستور پر چل رہے ہیں۔ اور (اسی طرح) دن اور رات کو تمہارے لیے کام میں لگا دیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (۴۳/۳۲) اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکے۔

۵۔ رَهِقَ: بمعنی ایک چیز کے اُوپر دوسری چیز کا چڑھ جانا اور اسے چھپا لینا (مف) اور رَهِقَهُ الْاَمْرُ بمعنی کسی معاملہ نے اسے بزور جبر دبا لیا (منجد) گویا رَهِقَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) زبردستی (۲) چڑھ کر ڈھانپنا یا چھپانا۔ ارشادِ باری ہے:

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (۶۸/۴۳) اُن کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور اُن پر ذلت چھا رہی ہو گی۔

ماحصل: (۱) اِکْرَاہ: میں دل کی ناپسندیدگی اور زبردستی۔

(۲) جَبْر: میں زبردستی اور اصلاح۔

(۳) قَہْر: میں زبردستی اور دباؤ

(۴) سَخَّرَ: میں زبردستی اور مقصد برآری اور

(۵) رَهِقَ: زبردستی اور چھانا یا چھپانا کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

۳ ـــــ زخم

کے لیے قَرْح[۱] اور جُرُوْح[۲] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ قَرْح: بمعنی پھوڑا پھنسی۔ خارش۔ زخم (ج قروح) یہ اندرونی اثر سے بھی ہو سکتا ہے اور خارجی سے بھی۔ بمعنی پھوڑے پھنسیاں اور ان کی وجہ سے پیدا شدہ زخم (منجد) پھر ان زخموں سے پیدا ہونے والے درد و الم پر بھی قرح کا اطلاق ہوتا ہے (مف) قروح دراصل ایسے زخموں کو کہتے ہیں جن کا اثر جلد تک محدود ہو خواہ جلد چھل جائے یا خراشیں ہوں یا پھوڑے پھنسیاں۔ قرآن میں ہے:

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ اگر تمہیں زخم پہنچے ہیں تو اس قوم (کافروں) کو بھی تو

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ (۳/۱۴۰) ایسے ہی زخم پہنچے ہیں۔

۲۔ جُرُوح : (واحد جرح) جرح بمعنی گھاؤ۔ گہرا زخم۔ ضرباتِ شدیدہ۔ اور جراح بمعنی سرجن زخموں کی چیر پھاڑ کرنے والا (منجد) اور جوارح (واحد جارحۃ) بمعنی شکار کرنے والے جانور یا پرندے (فل ۱۶) جو شکار میں گہرا زخم کر کے اسے ادھ موا کر دیتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ۔ (۵/۴۵) اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ہے ان کے برابر۔

ماحصل : قرح ایسا زخم جس کا اثر جلد تک محدود ہو اور جرح گہرے زخم کو کہتے ہیں۔

زلزلہ کے لیے دیکھیے ——— "کانپنا"

۴ ——— زمانہ اور اس کی تقسیم

کے لیے دَهْر، عَصْر، قَرْن، حُقْبَة اور رَيْبَ الْمَنُوْن کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دَهْر : زمانۂ کائنات، مدتِ عالم۔ جب سے کائنات شروع ہوئی اس وقت سے لے کر اس کے اختتام تک کا وقت (مف) اور ابن الفارس کہتے ہیں کہ دَهْر میں غلبہ اور قہر کا مفہوم پایا جاتا ہے اور دَهْر کا یہ نام اس لیے ہے کہ وہ ہر چیز پر گزرتا ہے اور اس پر غالب آتا ہے (م۔ل) اور دَهْر کا تعلق مشیتِ الٰہی سے ہے۔ ارشادِ نبوی ہے لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ یعنی دہر کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔ اور دھری وہ شخص جو کائنات کو ابدالآباد سے شمار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی صانع نہیں ہے۔ فرقہ دہریہ مشہور ہے (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (۷۶/۱) زمانے میں ایک ایسا دور بھی آیا ہے جبکہ انسان کوئی قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا۔

یعنی دورانِ دہر ایک ایسا وقت بھی تھا جب انسان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

۲۔ عَصْر : بمعنی (۱) دن کا آخری حصہ۔ (۲) شب و روز۔ روزگار۔ زمانہ (منجد م۔ا) یعنی جب سے دن رات وجود میں آئے اور جب تک موجود رہیں گے۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ معنی یا تعریف محلِ نظر ہے عَصْر کا معنی یہ ہونا چاہیے "بنی نوعِ انسان کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کا عرصہ۔" اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ بنی نوعِ انسان پر عصر کو بطور شاہد بیان فرماتے ہیں۔ اور جب انسان کا وجود ہی نہ تھا تو شہادت کیسی؟ واللہ اعلم بالصواب! ارشادِ باری ہے:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (۱۰۳/۱-۲) عصر کی قسم انسان خسارے میں رہا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ شب و روز تخلیقِ آدم سے مدتوں پہلے وجود میں آ چکے تھے۔

دَهْر اور عصر کی مندرجہ بالا تصریح کے لحاظ سے ان الفاظ کی جمع نہیں ہونی چاہیے لیکن کتبِ لغت میں دَهْر کی جمع دُهُوْر اور عَصْر کی جمع عُصُوْر آتی ہے۔ یہ اس لیے کہ یہ عرفِ عام میں دہر اور

عَصر سے مراد محض ایک طویل زمانہ لے لیا جاتا ہے۔

۳۔ قَرْن: بمعنی سو سال کا عرصہ۔ ایک زمانہ کے لوگ۔ ایک امت کے بعد دوسری امت۔ ایک نسل کے لوگ اور اس کا عرصہ (منجد) گویا قَرْن کا اطلاق کسی ایک دور یا زمانہ پر بھی ہوتا ہے اور اس دور کے لوگوں پر بھی جیسے قَرْیَۃ کا لفظ بستی اور بستی والوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (ج قرون) قرآن میں یہ لفظ کسی دور کے لوگوں کے لیے ہی بالعموم استعمال ہوا ہے۔ جیسے فرمایا:

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی (۲۰/۵۱) فرعون نے موسیٰ سے سوال کیا کہ پہلی امتیں کس حال میں ہیں؟

۴۔ حُقْبَۃ: اسّی سال کا عرصہ یا اس سے زائد مدت۔ طویل مدت، غیر معیّنہ مدت (مف) اور اس کی جمع حُقُب بھی ہے اور اَحْقَاب بھی بمعنی مدتوں۔ اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک یہ لفظ حقیبۃ سے ماخوذ ہے۔ اور حقیبہ چمڑے کے اس تھیلے کو کہتے ہیں جس میں سوار اپنا سامان رکھ کر کاٹھی یا خرجی کے ساتھ رکھ لیتا ہے۔ لہٰذا حقب وقت کا حصہ نہیں بلکہ ظرف کی قسم ہے یعنی وہ زمانہ جس میں اعمال و امور سرانجام پائیں (فق ل ۲۲۴) ارشادِ باری ہے:

حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا (۱۸/۶۱) یہانتک کہ میں دو دریاؤں کے سنگھم پر پہنچ جاؤں، یا پھر مدتوں چلتا رہوں گا۔

۵۔ ان کے علاوہ قرآن میں ایک محاورہ "رَیْبَ الْمَنُوْنِ" بمعنی زمانہ کی گردش بھی استعمال ہوا ہے۔ اور اس سے مراد حوادثِ زمانہ ہے جو عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی کسی پر آفت ارضی و سماوی سے بُرے دن پڑنے کی انتظار (نیز دیکھیے گردش ایام) قرآن میں ہے:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِہٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ (۵۲/۳۰) یا کافر کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے حق میں زمانہ کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔

ماحصل: (۱) دَھر: تخلیق کائنات سے آخر تک کا وقت۔

(۲) عَصر: تخلیقِ انسان سے قیامت تک کا وقت۔

(۳) قَرْن: کوئی ایک دَور یا اس دَور کے لوگ۔

(۴) حُقْبَۃ: طویل مدت۔ اسی سال کا زمانہ یا اس سے زائد۔

(۵) رَیْبُ الْمَنُوْن: حوادثِ زمانہ (نیز دیکھیے "گردشِ ایام")

۵ ــــ زمین اور اس کی اقسام

کے لیے لفظ اَرْض استعمال ہوا ہے یعنی وہ جرم جس پر ہم آباد ہیں۔ اور اس کی ضد سماء (سمو بمعنی آسمان) ہے۔ اَرْض کا لفظ پستی کے معنوں میں بھی آتا ہے اور اسی لحاظ سے سَمَاء بلندی کے معنی میں۔ قرآن میں ہے:

وَلٰکِنَّہٗٓ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ (۷/۱۷۶) مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہوگیا۔

ارض و سماء اسمائے نسبیہ سے ہیں، یعنی ہر چیز اپنے فوق کے لحاظ سے اَرض ہے اور وُہی چیز اپنے ماتحت کے لحاظ سے سَماء ہے بجز سب سے اُوپر کے آسمان کے کہ وُہ ارض نہیں بنتا۔

قرآن میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (۶۵/۱۲) — اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان بنائے اور ویسی ہی زمینیں۔

تو یہاں اَرض کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں باقی سب مقامات پر سات آسمانوں کے ساتھ ایک زمین کا ذکر فرمایا ہے۔

پھر اَرض کا لفظ کسی ایک ہی چیز کے نچلے حصہ کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور سَماء کا اس کے اُوپر کے حصہ کے لیے۔ لیکن اس کی مثال قرآن میں نہیں ہے۔

زمین کی بڑی بڑی دو اقسام ہیں۔ (۱) برّ (۲) بحر۔

۱۔ بَرّ: بمعنی زمین کا وُہ حصہ جو خشک ہے اور اس پر انسان یا دوسرے خشکی کے جانور آباد ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ اور یہ حصہ کل سطحِ زمین کا چوتھا حصہ ہے۔

۲۔ بَحر: زمین کا وُہ حصہ جو زیرِ آب ہے یعنی جس حصہ پر سمندر واقع ہیں۔ اور یہ حصہ رقبہ کے لحاظ سے خشکی کے حصہ سے تین گنا زیادہ ہے۔ اس حصہ میں صرف آبی جانور ہی زندہ رہ سکتے ہیں اور بحر سے مراد وُہ دریا اور نہریں بھی ہیں جو خشکی میں بہتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ (۱۰/۲۲) — وہی تو ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلنے پھرنے اور سَیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

اور خشکی کی مختلف اقسام جو قرآن میں مذکور ہوئی ہیں وُہ یہ ہیں:
جُرُز، سہُول، سَاهِرَة، صَعِیْد، قِیْعَة (قوع) صَفْصَف، عَرَاء (عری) زَلَق، صَفْوَان (صفو) فَجْوَة (فج) صَلْدًا، سَاحَة (سیح) رَبْوَة (ربو)، نَجْد، رِیْع، وَادِی، مَوَاطِن اور جُدَد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جُرُز: جَرَزَ بمعنی کاٹنا اور سَیْفٌ جُرَازٌ بمعنی کاٹنے والی تلوار (م۔ل) اور اَرْضُ الْجُرُز بمعنی خشک، بنجر اور ناقابلِ کاشت زمین۔ ایسی زمین جہاں بارش بہت کم ہوتی ہو (ف ل ۲۶۶،۷۰)

ارشادِ باری ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ (۳۲/۲۷) — کیا وُہ نہیں دیکھتے کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی کو رواں کرتے ہیں۔ پھر اس میں سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے اُن کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وُہ خود بھی۔

۲۔ سُہُول: (سہل کی جمع) نرم اور ہموار زمین۔ میدانی حصے (منجد) قرآن میں ہے:

تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا (۷/۷۴) — تم نرم زمین پر محل بناتے ہو۔

۳۔ سَاهِرَة : بمعنی زمین یا سطح زمین (منجد) ایسی زمین جہاں بکثرت آمد و رفت ہو (مف) ارشادِ باری ہے :

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (۷۹/۱۴) — وہ بس ایک ڈانٹ ہی ہو گی جس سے وہ سب (مُردے) فوراً سطح زمین پر آ جائیں گے

۴۔ صَعِيْد : صَعَدَ بمعنی چڑھنا۔ اور صَعِيْد بمعنی زمین کا بالائی حصہ۔ بالائی سطح اور اس پر موجود گرد و غبار جو اوپر چڑھ جاتا ہے (مف) ہر ہموار زمین صَعِيْد ہے (فل ۱۶) اور بمعنی وجہ الارض زمین کے اُوپر کی مٹی اور گرد و غبار وغیرہ (م۔ل) ارشادِ باری ہے :

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (۵/۶) — پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔

۵۔ قِيْعَة اور قَاعًا (قوع) بمعنی کھلا میدان (م۔ل) قرآن میں ہے :

اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً (۲۴/۳۹) — اُن کے اعمال ایسے ہیں جیسے میدان میں ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔

۶۔ صَفْصَف : بمعنی مستوی اور ہموار میدان (فل ۲۶۴) قرآن میں ہے :

فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا (۲۰/۱۰۶) — پھر وہ زمین کو کھلا اور ہموار میدان بنا چھوڑے گا جس میں نہ تم کچھ کجی (پستی) دیکھو گے اور نہ ٹیلا (بلندی)

۷۔ عَرَاء : عَرَا بمعنی ننگا ہونا۔ اور عراء ایسے میدان کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز آڑ کے لیے نہ ہو (مف) چھوٹا صحرا (فل ۲۶) قرآن میں ہے :

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ (۳۷/۱۴۵) — پھر ہم نے اس (حضرت یونسؑ) کو چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھے۔

۸۔ زَلَق : بمعنی پھسلنا۔ اور صَعِيْدًا زَلَقًا بمعنی چکنی زمین۔ جہاں سے انسان پھسل جائے۔ قرآن میں ہے :

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا (۱۸/۴۰) — یا میرا رب تیرے اس باغ پر آسمان سے کوئی بگولا بھیج دے تو وہ صاف میدان ہو جائے۔

۹۔ صَفْوَان : بمعنی صاف سطح کی چھوٹی چٹان۔ سِل۔ پتھریلی زمین اور

۱۰۔ صَلْدًا : بمعنی ٹھوس اور چکنا پتھر۔ رَاْسٌ صَلْدٌ گنجا سر اور صَلْدٌ بمعنی خشک پتھر (ف ل ۴۵) قرآن میں ہے :

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا (۲/۲۶۴) — اس مال کی مثال ایسی ہے کہ ایک چٹان پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو، اس پر زور کا مینہ برسے جو اسے صاف کر ڈالے۔

۱۱۔ فَجْوَۃ : دو پہاڑوں کے درمیان کھلا میدان ۔ وادی ۔ اور جو راستہ اس میدان میں سے گزرتا ہو اسے فَجّ کہتے ہیں (منجد ۔ م ل) قرآن میں ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ (۱۸/۱۷)

اور تُو دیکھے کہ جب سورج نکلتا ہے تو اُن کی غار سے دائیں کو بچ کر نکل جاتا ہے، اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں کو کترا جاتا ہے ۔ اور وُہ ایک کھلے میدان میں ہیں ۔

۱۲۔ سَاحَۃ : گھروں سے ملحقہ یا نزدیک فراخ جگہ ۔ آنگن ۔ صحن ۔ پارک وغیرہ ۔ مل بیٹھنے کی جگہیں ۔ قرآن میں ہے:

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۔ (۳۷/۱۷۷)

کیا وُہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کرتے ہیں پھر جب عذاب ان کے آنگنوں میں اترا تو جن کو ڈر سنایا گیا تھا اُن کا بڑا حال ہو گیا (جالندھریؒ)

بُری صبح ہو گی ڈرائے ہوؤں کی (عثمانیؒ)

۱۳۔ رَبْوَۃ : رَبَا بمعنی بڑھنا ۔ پھلنا پھولنا ۔ اور رَبْوَۃ بمعنی اُبھری ہوئی زمین (فل ۲۶۶) عام سطح سے تھوڑی بلند اور شاداب زمین ۔ قرآن میں ہے:

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ (۲/۲۶۵)

اس کی مثال ایک ایسے باغ کی ہے جو اُونچی جگہ پر ہو ۔ اس پر مینہ پڑے تو دُگنا پھل لائے ۔

۱۴۔ نَجْد : بمعنی گھاٹی ۔ عام سطح زمین سے بلند اور سخت جگہ (ف ل ۲۶۷ مف) نیز نجد اُس راستے کو بھی کہتے ہیں جو گھاٹی پر چڑھتا یا اترتا ہو ۔ قرآن میں ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (۹۰/۱۰)

اور دکھلائی ہم نے اسے دو گھاٹیاں (عثمانیؒ)

اور اس کو دونوں راستے بھی دکھا دیے (جالندھریؒ)

۱۵۔ رِیْع (ریعۃ کی جمع) ایسی زمین جو رَبْوَۃ سے اونچی ہو (فل ۲۶۷) اور سخت ہو ۔ ارشادِ باری ہے:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ (۲۶/۱۲۸)

کیا بھلا تم ہر اُونچی جگہ پر عبث نشان تعمیر کرتے ہو ۔

۱۶۔ وَادِی : ایسی ڈھلوان جگہ جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہو ۔ وسیع اور کشادہ ہو ۔ اور پہاڑوں پر جو بارش وغیرہ کا پانی نیچے آتا ہے وُہ بھی اس میں بہتا ہو ۔ پھر اس وادی میں بہنے والے نالہ کو بھی وادی (جمع اَوْدِیَۃ) کہہ دیتے ہیں ۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ (۱۴/۳۷)

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو ایسے میدان میں لا بسایا ہے جہاں کھیتی نہیں ۔

۱۷۔ مَوَاطِن : وَطَنَ بمعنی اقامت کرنا ۔ اور وَطَن بمعنی انسان کی سکونت کی جگہ خواہ وُہ وہاں پیدا ہُوا ہو یا نہ پیدا ہوا ہو ۔ اور مَوْطِن (ج مَوَاطِن) کے معنی وطن بھی اور لڑائی کا میدان بھی ۔ اور مِیْطَان اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے گھوڑ دوڑ کے لیے گھوڑے چھوڑے جائیں ۔ (منجد)

ارشادِ باری ہے:

لَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىۡ مَوَاطِنَ كَثِيۡرَةٍ (۹/۲۵) — اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہت سے میدانوں میں مدد دی ہے۔

۱۸۔ جُدَد: جَدَّ بمعنی کسی چیز کا نیا ہونا، کسی چیز کو کاٹنا۔ جَادَّة بمعنی شاہراہ۔ سڑک کا بیچ اور جَلَد بمعنی ہموار اور سخت زمین۔ اور جُدَّة بمعنی نشان طریقہ (ج جُدَد) (منجد) گویا جُدَّہ سخت اور ہموار زمین کے ایسے قطعہ کو کہتے ہیں جو صاف طور پر الگ اور کٹا ہوا نظر آ رہا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا وَغَرَابِيۡبُ سُوۡدٌ (۳۵/۲۷) — اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگ کے قطعات ہیں اور (بعض) سیاہ کالے ہیں۔

ماحصل: (۱) جُرُز: خشک اور بنجر زمین۔

(۲) سَهُوۡل: نرم زمین۔

(۳) سَاهِرَة: روئے زمین یا سطح زمین۔

(۴) صَعِيۡد: زمین کے اوپر کی خشک مٹی جو اڑتی پھرتی ہے۔

(۵) قِيۡعَة: کھلا میدان۔

(۶) صَفۡصَف: ہموار اور مستوی میدان۔

(۷) عَرَاء: چٹیل میدان جس میں کوئی آڑ نہ ہو۔

(۸) زَلَق: چکنا میدان۔ پھسلا دینے والی زمین۔

(۹) صَفۡوَان: سل۔ صاف سطح کی چھوٹی چٹان۔

(۱۰) صَلۡدًا: چکنا اور خشک پتھر۔

(۱۱) فَجۡوَة: دو پہاڑوں کا درمیانی میدان۔

(۱۲) سَاحَة: گھروں سے ملحق یا نزدیک کھلی جگہ۔

(۱۳) رَبۡوَة: عام سطح زمین سے تھوڑی بلند اور شاداب زمین۔

(۱۴) نَجۡد: گھاٹی۔ بلند اور سخت زمین۔

(۱۵) رِيۡع: ربوہ سے قدرے بلند زمین۔

(۱۶) وَادِي: پہاڑوں کے درمیان گھری ہوئی فراخ جگہ جہاں پانی بہتا ہو۔

(۱۷) مَوَاطِن: لڑائی کے میدان۔

(۱۸) جُدَّة: سخت اور ہموار زمین کا الگ تھلگ نظر آنے والا قطعہ۔

۶۔ زمین بوس کرنا

کے لیے دَكَّ اور دَمۡدَمَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ دَكَّ: کے معنی میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) کوٹنا (۲) ہموار کر دینا (م ل) یعنی کسی چیز کو کوٹ کر اور ریزہ ریزہ کر کے اسے زمین کی سطح کے برابر کر دینا (مف) ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (۷/۱۴۳) — پھر جب موسیٰؑ کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوار ربانی نے) اسے ڈھا کر برابر کر دیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

اِذَا دُكَّتِ الۡاَرۡضُ دَكًّا دَكًّا (۸۹/۲۱) — جب زمین کوٹ کوٹ کر درست کر دی جائے گی (عثمانی)

۲۔ دَمۡدَمَ: دَمۡدَمَ الشَّيۡءَ بمعنی کسی چیز کو زمین سے چپکانا۔ اور دَمۡدَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ بمعنی اللہ تعالیٰ نے

انہیں ہلاک کر ڈالا (منجد) اور دَیْمُوْمَۃ بمعنی صحرا۔ ریگستان (مف) ارشادِ باری ہے:

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا (۹۱/۱۴) — تو اللہ نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور اُن کو ہلاک کر کے برابر کر دیا۔

ماحصل: (۱) دَکَّ: بے جان اشیاء کو کوٹ کاٹ کر زمین بوس کر دینا۔

(۲) دَمْدَمَ: عذاب کے ذریعہ ہلاک کر کے ملیامیٹ کر دینا۔

۷۔ زنجیریں

کے لیے سَلَاسِل (سل)، اَغْلَال، اَنْکَال اور اَصْفَاد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَلَاسِل: (واحد سلسلہ) سَلَّ بمعنی ایک چیز سے دوسری چیز کو کھینچ لینا جیسے نیام سے تلوار کو سونتنا۔ اور سلسلہ بمعنی زنجیر جس کی ایک کڑی سے دوسری کڑی نکلی چلی جاتی ہے (مف) اور تسلسل بمعنی ایک چیز کا دوسری سے مربوط ہوتے چلے جانا۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ (۶۹/۳۲) — پھر ایک زنجیر سے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے، اسے جکڑ دو۔

۲۔ اَصْفَاد: (واحد صَفَد اور صِفَاد) بمعنی لوہے کا طوق یا زنجیر جس سے قیدیوں کو جکڑا جاتا ہے۔ (مف) اور صَفَدَ بمعنی باندھنا۔ قید کرنا۔ اور اَصْفَدَ بمعنی قید کرنا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ (۳۸/۳۸) — اور دوسرے جنوں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

۳۔ انکال: (واحد نکل) نکل جانور کی بیڑی اور لوہے کے لگام کو کہتے ہیں جو اسے قابو میں رکھتے ہیں (مف) اور بمعنی کڑا یا کالوہا (م۔ق) اور "نکال" ایسی عبرتناک سزا کو کہتے ہیں جس سے کسی کو نتھ پڑ جائے۔ اور نَکَّلَ بمعنی کسی کو عبرت ناک سزا دینا یا کسی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالنا یا لگام دینا۔

ارشادِ باری ہے:

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا (۷۳/۱۲) — بیشک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ ہے۔ اور گلوگیر کھانا اور دردناک عذاب ہے۔

۴۔ اَغْلَال: واحد غُل۔ اور اس کی جمع غلول بھی آتی ہے۔ اور غُلّ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی کے اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے (مف) اور اس کا اطلاق ہتھکڑی، بیڑیاں اور طوق سب پر ہوتا ہے۔ اور غَلَّ بمعنی ہتھکڑی یا طوق ڈالنا (منجد) اور زنجیر تو ان سب کے ساتھ ہوتی ہی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا (۷۶/۴) — ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

ماحصل: (۱) سَلَاسِل: زنجیریں معروف لفظ ہے۔

(۲) اَصْفَاد : بمعنی طوق یا زنجیر۔
(۳) اَنْکَال، لگام، کڑیالہ۔ بیڑیاں۔
(۴) اَغْلَال، اعم ہے اور سب معنوں میں آتا ہے خواہ ہتھکڑی ہو یا بیڑیاں یا طوق۔

۸ ـــــ زندہ کرنا

کے لیے اَحْیَا۔ بَعَثَ اور اَنْشَرَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَحْیَا، حَیِیَ بمعنی جینا۔ زندہ رہنا۔ اور اَحْیَا (ضد اَمَاتَ) بمعنی مردے کو زندہ کرنا معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ (۲/۷۳)	اسی طرح خدا مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے۔

۲۔ بَعَثَ: بنیادی طور پر اس میں دو معنی پائے جاتے ہیں (۱) اٹھانا ۔ اُبھارنا (۲) تنہا روانہ کرنا اور جب اس لفظ کا استعمال مُردوں سے متعلق ہو جو قبروں میں پڑے ہیں تو اس کا مطلب انھیں قبروں میں زندہ کرکے اٹھانا اور میدانِ محشر کی طرف چلانا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ (۲۲/۷)	اور بیشک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو، جو قبروں میں ہیں جلا اٹھائے گا۔

۳۔ اَنْشَرَ: نَشَرَ کا بنیادی معنی پھیلانا ہے (ضد طوی) اور نشر المیّت نشورا کے معنی میت کے ازسرِنو زندہ ہونے کے ہیں (مف) اور اِلَيْهِ النُّشُوْرُ میں زندہ ہونا۔ اٹھنا اور پھیلنا تینوں معنی پائے ہیں یعنی لوگ زندہ ہو کر پھیل جائیں گے اور اس کی طرف روانہ ہوں گے۔ اور اَنْشَرَ کے معنی زندہ کرکے میدانِ محشر میں پھیلانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (۸۰/۲۲)	پھر اللہ نے اس انسان کو موت دی پھر قبر میں دفن کرایا۔ پھر جب چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔

ماحصل: (۱) اَحْیَا: کسی بھی مردے کو زندہ کرنا۔ اس کا استعمال عام ہے۔
(۲) بَعَثَ: قبر میں پڑے ہوئے مردوں کو زندہ کرنا اور اٹھانا۔
(۳) اَنْشَرَ: زندہ کرنا۔ اٹھانا اور پھیلانا۔

۹ ـــــ زندہ ہونا ـــ رہنا ـــ رکھنا

کے لیے حَیِیَ (حَیَّ) عَاشَ اور اِسْتَحْیَا کے الفاظ قرآن میں پائے جاتے ہیں۔

۱۔ حَیِیَ بمعنی جینا۔ زندہ رہنا۔ اور حیٰوۃ بمعنی زندگی۔ یہ لفظ بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ حیوانات تو زندہ ہیں ہی، موجودہ تحقیق یہ ہے کہ جمادات میں بھی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ، فرشتے

اور جن بھی زندہ ہیں۔ لہٰذا اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ اور حیؔ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو زندہ ہے قرآن میں ہے:

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (۲۳/۳۷) — (کافر کہتے ہیں) زندگی تو یہی ہماری دُنیا کی زندگی ہے (اسی میں) ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم پھر اٹھائے نہیں جائیں گے۔

۲۔ عَاشَ: بمعنی زندہ رہنا۔ اور عَیْش اس زندگی کو کہتے ہیں جو حیوانات میں پائی جاتی ہے۔ یعنی جو جاندار کھا پی کر زندہ رہ سکیں اس کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ گویا یہ لفظ حَیِیَ سے اخص ہے اور مَعِیْشَت (ج مَعَایِش) بمعنی سامانِ زیست (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ (۷/۱۰) — اور ہم نے زمین تمہارا ٹھکانا بنایا اور اس میں تمہارے لیے زندگی کا سامان پیدا کیا۔

۳۔ اِسْتَحْيَا: حَیِیَ سے مصدر حیوۃ بھی ہے۔ اور حَیَاء (بمعنی شرم بھی) اور اِسْتِحْيَاء بمعنی شرم کرنا بھی اور زندہ رکھنا یا زندہ چھوڑنا بھی (منجد) ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال اس وقت ہو گا جب مقابلہ میں کسی دوسرے کو مارا جا رہا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ (۲/۴۹) — (آلِ فرعون) تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔

ماحصل: (۱) حَیِیَ: ہر جاندار چیز کا جینا۔

(۲) عَاشَ: ایسے جاندار کا جینا جس کی زندگی کا انحصار کھانے پینے پر ہو۔

(۳) اِسْتِحْيَاء: کسی دوسرے کو زندہ رہنے دینا۔

زیادہ ہونا ــ کرنا کے لیے دیکھیے ــ بڑھنا اور بڑھانا

زیادتی کرنا کے لیے دیکھیے ــ حد سے بڑھنا

۱۰ ــ زینت

کے لیے زِیْنَۃ[۱]، زُخْرُف[۲]، رِیْش[۳]، زَهْرَة[۴] اور جَمَال[۵] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ زِیْنَۃ: بمعنی آرائش کرنا۔ سجانا۔ خوبصورت بنانا۔ زیب و زینت معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح بدنی اور خارجی زینت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں دیکھیے:

(۱) خارجی کی مثال:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ (۲۸/۷۹) — تو (ایک روز) قارون بڑے تزک و احتشام سے اپنی قوم کے سامنے نکلا۔

(۲) بدنی کی مثال:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (۷/۳۲) — آپ اُن سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے جو زینت (کا سامان) بنایا ہے اسے کس نے حرام کیا؟

(۳) معنوی کی مثال:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۶/۴۳) — اور جو کام وُہ کرتے تھے شیطان اُن کو (ان کی نظر) میں آراستہ کر دکھاتا تھا۔

۲- زُخْرُف: بمعنی (۱) ظاہری سجاوٹ۔ ملمع سازی وُہ زینت جو ملمع سازی سے حاصل ہو (مف) زخرف الکلام بمعنی کلام کو جھوٹ سے آراستہ کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶/۱۱۲) — (وُہ شیطان) دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں ڈالتے تھے۔

اور (۲) بمعنی نباتات کے مختلف رنگ و رُوپ (منجد) بہار اور نکھار۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا (۱۰/۲۴) — یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوشنما اور آراستہ ہو گئی۔

۳- رِيْش: ریش الطائر بمعنی پرندوں کے پر۔ خصوصاً بازوں کے پر (مف) اور رَیّاش بمعنی تیروں پر پرندوں کے پر لگانے والا (منجد) چونکہ پرندوں کے پر بمنزلہ لباس کے ہوتے ہیں لہٰذا یہ لفظ استعارۃً فاخرانہ لباس کے لیے استعمال ہونے لگا۔ آرائش کے کپڑے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا (۷/۲۶) — اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری، تاکہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کی) زینت بنے۔

۴- زَهْرَة: خوشنمائی۔ چمک دمک۔ ٹیپ ٹاپ (منجد) اور زھرۃ الدنیا بمعنی دنیا کی ظاہری چمک اور رونق (منجد) اس لفظ کا اطلاق عموماً اس بے ثبات دُنیا کی خوشنمائی اور رنگینیوں پر ہوتا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۲۰/۱۳۱) — اور تمہاری آنکھیں ادھر متوجہ نہ ہونی چاہئیں جو ہم نے دنیوی زندگی کی زینت کا سامان طرح طرح کے لوگوں کو فائدہ اٹھانے کو دیا ہے۔

۵- جَمَال: کا لفظ کسی چیز کے (۱) ظاہری حسن (۲) سیرت کی خوبی (۳) ماحول کی آرائش و خوبصورتی سب طرح استعمال ہوتا ہے (فق ل ۲۱۷) قرآن میں یہ لفظ مؤخر الذکر دونوں معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ اپنی اصل کے لحاظ سے اس کا معنی افعال، اخلاق اور ظاہری اعمال میں اچھائی ہے۔ بعد میں یہ لفظ ظاہری حسن پر بھی استعمال ہونے لگا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ — اور جب تم شام کو چوپایوں کو جنگل سے لاتے ہواور

حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (۱۶/۶) صبح جب چرانے لے جاتے ہو تو اس میں تمہارے لیے زینت ہے۔

ماحصل: (۱) زِیْنَۃ: کا لفظ سجاوٹ اور آرائش کے لیے عام ہے۔

(۲) زُخْرُف: ملمع سازی سے حاصل کردہ زینت۔

(۳) رِیْش: لباس فاخرانہ اور آرائش سے حاصل شدہ زینت۔

(۴) زُھْرَۃ: دنیا کی دلفریبیوں اور رنگینیوں کے لیے۔

(۵) جَمَال: ظاہری حسن اور کردار کی خوبی اور ماحول کی آرائش و زینت سب طرح مستعمل ہے۔

زینت دینا" کے لیے دیکھیے ——— "مزین کرنا"
"زینہ" کے لیے دیکھیے ——— "سیڑھی"

۱۔۔۔۔۔ ساتھ

کے لیے مَعَ اور بِ (مکسور) استعمال ہوتے ہیں۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مَعَ مصاحبت کے لیے آتا ہے۔ جیسے اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا (۱۲/۱۲) (کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے جبکہ باقی صورتوں میں بِ آتا ہے، جیسے اَسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (۲/۴۵) (صبر اور نماز کے ساتھ (اللہ سے) مدد مانگو یا جیسے فَاضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ۔ (۲/۶۰) (اپنی لاٹھی سے (کے ساتھ) پتھر کو مارو یعنی اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔

۲۔۔۔۔۔ ساتھی

کے لیے صَاحِب، عَشِيْر، قَرِيْن اور اَزْوَاج کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ صَاحِب: بمعنی عرصہ دراز تک ساتھ رہنے والا، خواہ یہ مصاحبت کسی انسان سے ہو یا حیوان سے اور خواہ یہ مصاحبت زمانی ہو یا مکانی (مف) اور ابن الفارس کے نزدیک صَحِبَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) مقارنۃ اور (۲) مقاربۃ یعنی قرین بھی ہو اور قریب یا ساتھ بھی رہتا ہو (م۔ل) (ج اَصْحَاب اور مؤنث صَاحِبَة) اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک اس لفظ کا استعمال آدمیوں سے مخصوص ہے (فق ل ۲۲۵) ارشادِ باری ہے:

اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹/۴۰) — جب وہ دونوں (رسول اکرمؐ اور ابوبکرؓ) غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) سے کہہ رہے تھے، غم نہ کیجئے، ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔

۲۔ عَشِيْرَة: انسان کے باپ کی طرف سے مشتمل رشتہ داروں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ خاندان کے آدمی۔ اور عَاشَرَ بمعنی یوں اکٹھے مل جل کر گزر اوقات کرنا جیسے ایک خاندان کے لوگ رہتے ہیں۔ اور عَشِيْر ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو مل جل کر رہے خواہ وہ رشتہ دار ہو یا اجنبی (مف) ارشادِ باری ہے:

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ — وہ ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کا نقصان فائدہ سے زیادہ قریب ہے۔ ایسا دوست بھی برا اور ایسا

اَلْعَشِیْرُ (۲۲/۱۳) ہم صحبت بھی بُرا۔

۳۔ قَرِیْن: بمعنی ہم عمر۔ اور ہر وہ شخص جو بہادری، قوّت یا دُوسری صفات میں ہم سر اور ہم پلہ ہو اور اس کا استعمال غیر جاندار میں بھی ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے "دوست"۔

۴۔ اَزْوَاج: زَوْج بمعنی جوڑا، خاوند۔ بیوی۔ دونوں ایک دوسرے کے بھی زَوْج ہیں اور مل کر بھی زَوْج ہی ہیں (ج ازواج) یہ لفظ قرآن میں ایک مقام پر قَرِیْن (ساتھی یا ہم جنس) کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ یعنی ایک دوسرے سے ملتے جلتے لوگ۔ تفصیل "مختلف" میں دیکھیے۔

ارشادِ باری ہے:

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (۳۷/۲۲) جو لوگ ظلم کرتے تھے، ان کو اور ان کے ساتھیوں کو، اور جن کی وہ پُوجا کرتے تھے (سب کو) جمع کرلو۔

ماحصل: (۱) صَاحِب: عرصہ دراز تک ساتھ رہنے والا۔

(۲) عَشِیْر، وُہ شخص جو ایسے مل جل کر رہے جیسے ایک خاندان کے لوگ۔ اور

(۳) قَرِیْن: بمعنی ہم پلہ و ہمسر، ہم عمر

(۴) اَزْوَاج: بمعنی ہم جنس۔ عادات و اطوار میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے لوگ۔

ساکن ہونا کے لیے دیکھیے "ٹھہرنا"

سال ــــ ۳

کے لیے عَام (عوم)، سِنِیْن (سنو)، حَوْل اور حِجَج کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَام: (ج عوام) وہ سال جس میں وسعت اور فراوانی ہو (مف) خیر و عافیت کا سال۔ قرآن میں ہے،

ثُمَّ يَأْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ (۱۲/۴۹) پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں خوب بارش ہوگی اور (پھلوں کی کثرت کی وجہ سے) لوگ رس نچوڑیں گے۔

اور اسی لحاظ سے عَام کا لفظ بطور دُعا بھی استعمال ہوتا ہے۔ عید کے موقعہ پر اہل عرب ایکدوسرے کو عید مبارک کی بجائے اَنْتُمْ وَكُلَّ عَامٍ بِخَيْرٍ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کرے تمہارا یہ سال خیر و عافیت سے گزرے۔

۲۔ سَنَۃ (جمع سِنِیْن) سختی کا سال۔ تکلیف، خشک سالی اور قحط سالی کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ (۷/۱۳۰) اور ہم نے فرعون والوں کو کئی سال تک قحط میں مبتلا رکھا۔

اور آیت:

فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ اور حضرت نوحؑ ان میں پچاس برس کم ہزار سال

عَامًا (۲۹/۱۴) رہے۔

میں سے ساڑھے نو سو سال جو حضرت نوحؑ کے قوم سے مخالفت اور تکلیف میں گزرے، انہیں لفظ سنین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور نبوت سے پیشتر کے پچاس سال کو، جن میں کچھ جھگڑا اور پریشانی نہ تھی، لفظ عام سے۔

تقویم یا وقت اور زمانہ کا حساب رکھنے کے لیے سنۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ خوشحالی کے ایام تنگی ترشی اور پریشانی سے بالعموم کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُورًا وَّقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ (۱۰/۵)

وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرسکو۔

۳۔ حَوْل: حَالَ بمعنی ایک حالت سے دوسری حالت بدلنا (حَال ج حَالَات) حالات الدھر بمعنی گردش ہائے ایام۔ انقلاباتِ زمانہ۔ اور حال الحول بمعنی سال کا عرصہ گزر جانا (منجد) اور حَوْل بمعنی سال کا پورا چکر یعنی کسی سال کی ایک معینہ تاریخ سے لے کر اگلے سال کی اسی تاریخ کا عرصہ حَوْل ہے۔ زکوٰۃ بھی حَوْل کے حساب سے ادا کی جاتی ہے۔ اور رضاعت اور طلاق میں بھی حَوْل ہی کا حساب رکھا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ (۲/۲۴۰)

وہ (متوفی شوہر) اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالی جائیں۔

۴۔ حِجَج: (واحد حِجَّة) حَجَّ بمعنی بار بار آنا جانا۔ بکثرت آمد و رفت رکھنا (منجد) حَجّة، حَجّ سے اسم مرّہ ہے۔ اور چونکہ حج سال میں ایک بار ہوتا ہے لہٰذا سال کو حج کہہ دیا جاتا ہے (م۔ل، م۔ق) قرونِ اولیٰ میں باقاعدہ کیلنڈر اور ایام، ماہ و سال کا حساب تو ہوتا نہیں تھا۔ لہٰذا عام لوگ حجوں کے حساب سے ہی سالوں کی گنتی کر لیا کرتے تھے۔ قرآن میں ہے:

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ (۲۸/۲۷)

میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے کسی ایک کا تجھ سے نکاح کر دوں، بشرطیکہ تم میرے پاس آٹھ سال کام کرو۔

ماحصل: (۱) عَام: خیر و عافیت کا سال۔

(۲) سَنَة: خشک سالی اور قحط سالی کا سال۔

(۳) حَوْل: کسی معینہ تاریخ سے سال کا پورا چکر۔ قمری حساب سے۔

(۴) حِجَج: سال گننے کا موٹا موٹا طریق۔

۴۔ سامان

کے لیے عَرَض، مَتَاع، اَثَاث، رَحل، وِعَاء (وعی)، جَھَاز، زَاد (زود) اَسْلِحَة، عُدَّة، نَعْمَة، رِیش، بِضَاعَة، مَاعُون (معن) حِذر اور مَعَایِش کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ عَرَض: بمعنی ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو"(مف) اور بمعنی دنیا کے سامان میں سے ہر چیز عَرَض ہے (فل ۱٦) جب دنیا اور اس کے سرو سامان کی بے ثباتی اور ناپیداری کا پہلو نمایاں کرنا مقصود ہو تو عرض کا لفظ استعمال ہوگا، دنیائے دُون کے ہیچ قسم کے فائدے اور مال و اسباب۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ (۴/۹۴)	اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دُنیا کی زندگانی کا فائدہ حاصل کرو، سو خدا کے نزدیک بہت سی غنیمتیں ہیں۔

۲۔ مَتَاع: (ج اَمْتِعَة) مَتَعَ بمعنی عرصہ دراز تک فائدہ اٹھانا (مف) اور مَتَاع ہر کار آمد چیز یا ہر چیز کا اتنا حصہ جو فائدہ دے سکے۔ فائدہ۔ استعمال۔ سامانِ دنیا سے بہرہ مند ہونا۔ جب سامانِ دُنیا اور اس سے فائدہ اٹھانے کا پہلو اُجاگر کرنا مقصود ہو تو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (۲/۳٦)	اور تمہارے لیے زمین میں ایک مقررہ وقت تک ٹھکانا اور سامانِ زندگی ہے۔

۳۔ اَثَاث: اَثَاثَة کی جمع ہے مگر یہ عموماً جمع ہی استعمال ہوتا ہے اثاث البیت مشہور لفظ ہے بمعنی گھریلو سامان جو استعمال میں آ رہا ہو۔ ضروریاتِ خانہ داری مثلاً برتن، چارپائی، کپڑے فرنیچر وغیرہ۔ یہ سب کچھ اثاث البیت میں شامل ہے۔ پھر یہ لفظ ہر قسم کے فراواں اور فالتو قسم کے مال پر بھی بولا جانے لگا۔ اور بمعنی فروخت خانہ اور کباڑ خانہ بھی استعمال ہوتا ہے (مف) نیز وہ جانور یا غلام جو کسی کی ملکیت اور ذاتی استعمال میں ہوں وہ بھی اثاث البیت میں شامل ہیں۔ مثلاً گھوڑا، گائے اونٹ وغیرہ۔ (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا (۱۹/۷۴)	ان سے پہلے ہم کئی امتیں ہلاک کر چکے ہیں جو سامان اور نمود کے لحاظ سے ان سے کہیں اچھے تھے۔

۴۔ رَحل، رَحَلَ بمعنی اونٹ پر پالان کسنا (مف) اور بمعنی کوچ کرنا۔ سوار ہونا۔ اور رحل بمعنی سفر میں ساتھ رہنے والا سامان (منجد) "رَحَلَ" کا لفظ سفر پر روانہ ہونے کے لیے بولا جاتا ہے (م۔ل) فرمان

نبویؐ ہے، لَا تَشُدُّوا الرِّحَالَ اِلَّا لِثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ یعنی تین مساجد (بیت اللہ، مسجد نبویؐ اور مسجدِ اقصیٰ) کے سوا کسی جگہ کے لیے (برائے زیارت و اجر و ثواب) اپنے اونٹوں پر پالان مت کسو۔
قرآن میں ہے:

جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ اَخِيْهِ۔ (۱۲/۷۰) حضرت یوسفؑ نے پانی پلانے کا برتن اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا۔

۵۔ وِعَاء: (واحد اَوْعِيَة) وَعٰی بمعنی کسی چیز کو تھیلی وغیرہ میں محفوظ کر کے اوپر سے منہ باندھ دینا اور اَوْعِيَة وُہ سامان ہے جسے کسی ظرف میں رکھ کر اسے بند کر دیا یا مقفل کر دیا جائے (مف)
قرآن میں ہے:

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ۔ (۱۲/۷۶) پھر حضرت یوسفؑ نے (یہ برتن) اپنے بھائی کے سامان (کھرجی یا شلیتہ یا بوری) سے نکال لیا۔

۶۔ جَهَاز: جَهَّزَ بمعنی سامان تیار کرنا، لادنا اور بھیجنا (مف) اور جَهَاز وُہ سامان ہے جو مسافر سفر پر روانہ ہوتے وقت تیار کر کے رکھتا ہے۔ اور تَجْهِيْز وُہ سامان ہے جو میت کو دفن کرنے سے پہلے تیار کیا جاتا ہے۔ اور جِهِيْز وُہ سامان ہے جو لڑکی کو شادی کے موقعہ پر رخصت کرتے وقت والدین ساتھ دیتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ (۱۲/۷۰) پھر جب حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کا سامان تیار کر دیا۔

۷۔ زَاد: زَادَ بمعنی زیادہ ہوا۔ زیادہ۔ ضرورت سے زائد اندوختہ (مف) اور زَاد کا لفظ بالعموم راہ سے متعلق ہے۔ زادِ راہ۔ دورانِ سفر راستہ کا خرچ اور کھانے پینے کا سامان۔ اور المزادہ بمعنی پانی کا مشکیزہ جو دورانِ سفر کام آئے۔ اور اَلْمِزْوَد بمعنی توشہ دان۔ اور تَزَوَّدَ بھی زادِ راہ ساتھ لینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ (۲/۱۹۷) اور زادِ راہ ساتھ لو۔ بلاشبہ بہتر زادِ راہ تو تقوٰی ہی ہے۔

۸۔ اَسْلِحَة: (واحد سلاح) یہ لفظ جنگ یا لڑائی کے ساتھ متعلق ہے۔ بمعنی سامانِ جنگ، آلاتِ حرب و ضرب۔ لڑائی کے ہتھیار۔ اور ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ لڑائی کی جائے یا مدافعت کی جائے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ (۴/۱۰۲) بوقت جنگ مسلمانوں میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہو اور انہیں چاہیے کہ اپنے ہتھیار سنبھالے رکھیں۔

۹۔ عُدَّة (واحد عُدَد) عَدَّ بمعنی تیاری کرنا۔ اور اَعَدَّ اور اِعْتَدَ بمعنی تیار کر رکھنا اور عُدَّة

بمعنی تیاری سے متعلقہ سامان۔ قرآن میں یہ لفظ چونکہ جنگی تیاری کے سلسلہ میں استعمال ہوا ہے لہٰذا اس لفظ کا معنی ہر قسم کی تیاری اور سامان کو بھی شامل ہوگا۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً (۹/۴۶)	اگر ان کا (منافقین کا میدانِ جنگ میں) نکلنے کا ارادہ ہوتا تو اس کے لیے کچھ سامان بھی تیار کرتے۔

۱۰۔ نَعْمَۃ: نَعَمَ بمعنی خوشحالی اور پسندیدہ گزران (م۔ل) اور نَعْمَۃ بمعنی عیش و عشرت کا سامان، سامانِ تعیّش (مف) قرآن میں ہے:

وَنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ (۴۴/۲۷)	اور نعمت کا سامان جن میں وہ عیش کیا کرتے تھے۔

۱۱۔ رِیْشًا: رِیْشُ الطَّائِرِ بمعنی پرندہ کے بازو اور پر۔ اور ریّاش بمعنی تیروں پر پرندوں کے پر لگانے والا (منجد) چونکہ پرندوں کے پر بمنزلہ لباس کے ہوتے ہیں تو اسی نسبت سے رِیْشًا کا لفظ انسان کے فاخرانہ لباس اور اس کی زیب و زینت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ زیب و زینت کا سامان۔ ارشادِ باری ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا (۷/۲۶)	اے بنی آدم، ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہارے ستر ڈھانکتا ہے اور (بدن کی) زینت ہے۔

۱۲۔ بِضَاعَۃ: بمعنی مال کا وافر حصہ جو تجارت کے لیے الگ کر لیا گیا ہو (مف) فروختنی سامان بکاؤ مال۔ اور وہ سرمایہ یا راس المال جو تجارت کے لیے مخصوص کیا جائے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً (۱۲/۱۹)	پانی لانے والے نے کہا، زہے قسمت! یہ تو خوبصورت لڑکا ہے۔ پھر انہوں نے اسے بکاؤ مال سمجھ کر چھپا لیا۔

۱۳۔ مَاعُوْن: اَلْمَعَنُ بمعنی مفید چیز۔ اور مَاعُوْن ہر اس برتنے والی چیز کو کہتے ہیں جو عام لوگوں کے استعمال میں آئے۔ برتنے کی اشیاء۔ گھر میں برتنے کی چھوٹی موٹی چیزیں۔ مثلاً کلہاڑی، ہنڈیا یا دیگر خانگی اشیاء۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ (۱۰۷/۷)	اور وہ لوگ جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیز عاریۃً نہیں دیتے۔

۱۴۔ حِذْر: حَذِرَ بمعنی محتاط اور چوکنا رہنا (م۔ل) اور حِذْر ہر وہ سامان ہے جو بچاؤ اور حفاظت کا کام دے۔ گویا جنگ کے دوران حملہ سے بچاؤ کا ہر سامان حِذْر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ (۴/۱۰۲)	اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تمہیں تکلیف ہو مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ آتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لے لو اپنا بچاؤ۔

۱۵۔ مَعَائِش: (واحد مَعِیْشَۃ) بمعنی سامانِ زیست۔ عاش بمعنی زندہ رہنا۔ جینا۔ اور ہر وُہ سامان زندگی کو برقرار یا بحال رکھنے کے لیے ہو۔ مثلاً خوراک، دانہ، پانی۔ غلہ وغیرہ۔ وُہ معائش کہلائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ (۷/۱۰) — اور ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور تمہارے لیے زندگی کا سامان پیدا کیا۔

ماحصل: (۱) عَرَض: دُنیا اور اس کے سامان کی بے ثباتی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(۲) مَتَاع: ہر وُہ سامان جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

(۳) اَثَاث: گھر کا متفرق سامان۔ ضروریاتِ خانہ۔

(۴) رَحْل: سفر میں ساتھ رہنے والا سامان۔

(۵) وِعَاء: ہر وُہ سامان جو منہ بند یا مقفل ہو۔

(۶) جَهَاز: ہر وُہ سامان جو روانہ ہونے تک تیار کیا جائے خواہ زاد ہو یا رحل۔

(۷) زَاد: دورانِ سفر خورد و نوش کا سامان۔

(۸) اَسْلِحَة: آلاتِ حرب وضرب۔

(۹) عُدَّة: جنگی تیاری اور اس سے متعلقہ ہر قسم کا سامان اور تیاری۔

(۱۰) نِعْمَة: سامانِ تعیّش۔

(۱۱) رِیْش: فاخرانہ لباس اور اس کے متعلقات۔

(۱۲) بِضَاعَة: فروختنی سامان یا سرمایہ۔

(۱۳) مَاعُوْن: عام استعمال کی چھوٹی چھوٹی گھریلو اشیاء۔

(۱۴) حِذْر: اپنے بچاؤ کا سامان۔

(۱۵) مَعَايِش: سامانِ زیست اور لوازماتِ زندگی۔

۵۔۔۔ سامنے آنا

کے لیے اَقْبَلَ اور بَرَزَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَقْبَلَ: قَبَلَ الْمَكَان بمعنی کسی جگہ کی طرف رُخ کرنا۔ اور قابل دو چیزوں کا آمنے سامنے یا بالمقابل ہونا۔ مقابلہ کرنا اور قَبَّلَ بمعنی بوسہ دینا۔ اور اَقْبَلَ بمعنی کسی کی طرف رُخ کرکے اُس کے سامنے ہونا یا آجانا۔ رُو در رُو ہونا۔ سامنے سے آنا (منجد) قرآن میں ہے:

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ (۱۲/۷۱) — اور ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے؟

۲۔ بَرَزَ: بَرَز بمعنی فضا اور کھلا میدان۔ اور بَرَزَ بمعنی نکل کر کھلے میدان میں آجانا (مف) اور

بمعنی گمنامی اور پوشیدگی کے بعد ظاہر ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے :

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا (۱۴/۲۱) اور (قیامت کے دن) سب لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

۶ ـــــ سانپ

کے لیے حَیَّةٌ (حوی) جَآنٌّ اور ثُعْبَانٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- حَیَّةٌ : اسم جنس ہے۔ ہر قسم کا سانپ۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے (فل ۶۰،۱) اور صاحب منجد کے نزدیک حَیَّۃ بمعنی کنڈلی مارنے والا سانپ۔ اور حَوَایَا ان آنتوں کو کہتے ہیں جو سانپ کی طرح کنڈلی مارے ہوئے ہوتی ہیں۔ اور تحوی الحَیَّۃ بمعنی سانپ کا کنڈلی مارنا۔ اور حَاوِی سانپ کا منتر پڑھنے والے کو کہتے ہیں (منجد) یہ دونوں معانی درست معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ہر سانپ بالعموم کنڈلی مارنے والا ہوتا ہے۔ اور غالباً اسی وجہ سے اسے حَیَّۃ کہا جاتا ہے۔

قرآن میں ہے :

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (۲۰/۲۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰؑ (اپنا عصا زمین پر) ڈال دے۔ سو موسیٰؑ نے ڈالا تو وہ یک دم سانپ بن گیا جو دوڑنے لگا۔

۲- جَآنٌّ : بمعنی جن، دیو، پری۔ قوی ہیکل۔ اور ہر وہ جن جو سانپ کی شکل میں ہو (مف) جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہے۔ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس کا ترجمہ سانپ کی پٹک، سفید پتلا سانپ کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (۲۷/۱۰) جب موسیٰؑ نے اسے دیکھا تو وہ (لاٹھی) ہل رہی تھی گویا وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

۳- ثُعْبَانٌ : بمعنی اژدھا۔ بہت بڑا سانپ (ف ل ۴۰، ۱۶۰) ارشادِ باری ہے :

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ (۷/۱۰۷) موسیٰؑ نے اپنا عصا (زمین پر ڈالا) تو اچانک وہ اژدہا بن گیا۔

اب دیکھیے اللہ تعالیٰ نے عصا سے سانپ بننے کے ایک ہی واقعہ میں سانپ کے لیے حَیَّۃ جَآنّ اور ثُعبان تینوں الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ حَیّۃ تو اس لیے کہ ہر قسم کے سانپ کو حَیّۃ کہہ سکتے ہیں۔ جَآنّ عصا سے سانپ بننے کی ابتدائی حالت۔ اور ثعبان اس کی دوسری اور آخری حالت کے لحاظ سے ہے۔ اور یہ سب کام آن کی آن میں واقع ہو گئے تھے۔

ماحصل : (۱) حَیَّۃ : ہر قسم کے سانپ کے لیے (۲) جَآنّ : پتلے اور لمبے سانپ کے لیے (۳) ثُعبان اژدھا کے لیے آتا ہے۔

۷۔ سب۔ سارے

کے لیے کُلٌّ، کَآفَّۃٌ اور اَجْمَعُوْنَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ کُلٌّ: بمعنی سب۔ سارے (ضد جُزْءٌ) اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب کُل کئی ایک اکائیوں کا مجموعہ ہو۔ پھر اس لفظ کا استعمال ہر جزء کے لیے بھی ہوتا ہے اور اس کا معنی ہوتا ہے، ہر ایک۔ ہر کوئی، ہر شخص۔ ہر چیز۔ جیسے فرمایا:

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (۱۷/۸۴) آپ کہہ دیجئے کہ ہر شخص اپنے ڈھب پر عمل کرتا ہے

اور اکائیوں کے اس مجموعہ پر بھی جیسے اس کا معنی ہو گا سب۔ سارے۔ جیسے فرمایا:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ (۲/۳۱) اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سب چیزوں کے نام سکھلا دیے

۲۔ کَآفَّۃٌ: الکفاف کسی چیز کے پورے گھیر کو کہتے ہیں۔ کَآفٌّ اسم فاعل اور کَآفَّۃٌ اس سے مؤنث ہے (مف) اس کا استعمال بھی دو طرح پر ہے۔

(۱) جب کُل بہت سی اکائیوں کا مجموعہ ہو تو یہ اس سارے مجموعہ کے لیے آئے گا اور اس لحاظ سے یہ کُلٌّ سے ابلغ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (۳۴/۲۸) اور (اے محمدؐ) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(۲) جب کل ایک ہی اکائی ہو تو اس کے کل اجزاء کو احاطہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ کامل سے ابلغ ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (۲/۲۰۸) اے ایمان والو! دین میں پورے پورے طور پر داخل ہو جاؤ۔

اس آیت میں کَآفَّۃٌ کا لفظ اپنے دونوں معنی دے رہا ہے۔ یعنی سارے کے سارے بھی اور پورے کے پورے بھی۔

۳۔ اَجْمَعُوْنَ: جمع بمعنی اکٹھا کرنا۔ اور اَجْمَعَ بمعنی سب کا مل کر کوئی کام کرنا۔ اور اَجْمَعَ عَلَى الْاَمْرِ بمعنی کسی معاملہ پر سب کا متفق ہو جانا۔ جیسے فرمایا:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ (۱۲/۱۵) پھر جب برادران یوسفؑ یوسفؑ کو لے گئے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اسے کسی گہرے کنویں میں ڈال دیں

اور اَجْمَعُوْنَ بمعنی سب کا مل کر یا ایک ساتھ ایک ہی وقت میں اکٹھے ہو کر کوئی کام کرنا ہے ارشادِ باری ہے:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (۱۵/۳۰) تو سب فرشتوں نے ایک ساتھ مل کر آدمؑ کو سجدہ کیا

ماحصل: (۱) کُلٌّ: بمعنی ہر ایک بھی اور سب بھی۔ (۲) کَآفَّۃٌ: بمعنی پورے کا پورا بھی اور سارے کے سارے بھی۔ یہ کُلٌّ سے بھی ابلغ ہے اور کامل سے بھی۔ (۳) اَجْمَعُوْنَ: بمعنی سب اکٹھے ہو کر، مل کر۔ ایک ساتھ۔

۸۔ سپرد کرنا ۔ حوالے کرنا

کے لیے اَکْفَلَ اور کَفَّلَ، وَکَّلَ اور دَفَعَ (اِلٰی) سَلَّمَ، فَوَّضَ، اِسْتَوْدَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَکْفَلَ اور کَفَّلَ: کَفَلَ بمعنی کسی کے نان ونفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہونا۔ ضامن ہونا۔ اور اَکْفَلَ اور کَفَّلَ بمعنی خبر گیری اور تربیت کی ذمہ داری کسی دوسرے کے سپرد ہونا، دوسرے کو ضامن بنانا۔ کفالت میں دینا (منجد۔ مف) قرآن میں ہے:

اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ (۳۸/۲۳)	یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس (صرف) ایک ہے۔ یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالے کر دے۔ اور بات کرنے میں مجھ پر غالب آتا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا (۳/۳۷)	تو پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا، اور اسے اچھی طرح پرورش کیا اور اس کی تربیت حضرت زکریاؑ کے سپرد کی

۲۔ وَکَّلَ: وَکَلَ بمعنی اپنے معاملہ میں کسی دوسرے پر اعتماد کرنا (م۔ ل) اور وَکَّلَ بمعنی کسی دوسرے پر اعتماد کر کے اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دینا۔ اپنا وکیل بنانا یا نائب مقرر کرنا (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ (۳۲/۱۱)	کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر (ہماری طرف سے) مقرر کیا گیا ہے۔ تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے۔

۳۔ دَفَعَ (اِلٰی) بمعنی کسی کی چیز اس کے حوالے کرنا۔ اسے دے دینا۔ ارشاد باری ہے:

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (۴/۶)	پھر اگر تم ان (یتیم زیر کفالت بچوں میں) عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

۴۔ سَلَّمَ: سَلِمَ بمعنی عیب اور آفت سے نجات پانا (م۔ ق) اور سَلَّمَ کے معنی السلام علیکم کہنا بھی ہے، آفت سے بچانا بھی۔ اور سَلَّمَہٗ اِلٰی فُلَانٍ بمعنی کسی چیز کو کسی کے سپرد کر دینا بھی اور سَلَّمَ الشَّیْءَ فَتَسَلَّمَہٗ بمعنی کسی کا کسی کو کوئی چیز سپرد کرنا اور اس کا اس چیز کو قبول کر لینا (منجد) گویا کسی تکلیف سے بچنے کے لیے اور کسی چیز کی سپردگی کے لیے سَلَّمَ آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ	اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ تم دودھ پلانے والیوں کو دستور کے مطابق

اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (۲/۲۳۳) ان کا حق جو تم نے دینا تھا ان کے حوالے کر دو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰۤی اَھْلِہٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا (۴/۹۲) اور خونبہا مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دو، الّا یہ کہ وُہ معاف کر دیں۔

۵۔ فَوَّضَ: (تفویضًا) الیہ الامر بمعنی کسی کام کا اختیار کسی کے سپرد کر دینا اور حاکم بنا دینا (منجد)

ارشادِ باری ہے:

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَی اللّٰہِ (۴۰/۴۴) اور میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

۶۔ اِسْتَوْدَعَ: وَدَعَ بمعنی چھوڑنا۔ اور اَوْدَعَ الشَّیْئَ بمعنی کوئی چیز امانت رکھنا۔ اور وَدَّعَ بمعنی مسافر کو رخصت کرنا۔ اور اِسْتَوْدَعَ فلانًا شَیْئًا بمعنی کسی کے پاس کوئی چیز امانت کے طور پر رکھنا (منجد) گویا یہ سپردگی بطور امانت ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَھُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ (۶/۹۹) اور وُہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر تمہارے لیے ایک جگہ (دُنیا) ٹھہرنے کی ہے اور ایک جگہ (قبر) سپرد ہونے کی۔

یعنی تم دُنیا میں ایک مدت تک زندہ رکھے جاتے ہو، پھر زمین میں دفن ہو کر خدا کے سپرد کیے جاتے ہو (جالندھریؒ)

ماحصل: (۱) کَفَّلَ: کسی کی تربیت کی ذمہ داری کسی کے سپرد کرنا۔

(۲) وَکَّلَ: کسی پر اعتماد کر کے اپنا معاملہ اس کے سپرد کرنا۔

(۳) دَفَعَ اِلٰی: کسی کی چیز اس کے حوالے کرنا۔ بازادائی۔

(۴) سَلَّمَ: کسی تکلیف سے بچنے کے لیے کوئی چیز کسی کے سپرد کرنا۔

(۵) فَوَّضَ: کسی معاملہ کا اختیار کسی کے سپرد کرنا اور حاکم بنانا۔

(۶) استودع: بطور امانت کوئی چیز کسی کے حوالے کرنا۔

ستارا ــــ دیکھیے ــــ تارا

۹ ــــ سچ

کے لیے صِدْق اور حَقّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صِدْق: صَدَقَ بمعنی سچ بولنا (ضد کَذَبَ) یعنی خلاف واقعہ کوئی بات نہ کہنا۔ معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ وَکَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَہٗ (۳۹/۳۲) تو اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچی بات جب اس کے پاس پہنچ جائے تو اسے جھٹلائے۔

۲- حَقّ: (ضد باطل) حَقّ ہر وُہ بات یا چیز ہے جو تجربہ اور مشاہدہ کے بعد سچ اور درست ثابت ہو حقیقت۔ سچائی (مف) ارشاد باری ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (۴۱/۵۳) — ہم عنقریب ان کو اطراف عالم اور خود اُن کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وُہ (وحی قرآن) بالکل درست ہے۔

۱۰۔ سخت

کے لیے اَشَقّ، اَشَدّ، اَدْهٰی، رَابِيَة (ربو) عَصِيْب، قَمْطَرِيْر (قمطر) قَاسِيَة (قسو) غَلِيْظ اور عَزِم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَشَقّ: شَقَّ الْاَمْرُ بمعنی کسی کام کا دشوار ہونا۔ اور شَقَّ عَلٰی فُلَانٍ بمعنی کسی کو مشقت میں ڈال دینا (منجد) اور اَشَقّ کا لفظ بالعموم ایسی مشقت کے لیے آتا ہے جو طاقت یا مقدور سے زیادہ ہو۔ تکلیف مالایطاق۔ جان پر بن جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ (۱۳/۳۴) — اور آخرت کا عذاب بہت سخت ہے۔

۲- اَشَدّ: قُوَّةٌ فِي شَيْءٍ (م-ل) یعنی کسی چیز کا بذاتِ خود طاقتور اور سخت ہونا۔ قوّت، طاقت اور زور میں سخت ہونا۔ زبردست بدن، قوت اور عذاب کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ (۲/۸۵) — وُہ سخت تر عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

۳- اَدْهٰی: دَهِيَ بمعنی کسی کو مصیبت پہنچانا۔ اور دَاهِيَةٌ بمعنی سخت مصیبت۔ بڑا سخت معاملہ (منجد) اور دَهِيَ بمعنی ایک چیز کا دوسری کو ناگوار طریق سے پہنچنا یا مصیبت میں ڈالنا۔ اور دَوَاهِي الدَّهر بمعنی حادثاتِ زمانہ (م-ل) اور اَدْهٰی بمعنی مصائب و مشکلات کے لحاظ سے سخت۔ ارشادِ باری ہے:

وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ (۵۴/۴۶) — اور وُہ گھڑی (قیامت) بڑی سخت اور بہت تلخ ہے۔

۴- رَابِيَة: (ربو) رَبَا بمعنی بڑھنا۔ پھلنا۔ پھولنا۔ زیادہ ہونا۔ اور رَابِيَة بمعنی ہر آن بڑھتی جانے والی۔ ارشادِ باری ہے:

فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَابِيَةً (۶۹/۱۰) — (قوم عاد) نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اللہ نے ان کو بڑا سخت پکڑا۔

۵- عَصِيْب: عَصَبَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک چیز کا دوسری سے ربط و ارتباط۔ اور (۲) سختی، عصبة (ج اعصاب) بمعنی پٹھے نیز عُصْبَة اس مضبوط جماعت کو کہتے ہیں جن کی تعداد دس یا دس سے زائد ہو اور ان کا آپس میں ربط و ارتباط ہو اور اسی وجہ سے وُہ جماعت طاقتور اور مضبوط ہو (م-ل) جیسے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ سے

کہا کہ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ (۱۲/۱۴) یعنی ہم ایک طاقتور جماعت ہیں۔ اور تعصّب، نظریہ وعقیدہ کی سختی کو کہتے ہیں کہ انسان حق معلوم ہو جانے کے بعد بھی اسے قبول نہ کرے۔ اور عَصِيْب ایسی چیز ہے جو سخت بھی ہو اور خیر وعافیت سے خالی بھی۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ (۱۱/۷۷)
اور جب ہمارے فرستادہ (فرشتے) لوطؑ کے پاس آئے تو لوطؑ کو ان کا آنا ناگوار لگا اور دل گھٹ گیا۔ اور کہنے لگے آج کا دن بڑا سخت ہے۔

۶۔ قَمْطَرِيْر: بمعنی دلوں کو سخت مضطر کر دینے والا (مف) قِمَطْر اس لکڑی کو کہتے ہیں جو مجرموں کے پاؤں پھیلانے اور سزا دینے کے لیے ہوتی ہے (م۔ ق) اور قَمْطَرِيْر بمعنی سخت شرّ یا شدید ایام (منجد) قرآن میں ہے:

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (۷۶/۱۰)
اور ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے (جو چہروں کو کریہ المنظر اور (دلوں کو) مضطر کرنے والا ہے۔ (جالندھری)
اداسی والے سخت دن سے (عثمانیؒ)

۷۔ قَاسِيَة: (قسو کا لفظ شدّت اور صلابت پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) قَسَا بمعنی سخت اور ٹھوس ہونا (منجد) حَجَرٌ قَاسٍ بمعنی سخت پتھر۔ اور اَلْقَسْوَة بمعنی سنگدل ہونا (مف) گویا قسوۃ کا لفظ بالعموم دل کی سختی، سنگدلی اور لطیف اور رحم کے جذبات سے عاری ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ کہتے ہیں اَلذَّنْبُ مُقْسَاةٌ لِّلْقَلْبِ گناہ دل کو سخت بنانے والا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (۳۹/۲۲)
ان پر افسوس ہے جن کے دل خدا کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں۔

۸۔ غَلِيْظ: غَلَظَ بمعنی موٹا ہونا۔ گاڑھا ہونا۔ سخت ہونا۔ کھردرا ہونا یا ناہموار ہونا ـــــ اور غَلَظَ الرَّجُل بمعنی مرد کا تند خو اور سخت کلام ہونا (منجد) اور غَلِيْظ (ضد لَيِّنٌ) بمعنی سخت گاڑھا یا کھردرا۔ اور غَلِيْظُ الْقَلْب یعنی ایسا آدمی جو سنگدل بھی ہو اور تند خو بھی (ج غِلَاظٌ) ارشادِ باری ہے:

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ (۶۶/۶)
دوزخ پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں اور اللہ انہیں جو حکم دے وہ نافرمانی نہیں کرتے۔

۹۔ عَرِمَ: عُرَامٌ بمعنی مزاج کی تندی اور درشتی جس کا اثر انسان کے عمل میں ظاہر ہو ـــــ اور عُرَامُ الْجَيْش بمعنی لشکر کی تندی، تیزی اور کثرت (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ (۳۴/۱۶)
تو ہم نے اُن پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا۔

ماحصل: (۱) اَشَقّ: ایسی تکلیف جو مالا یطاق ہو۔ (۲) اَشَدّ: کسی چیز کا بذاتِ خود سخت ہونا۔ (۳) اَدْهٰى: مصائب کے لحاظ سے سخت۔ (۴) رَابِيَة: ہر آن بڑھ جانے والا۔

(۵) عَصِيْب: سخت اور خیر سے خالی۔
(۶) قَمْطَرِيْر: شر کے لحاظ سے سخت۔
(۷) قَاسِيَة: دل کی سختی یا سنگدلی۔
(۸) غَلِيْظ: سنگدل اور تند خو۔
(۹) عَزْم: ایسی تندی اور سختی جو کسی عمل سے ظاہر ہو۔

۱۱ ——— سختی

کے لیے غِلْظَة، قَسْوَة، بَأْسَاء (بُؤْس یا بَأْس) اور كَبَد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱-۲- قَسْوَة اور غِلْظَة پر پہلے بحث ہو چکی ہے۔ قَسْوَة دل کی سختی یا سنگدلی کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَالِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (۲/۷۴)
پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔

۲- اور غِلْظَة سنگدلی اور تند خوئی کے مجموعہ کو کہتے ہیں جب کہ اس لفظ کی نسبت دل کی طرف ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً۔ (۹/۱۲۳)
اے ایمان والو! اپنے ملحقہ علاقے کے کافروں سے جنگ کرو۔ اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی معلوم کریں۔

۳- بَأْسَاء: بؤس میں تنگی اور سختی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ خواہ یہ لڑائی کی وجہ سے ہو یا بھوک کی وجہ سے۔ اور بَأْس کا لفظ قرآن کریم میں جنگ کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے (وَحِيْنَ الْبَأْسِ (۲/۱۷۷) اور عذاب کے لیے بھی (اِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَا (۶/۴۳) اور آفت کے لیے بھی (بَأْسًا شَدِيْدًا (۱۸/۲) ان سب میں تنگی اور سختی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور بَأْسَاء ایسی تنگی اور سختی کے طویل دور کو کہتے ہیں خواہ یہ معاشی تنگ دستی اور بدحالی ہو یا لڑائی کی سختی۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ (۶/۴۲)
اور ہم نے تم سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے پھر (ان کی نافرمانیوں کے سبب) ہم انہیں سختیوں اور تکلیفوں میں پکڑتے رہے تاکہ عاجزی کریں۔

۴- كَبَد: بمعنی جگر معروف عضو۔ اور كَبَد کے لفظ میں سختی اور قوّة کا مفہوم پایا جاتا ہے (م۔ ل) اور تَكَبَّدَ اور كَابَدَ بمعنی تکلیف برداشت کرنا (منجد) فِيْ كَبَد بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے، اور یہ انسانی فطرت کا اظہار کرتا ہے۔ انسان کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے تو اس کو پورا کرنے کے لیے کئی طرح کے رنج والم سہتا ہے اور ابھی وہ پوری نہیں ہو پاتی تو اتنے میں چند اور خواہشیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر انسان انہیں پورا کرنے اور رنج و محن سہنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور یوں ہی تمام عمر گزر جاتی ہے۔ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ (۹۰/۴) — ہم نے انسان کو سختی جھیلتے رہنے والا بنایا ہے۔

ماحصل: (۱) قَسْوَۃ: دل کی سختی۔ (۳) بَاْسَاء: سختی اور تنگی کا دور۔
(۲) غِلْظَۃ: سنگدلی اور تند خوئی۔ (۴) کَبَد: تازیست سختی برداشت کرنیوالی فطرت انسانی۔

۱۲۔ سر اٹھانا

کے لیے اَقْمَحَ، اَقْنَعَ اور عَلَا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَقْمَحَ: اونٹ جب پانی سے سیر ہو کر سر اوپر اٹھاتا اور نظر نیچے رکھتا ہے تو اس کیفیت کو کہتے ہیں اَقْمَحَ الْبَعِیْرُ (ف ل ۱۸۶) اور جب انسان نیچے دیکھنا چاہے مگر کسی مجبوری کی وجہ سے سر کو نیچا نہ کر سکے صرف نگاہ نیچے کر سکے تو اسے بھی اَقْمَحَ الرَّجُلُ وَغَضَّ بَصَرَهٗ ہی کہتے ہیں۔
(م-ق) ارشادِ باری ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ (۳۶/۸) — ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں اور وہ ٹھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے) ہیں تو ان کے سر اُٹل رہے ہیں۔

۲۔ اَقْنَعَ: بمعنی آواز یا سر کو اٹھانا۔ بلند کرنا۔ اور مُقْنِع بمعنی سر کو اٹھا کر دیکھنے والا (منجد) ارشادِ باری ہے:

مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ (۱۴/۴۳) — وہ سر اٹھائے (میدانِ قیامت کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے۔ ان کی نگاہیں اُن کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور ان کے دل (مارے خوف کے) ہوا ہو رہے ہوں گے۔

۳۔ عَلَا یَعْلُوْا عُلُوًّا بلند ہونا۔ سر اٹھانا (منجد) (عُلُو ضد سُفْل) ہے۔ گویا یہ لفظ عام ہے تاہم زیادہ تر بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی اور معنوی دونوں طرح آتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں عَلِیَ یَعْلٰی عموماً اچھے مفہوم میں آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ (۲۸/۴) — فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا۔

ماحصل: (۱) اَقْمَحَ: میں سر اُٹھا ہوا اور نظر نیچے (۲) اَقْنَعَ: میں سر اُٹھا ہوا اور نظر سامنے یا اوپر کو (۳) عَلَا بمعنی سرکشی کے طور پر بلند ہونا یا سر اٹھانا۔

۱۳۔ سردار

کے لیے سَیِّد (سود) مَلَاٌ، رَهْط، اَئِمَّة اور نَقِیْب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَیِّد: سَادَ بمعنی شریف ہونا، بزرگ ہونا۔ قوم کا سردار ہونا۔ شان و شرف میں کسی پر غالب آنا (منجد) سَوَادَ بمعنی بڑی جماعت اور سَیِّد اس بڑی جماعت کے سردار کو کہتے ہیں

چونکہ سردار کا مہذب ہونا لازمی ہے اس لیے ہر شریف النفس آدمی کو بھی سید کہہ سکتے ہیں۔ اور اسی نسبت سے آقا اور خاوند کو بھی سَیِّد کہا جاتا ہے (مف) (ج سَادت (۳۳/۶۷) اور سَادَات) یہ لفظ اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (۳۳/۶۷) — وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں راہ سے بھکا دیا۔

۲۔ مَلَأٌ: مَلَأَ بمعنی بھرنا اور مَلَأٌ بمعنی وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو۔ اور نظروں کو ظاہری حسن و جمال اور نفوس کو ہیبت سے بھر دے (مف) اور اُس کا سردار جو آنکھوں کو تکبر اور سینہ کو ہیبت سے پھیرتے ہیں (م ق) اور عرفِ عام میں ملا سے مراد وہ سرکاری درباری لوگ ہوتے ہیں جو شاہی اثر و نفوذ کی بنا پر لوگوں پر مسلط رہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ (۷/۸۸) — اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا، اے شعیب ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اپنے شہر سے نکال دیں گے۔

۳۔ رَهْط: قبیلہ۔ ایک قبیلہ کے لوگوں کی مختصر جماعت جن کی تعداد ۱۰ سے کم ہو اور ان میں کوئی عورت نہ ہو، پھر اس جماعت کے سردار کو بھی رھط کہتے ہیں (مف) اور یہ عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے اور رَهْط اس چیتھڑے کو بھی کہتے ہیں جو عورت ایامِ حیض میں جائے مخصوص میں رکھتی ہے۔ اسی سے محاورہ ہے هُوَ اَذَلُّ مِنَ الرَّهْطِ یعنی وہ حیض کے چیتھڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ اور جب لفظ رَهْط کی اضافت کسی عدد کی طرف ہو تو اس سے افراد و اشخاص مراد لیے جاتے ہیں۔ جیسے عِشْرُوْنَ رَهْطًا بمعنی بیس اشخاص۔ قرآن میں ہے:

وَكَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (۲۷/۴۸) — اور اس شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فتنہ و فساد برپا کرتے۔ اور اصلاح کا کوئی کام نہ کرتے تھے۔

۴۔ اَئِمَّة: (اِمَام کی جمع) وہ شخص یا کتاب یا قول جس کی اقتداء کی جائے۔ خواہ وہ انسان ہو یا اس کے اقوال یا کوئی کتاب ہو خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر (مف) انسان کی صورت میں عموماً مذہبی پیشوا کے معنوں میں آتا ہے یا نماز میں جماعت کا امام۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) وَكُلَّ شَىْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِىْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (۳۶/۱۲) — اور ہم نے ہر چیز کو واضح کتاب میں لکھ رکھا ہے۔

(۲) ہدایت کے امام: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (۳۲/۲۴) — اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے۔

(۴) کفر کے امام: فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ (9/12) — ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔

۵۔ نقیب: نَقَبَ بمعنی دیوار میں سوراخ کرنا۔ نقب لگانا۔ اور نَقَبَ عَنِ الْاَخْبَارِ بمعنی خبروں کی تحقیق کرنا۔ اور نَاقَبَ بمعنی اپنے کارناموں پر فخر کرنا۔ اور نَاقِبْ بمعنی کسی قوم کے حالات جاننے والا اور مَنْقَبَتْ بمعنی شریفانہ کارنامہ۔ اور نقیب بمعنی قوم کے حالات جاننے والا۔ قوم کا سردار، نمبردار قوم کا گواہ اور ضامن (مف۔ منجد) یہ لفظ بھی اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا (5/12) — اور اللہ نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کیے۔

ماحصل: (۱) سَیِّد: کسی بڑی جماعت کا سردار۔ (اچھے مفہوم میں)

(۲) مَلَأٌ: سرکاری درباری حضرات اور قوم پر چھائے ہوئے لوگ (برے مفہوم میں)

(۳) رَهْط: ایک ہی قبیلہ کی ایک مختصر سی جماعت۔ شریر ٹولہ اور اس کا سردار۔

(۴) اِمَام: پیشوا۔ جس کی اقتدار کی جائے۔ اچھا ہو یا برا۔

(۵) نقیب: نمبردار اور ضامن۔ نگران۔

۱۴۔ سرد — سردی

کے لیے شِتَآء[۱]، صِرّ[۲] اور صَرْصَر[۳]، نَفْحَة[۴] اور زَمْهَرِيْر[۵] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ شِتَآء: بمعنی سردی کا موسم (ضد صَيْف بمعنی گرمی کا موسم) اور شَتْوِيّ بمعنی موسم سرما کی بارش (منجد) ارشادِ باری ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اِيْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (106/1-2) — قریش کو مانوس کرنے اور ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔

۲۔ صِرّ: صُرَّ الْبَنَاتُ بمعنی پودوں کو ٹھنڈی ہوا کا مار جانا (منجد) اور صِرّ بمعنی سخت سردی پالا۔ کہر (پنجابی ککر) ارشادِ باری ہے:

كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ (3/117) — اس کی مثال ہوا کی سی ہے جس میں سخت سردی ہو ایسی قوم پر جو اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے چلے اور اسے تباہ کر دے۔

۳۔ صَرْصَر: بمعنی سخت ٹھنڈی اور تیز ہوا۔ سناٹے کی ہوا جو ٹھنڈی اور تیز بھی ہو اور آواز بھی پیدا کرے۔ سائیں سائیں کرنے والی شدید ٹھنڈی ہوا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ — رہے عاد تو ان کا تیز اور ٹھنڈی ہوا سے ستیاناس

عَاتِيَةٍ (۶۹/۶) کر دیا گیا۔

۴۔ نَفْحَة: نَفَحَ بمعنی سردی میں ہوا کا چلنا۔ یا سرد ہوا کا چلنا۔ اور نَفْحَة اسم مرّة ہے۔ یعنی ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا (ضد لفحة بمعنی گرم ہوا کا ایک جھونکا) ارشاد باری ہے:

وَلَئِن مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ (۲۱/۴۶) اور اگر انہیں تیرے پروردگار کے عذاب سے ایک بھانپ بھی چھو جائے۔

۵۔ زَمْهَرِيْر: اِزْمَهَرَّ (اليوم) بمعنی دن کا سخت سرد ہونا۔ اور زَمْهَرِيْر بمعنی سخت سردی بھی اور وہ طبقہ بھی جہاں شدّت کی سردی ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا۔ (۷۶/۱۳) جنتی لوگ وہاں نہ دھوپ (کی حدت) دیکھیں گے اور نہ سردی کی شدّت۔

ماحصل: (۱) شِتَاء: موسم سرما۔
(۲) صِرّ: پالا۔ کُہُر۔ کہر
(۳) صَرْصَر: سنّاٹے کی ٹھنڈی اور تیز ہوا۔
(۴) نَفْحَة: ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا یا لپٹ۔
(۵) زَمْهَرِيْر: انتہائی سرد طبقہ یا سخت سردی۔

۱۵۔ سرکشی کرنا

کے لیے طَغٰی، عَتَا (عتو) عَلَا (علو) اور مَرَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَغٰی: بمعنی نافرمانی میں حد سے گزر جانا۔ بہت زیادہ نافرمان ہونا۔ اور طَغَا الْمَاءُ بمعنی پانی کا بلند ہوکر کناروں کی طرف پھیل جانا۔ طغیانی آجانا (منجد) طَاغِيَة بمعنی حد سے بڑھا ہوا عذاب طوفان۔ زبردست کڑک۔ اور طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا غلامی اختیار کی جائے (مف) خواہ یہ کوئی نظام ہو یا کوئی شخصیت گویا طغیانی میں حد سے بڑھنے کے علاوہ غلبہ اور قہر بھی پایا جاتا ہے (فق ل ۱۹۰) ارشادِ باری ہے:

كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ (۹۶/۶) مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے جبکہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے۔

۲۔ عَتَا: (عتو یدل علی استکبار (م ل) یعنی ایسی سرکشی جو تکبّر کی بنا پر ہو۔ انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اللہ کے حکم سے سرکشی کرے۔ قرآن میں ہے:

بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ (۶۷/۲۱) بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت میں دور تک چلے گئے ہیں۔

۳۔ عَلَا: بمعنی بلند ہونا۔ غالب ہونا۔ تکبر کرنا (منجد) غلبہ واقتدار حاصل ہونے کی وجہ سے سرکشی اختیار کرنا، سر اٹھانا۔ قرآن میں ہے:

لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا (۱۷/۴) تم دو مرتبہ ملک میں فساد مچاؤ گے اور بہت بڑی سرکشی کرو گے۔

۴۔ مَرَدَ : بمعنی نافرمان اور سرکش ہونا۔ ہمسروں سے آگے نکلنا (منجد) گویا مَرَدَ سے ایسی سرکشی مراد ہے جس میں کوئی دوسروں سے آگے نکل جائے۔ ارشادِ باری ہے ؛

اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا (۴/۱۱۷) اور اگر پکارتے ہیں تو شیطان سرکش کو۔

ماحصل : (۱) طَغٰی : ایسا تجاوز جس میں غلبہ اور قہر بھی ہو۔

(۲) عَتَا : ایسی سرکشی جس کی وجہ تکبر ہو۔

(۳) عَلَا : غلبہ و اقتدار حاصل ہونے پر سرکشی اختیار کرنا۔

(۴) مَرَدَ : سرکش ہونا پھر اس میں آگے نکل جانا۔ اڑ جانا۔

سرگرداں پھرنا کے لیے دیکھیے "آوارہ پھرنا"

۱۶۔ سرگوشی کرنا

کے لیے تَخَافَت اور تَنَاجِی نجوٰی (نجی) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَخَافَتَ : خَفَتَ بمعنی آواز کا پست ہونا۔ اور تَخَافَتَ بمعنی پست آواز سے گفتگو کرنا۔ (منجد) آپس میں کھسر پھسر کرنا۔ خواہ یہ بات کوئی سن بھی لے۔ قرآن میں ہے ؛

یَتَخَافَتُوْنَ بَیْنَھُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا (۲۰/۱۰۳) وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہیں گے کہ تم (دنیا میں) صرف دس ہی دن رہے ہو۔

۲۔ تَنَاجِی : نَجْوٰی۔ نَجَا بمعنی سرگوشی کرنا۔ رازداری کی بات چیت کرنا۔ اور تَنَاجِی بمعنی کسی کو رازدار بنانا (منجد) خفیہ مجلس کرنا۔ علیحدہ مقام پر رازداری کی بات چیت کرنا۔ ارشادِ باری ہے ؛

اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۵۸/۱۰) (کافروں کی) سرگوشیاں تو شیطان (کی حرکات) سے ہیں تاکہ مومن ان سے افسردہ ہوں۔

دوسرے مقام پر ہے ؛

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (۵۸/۹) اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا بلکہ نیکوکاری اور پرہیزگاری کی باتیں کرنا۔

ماحصل : (۱) تَخَافَت : محض پست آواز سے کھسر پھسر کرنا اور نَجْوٰی جبکہ یہ بات چیت رازدارانہ ہو اور علیحدگی میں کی جائے۔

۱۷۔ سُرنگ

کے لیے نَفَق اور سَرَب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَفَقٌ: ایسا راستہ جس کی دونوں اطراف کھلی ہوں۔ آر پار نکل جانے والا کوچہ یا سرنگ (ف ل ۳۰) جیسے پہاڑ کو کاٹ کر نیچے سے ریل یا ٹریفک کے لیے راستہ یا سرنگ بنائی جاتی ہے۔ نَیفَقُ السَّرَاوِیْلِ بمعنی پاجامے کا نیفہ اور نَافِقَاءُ الْیَرْبُوْعِ بمعنی جنگلی چوہے کا بل جس کے دو دہانے ہوں۔ اور نَافَقَ الْیَرْبُوْعُ وَنَفَقَ بمعنی چوہا بل میں ایک دہانے سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا۔

ارشاد باری ہے:

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ (۶/۳۵)	تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈھ نکالو یا آسمان میں سیڑھی (تلاش کرو)

۲۔ سَرَبٌ: ایسی سرنگ جس کا ایک ہی منہ ہو۔ اور سَرَبَ بمعنی برابر گھستے چلے جانا (ف ل ۳۰) اور اِنْسَرَبَتِ الْحَیَّۃُ اِلٰی جُحْرِھَا بمعنی سانپ کا اپنے بل میں اتر جانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِھِمَا نَسِیَا حُوْتَھُمَا وَاتَّخَذَ سَبِیْلَہٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا (۱۸/۶۱)	پھر جب وہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے اور اس مچھلی نے سمندر میں سرنگ کی مانند اپنی راہ بنالی۔

ماحصل: سرنگ کے اگر دو دہانے ہوں تو وہ نَفَق اور اگر ایک ہی ہو تو وہ سَرَب ہے۔

سزا کے لیے دیکھیے "عذاب" ——— سزاوار ——— دیکھیے "لائق ہونا"

۱۸ ——— سستی کرنا ——— سست ہونا

کے لیے کَسِلَ، وَھَنَ، وَنٰی، اِسْتَحْسَرَ (حسر) اور بَطَّاَ (بطأ) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ کَسِلَ: بے رغبتی یا بے دلی کی وجہ سے طبیعت کا گراں ہونا۔ کاہل ہونا۔ ڈھیلا ڈھالا ہونا یا رہنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی (۴/۱۴۲)	اور جب یہ (منافق) نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سُست اور کاہل ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔

۲۔ وَھَنَ: جسمانی یا اخلاقی کمزوری کی وجہ سے سست ہونا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَھِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ (۴/۱۰۴)	اور اس (کافر) قوم کا پیچھا کرنے میں سستی مت کرو۔

۳۔ وَنٰی: بمعنی کوتاہی کرنا۔ لاپروائی کرنا۔ سستی کرنا (منجد) کسی کام کے کرنے میں بلا وجہ مقدور بھر کوشش نہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْھَبْ اَنْتَ وَاَخُوْکَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ (۲۰/۴۲)	اے موسیٰؑ! تم اور تمہارا بھائی میری نشانیاں لے کر (فرعون کے پاس) جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

۴۔ اِسْتَحْسَرَ: حَسَرَ بمعنی تھک جانا۔ اور حَسَرَ الْبَصَرُ بمعنی نگاہ کا تھک جانا، بینائی کا کمزور ہو جانا۔ اور حَسِیْرٌ بمعنی تھکا ماندہ (منجد) گویا حسر سستی کرنے کو کہتے ہیں جو تھکاوٹ کی وجہ سے

واقع ہو۔ اکتا جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ (۲۱/۱۹) — اور جو (فرشتے) اس کے پاس وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔

۵۔ بَطَأَ: اَلْبُطْوُءُ بمعنی چلنے میں دیر لگانا اور سستی کرنا اور اِبْطَاءٌ بمعنی سست رفتاری سے متصف ہونا۔ اور بَطَّأَ بمعنی بہت زیادہ سستی کرنا اور دیر لگانا (مف) قرآن میں ہے:

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ (۴/۷۲) — اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو (عمداً) دیر لگاتے ہیں

ماحصل: (۱) کَسْل: بے دلی کی وجہ سے سستی۔ (۴) اِسْتَحْسَرَ: تھکاوٹ کی وجہ سے سستی۔

(۲) وَهَنَ: جسمانی یا اخلاقی کمزوری کی وجہ سے سستی۔ (۵) بَطَأَ: سست رفتاری یا عادتاً سست ہونا اور پھر دیر لگا دینا۔

(۳) وَنٰی: لاپروائی کی وجہ سے سستی۔

۱۹ ـــــــ سفر کرنا

کے لیے سَفَرَ، سَاحَ (سیح) ظَعَنَ، نَفَرَ اور ضَرَبَ فِي الْاَرْضِ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَفَرَ: بمعنی اپنی رہائش گاہ سے دور نکل جانا (م۔ل) اور بمعنی مسافت طے کرنا۔ یہ لفظ عام ہے۔ خواہ سفر کسی مقصد کے لیے ہو۔ قرآن میں ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ (۴/۴۳) — اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو۔

۲۔ سَاحَ، سَاحَ الْمَاءُ بمعنی پانی کا آوارہ پھرنا اور سَاحَةٌ بمعنی فراخ جگہ، سَاحَةُ الدَّارِ بمعنی گھر کا آنگن۔ گھر سے ملحقہ یا نزدیک فراخ جگہ (مف) اور سَاحَ بمعنی فراخ جگہ میں چلنا پھرنا۔ سیر و سیاحت خواہ یہ محض تفریحی ہو یا کسی دوسری غرض کی بنا پر۔ قرآن میں ہے:

فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ (۹/۲) — تو اے مشرکو! تم زمین میں چار مہینے چل پھر لو۔

۳۔ ظَعَنَ: بمعنی کوچ کرنا، ایک جگہ سے کوچ کر کے دوسری جگہ جانا۔ نقل مکانی کرنا (مف م ل) ظِعَانٌ بمعنی ہودج باندھنے کا رسہ۔ ظُعُوْنٌ بمعنی باربرداری کا اونٹ۔ ظعینہ بمعنی ہودج۔ اور وہ عورت جو اکثر سفر اور ہودج میں رہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ (۱۶/۸۰) — اور اسی نے تمہارے لیے چوپایوں کی کھالوں سے گھر بنائے جو ہلکے رہتے ہیں تم پر تمہارے سفر کے دن اور تمہاری اقامت کے دن۔

۴۔ نَفَرَ: اَلنَّفِيْرُ دس آدمیوں سے کم کا گروہ۔ لڑائی کی طرف کوچ کرنے والے لوگ۔ اور اَلنَّفِيْرُ الْعَامُ بمعنی دشمن کے مقابلہ میں عوام کا اٹھ کھڑا ہونا (منجد) اور نَفَرَ بمعنی کسی مہم یا جنگ پر دشمن کے مقابلہ کے لیے جانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا — پھر تم (میدانِ جنگ کی طرف) خواہ چھوٹے چھوٹے

(۴/۷۱) دستوں کی صورت میں نکلو یا سب اکٹھے ہو کر۔

۵۔ ضَرَبَ فِی الْاَرْضِ: لفظی معنی زمین پر پاؤں مارنا۔ سفر کے لیے محاورۃً استعمال ہوتا ہے اور عموماً ایسے سفر کے لیے جو دُور دراز کا بھی ہو اور بامقصد بھی ارشادِ باری ہے:

وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (۷۳/۲۰)	اور بعض دوسرے خدا کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں۔

۶۔ رَحَلَ: اَلرَّحْلُ معنی کجاوہ۔ پالان۔ منزل۔ قیام گاہ۔ سفر میں ساتھ رہنے والا سامان۔ اور رَحَلَ بمعنی اونٹ یا کسی جانور کی پشت پر کجاوہ یا پالان باندھنا۔ سوار ہونا۔ کوچ کرنا۔ سفر پر روانہ ہونا (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

اِیْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ۔ (۱۰۶/۲)	انھیں (قریش کو) جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔

ماحصل: (۱) سَفَرَ: سفر کے لیے عام لفظ۔

(۲) سَاحَ: وسیع میدان میں مختلف سمتوں میں سفر۔ سیر و سیاحت۔

(۳) ظَعَنَ: نقل مکانی کے سلسلہ میں کوچ کرنا۔

(۴) نَفَرَ: کسی مہم پر یا دشمن کے مقابلہ کے لیے نکلنا۔

(۵) ضَرَبَ فِی الْاَرْضِ: دور دراز کا بامقصد سفر۔

(۶) رَحَلَ: کوچ اور اس کی تیاری سب رحل میں شامل ہے۔

سمت کے لیے دیکھیے — جانب ——— سڑنا کے لیے دیکھیے — "خشک ہونا"

۲۰ — سمجھنا — سمجھانا

کے لیے شَعَرَ، فَهِمَ، فَقِهَ اور عَقَلَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ شَعَرَ: اَلشَّعْرُ معنی بال اور شَعَرَ بمعنی بال کی طرح باریک علم حاصل کرنا ہے (مف) کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھ لینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ (۹/۲)	اور یہ منافق (درحقیقت) اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے اور وُہ (یہ بات) سمجھتے نہیں۔

۲۔ فَهِمَ: اَلْفَهْمُ انسان کی اس ذہنی قوت کا نام ہے جس سے وُہ مطالب کو بہتری اور عمدگی کے ساتھ اخذ کر لیتا ہے۔ اور فَهِمَ بمعنی کسی چیز کو اچھی طرح سمجھ لینا (مف) اور بمعنی کلام سنتے ہی معانی کو جان لینا یا سمجھ لینا (فق ل ۶۹) اور سَرِیْعُ الْفَهْمِ بمعنی بات کو فوراً سمجھ جانے والا۔ اور سیٔ الفهم بمعنی کند ذہن (فق ل ۶۹) اور فَهَّمَ کسی چیز کی حقیقت دوسرے کو سمجھا دینا۔ قرآن میں ہے:

وَکُنَّا لِحُکْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ فَفَهَّمْنٰهَا	اور ہم ان کے فیصلہ کرنے کے وقت موجود تھے تو

سُلَيْمٰنَ (۲۱/۷۸) — ہم نے سلیمانؑ کو معاملہ پوری طرح سمجھا دیا۔

۳۔ فَقَہَ : اَلْفِقْہُ وُہ علم ہے جس کے ذریعہ علمِ حاضر سے علمِ غیب تک پہنچتے ہیں (مف) دوسری مثالوں اور احکام کو سامنے رکھ کر پیش آمدہ معاملات کا حل تلاش کرنا۔ قرآن میں ہے:

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ (۶/۶۵) — دیکھو ہم کیسے مختلف انداز سے نشانیاں بیان کرتے ہیں تاکہ وُہ سمجھ سکیں۔

تَفَقُّہ بمعنی کسی معاملہ میں سمجھ بوجھ پیدا کرنا اور بصیرت حاصل کرنا۔ اور معاملہ کی تہ تک پہنچنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (۹/۱۲۲) — تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے اور دین میں سمجھ پیدا کرتے۔

۴۔ عَقَلَ بمعنی سمجھ بوجھ والا ہونا، غلطی کا احساس کرنے کے قابل ہونا (منجد) اور عَقَلَ بمعنی روکنا اور منع کرنا۔ اور عِقَال وُہ پائے بند جس سے اونٹ کا پاؤں باندھا جاتا ہے۔ اور اَلْمَعْقِل بمعنی پناہ گاہ۔ پہاڑ یا قلعہ جس میں پناہ لی جائے (مف) گویا عقل کا یہ کام ہے کہ وُہ نفع ونقصان کا امتیاز کرے اور نقصان دہ باتوں سے بچنے کی تدابیر اختیار کرے (فق ل ۶۵) اور فائدہ مند چیزوں کے حصول اور قبولِ علم کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ پھر سوچ وبچار کرے (مف) ارشادِ باری ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۲/۴۴) — (یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم اللہ کی کتاب بھی پڑھتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟

ماحصل: (۱) شَعَرَ: کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھنا۔

(۲) فَهِمَ: کسی معاملہ کے معانی ومطالب کو سمجھنا۔

(۳) فَقَہَ: موجودہ مثالوں پر غور کر کے اس جیسے دوسرے مسائل کا حل نکالنا۔

(۴) عَقَلَ: اپنے نفع ونقصان کو سمجھنا پھر اسے اختیار کرنے یا چھوڑنے کی تدبیر کرنا۔

نیز دیکھیے "غور کرنا" اور "عقل والے"

سمیٹنا کے لیے دیکھیے ـــــ "اکٹھا کرنا"

۲۱ ـــ سننا ـــ سنانا

کے لیے سَمِعَ[1]، سَمَّاعٌ[2]، اِسَّمَّعَ[3]، اِسْتَمَعَ[4]، اَذِنَ[5] اور اُذُنٌ[6] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَمِعَ: کوئی بات یا آواز کانوں سے سننا اور اَلسَّمْعُ بمعنی قوتِ سماعت بھی ہے اور کان بھی۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ — بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے

فِىْ زَوْجِهَا (۵۸/۱) — خاوند کے بارے میں تجھ سے جھگڑ رہی تھی۔

۲۔ سَمّاع: سَامِع بمعنی سننے والا۔ اور سَمّاع بمعنی جاسوس۔ وہ شخص جو جاسوسی کرنے کے لیے کان دھرے۔ ارشادِ باری ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ (۵/۴۱) — وہ غلط باتیں بنانے کو جاسوسی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لیے جاسوس بنے ہیں جو تمہارے پاس نہیں آئے۔

۳۔ اور اَسْمَعَ بمعنی کوئی بات دوسرے کو سنانا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (۲۷/۸۰) — کچھ شک نہیں کہ آپ مُردوں کو (بات) سُنا نہیں سکتے اور نہ بہروں کو جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں آواز سنا سکتے ہو۔

۴۔ اِسْتَمَعَ: بمعنی کان لگانا۔ کان دھرنا۔ کوئی بات یا آواز سننے میں کوشش سے کام لینا (منجد مف) جبکہ آواز اچھی طرح سنائی نہ دے رہی ہو۔ قرآن میں ہے:

قُلْ اُوْحِىَ اِلَىَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا۔ (۷۲/۱) — آپ کہہ دیجئے کہ میری طرف وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگائے تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

۵۔ اَذِنَ: کان لگا کر دھیان سے سننا (مف) تعمیلِ ارشاد کے لیے بات کو اچھی طرح سننا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (۸۴/۲) — اور وہ کان لگائے اپنے پروردگار کے حکم کی طرف اور یہی اس کے لیے مناسب ہے۔

۶۔ اور اٰذَنَ بمعنی کسی کو سُنانا اور خبردار کرنا۔ آگاہ کرنا (منجد مف) قرآن میں ہے:

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِىْ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ (۴۱/۴۷) — اور جس دن اللہ انہیں پکارے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ تو کہیں گے کہ ہم نے تجھے کہہ سنایا کہ آج ہم میں سے کوئی گواہی دینے والا نہیں۔

ماحصل: (۱) سَمِعَ: کوئی بات یا آواز سننا۔ عام معنوں میں۔
(۲) سَمّاع: بمعنی جاسوسی کے طور پر سننے والا
(۳) اَسْمَعَ: کسی دوسرے کو کوئی بات سنانا۔
(۴) اِسْتَمَعَ: کان لگانا اور آواز یا بات سننے کی کوشش کرنا۔
(۵) اَذِنَ: تعمیلِ ارشاد کے لیے بات کو غور سے سُننا۔
(۶) اٰذَنَ: سنا کر کسی کو خبردار کرنا۔

۲۲ — سنوارنا

کے لیے اَصْلَحَ اور زَكّٰى کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَصْلَحَ (ضد اَفْسَدَ) بمعنی خرابی اور بگاڑ کو درست کرنا۔ مادی اور معنوی ہر لحاظ سے اس کا استعمال عام ہے

ارشادِ باری ہے:

كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ۔ (۴۷/۲) (اللہ تعالیٰ نے) اُن سے اُن کے گناہ دُور کر دیے اور اُن کی حالت سنوار دی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (۷/۵۶) اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔

۲۔ زَكّٰى: (زکو) زَكٰى اور زَكّٰى کا لغوی معنی کھیتی وغیرہ کا بڑھنا اور زیادہ ہونا ہے۔ اور زَكّٰى مَالَهٗ بمعنی مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور زَكّٰى نَفْسَهٗ بمعنی اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے (منجد) لیکن شریعت نے لفظ تَزْكِيَہ کو اصطلاح کے طور پر پاک کرنا اور اصلاح کرنا کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اور تزکیۂ نفس بمعنی نفس کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا اور اچھے اخلاق میں اضافہ کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (۹۱/۹-۱۰) جس نے اپنے نفس (یعنی رُوح کو) پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وُہ خسارے میں رہا۔

ماحصل: اِصْلَاح کا لفظ ہر قسم کے بگاڑ کو سنوارنے کے لیے آتا ہے جبکہ زَكّٰى کا لفظ نفس کے بگاڑ کو درست کرنے پھر اس میں اعلیٰ اخلاق کا اضافہ کرنے کے لیے آتا ہے۔

۲۳۔ سوار ہونا۔ کرنا

کے لیے رَكِبَ اور اِسْتَوٰى (سوی) عَلٰى اور حَمَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَكِبَ: بمعنی کسی سواری پر سوار ہونا۔ کسی جانور کی پیٹھ ہو یا کشتی وغیرہ۔ اور رِكَاب بمعنی سواری۔ سواری کا اونٹ۔ اور راکب بمعنی سوار۔ بالعموم شتر سوار کے لیے مستعمل ہے۔ اور رَكْب بمعنی شتر سواروں کا قافلہ۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا۔ (۱۸/۷۱) یہاں تک کہ وُہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو اس (خضرؑ) نے کشتی کو توڑ ڈالا۔

۲۔ اِسْتَوٰى عَلٰى: بمعنی سوار ہونے کے بعد سنبھلنا۔ جم کر بیٹھ جانا۔ قرار پکڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ (۴۳/۱۳) تاکہ تم ان (چارپایوں) کی پیٹھ پر سوار ہو اور جب اس پر جم کر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو۔

۳۔ حَمَلَ: کا بنیادی معنی بوجھ اٹھانا اور اَحْمَلَ بمعنی بوجھ اُٹھانے میں مدد دینا ہے۔ پھر جب یہ بوجھ کسی انسان کا ہو اور اسے کسی جانور یا سواری پر لادنا ہو تو حَمَلَ کا لفظ ہی سوار کرنا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ اور نہ ان (بے سروسامان) لوگوں پر (الزام) ہے کہ

قُلْتَ مَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ (۹/۹۲)	تمہارے پاس آئے کہ آپ انہیں سواری دیں اور تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر تم کو سوار کروں۔

ماحصل: (۱) رَكِبَ: کسی بھی سوار ہونے والی چیز پر سوار ہونا۔
(۲) اِسْتَوٰی عَلٰی: کسی سواری پر سوار ہونے کے بعد جم کر بیٹھ جانا۔
(۳) حَمَلَ: کا معنی بوجھ اٹھانا اور لادنا ہے اور حَمَلَ عَلٰی بمعنی سوار کرنا۔

۲۴۔ سوائے (علاوہ)

کے لیے اِلَّا، دُوْن، غَیْر، وَرَآء اور اِسْتِثْنَاء کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اِلَّا: بمعنی مگر۔ سوائے۔ کلمہ استثنا ہے۔ اس صورت میں یہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے (مف) جیسے ارشادِ باری ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (۲/۱۶۳)	اس بڑے مہربان اور رحم کرنے والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(۱) علاوہ ازیں یہ لفظ حصر کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ (۲/۹)	اور نہیں دھوکا دیتے مگر اپنے آپ کو۔

۲۔ غَیْر: کا لفظ کبھی تو محض نفی کے لیے آتا ہے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (۴۳/۱۸)	اور وہ جھگڑے کے وقت بات کی وضاحت بھی نہ کر سکے۔

اور کبھی استثناء کے لیے آتا ہے۔ اس صورت میں یہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے (مف) جیسے ارشادِ باری ہے:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (۳۵/۳)	کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے؟

۳۔ دُوْن: دان بمعنی خسیس ہونا۔ کمزور ہونا۔ اور دُوْن بمعنی پست۔ نیچے۔ قدر و منزلت میں فروتر۔ اور شَیْءٌ دُوْنٌ بمعنی حقیر۔ گھٹیا چیز (منجد) اور دُوْن بمعنی جو کسی چیز سے قاصر اور کوتاہ ہو (مف) اور دُوْن جب سوائے کا معنی دیتا ہے تو اس میں کمتری اور خست یا کمزوری کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ (۳/۱۱۸)	اے ایمان والو! اپنے سوا کسی غیر مذہب والے کو اپنا رازدار نہ بنانا۔

اس میں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے اہلِ مذاہب کی کمتری کا اظہار مقصود ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (۴/۴۸)	اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرے گا اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

میں ایسے گناہ مراد ہیں جو شرک سے کم درجہ کے ہیں۔

اسی طرح فرمایا:

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (۲/۱۰۷) — اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی نہ دوست ہے اور نہ مددگار۔

اس آیت میں بھی دُوْن سوائے کے علاوہ کمتری کا معنی دے رہا ہے۔

۴۔ وَرَآء: لغت اضداد سے ہے۔ اس کے معنی آگے بھی اور پیچھے بھی۔ اس پار بھی اس پار بھی۔ ادھر بھی اور ادھر بھی۔ اسی لحاظ سے یہ سوائے کا معنی بھی دے جاتا ہے یعنی ان سب اطراف یا چیزوں کے علاوہ۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۲۳/۷) — تو جو شخص اس کے سوا کچھ اور چاہتا ہو تو ایسے ہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص خدا کے احکام کے علاوہ ادھر ادھر، آگے یا پیچھے کچھ تلاش کرتا ہے تو وہ غلط کار ہے۔

۵۔ اِسْتِثْنَاء (ثنی) بمعنی کسی چیز کو عام حکم سے خارج کرنا (منجد) اس مقصد کے لیے اِلَّا استعمال ہوتا ہے مگر شرعی اصطلاح میں کسی چیز کو مشیتِ الٰہی کے تابع سمجھ کر اسے عام حکم سے خارج کرتا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (۱۸/۲۴) — اور کسی کام کی نسبت یہ نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا مگر (ان شاء اللہ کہہ کر یعنی اگر) اللہ چاہے تو (کر دوں گا)

اور اِسْتِثْنَاء کا لفظ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہنے کے بدل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ (۶۸/۱۷-۱۸) — جب انہوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہی باغ کا میوہ توڑ لیں گے۔ اور ان شاء اللہ نہ کہا۔

ماحصل: (۱) اِلَّا: استثناء کے ساتھ حصر کا فائدہ دیتا ہے۔

(۲) غَیْر: میں استثناء کے ساتھ نفی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔

(۳) دُوْن: استثناء کے ساتھ کمتری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

(۴) وَرَآء: ہمہ جہتی استثناء کے لیے آتا ہے۔

(۵) اِسْتِثْنَاء: ان شاء اللہ کہہ کر کسی چیز کو عام حکم سے خارج کرنا۔

سوچنا کے لیے دیکھیے "غور کرنا"۔

۲۵ — سونا

کے لیے نَامَ، هَجَعَ، رَقَدَ، قَالَ (قیل) ضَجَعَ اور تَهَجَّدَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ نَامَ : بمعنی سونا معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے (فل ۲۹۲) سونا یا نیند بھی ایک قسم کی موت ہے جس میں رُوح نفسانی بدن سے جدا ہو کر سیر کرتی پھرتی ہے اور حواسِ خمسہ کی کارگزاری بہت حد تک کم ہو جاتی ہے کیونکہ وُہ ماند پڑ جاتے ہیں۔ دریں اثنا ر انسان کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ اور وُہ ذہنی اور جسمانی سکون کی وجہ سے راحت و آرام حاصل کرتا ہے۔ نَوْم بمعنی نیند اور مَنَام بمعنی حالتِ خواب، نیند کی حالت۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ (۷/۹۷) — کیا بستی والے اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ راتوں رات ان پر ہمارا عذاب آئے اور وُہ سوتے ہوئے ہوں۔

۲۔ هَجَعَ : بمعنی غفلت کی نیند سونا (فل ۱۶۱) گھوڑے بیچ کر سونا۔ سوتے میں دُنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو جانا اور صاحب منجد الهجعة کے معنی رات کے پہلے حصّہ کی ہلکی نیند بتلاتے ہیں لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ وُہ خود ہی اَلْھُجَعُ کے معنی غافل۔ بے وقوف اور بہت سونے والا کہتے ہیں (منجد) نیز قرآن سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی۔ لہٰذا صاحب فقہ اللغۃ کے معنی ہی صحیح معلوم ہوتے ہیں البتہ ھجوع کا لفظ رات کو سونے سے مختص ہے جیسے دوپہر کے سونے کو قیلولہ کہتے ہیں (م ق) ارشادِ باری ہے:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (۵۱/۱۷) — وُہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے۔

۳۔ رَقَدَ : بمعنی لمبی نیند سونا (فل ۱۶۱) اَلرِّقَاد بمعنی خوشگوار اور ہلکی سی نیند (مف) الرقدة اور الیرقود بمعنی بہت سونے والا اور الرقود بمعنی ہمیشہ سونے والا (منجد) ان سب باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رقد ایسی نیند ہے جو لمبی بھی ہو، خوشگوار بھی اور ہلکی بھی۔ یعنی انسان آہٹ سے جاگ اٹھے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ (۱۸/۱۸) — اور تم ان کو خیال کرو کہ وُہ جاگتے ہیں حالانکہ وُہ سوتے ہیں۔

۴۔ قَالَ (يَقِيْلُ قَيْلًا وَقَيْلُوْلَةً) دوپہر کو سونا۔ دن کے وقت استراحت کرنا (فل ۲۹۲) ارشادِ باری ہے:

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ (۷/۴) — اور کتنی ہی بستیاں ہم ہلاک کر چکے جن پر ہمارا عذاب یا تو رات کو سوتے میں آیا یا دوپہر کو جب وُہ سو رہے تھے

۵۔ ضَجَعَ : پہلو یا کروٹ کے بل لیٹنا۔ ستانا۔ آرام کرنا (منجد) خواہ اونگھ یا نیند آ جائے یا نہ آئے نیم خوابی کی حالت۔ اور مَضَاجِع بمعنی بچھونے۔ بستر۔ اور اَضْجَعَهٗ بمعنی اس کو سلایا۔ (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ — اُن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور وُہ اپنے

رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۳۲/۱۶) پروردگار کو خوف وامید سے پکارتے ہیں۔

۶۔ تَہَجَّدَ، ھجود بمعنی رات کو سونا بھی اور جاگنا بھی (لغت اضداد) کبھی سونا کبھی جاگنا۔ اور سوتے جاگتے شب بسری کرنا۔ اور ھَجَّدَ بمعنی رات کو جاگ کر نماز پڑھنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ (۱۷/۷۹) اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کرو۔ یہ (شب خیزی) تمہارے لیے (سبب) زیادت ہے۔

ماحصل: (۱) نَامَ: سونے کے لیے عام لفظ۔

(۲) هَجَعَ: گہری اور غفلت کی نیند سونا۔

(۳) رَقَدَ: لمبی اور ہلکی نیند سونا۔

(۴) قَالَ: دوپہر کو سونا۔

(۵) ضَجَعَ: سستانے کے لیے پہلو کے بل لیٹنا، خواہ نیند آجائے یا نہ آئے۔

(۶) هَجَّدَ: رات کو سونا بھی اور جاگنا بھی۔

۲۶— سیاہ - سیاہی

کے لیے اَسْوَد، غَرَابِیْب، اَحْوٰی، مُدْهَامَّتٰن (دھم) قَتَرَة اور مِدَاد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَسْوَد: کالا رنگ (ضد اَبْیَض) معروف معنوں میں مستعمل اور اس کا استعمال عام ہے۔ (ج سُوْد) (مؤنث سَوْدَاء) ارشادِ باری ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (۲/۱۸۷) اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ ہو جائے۔

۲۔ غَرَابِیْب، غُرَاب بمعنی کوا۔ اور غِرْبِیْب بمعنی کوے کی طرح بہت سیاہ ج غرابیب (مف) اور غُرْبِیْب بمعنی وہ آدمی جو وسمہ لگا کر بالوں کو سیاہ کرے ج غَرَابِیْب (م ق) قرآن میں ہے:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ (۳۵/۲۷) اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگ کے قطعات ہیں اور (کچھ) سیاہ کالے بھی ہیں۔

۳۔ اَحْوٰی: سبزی مائل سیاہ رنگ یا سیاہی مائل سرخ رنگ (منجد) قرآن میں غُثَاءً اَحْوٰی کے الفاظ ہیں۔ غُثَاء ان ٹہنیوں، پتوں اور کوڑا کرکٹ کو کہتے ہیں جو جھاگ میں پھنس جاتے ہیں اور دریا اس جھاگ ملے کوڑا کرکٹ کو کنارے پر پھینک دیتا ہے۔ اور جب یہ کوڑا کرکٹ پاؤں تلے کچلا جاتا رہتا ہے اور اس کی رنگت سیاہی مائل ہو جاتی ہے تو یہ رنگت اَحْوٰی کہلاتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى (۸۷/۵) اور جس نے چارہ پیدا کیا۔ پھر اسے سیاہ کوڑا بنا دیا

۴۔ اَدْهَمَ: دَهَمَ بمعنی کسی چیز کا تاریکی میں ڈھک جانا۔ اور اَلدُّهْمَة بمعنی سیاہی (م ل) کہتے ہیں

دَهَمَتِ النَّارُ الْقِدْرَ آگ نے ہنڈیا کو سیاہ کر دیا۔ قرآن میں ہے:

مُدْهَامَّتٰنِ (۵۵/۶۴) — وُہ دونوں باغ خوب گہرے سبز ہوں گے جیسے سیاہ ہو رہے ہوں۔

۵۔ قَتَرَة: قَتَرَ النَّارُ بمعنی آگ کا دھواں دینا (منجد) اور قَتَرَة بمعنی دھوئیں جیسے رنگ والا گرد و غبار سیاہی۔ ارشادِ باری ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (۸۰/۴۱) — اور آج کے دن کتنے منہ ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہوگی (اور) سیاہی چڑھ رہی ہوگی۔

۶۔ مِدَاد: مَدَدْتُ الدَّوَاةَ بمعنی دوات میں سیاہی یا روشنائی ڈالنا۔ اور مِدَاد سیاہی جس سے لکھا جاتا ہے۔ روشنائی (مف) ارشادِ باری ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ (۱۸/۱۰۹) — کہہ دو۔ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں (کے لکھنے) کے لیے سیاہی بن جائے تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں، سمندر ختم ہو جائے۔

ماحصل: (۱) اَسْوَد، کالا رنگ سفید کے مقابلہ میں۔

(۲) غَرَابِيْب: بہت زیادہ سیاہ۔

(۳) اَحْوٰى: سبزی مائل سیاہ رنگ۔

(۴) دُهْمَة: سیاہی مائل گہرا سبز رنگ۔

(۵) قَتَرَة، دھوئیں جیسا رنگ۔

(۶) مِدَاد: سیاہی جس سے لکھا جاتا ہے۔ روشنائی۔

۲۷۔ سیدھا۔ سیدھی

کے لیے مُسْتَقِيْم،[۱] سَوَاء[۲] اور سَوِيّ (سوی) قَصْد[۳] اور سَدِيْد[۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مُسْتَقِيْم: قَامَ عَلَى الْاَمْرِ بمعنی کسی بات پر قائم اور برقرار رہنا۔ اور اَقَامَ الشَّيْءَ بمعنی کسی چیز کو کھڑا کرنا اور سیدھا کرنا۔ اور مُسْتَقِيْم وُہ چیز ہے جو سیدھی بھی ہو۔ اور متوازن و معتدل بھی ارشادِ باری ہے:

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (۱۷/۳۵) — اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔

کیونکہ اگر ترازو کی ڈنڈی جو پہلے ہی سیدھی ہوتی ہے اگر افقی لائن میں متوازی نہ رہے گی تو تول بھی متوازن نہ رہے گا حالانکہ ڈنڈی تو بہرحال سیدھی ہی ہوتی اور رہتی ہے خواہ ایک پلڑا نیچے جھکا ہوا ہو۔ گویا یہاں سیدھی سے مراد افقی سمت میں سیدھی ہے یعنی وُہ متوازی بھی رہے۔ اور علم جیومیٹری کی رُو سے دو نقاط یا دو مقامات کے درمیان کم سے کم فاصلہ کو خطِ مستقیم کہتے ہیں گویا صراطِ مستقیم وُہ راستہ ہے جو سیدھا بھی ہو اور اس میں کسی طرح کی جھول، لچک اور ڈھلک بھی نہ ہو یعنی افراط و تفریط سے پاک ہو۔ قرآن میں ہمیں یہ دُعا سکھلائی گئی ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (۱/۶) الٰہی ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔

۲۔ سَوٰی اور سَوِیّ: سَوِیَ یَسْوِی بمعنی کسی چیز کا درست ہونا۔ اور سَوّٰی بمعنی درست اور ہموار کرنا۔ اور سَوِیّ بمعنی ہموار اور درست۔ تندرست۔ ارشادِ باری ہے:

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۹/۱۷) تو وُہ فرشتہ حضرت مریمؑ کے سامنے ایک تندرست اور ٹھیک ٹھاک آدمی کی شکل بن گیا۔

اور صِرَاطًا سَوِیًّا بھی ایسے راستے کو کہتے ہیں جو درست، ہموار اور سیدھا ہو۔ اس میں اونچ نیچ ہو اور نہ ٹیڑھا پن۔ ارشادِ باری ہے:

فَاتَّبِعْنِيٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا (۱۹/۴۳) (حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا) آپ میرے پیچھے لگ جائیں۔ میں سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہنمائی کروں گا۔

اور سَوَاء کا لفظ برابر کے معنوں میں آتا ہے۔ یہ برابری اگر دونوں اطراف سے فاصلہ یا تعداد کے لحاظ سے ہو تو اس کے لیے وسط کا لفظ آئے گا۔ اور اگر ہر لحاظ سے برابری مقصود ہو تو سَوَاء کا لفظ استعمال ہوگا گویا اس کا معنی مرکزی نقطہ یا بیچوں بیچ ہوگا۔ قرآن میں ہے:

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ۔ (۴۴/۴۷) (حکم دیا جائے گا) اسے پکڑ لو اور کھینچتے کھینچتے جہنم کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔

اور سَوَاءَ السَّبِیْل کے معنی وُہ راستہ ہوگا جو ہر طرح کی ضلالت، کفر اور گمراہیوں کو اپنی اطراف میں چھوڑتا ہوا درمیان میں سے سیدھا نکل جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ (۲۸/۲۲) جب حضرت موسیٰؑ نے مدین کی طرف رُخ کیا تو کہنے لگے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کرے گا۔

۳۔ قَصْد، کسی چیز کے جائز استعمال کو قصد کہتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص اگر ایک بالٹی پانی سے نہا سکتا ہے اگر وُہ اتنا ہی استعمال کرے تو یہ قصد ہے تو اگر زیادہ استعمال کرے گا تو یہ اسراف ہے اور بالٹی سے کم پانی استعمال کرے گا تو یہ بخل ہے۔ اور ہر معاملہ میں اس بات کا لحاظ رکھنے اور اسے عادت بنا لینے کا نام اقتصاد ہے۔ اب معنوی لحاظ سے دیکھیے تو ہر جگہ نہ صرف نرمی سے کام نکل سکتا ہے اور نہ ہی سختی سے۔ اب کسی جگہ کتنی سختی کی جائے یا کسی حد تک نرمی سے کام لیا جائے تاکہ منزلِ مقصود حاصل ہو سکے۔ تو یہ بتلانا شریعت کا کام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ (۱۶/۹) اور سیدھی راہ بتلانا تو اللہ کے ذمہ ہے (اس کے علاوہ) باقی سب راستے ٹیڑھے ہیں۔

قَصْد: کا معنیٰ درمیانی یا معتدل کرنے سے بھی صحیح مفہوم ادا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کا معنیٰ سیدھا

ہی کر لیا جاتا ہے۔

۴۔ سَدِیْدًا: سَدّ بمعنی روک۔ آڑ یا دیوار ہے جو دو چیزوں کے درمیان بنائی گئی ہو۔ اور سَدّ بمعنی پتھروں سے شگاف بند کرنا۔ اور سِدَاد اس مسالہ کو کہتے ہیں جس سے رخنہ یا شگاف پر کیا جائے اور قول سدید وہ بات ہے جس میں کوئی رخنہ کوئی اینچ پینچ اور چکر نہ ہو۔ صحیح درست سچی اور سیدھی بات۔ اور اس کی ضد قول الزور ہے۔ جو جھوٹ سے بہت زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے ارشادِ باری ہے:

فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (۴/۹) سو انہیں چاہیے کہ خدا سے ڈریں اور بات سیدھی کریں۔

ماحصل: (۱) مُسْتَقِيم: متوازن، معتدل اور سیدھا۔

(۲) سَوِيّ: ہموار، سیدھا اور درست۔

سَوَاء: درمیان سے گزرنے والا اور سیدھا۔

(۳) قَصْد: اقدار کی صحیح تعیین کرنے والا اور افراط تفریط سے پاک۔

(۴) سَدِيد: ایسی چیز جس میں کوئی رخنہ اور اینچ پینچ نہ ہو۔ مضبوط، صاف اور سیدھا۔

سیر کرنا کیلئے دیکھیے "چلنا" اور "سفر کرنا"

۲۸ ـــــ سیر کرانا

کے لیے سَیَّرَ اور اَسْرٰی (سری) کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں بڑا واضح سا فرق ہے۔ اگر یہ سیر رات کو کرائی جائے تو اَسْرٰی کا لفظ آئے گا۔ اور اَسْرٰی بمعنی رات کو لے چلنا۔ لے نکلنا۔ جیسے فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِي أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى۔ (۱۷/۱) پاک ذات ہے وہ جس نے ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے لے کر مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔

اور اگر یہ سیر دن کو یا عام حالات میں کرائی جائے تو سَیَّرَ کا استعمال ہوگا۔ گویا سَیَّرَ کا لفظ عام ہے اور اَسْرٰی خاص۔ جیسے فرمایا:

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱۰/۲۲) وہی ذات ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا پھراتا ہے۔

۲۹ ـــــ سیڑھی

کے لیے سُلَّم اور مَعَارِج دو الفاظ آئے ہیں:

۱۔ سُلَّم: یہ لفظ معارج یا معراج سے اعم ہے۔ گو سُلَّم کا لفظ مکان میں اینٹ پتھر سے بنی ہوئی چھت

پر جانے والی سیڑھی اور لکڑی کے زینہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ تاہم سلمؔ اس چیز کو کہہ سکتے ہیں جو کسی بلند جگہ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے (مف) (ج سلالم اور سلالیم) اور اَدْرَاجُ السُّلَّمِ بمعنی سیڑھی کے ڈنڈے یا اڈے (منجد) قرآن میں ہے:

فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ (۶/۳۵) — تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو۔ یا آسمان میں کوئی سیڑھی (تلاش کرو)۔

۲۔ مَعَارِج: مِعْرَاج کی جمع) عَرَجَ بمعنی لنگڑا کر چلنا۔ اور اَعْرَجَ بمعنی لنگڑا عَرَجَ فِي السُّلَّمِ بمعنی سیڑھی پر چڑھنا۔ اور مِعْرَاج بمعنی چڑھنے کی جگہ بھی اور سیڑھی بھی (منجد) گویا مِعْرَاج کا لفظ سُلَّم سے اخص ہے۔ اس میں سیڑھی کے ذریعہ کسی بلند مقام پر پہنچ جانے کا تصور پایا جاتا ہے جبکہ سُلَّم محض سیڑھی کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ (۴۳/۳۳) — اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ چڑھتے۔

۳۰۔ سیکھنا — سکھلانا

کے لیے تَعَلَّمَ اور عَلَّمَ، تَلَقّٰی (لقی) اور کَلَّبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَعَلَّمَ: عَلِمَ بمعنی جاننا یا کسی چیز کی حقیقت کو پانا ہے۔ اور عَلَّمَ بمعنی بار بار کثرت کے ساتھ کسی کو خبر دینا یعنی سکھلانا اور تَعَلَّمَ بمعنی آہستہ آہستہ اس خبر کے اثر کو قبول کرتے جانا ہے۔ سیکھتے جانا سیکھنا (مف) قرآن میں ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (۲/۳۱) — اور اللہ تعالیٰ آدم کو سب چیزوں کے نام سکھلا دیے۔

فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ (۲/۱۰۲) — اور وہ لوگ ان دونوں سے وہ کچھ سیکھتے جو میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دے۔

۲۔ تَلَقّٰی: لَقِيَ بمعنی ملنا۔ ملاقات کرنا۔ پانا۔ دیکھنا۔ اور تَلَقّٰی بمعنی کسی کا استقبال کرنا۔ اور تَلَقَّى الشَّيْءَ مِنْهُ کسی سے کچھ سیکھنے کے معنوں میں آتا ہے (منجد) اور تَلَقّٰی بمعنی القا یعنی دل میں بات ڈالے جانے سے کچھ سیکھنا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (۲/۳۷) — سو آدمؑ نے اپنے پروردگار سے چند کلمے سیکھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر لی۔

۳۔ کَلَّبَ: کَلْب بمعنی کتا۔ اور کَلَّبَ الْكَلْبَ بمعنی کتے کو شکار کی تعلیم دینا اور سدھانا ہے۔ اور مُكَلِّب اور كَلَّاب اس شخص کو کہتے ہیں جو شکار کرنے کی تعلیم دیتا یا سدھاتا ہو۔ پھر کَلَّبَ کا استعمال صرف کتوں کو سکھلانے کے لیے ہی نہیں بلکہ دوسرے شکاری جانوروں، پرندوں وغیرہ کے لیے بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ (۴/۵) — اور تمہارے لیے وہ شکار بھی حلال ہے جو ان شکاری جانوروں نے پکڑا ہو جن کو تم نے سدھار رکھا ہے۔

ماحصل: (۱) عَلَّمَ: کسی کو کچھ سکھلانا اور تَعَلَّمَ بمعنی خود سیکھنا۔

(۲) تَلَقّٰی: القا کے ذریعے سے کچھ سیکھنا۔

(۳) كَلَّبَ: شکاری جانوروں کو شکار کی تعلیم دینا۔ سکھلانا۔ سدھانا۔

---

۱ ــــــ شاخ

کے لیے فَرْعٌ، شُعَبٌ اور اَفْنَانٌ کے الفاظ قرآن کریم میں ملتے ہیں۔

۱۔ فَرْعٌ: بمعنی شاخ (ضد اصل بمعنی جڑ) اس کی جمع فروع ہے۔ بمعنی (درخت کی) ٹہنیاں اور امام راغب کہتے ہیں کہ ہر شے کا اوپر کا حصہ جو جڑ سے نکلا ہو وہ فرع الشجر ہے (مف) ارشادِ باری ہے،

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (۱۴/۲۴) — پاکیزہ کلمے کی مثال پاکیزہ درخت کی سی ہے جس کی جڑ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہوں۔

اور اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں شکلوں میں ہوتا ہے۔ فروعی مسائل ایسے مسائل کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز (اصل) پر مبنی ہوں اور اس پر اُن کو قیاس کیا گیا ہو۔ مگر اس کی مثال قرآن میں نہیں۔

۲۔ شُعَبٌ: (شُعْبَةٌ کی جمع) شعب کے معنی میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ (۱) افتراق یا جدا ہونا اور (۲) اجماع۔ لیکن یہ لغت اضداد سے نہیں بلکہ ہر ایسی چیز پر ہر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے جو آگے جا کر کئی حصوں میں بٹ جائے (م۔ل) مثلاً تَشَعَّبَ النَّهْرُ بمعنی نہر کی کئی شاخیں نکلنا یا جیسے ہاتھ کی انگلیاں (اور شعب بڑے قبیلہ کے معنوں میں بھی آتا ہے (منجد) قرآن میں ہے،

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (۷۷/۳۰) — ایسے سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں (یعنی آگے جا کر تین حصوں میں بٹ گیا ہے۔

۳۔ اَفْنَانٌ: (فنن کی جمع) فنن بمعنی کسی درخت کی بہت موٹی اور لمبی شاخ (پنجابی ٹہن) اور شَجَرَةٌ فَنَّانٌ بمعنی بہت لمبی اور موٹی شاخوں والا درخت (م ق) قرآن میں ہے:

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ (۵۵/۴۸) — وہ دونوں درخت بڑی بڑی شاخوں والے ہیں۔

ماحصل: (۱) فَرْعٌ، کسی چیز کی اصل کے علاوہ جو کچھ اس سے نکلے وہ اُس کی فَرْع ہے۔

(۲) شُعْبَہ، کسی چیز کا کئی حصوں میں اس طرح بٹنا کہ اصل سے تعلق بدستور باقی رہے۔ اور فنن کسی بڑی اور موٹی شاخ کو کہتے ہیں۔

۲۔ شام کے اوقات

کے لیے رَوَاح، اَصِیْل، عَشِیًّا اور اَمْسٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَوَاح: ظہر کے بعد یہ وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بمعنی پچھلا پہر اور اس کی ضد غُدُوّ یا غُدْوَۃ ہے (فل ۲۹۲) اور الغدو والرواح پہلے اور پچھلے پہر کی آمد ورفت کے لیے استعمال ہوتے ہیں ارشادِ باری ہے:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ (۳۴/۱۲)	اور سلیمانؑ کے لیے ہوا کو (ہم نے مسخر کر دیا) اس کی پہلے پہر کی منزل ایک ماہ کی مسافت اور پچھلے پہر کی منزل بھی ایک ماہ کی مسافت ہوتی تھی۔

۲۔ اَصِیْلًا: (ج اٰصال) عصر کے بعد کا وقت اور اس کی ضد بُکْرَۃ ہے (ف ل ۲۹۲) ارشادِ باری ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (۷۶/۲۵)	اور صبح وشام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو۔

۳۔ عَشِیًّا: عَشِی کا وقت غروبِ آفتاب سے پہلے شروع ہو جاتا ہے اور اس کی ضد اشراق ہے۔ (فل ۲۹۲) اور غُدُوّ بھی آتی ہے اور بُکْرَۃ بھی۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا۔ (۴۰/۴۶)	وہ صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔
(۲) وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ (۶/۵۲)	اور جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اسی کی ذات کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالو۔
(۳) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (۳/۴۱)	اپنے پروردگار کی کثرت سے یاد اور صبح وشام اس کی تسبیح کرنا۔

اور عشاء کی نماز کا وقت جو شروع ہے وہ رات کا اندھیرا چھا جانے سے لے کر آدھی رات تک ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ (۲۴/۵۸)	نمازِ فجر سے پہلے اور دوپہر کو جب تم کپڑے اتارتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردے (کے) ہیں۔

شام کرنا کے لیے اَمْسَا (مسو) کا لفظ آیا ہے۔

۴۔ اَمْسَا: مَسَا بمعنی شام کا وقت۔ اور اَمْسَا بمعنی شام کرنا۔ شام میں داخل ہونا یا شام کے وقت کوئی کام کرنا اور اس کی ضد اَصْبَحَ ہے۔ یعنی صبح۔ صبح کرنا۔ صبح میں داخل ہونا یا صبح کے وقت کوئی کام کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ (۳۰/۱۷)	سو اللہ پاک کو یاد کرو جب تم شام کرو اور جب صبح کرو۔

۳ــــ شاید

کے لیے عَسٰی اور لَعَلَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَسٰی: افعال مقاربہ میں سے ہے اور جامد ہے۔ صرف ماضی استعمال ہوتا ہے مضارع نہیں آتا۔ محبوب چیز میں امید غالب کے لیے اور مکروہ چیز میں خوف کے لیے آتا ہے (منجد) مثلاً محبوب چیز میں امید غالب کے لیے:

عَسٰى رَبِّيۡۤ اَنۡ يَّهۡدِيَنِيۡ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ (۲۸/۲۲)	امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ بتائے گا۔

اور مکروہ چیز میں خوف کے لیے:

فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ (۴۷/۲۲)	(اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔

۲۔ لَعَلَّ: حرف مشبہ بہ فعل ہے۔ صرف غالب امکان کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوۡنُ قَرِيۡبًا (۳۳/۶۳)	آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی ہو۔

اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی واجب کے ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

لَا تَدۡرِىۡ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِكَ اَمۡرًا (۶۵/۱)	تجھے کیا معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی (رجعت کی) سبیل پیدا کر دے۔

ماحصل: (۱) عَسٰی، امید غالب کے لیے اور لَعَلَّ امکانِ غالب کے لیے آتا ہے۔

۴ــــ شراب

کے لیے خَمۡر، مَعِيۡن اور رَحِيۡق کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَمۡر: شراب کے لیے اسم جامع ہے (فل ۲۵۰) خَمَرَ بمعنی ڈھانپنا۔ اور خِمَار (ج خُمُر ۲۴/۳۱) بمعنی اوڑھنی۔ دوپٹہ جس سے چہرہ وغیرہ ڈھانپنا جا سکے۔ اور شراب کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عقل و حواس پر پردہ ڈال کر اسے زائل کر دیتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ (۵/۹۰)	شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیر سب ناپاک اور شیطانی کام ہیں۔

۲۔ مَعِيۡن: مَعَنَ الۡمَآءُ بمعنی پانی کا آہستہ آہستہ سطح زمین پر بہنا اور مَعَنَ النَّظَرَ فِى الۡاَمۡرِ بمعنی

کسی معاملہ میں گہرائی تک سوچنا (منجد) اور مَعِیْن ایسے پانی کو کہتے ہیں جو خوش ذائقہ، میٹھا اور صاف شفاف ہو۔ قرآن میں ہے:

اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ (۶۷/۳۰)	بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی سطح زمین میں گہرائی تک چلا جائے تو تمہارے لیے شیریں پانی کا چشمہ کون بہا لائے گا

مگر درج ذیل آیت میں کاس (بھرا ہوا جام) کا لفظ معین کے معنی کو خوشگوار شراب کے معنی میں بدل دیتا ہے۔ ایسی شراب جو خمر کی مضرت سے پاک ہو۔ کیونکہ کاس کا لفظ عموماً شراب کے بھرے ہوئے جام کے لیے آتا ہے اور شراب کے لیے بھی۔ ارشادِ باری ہے:

یَطُوْفُ عَلَیْہِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَکْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَکَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ۔ (۵۶/۱۸)	سدا نوجوان رہنے والے خدمتگار آبخورے، آفتابے اور صاف شراب کے پیالے لے لے کر ان کے آس پاس پھرتے ہوں گے۔

۳۔ رَحِیْق، بمعنی خالص، شفاف اور خوشبودار شراب (فل ۵۶) اور جس میں تلچھٹ یا ذرات مطلق نہ ہوں (فل ۲۵۰) ارشادِ باری ہے:

یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُہٗ مِسْکٌ (۸۳/۲۵)	انھیں خالص اور شفاف سربمہر شراب پینے کو دی جائے گی جس کی مہر کستوری کی ہوگی۔

ماحصل: (۱) خَمْر، عام شراب جو عقل و حواس کھو دیتی ہے۔ اور ہر قسم کی شراب کے لیے عام لفظ ہے۔
(۲) مَعِیْن، خوش ذائقہ اور خوشگوار شراب جو مضرت سے پاک اور جنت میں ملے گی۔
(۳) رَحِیْق، اعلیٰ تر قسم کی خوشبودار شراب جو مضرت سے پاک اور جنت میں ملے گی۔

۵ ـــــ شرمانا

کے لیے اِسْتِحْیَاء (حیی) اور اِسْتِنْکَف (نکف) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتِحْیَاء: حَیِیَ یَحْیٰی حَیٰوۃً بمعنی زندہ ہونا۔ اور حی یحی حیاء بمعنی شرمندہ ہونا اور شرمانا ہے۔ ان دونوں سے باب استفعال استحیاء آتا ہے جو "کسی کو زندہ چھوڑنے اور کسی سے شرم محسوس کرنے" دونوں معنوں میں قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ پھر اِسْتِحْیَاء بمعنی شرم یا جھجک محسوس کرنا۔ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مادی استعمال کی مثال یہ ہے:

فَجَآءَتْہُ اِحْدٰىہُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ (۲۸/۲۵)	پھر ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک جو شرماتی اور لجاتی چلی آتی تھی۔

اور معنوی استعمال کی مثال یہ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَہَا (۲/۲۶)	اللہ تعالیٰ اس بات میں جھجک محسوس نہیں کرتا کہ وہ ایک مچھر یا اس سے بھی کمتر مخلوق کی مثال بیان کرے۔

۲۔ اِسْتَنْکَفَ : نَکِفَ بمعنی ناک بھوں چڑھانا۔ اور اِسْتَنْکَفَ بمعنی ازراہِ تکبر کسی چیز کو باعث ننگ و عار سمجھنا (منجد) ارشادِ باری ہے :

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ (۴/۱۷۲) — مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ وہ خدا کے بندے ہوں۔

ماحصل : استحیاء محمود صفت ہے بمعنی ازراہ حیا کسی کا شرمانا۔ اور استنکف مذموم صفت ہے یعنی ازراہِ تکبر جھجک محسوس کرنا اور شرمانا۔ عار سمجھنا۔

شرمندگی ——— دیکھیے ——— پچھتانا

۶ ——— شروع کرنا

کے لیے بَدَاَ[۱] اور طَفِقَ[۲] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَدَاَ : دو معنوں میں آتا ہے (۱) کسی کام کا آغاز کرنا۔ افتتاح کرنا۔ ابتدا کرنا (م۔ل) (۲) کوئی کام پہلے کرنا۔ اور اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی پہلی بار پیدا کرنا ہوتے ہیں (ضد عود: بمعنی پھر وہی کام کرنا) قرآن میں ہے :

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاۗءِ اَخِيْهِ۔ (۱۲/۷۶) — پھر یوسفؑ نے اپنے بھائی کے سامان سے پہلے دوسرے بھائیوں کا سامان دیکھنا شروع کیا۔

اس آیت میں بَدَاَ کے دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔ ایک مفہوم تو یہ ہے کہ تلاشی کا کام دوسرے بھائیوں کے سامان سے اور دوسرے یہ کہ اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لے لی۔

نیز فرمایا :

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ (۸۵/۱۳) — وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

۲۔ طَفِقَ : فعل ناقص ہے جو اپنے ساتھ دوسرا فعل چاہتا ہے (منجد) کلام مثبت میں استعمال ہوتا ہے (مف) بمعنی (کوئی کام) کرنے لگنا۔ شروع کرنا۔ قرآن میں ہے :

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (۷/۲۱) — اور وہ دونوں (آدم و حوا) اپنے جسموں پر جنت کے پتے جوڑنے لگے۔

دوسرے مقام پر ہے :

فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ (۳۸/۳۳) — تو سلیمانؑ نے ان (گھوڑوں) کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ (یا ہاتھ پھیرنے لگے)۔

ماحصل : بَدَاَ : کوئی کام پہلے کرنا یعنی اس کام کا آغاز کرنا۔ اور طَفِقَ فعل ناقص ہے یعنی اصل کام تو کوئی اور ہوتا ہے۔ یہ اس کے ساتھ مل کر اس فعل کے آغاز کا معنی دیتا ہے۔

۷۔ شرم گاہ

کے لیے فَرْج اور سَوْءَۃ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَرْج (ج فُرُوج) فَرْج میں کشادگی کا تصور پایا جاتا ہے۔ فَرَجَ بمعنی کھولنا، کشادہ کرنا، کھلا کرنا (منجد) اور فَرْج بمعنی دو چیزوں یا ایک چیز کے دو حصوں کے درمیان وسعت۔ اور فرج الطریق بمعنی راستہ کا درمیانی حصہ۔ دیوار میں شگاف کو بھی فَرْج کہتے ہیں۔ اور دو ٹانگوں کے درمیان کشادگی کو بھی۔ پھر کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرمگاہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۲۳/۵) اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

۲۔ سَوْءَۃ: (سوء) سُوْء بمعنی ہر وہ چیز جو عقلی یا شرعی لحاظ سے بُری ہو یا دیکھنے میں بُری معلوم ہو اسی لحاظ سے انسان کے ستر کی چیزیں اگر ننگی ہوں تو اسے سوءۃ کہا جاتا ہے۔ اور سوءۃ کا اطلاق صرف شرمگاہ پر ہی نہیں ہوتا بلکہ تمام ستر کی چیزوں مثلاً عورت کے بدن اور پستانوں وغیرہ پر بھی اگر وہ ننگے ہوں تو ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا (۷/۲۶) اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور بدن کی زینت بنے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا (۷/۲۲) جب انہوں نے اس درخت کے پھل کو کھا لیا تو ان کے ستر کی چیزیں کھل گئیں۔

پھر اسی لحاظ سے سوءۃ کا لفظ انسان کی لاش کے لیے بھی استعمال ہوا ہے کہ وہ بھی کچھ عرصہ گزرنے پر اگر دفن نہ کی جائے تو کریہہ المنظر بن جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ (۵/۳۱) تو اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیونکر چھپائے۔

ماحصل: (۱) فرج: دو چیزوں کے درمیان کھلی جگہ۔ شرمگاہ۔

(۲) سَوْءَۃ: ستر کی چیزیں اگر کھلی ہوں۔ اور ہر وہ چیز جس کا ظاہر ہونا بُرا ہو۔

۸۔ شریک

کے لیے خَلِيْط، شَرِيْك اور اَنْدَاد (نِدّ) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَلِيْط: خَلَطَ بمعنی ایک چیز کو دوسری میں ملانا (ضد خلص) اَلْخَلْط بمعنی لوگوں سے

میل جول رکھنے والا۔ خَلِیط وہ لوگ جن کا معاملہ ایک ہو۔ اور اَلْخُلْطَۃ شرکت کو کہتے ہیں (منجد) اور اصطلاحی معنوں میں خلیط بمعنی جزوی شریک کار" ہے یعنی ایسے شرکائے کار جن کے کچھ انتظامات تو الگ الگ ہوں اور کچھ اجتماعی ہوں۔ مثلاً زید اور بکر دونوں کے پاس الگ الگ ریوڑ ہیں جو اُن کی اپنی ملکیت ہیں لیکن اُن کی حفاظت کے لیے انہوں نے جگہ مشترکہ طور پر کرایہ پر لے رکھی ہے یا چرواہے کو مشترکہ معاوضہ ادا کرتے ہیں تو ایسے شریک کار خلیط کہلاتے ہیں (احادیث صحیحہ کی رُو سے ایسے خلطاء کے مشترکہ مال پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۳۸/۲۴) — اکثر شریک کار ایک دوسرے پر زیادتی کرجاتے ہیں۔

۲۔ شَرِيْك: بمعنی ساجھی جو ایک دوسرے سے الگ نہ ہوسکیں۔ شراکت مادی بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی۔ مادی یہ ہے کہ مثلاً دو آدمی ایک کاروبار میں شریک ہیں اور ان کی ذمہ داریاں اس طرح کی ہیں کہ کسی ایک کے نکل جانے سے نہ کاروبار کا آغاز ہوسکتا ہے اور نہ چل سکتا ہے۔ اسی مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ (۱۷/۱۱۱) — اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ عاجز و ناتواں ہے اور نہ اسکا کوئی مددگار ہے

اور معنوی شراکت یہ ہے جیسے انسان اور گھوڑا حیوانیت میں شریک ہیں۔ یہ شراکت صفاتی ہوئی اللہ تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے جیسا کہ بہت سی آیتوں سے واضح ہے:

۳۔ اَنْدَادًا: (نِدّ کی جمع) نَدَّ بمعنی سخت نفرت کرنا اور بھاگنا۔ اور نَادَّہٗ بمعنی اس نے مخالفت کی (م۔ق) اور بمعنی کسی کی ذات یا جوہر میں شریک ہونا (مف) گویا نِدّ ساجھی نہیں بلکہ مدمقابل یا رقیب کی حیثیت رکھتا ہے یعنی ایک کی تمام تر صفات یا تھوڑی بہت دوسروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ نظیر۔ (لغت اضداد) بمعنی مخالف اور حریف بھی اور نظیر اور مثل بھی (ک ص)۔ ارشاد باری ہے:

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۲/۲۲) — پس کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔

ماحصل: (۱) خَلِیط: جزوی شریک کار (۲) شَرِیْك: کسی ایک کام میں مکمل اشتراک رکھنے والا۔ (۳) نِدّ: ذات اور جوہر میں شریک۔ مدمقابل نظیر کو کہتے ہیں۔

۹ — شعلہ

کے لیے لَهَبٌ، شُوَاظٌ، نُحَاسٌ، مَارِجٌ اور شَرَرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَهَب: بمعنی آگ کا حرکت کرنا اور بلند ہونا (فل ۱۷۲) اور بمعنی آگ کی زبان بلند ہونا (م۔ل) شعلہ

معروف معنوں میں مستعمل ہے اور شعلہ کے لیے عام لفظ ہے۔ قرآن میں ہے:

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (۱۱۱/۳) عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔

۲-۳- شُوَاظ } نُحَاس }: شُوَاظ ایسے شعلہ کو کہتے ہیں جس میں دھوئیں کی آمیزش نہ ہو (مف) اور اگر دھوئیں کی آمیزش ہو تو نُحَاس کہتے ہیں۔ بشرطیکہ دھوئیں کی آمیزش کم اور آگ زیادہ ہو تو چونکہ اس کا رنگ تانبے جیسا ہو جاتا ہے لہٰذا اُسے نُحَاس بمعنیٰ تانبہ کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ (اے جن و انس) تم پر آگ کے شعلے چھوڑے جائیں گے
نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ (۵۵/۳۵) اور دھواں ملے بھی پھر تم بدلہ بھی نہیں لے سکتے۔

۴- مَارِج: شعلہ کا اُوپر کا گرم ترین حصہ جو دھوئیں سے یکسر پاک ہوتا ہے (فل ۵۸) آگ کی لپٹ ارشادِ باری ہے:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (۵۵/۱۵) اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

۵- شَرَر: آگ کے بڑے شعلے سے کٹ کر اڑنے والے چھوٹے چھوٹے حصے۔ چنگارے، چنگاریاں شرارے (مف) قرآن میں ہے:

اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (۷۷/۳۲) وہ (جہنم) محل جتنے بڑے شرارے اوپر پھینکے گی۔

ماحصل: (۱) لَهَب: شعلہ کے لیے عام لفظ۔ (۲) شُوَاظ: ایسا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔

(۳) نُحَاس: ایسا شعلہ جس میں دھوئیں کی آمیزش ہو مگر آگ زیادہ ہو۔

(۴) مَارِج: شعلہ کا اُوپر کا گرم ترین حصہ۔

(۵) شَرَر: کسی شعلہ سے کٹ کر اُڑنے والے چھوٹے چھوٹے حصے۔ چنگارے۔

۱۰ ـــ شک و شبہ

کے لیے شَكّ[۱]، شُبْهَة[۲]، مَرِيْج[۳]، مِرْيَة[۴]، لَبْس[۵] اور رَيْب[۶] کے الفاظ قرآن کریم میں مستعمل ہوئے ہیں۔

۱- شَكّ: دو نظریات کا ذہن میں مساوی اور برابر ہونا جبکہ کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے کوئی دلیل نہ ہو۔ گویا شک کی بنیاد جہالت یا کمِ علمی ہوتی ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (۱۴/۱۰) کیا اس اللہ کے بارے میں شک (کرتے ہو) جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔

۲- شُبْهَة: شبہ بمعنی دو یا زیادہ چیزیں آپس میں اسقدر مماثل ہوں کہ ان میں صحیح طرح سے تمیز نہ ہو سکے۔ (مف) اور یہ شبہ رنگ یا اوصاف میں ہوتا ہے (م-ل) ارشادِ باری ہے:

(۱) وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (۴/۱۵۷) اور انہوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا بلکہ ان کو ایسا شبہ پڑ گیا تھا۔

(۲) اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا (۲/۷۰) اس بیل کے متعلق ہمیں شبہ پڑ گیا ہے۔ (وہ ہم پر

مشتبہ ہو گیا ہے)

۳۔ مِرْیَة: مری کے معنی میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کسی حقیقت یا نظریہ کا مسلّم ہونا (۲) اس حقیقت کو مشکوک باتوں سے مشکوک کرتے رہنا۔ (م ل) اسی لیے یہ لفظ جھگڑا کرنے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ اور اس جھگڑا کی بنیاد یہی شک کی باتیں ہوتی ہیں۔ جیسے فرمایا:

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى (۵۳/۵۵) اور (اے انسان) تو اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں پر جھگڑا کرے گا۔

اور مِرْیَة کسی حقیقت کے متعلق لوگوں کے پیدا کردہ شک کو کہتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ (۳۲/۲۳) سو اپنے رب کی ملاقات (کے بارے) میں شک میں نہ رہیے۔

۴۔ مَرِیج: مَرَجَ بمعنی دو چیزوں یا نظریات کا رَل مِل جانا۔ اور غُصْنٌ مَّرِيْجٌ باہم گتھی ہوئی ٹہنی کو کہتے ہیں (مف) بے ترتیب ہونا (منجد) معاملہ کا گڈمڈ اور پیچیدہ ہونا۔ اور مَرَجَ بمعنی کسی خیال کا آنا اور جانا اور اضطراب ہونا (م۔ل) گویا یہ لفظ تردّد اور اضطراب کا مجموعہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (۵۰/۵) جب اُن کے پاس حق آپہنچا تو انہوں نے اسے جھٹلایا سو یہ لوگ اُلجھی ہوئی بات میں (پڑ گئے)

۵۔ لَبْس: لَبَسَ بمعنی مخالطۃ اور مداخلۃ (م۔ل) یعنی دو چیزوں کو آپس میں خلط ملط کر دینا اور کسی چیز میں دوسری کو داخل کرنا۔ جیسے حق میں باطل کی آمیزش اور جھوٹ میں کچھ سچ ملا دینا اور اس طرح حقیقت کو ایسا مشکوک کر دینا کہ حق و باطل کی تمیز نہ ہو سکے۔ اور اسی طرح کے پڑے ہوئے شک و شبہ کو لَبْس کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کا استعمال اعراض میں اور کلام کی صورت میں ہوتا ہے (فق ل ۲۴۹) قرآن میں ہے:

بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (۵۰/۱۵) بلکہ وہ نئی پیدائش کے سلسلہ میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور فرمایا:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۲/۴۲) حق کو باطل کے ساتھ آمیزش نہ کرو۔

۶۔ رَیْب: ایسا شک جس میں اضطرار کا عنصر بھی شامل ہو۔ رَيْبُ الدَّهْرِ گردشِ ایام۔ حوادثِ زمانہ اور رَيْبُ الْمَنُوْنِ بمعنی زندگی کے خطرات (م ل) اور رَیْب ایسا شک ہے جو خلجان اور کھٹکا پیدا کرے۔ کہتے ہیں دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ یعنی ایسی بات چھوڑ دے جو دل میں خلجان پیدا کرے اور وہ اختیار کہ جس میں کوئی خلجان نہ ہو۔ رَیْبَة بمعنی قلق۔ اضطراب (م۔ق)

ارشادِ باری ہے؛

اِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ (۴۱/۴۵) وُہ ایسے شک میں ہیں جو انھیں چین نہیں لینے دیتا۔

نیز فرمایا؛

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ (۲/۲) یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک (وخطر) نہیں

ماحصل: (۱) شَكّ : دو نظریات میں سے کسی ایک کو کم علمی کی بنا پر ترجیح نہ دے سکنا۔

(۲) شُبہ : چند چیزوں کے اوصاف و الوان ایک جیسے ہونے کی وجہ سے شک۔

(۳) مِرْيَة : کسی مسلّمہ حقیقت کو ظنی باتوں سے مشکوک کر دینا۔

(۴) لَبْس : دو نظریات کو ایسے ملا کر مشتبہ کر دینا کہ کسی ایک کی بھی تمیز نہ ہو سکے۔

(۵) مَرِيج : کبھی ایک خیال آنا، کبھی دوسرا پھر پہلا۔ اور اس بنا پر شک میں رہنا۔

(۶) رَيْب : ایسا شک جس میں اضطراب اور خلجان بھی شامل ہو۔

۱۱ ـــ شکل و صورت

کے لیے هَيْئَة (هيأ)، شَكْل، صُوْرَت اور تَمَاثِيل کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ هَيْئَة : کسی چیز کی رف سی ابتدائی شکل و صورت کو کہا جاتا ہے خواہ یہ شکل محسوسہ ہو یا معقولہ (مف) یعنی مادی طور پر موجود ہو یا صرف ذہن میں ہو۔ اور هَيْئَة اور هِيْئَة بمعنی چیز کی حالت، کیفیت، شکل و صورت (منجد) قرآن میں ہے:

اِنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (۳/۴۹) میں تمہارے سامنے مٹی کی صورت بشکل پرند بناتا ہوں۔

۲۔ شَكْل : مُشَاكَلَة بمعنی شکل و صورت میں مشابہ ہونا (مف) اور اشکال بمعنی کسی معاملہ میں ایسی پیچیدگی جس میں کئی ملتی جلتی صورتیں سامنے آ جائیں۔ اور شکل بھی ایسے ہی پیچیدہ امر کو کہتے ہیں۔ اور شَكَلَ الْاَمْرُ بمعنی مشتبہ ہونا۔ اور شَكْل بمعنی مشابہت، مثل، نظیر۔ اور اشکال بمعنی موتی یا چاندی کے زیورات جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں۔ (منجد) قرآن میں ہے:

وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ (۳۸/۵۸) اور اسی طرح کے اور بہت سے عذاب ہوں گے۔

۳۔ صُوْرَت : بمعنی کسی مادی چیز کے ظاہری خدوخال جس سے اسے پہچانا جا سکے۔ اور دوسری چیزوں سے اس کا امتیاز ہو سکے (مف) ارشادِ باری ہے:

فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ (۸۲/۸) پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا تجھے جوڑ دیا۔

۴۔ تِمْثَال : (ج تماثیل) مَثُلَ بمعنی کسی دوسری چیز کی شکل و صورت اختیار کرنا اور سیدھا کھڑا ہونا اور مُمَثَّل وُہ چیز ہے جو نمونہ کے مطابق بنائی جائے۔ اور تَمَثَّلَ کسی کی شکل بن جانا (مف) کسی کا روپ دھار لینا۔ اور تمثال بمعنی تصویر، صورت یا کسی چیز کا مجسمہ (مف) ارشادِ باری ہے:

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے

التَّمَاثِيلُ الَّتِيٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ۔ (۲۱/۵۲) — لوگوں سے کہا۔ یہ کیا مورتیں ہیں جن کے سامنے تم اعتکاف میں بیٹھے رہتے ہو۔

ماحصل: (۱) ھَیْئَۃ: کسی چیز کا رف سا ڈھانچہ۔ خواہ حسی ہو یا ذہنی۔

(۲) شَکْل: صورت میں مشابہت رکھنے والی چیزیں۔

(۳) صُوْرَت: کسی چیز کے امتیازی خدوخال (۴) تِمْثَال: کسی اصل چیز کی نقل۔ تصویر۔ مورت۔ مجسمہ وغیرہ۔

۱۲۔ شکل وصورت بنانا

کے لیے صَوَّرَ، خَلَّقَ اور تَمَثَّلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صَوَّرَ: بمعنی تصویر کھینچنا۔ شکل بنانا (منجد) اس لفظ کا اطلاق بالعموم جاندار اشیاء پر ہوتا ہے اور جاندار اشیاء کی صورت بنانا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ (۳/۶) — وہی تو ہے جو (ماں کے) پیٹ میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے۔

۲۔ خَلَّقَ: مادہ پر صورت کی تکمیل سے پہلے کے ابتدائی نقش ونگار بنانا۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ (۲۲/۵) — پھر اس بوٹی سے جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی۔

۳۔ تَمَثَّلَ: بمعنی اپنی شکل وصورت میں تبدیلی پیدا کر کے کسی دوسرے کی شکل وصورت کی مانند بن جانا روپ دھارنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا (۱۹/۱۷) — ہم نے مریمؑ کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گیا۔

۱۳۔ شگاف

کے لیے فُطُوْر اور فُرُوْج کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ فُطُوْر: فَطَرَ بمعنی کسی چیز کو لمبائی کے رخ پھاڑنا (مف) یا چیرنا ہے۔ اور اِنْفَطَرَ کے معنی چر جانا ہے (عثمانیؒ) گویا فُطُوْر ایسے شگاف کو کہتے ہیں جس کی چوڑائی لمبائی کی نسبت بہت کم ہو۔ درز یا دراڑ۔ قرآن میں ہے:

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ (۶۷/۳) — اپنی نگاہ (آسمان کی طرف) اٹھا۔ کیا تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے؟

۲۔ فُرُوْج: فَرَجَ کے معنی میں کشادگی کا تصور پایا جاتا ہے، پھٹنے یا چرنے کا نہیں۔ فَرَجَ بمعنی کھولنا۔ کشادہ کرنا۔ کھلا کرنا (منجد) فَرَجَ بمعنی دو چیزوں یا ایک ہی چیز کے دو حصوں کے درمیان وسعت۔ اور فرج الطریق بمعنی راستہ کا درمیانی حصہ (منجد۔ مف) سوراخ یا شگاف خواہ اس کی ساخت میں ہو یا بعد میں واقع ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۵۰/۶)	کیا وُہ اپنے اُوپر آسمان کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اسے کیسا بنایا اور اس کو زینت دی اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔

ماحصل: (۱) فُطُور: وُہ لمبا شگاف ہے جو کسی چیز کے پھٹنے سے یا چرنے سے پیدا ہو جبکہ فُرُوج صرف درمیان میں کھلی جگہ کو کہتے ہیں۔ خواہ یہ شگاف پیدائشی ہو یا بعد میں واقع ہو۔

۱۴ ـــــ شہر ـ بستی

کے لیے مَدِيْنَة، بَلَد، مِصْر اور دِيَار اور قَرْيَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَدِيْنَة: مَدَنَ بمعنی اقامت کرنا۔ شہر میں بسنا۔ اور تَمَدَّنَ معنی مہذب و شائستہ ہونا (منجد) اور مَدِيْنَة ہر ایسے شہر کو کہتے ہیں جہاں لوگ مل جل کر اصول و قواعد کے تحت رہتے ہوں۔ (ج مَدَائِن) قرآن میں ہے:

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى (۳۶/۲۰)	اور شہر کی پرلی طرف سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔

۲۔ بَلَد: ہر وُہ مقام جس کی حد بندی کی گئی ہو اور وہاں لوگ آباد ہوں (مف) (ج بلاد)

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (۹۰/۱)	میں اس شہر (مکہ معظمہ) کی قسم کھاتا ہوں۔

۳۔ مِصْر: بمعنی حد (ج مُصُور) کہتے ہیں اِشْتَرٰى فُلَانٌ الدَّارَ بِمُصُوْرِهَا" فلاں نے وُہ مکان اس کی حدود تک خرید کیا۔ اور مِصْر بمعنی پرگنہ۔ تحصیل (جس کی حد بندی کی گئی ہو) اور بعض کے نزدیک مِصْر ایسا شہر ہے جہاں فَے اور صدقات تقسیم ہوتے ہوں (م۔ل) اور بعض کے نزدیک یہ فصیل والا شہر ہوتا ہے۔ نیز ایک ملک کا نام قرآن میں ہے:

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ (۲/۶۱)	شہر کی طرف نکل جاؤ تمہیں مطلوبہ چیز مل جائے گی۔

۴۔ دِيَار: (واحد دَار اور اس کی جمع دُور بھی آتی ہے) دُور بمعنی کسی چیز کا چاروں طرف سے گھرا ہونا اور دَار بمعنی گھر۔ مکان۔ اور دَيْر بمعنی کسی عابد کی رہائش گاہ۔ اور دَار بمعنی رہائش کے لحاظ سے اس کا مفہوم بڑا وسیع ہے جس کا اطلاق کسی بستی، قصبہ، شہر اور ملک سب پر ہوتا ہے۔ دَارُ الْحَرْب بمعنی دشمن کا ملک دَارُ الْقَرَار بمعنی آخرت دَارُ الدُّنْيَا بمعنی دنیا کا گھر۔ تمام دنیا۔ اور دَارَان یا دَارَيْن بمعنی دنیا یا آخرت۔ قرآن میں ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ (۱۷/۵)	پھر جب اُن وعدوں میں سے پہلے کا وقت آگیا تو ہم نے تم پر اپنے جنگجو بندے بھیجے جو شہروں کے اندر پھیل گئے۔

۵۔ قَرْيَة: (ج قُرٰى) بمعنی (۱) بستی (۲) بستی میں رہنے والے لوگ۔ اس لفظ کا اطلاق الگ الگ معنوں میں بھی ہوتا ہے اور مجموعی طور پر بھی (مف) بستی خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، گاؤں ہو یا شہر۔ سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور صاحب منجد کے نزدیک اس کا اطلاق صرف بڑی بستی پر ہوتا ہے

(منجد) ارشادِ باری ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ - (۶۵/۸)

اور بہت سی بستیوں (یعنی اس کے باشندوں) نے اپنے پروردگار کے احکام اور اُس کے رسولوں کی اطاعت سے سرکشی کی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

تِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا - (۱۸/۵۹)

یہ بستیاں (جو ویران پڑی ہیں) جب انہوں نے ظلم کیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا۔

ماحصل: (۱) مَدِيْنَة : وُہ بستی ہے جہاں لوگ اصول وقواعد کے تحت رہتے ہوں۔

(۲) بَلَد : وُہ شہر جس کی حد بندی کی گئی ہو۔ (۳) مِصْر : حد بندی شدہ اور فصیل والا شہر۔

(۴) دِيَار : کا اطلاق گھر، گاؤں، قصبہ، شہر، ملک اور پوری دنیا پر بھی ہو سکتا ہے۔

(۵) قَرْيَة : بڑی بستی۔ شہر یا گاؤں۔ بستی اور اس کے رہنے والے لوگ۔

۱۵ـــــ شیشہ

کے لیے زُجَاجَة (زج) اور قَوَارِيْر (قرر) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ زُجَاجَة : بمعنی شیشہ (GLASS) کانچ۔ بلور۔ معروف لفظ ہے۔ شیشہ کا ٹکڑا یا شیشے کا برتن سب کے لیے مستعمل ہے۔ اَلزُّجَاجِی بمعنی شیشہ بیچنے والا۔ اور زِجَاجَة بمعنی شیشہ گری کا پیشہ (منجد) اور بمعنی آبگینہ (م - ل) یعنی زُجَاجَة سے مراد ایسا شیشہ ہے جس میں سے آر پار دیکھا جا سکے۔ قرآن میں ہے:

اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (۲۴/۳۵)

وُہ چراغ ایک قندیل میں ہو۔ اور وُہ قندیل ایسی (شفاف ہو) گویا چمکتا ہوا تارا۔

۲۔ قَوَارِيْر : (واحد قارورہ) بمعنی کوئی پینے کی چیز (مشروب) یا کھجور یا چھوہارے رکھنے کا برتن (منجد) شیشے کا برتن۔ اور حکیموں کی اصطلاح میں شیشے کا وہ برتن جس میں مریض کا پیشاب برائے ملاحظہ حکیم کو پیش کیا جائے۔ اور قَارُوْرَہ ہر اس شیشہ کو کہتے ہیں جو کسی غرض کے لیے بنایا گیا ہو خواہ یہ چہرہ دیکھنے کا ہو یا عمارتوں کی زیبائش کے لیے رنگدار بنایا گیا ہو یا برتن سازی میں استعمال ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا (۷۶/۱۶)

(خدام) چاندی کے برتن لیے ان کے لیے اردگرد پھریں گے اور شیشے کے (نہایت شفاف) گلاس۔

ماحصل: (۱) زُجَاجَة : بمعنی آبگینہ۔ کانچ۔ بلور جس کے آر پار دیکھا جا سکے۔

(۲) قَوَارِيْر : وُہ شیشہ ہے جس کو کسی غرض کے لیے بنایا جائے۔ شیشہ کی مصنوعات۔ خواہ پھولدار اور رنگین ہوں۔

شیطان کے لیے دیکھیے ـــــ جن ـــــ!

ا۔۔۔ صاف کرنا

کے لیے مَحَّصَ، طَھَّرَ، صَفَا اور مَسَحَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَحَّصَ: کسی ایسی چیز کو صاف کرنا جس میں ملاوٹ رچ بس گئی ہو۔ مادی اشیاء میں اس کا اطلاق مرکبات (COMPOUNDS) کو الگ کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ جیسے مَحَّصَ الذَّھَب بمعنی سونے کو کٹھالی میں ڈال کر دوسری دھاتوں کے آمیزے اور آلائش دُور کر دینا۔ اور معنوی لحاظ سے اس کا اطلاق کسی کو رنج و مصائب میں مبتلا کر کے اسے پاک و صاف بنانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ (۳/۱۴۱) تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خالص مومن بنا دے اور کافروں کو نابود کر دے۔

۲۔ طَھَرَ: (ضد دَنَسَ بمعنی میل کچیل ہے) یعنی میل کچیل کو دُور کرنا۔ اور طَھُوْر بمعنی میل کچیل اور غلاظت سے پاک۔ صاف نتھرا ہوا شفاف۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا (۲۵/۴۸) اور ہم نے آسمان سے نتھرا ہوا پانی اتارا۔

۳۔ صَفَا: ایسی چیزوں کو آلائش اور آمیزش سے پاک صاف کرنا جن کو الگ کرنا کیمیاوی عمل کے بغیر ممکن ہو۔ یعنی آمیزہ (MIXTURE) جیسے شہد کو موم اور ستھا وغیرہ سے پاک و صاف کرنا یا نمکین پانی کو گرم کر کے پانی اور نمک کو الگ الگ کر دینا۔ قرآن میں ہے:

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (۴۷/۱۵) اور جنت میں صاف شدہ شہد کی نہریں ہوں گی۔

۴۔ مَسَحَ: بمعنی چیز پر ہاتھ پھیر کر اس سے گرد اور آلائش وغیرہ کو دُور کرنا۔ جھاڑنا، پونچھنا۔ جیسے فرمایا:

فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ (۳۸/۳۳) تو سلیمانؑ ان گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیر کر گرد صاف کرنے لگے۔

اور شرعی اصطلاح میں مسح کا معنی پاک مٹی یا پانی کو پہلے کسی جگہ پر ملنا یا لگانا پھر اسے جھاڑ کر صاف کر دینا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ (۵/۶) تو پاک مٹی کا ارادہ کرو۔ پھر اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔

ماحصل: (۱) مَحَّصَ: مرکبات سے آمیزش کو دُور کرنا اور صاف بنانا۔
(۲) طَهَّرَ: ظاہری نجاست کو پانی وغیرہ سے صاف کرنا۔
(۳) صَفّٰی: آمیزے سے آمیزش کو علیحدہ کر کے صاف کرنا۔
(۴) مَسَحَ: ہاتھ پھیر کر گرد اور آلائش وغیرہ کو پونچھنا۔ جھاڑنا۔ صاف کرنا۔
نیز دیکھیے ــــ "پاک وصاف کرنا"۔

۲ ــــ صبح

کے لیے بالترتیب اور بلحاظ وقت اَسْحَار (واحد سحر) فَجْر، صُبْح کے لیے دیکھیے عنوان "رات" اور اِشْرَاق (یا شروق) بُکْرَة (یا بُکُور) غَدَاة (یا غُدُوّ یا غُدْوَة) اور ضُحٰی کے لیے دیکھیے عنوان "دن"۔

اہلِ عرب نے دن کی مدت کو بھی بارہ حصوں یا بارہ گھڑیوں میں تقسیم کر کے ان کے الگ الگ نام تجویز کیے ہیں اور رات کو بھی بارہ گھڑیوں میں تقسیم کر کے ان کے نام تجویز کر رکھے ہیں مندرجہ بالا الفاظ ان ہی مختلف گھڑیوں کے نام ہیں جن کی تفصیل دن اور رات کے عنوانات کے تحت دے دی گئی ہے۔

۳ ــــ صبح کو کرنا

کے لیے اَصْبَحَ اور غَدَا (غدو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَصْبَحَ اور صَبَّحَ: صَبِحَ (صَبْحًا) بمعنی روشن اور چمکدار ہونا۔ اور مِصْبَاح بمعنی چراغ اور صُبْح دن چڑھنے سے پیشتر روشنی ہو جانے کے وقت کو کہتے ہیں۔ اَصْبَحَ بمعنی صبح میں داخل ہونا۔ اور صَبَّحَ بمعنی صبح کے وقت آنا۔ صبح کا سلام کہنا (منجد) اور اَصْبَحَ صَبَّحَ کسی کام کا صبح کے وقت ہونا یا کرنا کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ (۶۸/۲۰-۲۱)	تو وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی کھیتی کی مانند ہو گیا۔ اور صبح کو وہ لگے ایک دوسرے کو پکارنے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ (۵۴/۳۸)	اور اُن پر صبح سویرے ہی اٹل عذاب آنازل ہوا۔

پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے اَصْبَحَ کا لفظ صرف "ہو جانا" کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ جیسے فرمایا:

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (۳/۱۰۳)	تو تم اس (اللہ) کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

۲۔ غَدًا: غَدٌ بمعنی آنے والا کل۔ آج سے بعد آنے والا دن (TOMORROW) اور غُدْوَۃ دن چڑھنے کے بعد اشراق اور بُکْرَۃ کے بعد تیسری گھڑی کو کہتے ہیں۔ اور غَدَا بمعنی دوسرے دن پہلے پہر کوئی کام کرنا۔ پھر اس لفظ کا استعمال بھی کسی دن غُدْوَۃ یا پہلے پہر کوئی کام کرنے کے لیے ہونے لگا۔

ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳/۱۲۱)	اور جب آپ صبح کے وقت گھر سے روانہ ہو کر مومنوں کو (لڑائی کے لیے) موچوں پر متعین کرنے لگے۔

۴ ـــــ صبر کرنا

کے لیے صَبَرَ اور قَنِعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صَبَرَ: بمعنی کسی تکلیف یا صدمہ پہنچنے پر اسے برداشت کر جانا اور بیقراری و جزع و فزع کا اظہار نہ کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰىٓ اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا (۶/۳۴)	تو وہ پیغمبر اس تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد پہنچ گئی۔

۲۔ قَنِعَ: بمعنی جو کچھ حصہ میں آئے اس پر صبر کرنا (منجد) اور قناعت بمعنی ضروریاتِ زندگی سے متعلق تھوڑی چیز پر راضی ہونا (مف) تھوڑی چیز پر صبر و شکر کرنا اور کسی کے سامنے شکوہ شکایت نہ کرنا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (۲۲/۳۶)	تو جب یہ (قربانی کے جانور) پہلو کے بل گر پڑیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور صبر سے بیٹھ رہنے والوں کو بھی کھلاؤ۔

ماحصل: (۱) صبر: مصائب و مشکلات پڑنے پر برداشت کر جانا۔
(۲) قناعت: ضروریاتِ زندگی میں تھوڑے پر صبر و شکر کرنا۔

۵ ـــــ صلح

کے لیے صُلْح اور سَلَم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صُلْح: اَلْاِصْلَاح کی ضد فساد بمعنی بگاڑ ہے۔ اور اَصْلَحَ بمعنی بگاڑ کو درست کرنا۔ اور صُلْح ان فریقین کے درمیان باہمی سمجھوتہ کو کہتے ہیں جن میں پہلے سے بگاڑ، جھگڑا یا لڑائی موجود ہو۔

ارشادِ باری ہے:

(۱) وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا	اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں

فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا (۴۹/۹) — تو ان میں صلح کرا دو۔

(۲) وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَآ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَیْرٌ (۴/۱۲۸) — اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کر لیں اور صلح خوب (چیز) ہے۔

۲۔ سَلم، اَلسَّلْم بمعنی سلامتی، تابعداری اور سَلَم بمعنی نجات پانا، محفوظ ہونا۔ اور سَلْم صلح کرانے والے کو بھی کہتے ہیں (منجد) اور ایسے سمجھوتہ یا صلح کو بھی جو لڑائی یا بگاڑ پیدا ہونے سے پہلے ہی ہو جائے۔ مطیع ہونا۔ ارشاد باری ہے:

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ وَ اَلْقَوْا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَیْهِمْ سَبِیْلًا (۴/۹۰) — پھر اگر وہ (جنگ سے) کنارہ کشی کریں اور لڑیں نہیں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو اللہ نے تم پر ان کے لیے زبردستی کرنے کی کوئی راہ نہیں بنائی۔

ماحصل لڑائی یا فساد سے پہلے کے سمجھوتہ کے لیے سلم اور بگاڑ واقع ہونے کے بعد باہمی سمجھوتہ کے لیے صلح کا لفظ آتا ہے۔

ضائع ہونا اور ضائع کرنا کے لیے دیکھیے "برباد ہونا اور" برباد کرنا"

ضد کرنا کے لیے ضِدًّا، تَعَاسَرَ، اَصَرَّ، مَرَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

ضِدًّا اور تَعَاسَرَ کے لیے دیکھیے "مخالفت کرنا"، اور

اَصَرَّ اور مَرَدَ کے لیے دیکھیے ـــــ "اڑنا"

۱ ـــــ ضامن

کے لیے کَفِیْل اور زَعِیْم کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں

۱۔ کَفِیْل، کَفَلَ بمعنی کسی کے نان ونفقہ اور خبرگیری کا ذمہ دار ہونا۔ ضامن ہونا (مف) اور کَفِیْل بمعنی نان ونفقہ اور خبرگیری کا ذمہ دار۔ ضامن۔ قرآن میں ہے:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (۳/۴۴) اور نہ تم اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کی پرورش کا کون ضامن ہو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا (۱۶/۹۱) اور بیشک تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو۔

۲۔ زَعِیْم: زُعَامَۃ بمعنی ایسی بات کی ذمہ داری اٹھانا جس کا تعلق سیاست (سرداری) سے ہو (مف)

زَعِیْم وہ شخص ہے جو حکومت کی طرف سے کسی بات کا ذمہ دار یا ضامن ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ (۱۲/۷۲) وہ بولے کہ بادشاہ کا پینے کا گلاس کھویا گیا ہے اور جو شخص اس کو لے آئے اس کو ایک بار شتر انعام اور میں اس کا ضامن ہوں۔

ماحصل: (۱) کَفِیْل: ایسا ضامن جو نان ونفقہ اور خبرگیری کا ذمہ دار ہو۔

(۲) زَعِیْم: وہ ضامن جو حکومت کی طرف سے کسی بات کا ذمہ دار ہو۔

۱۔ طاقت

کے لیے طَاقَة (طوق) قُوَّة (قو) مِرَّة (مر) رُکْن، مِحَال کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَاقَة: معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ بمعنی ہمت، سکت جو کسی کام کے لیے درکار ہو (مف) (POWER)۔ ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (۲/۲۸۶) — اے ہمارے پروردگار! جتنا بوجھ ہم میں اٹھانے کی طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو۔

۲۔ قُوَّة: زور۔ استعداد اور صلاحیت جو کسی چیز کے اندر پائی جائے (FORCE) (مف) ضد ضعف (مف) قرآن میں ہے:

اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ (۲۸/۷۶) — اس (قارون کے خزانے) کی چابیاں ایک طاقتور جماعت بمشکل اٹھاتی تھی۔

۳۔ مِرَّة: (مرّ) بمعنی (۱) گزرنا (۲) تلخ ہونا اور (۳) بمعنی مضبوطی سے بٹنا۔ اور مِرَّة بمعنی شدت۔ کسی چیز کی دائمی حالت۔ طاقت۔ مضبوطی۔ (منجد) شدت اور عزم (ق۔ج) اور ذو مرۃ محاورہ ہے یعنی مضبوط اور طاقتور۔ توانا۔ بڑا زور آور۔ اور مَرِیْر بمعنی بٹی ہوئی رسّی (مف) ارشاد باری ہے:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى (۵۳/۶) — ان (رسول اکرمؐ) کو نہایت قوت والے (جبرئیلؑ) نے سکھایا جو بڑا زور آور ہے۔ پھر وہ پورا نظر آیا۔

۴۔ رُکْن: کسی چیز کا رکن اس کی قوی تر جانب ہے (م۔ل) اور بمعنی ستون۔ قلعہ اور بل بوتا استعمال ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ (۱۱/۸۰) — (لوطؑ نے) کہا اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا۔

۵۔ مِحَال: بمعنی کسی کے خلاف قوت اور سختی کے ساتھ بُری تدبیر کرنا (مف۔منجد) گویا مِحَال کے معنی میں قُوَّة اور حِیْلَة دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی کسی شخص پر حیلہ و تدبیر سے گرفت شدید کرتے جانا۔ اور مِحَال بمعنی دھوکا۔ مکر۔ عناد۔ شدت۔ قحط۔ سخت بھوک (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ (۱۳/۱۳)	اور وُہ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور وُہ بڑی قوت والا ہے (جالندھریؒ)
	اور اس کی پکڑ سخت ہے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) طاقت: عام لفظ ہے۔ اتنی سکت جو کسی کام کے لیے درکار ہو۔

(۲) قُوَّۃ: وہ استعداد و صلاحیت جو کسی چیز کے اندر موجود ہو۔

(۳) مِرَّۃ: قوت شدت اور عزم ذومِرَّۃ کس بل والا زور آور (محاورہ)

(۴) رُکْن: کسی چیز کی قوی تر جانب۔

(۵) مِحَال: قوت اور حیلہ۔

۲۔۔۔طاقت رکھنا

کے لیے اَطَاقَ اور اِسْتِطَاعَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَطَاقَ: بمعنی کسی کام کی ہمت اور سکت رکھنا۔ معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (۲/۱۸۴)	اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وُہ اس کے بدلے محتاج کو کھانا کھلائیں۔

۲۔ اِسْتِطَاعَ (اَلْاَصْل) بمعنی کسی کام کی طاقت رکھنا۔ لائق ہونا (منجد) اور بمعنی کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے جن اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کا موجود ہونا (مف) طاقت کا تعلق محض کسی کی اپنی ذات تک محدود ہے جبکہ استطاعت کا تعلق ذاتی طاقت کے علاوہ بعض دوسرے اسباب و ذرائع سے بھی متعلق ہے۔ جیسے حج کے لیے خرچ، سواری، راستہ کا پرامن ہونا، گھر والوں کے لیے خرچ وغیرہ۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا (۳/۹۷)	اور بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے۔

اسی لیے استطاع کا معنی مقدور رکھنا، توفیق رکھنا یا کسی کام کا کر سکنا کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے،

فَمَا اسْطَاعُوْا أَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا (۱۸/۹۷)	پھر ان میں نہ یہ قدرت رہی کہ اس (دیوار) پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں۔

ایک اور مقام پر ہے:

وَإِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ أَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (۵/۱۱۰)	اور جب حواریوں نے کہا اے عیسٰی ابن مریم! کیا تمہارا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے (طعام کا) خوان نازل کرے۔

طرف کے لیے دیکھیے۔۔۔"جانب"

۳۔ طریقہ۔ دستور

کے لیے طَرِیْقَۃ، سُنَّۃ، اُمَّۃ، شَرِیْعَۃ، مِنْھَاج، مَنْسَک، شَاکِلَۃ، مَعْرُوف اور خُلُق کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طَرِیْقَۃ بمعنی عادت۔ حالت۔ مذہب (منجد) ہر اس مسلک اور مذہب کو طریق کہا جاتا ہے۔ جو انسان کوئی کام اختیار کرنے کے لیے کرتا ہے۔ خواہ وُہ فعل محمود ہو یا مذموم (مف) قرآن میں ہے:

وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلَىٰ (۲۰/۶۳) اور وُہ دونوں (موسیٰ اور ہارون) تمہارے شائستہ مذہب کو نابود کر دیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا (۲۰/۱۰۴) اس وقت ان میں سے سب سے اچھی راہ و روش رکھنے والا کہے گا کہ تم تو صرف ایک دن (ہی دنیا میں) رہے ہو۔

گویا شرعی اصطلاح میں طریقہ، لوگوں کی ان رسوم و عادات کو کہتے ہیں جنھیں لوگوں نے مذہبی شعائر کا درجہ دے رکھا ہو۔

۲۔ سُنَّۃ: سَنَّ بمعنی کسی چیز کا جاری ہونا اور اس کا درست طور پر چلنا (م۔ل) لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے مَنْ سَنَّ سُنَّۃً جس کسی نے کوئی بات (طریقہ، رسم، دستور) رائج کیا۔ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے قانونِ الٰہی (جسے عموماً قانونِ قدرت کہہ دیتے ہیں) مراد ہوگا۔ جیسے فرمایا:

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (۳۵/۴۳) یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا اور کسی چیز کے منتظر نہیں سو تم اللہ کی عادت (دستورِ ربانی) میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔

اور جب صرف لفظ سنت بولا جائے تو اس سے مراد بالعموم وُہ طریقہ ہے جو رسول اکرمؐ نے رائج فرمایا ہو (ج سنن) اسوۂ رسولؐ۔

۳۔ اُمَّۃ: ایک ہی عقیدہ یا نظریہ کے ہم خیال لوگوں کو امت کہتے ہیں (مف) پھر اس لفظ کا اطلاق اس عقیدہ یا نظریہ پر بھی ہوتا ہے جس پر لوگ ہم خیال ہو جائیں خواہ یہ عقیدہ یا نظریہ غلط ہو یا درست قرآن میں ہے:

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ (۴۳/۲۳) ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم قدم بقدم ان ہی کے پیچھے چلتے ہیں۔

۴۔ شَرِیْعَة : شرع بمعنی کسی چیز کا کھینچ کر یا بلند ہو کر سامنے آنا یا ظاہر ہونا کہتے ہیں۔ شَرَعَ الْبَعِيْرُ عُنُقَهٗ اونٹ نے گردن اس طرح بلند کی کہ وہ نمایاں طور پر نظر آنے لگی (م۔ل) اور شرع للقوم بمعنی قوم کے لیے قانون بنانا۔ اور شَرِیْعَة بمعنی اسلامی قانون۔ خدائی احکام۔ ضابطہ (منجد) اور شریعت اسلامیہ اسلامی قوانین کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور شَرِیْعَة بمعنی واضح اور متعین راستہ۔ لیکن اس کا اطلاق صرف احکام الٰہیہ پر ہوتا ہے (مف)

ہمارے خیال میں امام راغب کی تعریف یا معنی زیادہ صحیح ہے یعنی لفظِ شریعت کے معنی اسلامی قانون نہیں بلکہ اللہ کے احکام ہیں۔ کیونکہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ دین تو سب انبیاء و رسل کا ایک ہی رہا ہے مگر شریعت میں (اقتضاءتِ زمانہ کے تحت) تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ دین کی حیثیت باپ کی ہے اور شریعت کی حیثیت ماں کی۔ آپؐ نے فرمایا، ہم انبیاء کا باپ تو ایک ہی ہے مگر مائیں الگ الگ ہیں۔ گویا دین ایسے غیر متبدل احکاماتِ الٰہیہ پر مشتمل ہے جو ابتدائے تخلیقِ آدم سے ایک ہی رہے ہیں جیسے ایمان بالغیب، اللہ، فرشتوں اور اس کی کتابوں پر ایمان اور قانون جزا و سزا وغیرہ نماز، روزہ زکوٰۃ کے احکام اور حدود و تعزیرات وغیرہ اور شریعت کے احکام کی مثال یوں سمجھیے جیسے نمازوں کی تعداد۔ ان کی رکعتیں اور طریق ادائیگی۔ شریعت ہر صاحب شریعت نبی یا رسولؑ کی الگ تھی مگر دین ایک ہی رہا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ — پھر ہم نے آپؐ کو دین کے کھلے راستے پر قائم کر دیا۔ (۴۵/۱۸)

اس آیت سے واضح ہے کہ آپ کو الگ شریعت دی گئی تھی۔

۵۔ مِنْهَاج : نهج الامر والطريق بمعنی کام یا راستہ کا واضح ہونا (منجد) اور منہاج بمعنی واضح دستور العمل ہے (مف) یعنی شرعی احکام کی ادائیگی کا طریقِ کار۔ اور یہ طریق کار بھی انبیاء کو اللہ ہی کی طرف سے بتلا دیا جاتا ہے جیسا کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ جبریلؑ رسول اللہ کو دو دن آکر دن کی پانچوں نمازیں پڑھاتے رہے۔ پہلے دن اول اوقات میں اور دوسرے دن آخر اوقات میں۔ اور بتلایا، ان اوقات کے درمیان کسی وقت بھی نماز ہو سکتی ہے۔ یہ منہاج ہے۔ گویا شریعت ہی کی وسعت اور وضاحت کا نام مِنْهَاج ہے (فق ل ۱۱) ارشادِ باری ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا۔ — ہم نے تم میں ہر ایک کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ (۵/۴۸)

۶۔ مَنْسَك : نَسَكَ بمعنی زاہد بننا۔ درویش بننا۔ اور نَسَكَ لِلّٰهِ بمعنی اللہ کے لیے قربانی کرنا (منجد) مَنْسَك کا لفظ مِنْهَاج سے اخص ہے اور اس سے مراد صرف وہ طریق کار ہے جو عبادات سے تعلق رکھتا ہو۔ جیسے فرمایا:

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ — ہم نے ہر ایک امت کے لیے بندگی کی راہ مقرر کر دی

نَاسِكُوْهُ (۲۲/۶۷) وُہ اسی طرح بندگی کرتے ہیں۔

مَنْسَكْ کا لفظ بالعموم حج کے شعائر و احکام اور ادائیگی سے مختص ہو گیا ہے۔ مناسکِ حج، بمعنی اعمالِ حج ادا کرنے کے مقامات، قاعدے اور طریقے۔ اور نسك اس قربانی کو کہتے ہیں جو حج کے دوران کی جاتی ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے عنوان "قربانی") جیسے فرمایا:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (۲/۱۹۶) پھر جو شخص (حج کے دوران) بیمار ہو جائے یا اس کے سر میں تکلیف ہو (اور اسے سر منڈانا ہی پڑے) تو اس کے عوض روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔

۷۔ شَاكِلَة: شَكَلَ بمعنی مشتبہ ہونا۔ اور شَكَلَ الدَّابَّة بمعنی جانور کو پائے بند ڈالنا (منجد) اور اَلنَّاسُ اَشْكَالٌ وَّاُلَّافٌ بمعنی لوگ آپس میں مشابہ اور الفت کرنے والے ہیں (مف) گویا شکل کے معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں شکل و صورت میں اشتباہ اور پابندی۔ اور شَاكِلَة وُہ مخصوص انداز، ڈھب ڈھنگ یا طریقہ ہے جو انسان اپنی طبیعت کی افتاد کی بنا پر اختیار کرتا ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے: "كُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ" اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک شخص کھلے بندوں صدقہ و خیرات اس بنا پر پسند کرتا ہے کہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی رغبت ہو، نمائش مقصود نہ ہو مگر دُوسرا اسے یوں دینا پسند کرتا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو۔ اب یہ دونوں طریق جائز اور درست ہیں۔ عمل بھی ملتا جلتا بلکہ ایک ہی ہے لیکن طریقِ ادائیگی دونوں کا الگ الگ ہے جو اُن کی اپنی اپنی پسند اور صوابدید کے مطابق ہے۔ یہ شَاكِلَة ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (۱۷/۸۴) آپ کہہ دیجئے کہ ہر شخص اپنے اپنے طریق پر عمل کرتا ہے۔ (۱) ڈھنگ (عثمانی)

۸۔ مَعْرُوْف، (ضد منکر) عَرَفَ بمعنی پہچاننا۔ اور معروف ہر وُہ طریقہ ملکی دستور یا رسم و رواج ہے جو معاشرہ میں جانا پہچانا ہو اور اسے اچھا سمجھا جاتا ہو اور شریعت میں اسکے متعلق خواہ کوئی رہنمائی ملے یا نہ ملے جیسے اپنے سے بڑوں کے سامنے ادب سے بیٹھنا اور انہیں جی یا آپ کہہ کر پکارنا، ان باتوں کا شریعت میں حکم نہیں۔ تاہم اچھی باتیں ہیں۔ یہ معروف ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (۲/۲۴۱) اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق نان و نفقہ دینا چاہیے۔

۹۔ خُلُق: خَلْق خِلقت یعنی اس شکل و صورت پر بولا جاتا ہے جس کا تعلق ادراک بصر سے ہوتا ہے اور خُلُق کا تعلق قوائے باطنہ اور عادات و خصائل کے معنی میں ہوتا ہے جن کا تعلق بصیرت سے ہے (مف) خُلُق اور خُلْق بمعنی طبیعت، خصلت، سرشت (منجد) یا وُہ عادت و طریقہ جو طبیعت کے ساتھ رچ بس گیا ہو۔ (ج اَخْلَاق) قرآن میں ہے

اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ (۲۶/۱۳۷) یہ تو اگلوں ہی کے طور طریق ہیں۔

ماحصل: (۱) طَرِيْقَة: وُہ رسم و رواج جنھیں انسان مذہبی امور سمجھنے لگتا ہے۔
(۲) سُنَّة: وُہ قوانینِ الٰہیہ جو کائنات میں جاری وساری ہیں۔ یا وُہ طریق جس کی کوئی داغ بیل ڈالے اور وُہ چل نکلے۔
(۳) أُمَّة: کسی ہم خیال جماعت کا نظریہ یا عقیدہ اور ایسے ہم خیال لوگ۔
(۴) شَرِيْعَة: ایسے قوانینِ الٰہیہ جو ضرورت اور حالات کے تحت تبدیل کیے جاتے رہے۔
(۵) مِنْهَاج: شرعی احکام کی ادائیگی کا طریق کار۔ وضاحت اور وسعت۔
(۶) مَنْسَك: عبادات اور بالخصوص حج کے شعائر و احکام۔
(۷) شَاكِلَة: کسی کے انفرادی رجحان کے سبب اس کا طرزِ عمل۔
(۸) مَعْرُوْف: ایسا رسم و رواج جو معاشرہ میں پسندیدہ ہو۔ اور اس پر شرعاً کوئی پابندی نہ ہو۔
(۹) خُلُق: ایسی عادات یا طور طریقے جو کسی کی طبیعت میں رچ چکے ہوں۔

۴۔ طعنہ دینا

کے لیے طَعَنَ[۱]، لَمَزَ[۲] اور هَمَزَ[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَعَنَ: بمعنی نیزہ، سینگ یا کسی دوسری تیز اور نوکیلی چیز کے ساتھ زخم کرنا (مف) پھر استعارہ کے طور پر اس لفظ کا استعمال کسی شخص کے متعلق یا اس کے منہ پر ایسی بات کہنا جو اسے نیزہ کی طرح لگے، کے لیے بھی ہوتا ہے یعنی کسی کا کوئی عیب اس طرح بیان کرنا جو اسے سخت ناگوار ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَإِنْ نَّكَثُوْٓا أَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ (۹/۱۲)	اگر عہد کرنے کے بعد وُہ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔

۲۔ لَمَزَ: بمعنی عیب جوئی یا عیب چینی کرنا کسی کے عیوب تلاش کرتے رہنا اور اس مقصد کے لیے اس کی غیبت کرنا (مف) تاکہ کسی کا کوئی کمزور پہلو ہاتھ آجائے۔ پھر اس پر حرف گیری یا طعنہ زنی کرنا۔ اور بمعنی کسی کے فعل پر بے انصافی کا الزام لگانا (فق ۲۹) قرآن میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ (۹/۷۹)	اور وُہ لوگ جو مسلمانوں میں سے دل کھول کر صدقہ و خیرات کرنے والوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

۳۔ هَمَزَ: بمعنی چٹکی لینا، چبھونا، غیبت کرنا۔ اور هامز بمعنی بڑا عیب گیر اور هَمَّاز بمعنی عیب گیر اور طعن و تشنیع کرنے والا (منجد) اور هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْن بمعنی شیطان کی چھیڑ چھاڑ اور وساوس (منجد) اور هَامِز بمعنی غیبت میں طعن آمیز اشارتیں کرنے والا (مف) اور هَمَزَ بمعنی آنکھ سے اشارہ کیا۔ کاٹا۔ مارا اور غیبت کی۔ اور همز الفرس بمعنی گھوڑے کو ایڑ لگائی (م۔ ق) قرآن میں ہے:

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ (۶۸/۱۱) طعن آمیز اشارتیں کرنے والا جو ادھر سے ادھر چغلیاں لگاتا پھرتا ہے۔

ماحصل: (۱) طَعَن: کسی شخص کا کوئی عیب یا کمزوری اس طرح بیان کرنا جو اسے نوک کی طرح چبھ جائے۔
(۲) لَمَزَ: کسی کے فعل پر بے انصافی کا طعنہ دینا۔
(۳) هَمَزَ: اشارہ کنایہ میں طعنہ زنی کرنا۔

طلاق کے لیے دیکھیے "رخصت کرنا" طلب کرنا" کے لیے دیکھیے "مانگنا" اور "چاہنا"

۵ ـــــــ طوق ڈالنا

کے لیے طَوَّقَ اور غَلَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَوَّقَ: طوق ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو گولائی کی شکل اختیار کیے ہو (م۔ل) اور طوق بمعنی گلے کا ایک زیور۔ ہر احاطہ کرنے والی چیز (ج اَطْوَاق (منجد) گویا طوق گلے کا ہار، گلے کا زیور، گلے کا پھندا۔ لوہے کا کڑا جو گردن میں ڈالا جائے، سب کے لیے استعمال ہو سکتا ہے اور اِطَّوَّقَ الْحَيَّةُ بمعنی سانپ کا کنڈلی مارنا۔ اور طَوَّقَ بمعنی کسی کو طوق پہنانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (۳/۱۸۰) وہ مال جس میں وہ بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔

۲۔ غُلّ: (ج اَغْلَال) یہ لفظ طوق سے اعم ہے۔ غُلّ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی کے اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے (مف) اور اس کا اطلاق ہتھکڑی، بیڑیاں اور طوق سب پر ہوتا ہے۔ غَلَّ بمعنی ہتھکڑی یا طوق ڈالنا (منجد) ہے۔ ارشادِ باری ہے:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ۔ (۶۹/۳۰) (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو۔ پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دو۔

۶ ـــــــ طمع رکھنا

کے لیے طَمَعَ، حَرَصَ اور شُحّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَمَعَ: دل میں کسی چیز کے لیے قوی امید پیدا ہونے کو کہتے ہیں (م۔ل) قوی امید رکھنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ (۷۴/۱۵) اور میں نے ہر طرح سے اس کے سامان میں وسعت دی۔ ابھی وہ طمع رکھتا ہے کہ اور زیادہ دوں۔

۲۔ حِرص: کسی چیز کے لیے طمع یا رغبت جب بڑھ جائے تو اسے حرص کہتے ہیں (م۔ل) خواہ وہ اپنے فائدے کے لیے ہو یا دوسرے کے فائدہ کے لیے۔ (مف) لالچ۔ قرآن میں ہے:

إِنْ تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدٰىهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُّضِلُّ (۱۶/۳۷)	اگر تم ان (کفار) کی ہدایت کے لیے للچاؤ بھی تو جسکو خدا گمراہ کر دیتا ہے اس کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

۴۔ شُحٌّ ، شَحَّ بمعنی بخل کرنا حرص ولالچ کرنا۔ اور اَلشَّحِيْحُ اور اَلشَّحَّاحُ بمعنی بخیل۔ حریص (منجد) گویا شَحَّ میں دو باتیں بیک وقت پائی جاتی ہیں (۱) مال کے حصول کی حرص (۲) اسے خرچ کرنے میں امساک۔ بخل (مف) اور یہ بدترین صفت ہے (مف) قرآن میں ہے؛

فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ۔ (۳۳/۱۹)	پھر جب جنگ کا خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں سے زبان درازی کریں اور مال میں بخل کریں (جالندھریؒ) ڈھکے پڑتے ہیں مال پر (عثمانیؒ)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵۹/۹)	اور جو شخص حرص نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

ماحصل: (۱) طمع: کسی بات کی دل میں قوی امید رکھنا۔

(۲) حرص: جب اس طمع میں شدت پیدا ہو جائے تو یہ حرص ہے۔

(۳) جب مال کے حصول کی حرص کے ساتھ بخل کا اضافہ بھی ہو تو یہ شُحّ ہے۔

۷۔ طے کرنا (راستہ کو)

کے لیے عَبَرَ اور قَطَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَبَرَ: کا بنیادی معنی پانی سے گزر جانا ہے۔ خواہ تیر کر گزرا جائے، یا کسی سواری یا پل کے ذریعہ اور عَبْرُ النَّهْرِ نہر کے اس کنارہ کو کہتے ہیں جہاں سے اتر کر نہر کو عبور کیا جا سکے۔ اور عَبَرَ الْعَيْنُ بمعنی آنسوؤں کا جاری ہونا۔ اور اَلْعَبَرَاتُ (جمع) بمعنی آنسو ہے (مف) پھر اس کا استعمال ہر طرح کے راستے کو طے کرنے پر بھی ہونے لگا خواہ راستہ میں پانی ہو یا نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا (۴/۴۳)	اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے قریب جاؤ) یہاں تک کہ غسل کر لو مگر راہ چلتا مسافر کہ اگر اسے پانی نہ ملے تو تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

۲۔ قَطَعَ کا بنیادی معنی کاٹنا اور الگ کرنا ہے۔ اور قَطَعَ النَّهْرَ بمعنی نہر کو عبور کرنا۔ قَطَعَ السَّبِيْلَ بمعنی راہزنی۔ اور قطع الوادی بمعنی کسی میدان کو طے کر جانا۔ اور قطع الامر بمعنی کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے پروگرام طے کرنا ہے۔ گویا یہ لفظ راستہ طے کرنا کے معنوں میں بھی عَبَرَ سے اعم ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ۔	اور نہ ہی کوئی میدان طے کرتے ہیں۔ مگر یہ اس کے

(۹/۱۲۱) نامۂ اعمال میں) لکھ لیا جاتا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ جب تک تم حاضر نہ ہو میں کوئی معاملہ طے نہیں کرتی۔

(۲۷/۳۲)

ماحصل: عَبَرَ کا لفظ صرف راستہ بالخصوص پانی طے یا عبور کرنے کے لیے اور قَطَعَ کا لفظ اعمّ ہے جو معاملات کے طے کرنے اور قطعاتِ ارضی کو پار کر جانے کے لیے آتا ہے۔

۱۔ ظاہر ہونا

کے لیے ظَهَرَ، جَهَرَ، بَدَا (بدو) عَثَرَ، تَبَيَّنَ اور اِسْتِبَان، حَصْحَصَ، تَجَلّٰی اور شُرَّعًا کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ ظَهَرَ: ظَهْر بمعنی پیٹھ اور ہر چیز کا ظاہری حصہ جس کا ادراک آنکھوں سے ہو سکے اور اس کی ضد بَطْن بمعنی پیٹ یا ہر چیز کا اندرونی حصہ ہے جسے آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں (مف) اور ظَهَرَ بمعنی کسی چیز کا دکھائی دینا، رونما ہونا، سامنے آنا اور غالب ہونا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (۳۰/۴۱) لوگوں کے (برے) اعمال کی وجہ سے بحر و بر میں فساد رونما ہو گیا۔

پھر اس لفظ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (۷/۳۳) کہہ دیجیے کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ سب کو حرام کر دیا ہے۔

۲۔ جَهَرَ: کوئی کام اس طرح کرنا کہ دوسروں کو اس کا علم ہو جائے (ضد أَسَرَّ) (مف) قرآن میں ہے:

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً (۲/۵۵) اور (اے یہود) جب تم نے کہا اے موسیٰؑ! ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اللہ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں۔

لیکن یہ لفظ بالعموم آواز کو ظاہر کرنے اور اعلان کرنے (م ۔ ل) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جہری نماز وہ ہے جس میں امام قرارت بلند آواز سے پڑھتا ہے یعنی فجر، شام اور عشاء۔ اور سری وہ ہے جس میں امام بھی قرارت اس طرح پست آواز سے کرتا ہے جسے دوسرے نہ سن سکیں۔ ظاہر کر کے کہنا پکار کر کہنا کہ دوسرے سن لیں (م ۔ ق) ارشادِ باری ہے:

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ (۴/۱۴۸) اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ برا کہے مگر جو مظلوم ہو۔

۳۔ بَدَا: بمعنی کسی چیز کا نمایاں طور پر ظاہر ہو جانا (مف) اور اس میں کسی کے قصد و ارادہ کو دخل

نہیں ہوتا۔ فق ل۔ ۲۳۷) ارشادِ باری ہے:

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ (۶/۲۸) — بلکہ جو کچھ وہ اس سے پہلے چھپاتے رہے سب کچھ ظاہر ہو گیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (۷/۲۲) — اُن دونوں (آدم و حوا) کے ستر کی چیزیں کھل گئیں تو وہ جنت کے (درختوں کے) پتے اپنے اوپر چپکانے لگے۔

پھر اس لفظ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ (۱۲/۳۵) — یہ نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی ان لوگوں کی سمجھ میں یہی بات آئی کہ یوسفؑ کو کچھ عرصہ کے لیے قید کر دیں۔

۴۔ عَثَرَ: عَثَرَ بمعنی پھسل جانا اور گر پڑنا ہے (مف) اور عَثَرَ کا استعمال ظاہر ہونے کے معنی میں اس وقت ہوگا۔ جب کوئی شخص جھوٹ بول کر کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہا ہو لیکن غلطی سے کوئی سچی بات از خود اس کے منہ سے نکل جائے جس سے حقیقت ظاہر ہو جائے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا (۵/۱۰۷) — پھر اگر یہ معلوم ہو جائے کہ دونوں نے (جھوٹ بول کر) گناہ حاصل کیا ہے۔

۵۔ تَبَيَّنَ اور اِسْتَبَانَ: بَانَ بمعنی کسی چیز کا دوسری سے الگ ہو کر ظاہر ہونا اور واضح ہونا (م ل) گویا اس کے معنی میں تین باتوں کا تصور پایا جاتا ہے (۱) افتراق (۲) بُعد اور (۳) وضوح (م ل) اور تَبَيَّنَ بھی انہی معنوں میں استعمال ہوگا۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲/۲۵۶) — ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (۶/۵۵) — اور اس لیے کہ گنہگاروں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔

۶۔ حَصْحَصَ: جب کوئی بات کسی دباؤ کی وجہ سے پردۂ اخفا میں رہے اور دباؤ اٹھ جانے کے بعد وہ ظاہر ہو جائے (مف) تو حَصْحَصَ کا لفظ استعمال ہوگا۔ قرآن میں ہے:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ (۱۲/۵۱) — عزیز مصر کی بیوی نے کہا۔ اب تو حق کھل کر سامنے آ گیا۔ میں نے ہی یوسفؑ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔

۷۔ تَجَلّٰی: کسی روشن اور خوبصورت چیز کا اچھی طرح ظاہر ہونا (تفصیل "روشن ہونا" میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (۷/۱۴۳) — پھر جب اس کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو تجلی (انوار ربانی نے) اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

۸۔ شُرَّعًا : شَرَعَ بمعنی کسی چیز کا کھچ کر یا بلند ہو کر سامنے آنا یا ظاہر ہونا۔ کہتے ہیں شَرَعَ الْبَعِیْرُ عُنُقَہٗ یعنی اونٹ نے اس طرح گردن بلند کی کہ وہ نمایاں طور پر نظر آنے لگی۔ (م ل) قرآن میں ہے:

اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا (۷/۱۶۳) — جبکہ ان کے ہفتہ کے دن مچھلیاں سینہ تان کر ان کے سامنے آجاتیں۔

ماحصل: (۱) ظَهَرَ: اس طرح ظاہر ہونا کہ آنکھوں سے ادراک ہو سکے۔ یہ لفظ عام ہے۔

(۲) جَهَرَ: اعلانیہ کہنا۔ عموماً آواز ظاہر ہونے کے لیے۔

(۳) بَدَا: بغیر ارادہ کسی بات کا ظاہر ہونا جسے چھپانے کی کوشش کی جائے یا وہ اس لائق ہو۔

(۴) عَثَرَ: باتوں باتوں میں اصل حقیقت کا ظاہر ہو جانا۔

(۵) تَبَیَّنَ: جب افتراق، بُعد اور وضوح تینوں باتیں پائی جائیں۔

(۶) حَصْحَصَ: دباؤ اٹھنے کے بعد حقیقت کا ظاہر ہونا۔

(۷) تَجَلّٰی: کسی روشن اور خوبصورت چیز کا ظاہر ہونا۔

(۸) شُرَّعًا: کسی چیز کا کھچ کر یا بلند ہو کر ظاہر ہونا۔

ظاہر کرنا ــــــ ۲

کے لیے ظَهَرَ سے اَظْهَرَ، بَدَا سے اَبْدَا، عَثَرَ سے اَعْثَرَ، جَهَرَ اور اَعْلَنَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ ان میں پہلے چار کے ظاہر ہونا میں معانی بیان ہو چکے۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ اَظْهَرَ: فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا (۷۲/۲۶) وہ کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔

۲۔ اَبْدَا: وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (۲/۳۳) — اور میں خوب جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

۳۔ اَعْثَرَ: وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (۱۸/۲۱) — اور اس طرح ہم نے ان لوگوں پر ظاہر کر دیا تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

۴۔ جَهَرَ: وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۶۷/۱۳) — تم اپنی بات پوشیدہ رکھو یا ظاہر کرو، وہ تمہارے دلوں کے بھید تک سے واقف ہے۔

۵۔ اَعْلَنَ: (ضد اَسَرَّ) کا استعمال اظہار معانی یعنی کسی بات کے ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے اجسام کے لیے بہت کم آتا ہے (مف) اور اس میں رفع الصوت ضروری نہیں ہوتا (فق ل ۲۴) ارشادِ باری ہے:

وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (۱۶/۱۹) — اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔

ظاہر کے لیے ظَاهِر، عَلَانِیَة اور شُرَّعًا کے الفاظ آئے ہیں۔ تفصیل اوپر گزر چکی۔

ظلم کرنا ــــ دیکھیے "بے انصافی کرنا"

۱ ـــــ عاجز آنا

کے لیے عَجَزَ، عَیِیَ اور اِسْتَکَانَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَجَزَ: کسی کام کے کرنے سے قاصر ہونا، سرانجام دینے کی استطاعت نہ رکھنا (فل ۲۱۴) اور عِجز کی ضد قدرت ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ (۵/۳۱) — کہنے لگا، افسوس! مجھ سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوّے کے برابر ہوتا۔

۲۔ عَیِیَ: کام کرتے کرتے تھک جانا اور سرانجام دینے کے قابل نہ رہنا یا دوبارہ وُہی کام کرنے کی استطاعت نہ ہونا (فل ۲۱۴) یا درست نہ کر سکنا (منجد) اور دَاءٌ عَیَاءٌ لاعلاج مرض کو کہتے ہیں (مف) عَیَاءٌ عجز سے کمتر ہے (منجد) کیونکہ پہلے اس میں کام کرنے کی استعداد موجود تھی۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِىْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (۵۰/۱۵) — کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں (نہیں) بلکہ یہ لوگ از سرِ نو پیدا کرنے میں شک میں پڑے ہیں۔

۳۔ اِسْتَکَانَ فُلَانٌ: بمعنی فلاں نے عاجزی کا اظہار کیا۔ گویا وُہ ٹھہر گیا (مف) اور مقابلہ میں دب جانا۔ اور بمعنی عاجزی کرنا، مطیع ہونا (منجد) ارشاد باری ہے:

فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا (۳/۱۴۶) — تو جو مصیبتیں ان پر راہِ خدا میں واقع ہوئیں اس کے سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ کافروں سے دبے۔

ماحصل: (۱) عِجز: کوئی کام نہ کر سکنا۔

(۲) عَیِیَ: تھکاوٹ کی وجہ سے کام جاری نہ رکھ سکنا یا دوبارہ نہ کر سکنا۔

(۳) اِسْتَکَانَ: مقابلہ میں دب جانا اور عاجزی کا اظہار کرنا۔

۲ ـــــ عاجزی کرنا

کے لیے اَخْبَتَ، خَشَعَ، خَضَعَ اور تَضَرَّعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَخْبَتَ : خَبْت نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔ اور اَخْبَتَ الرَّجُل بمعنی کسی شخص کا نرم زمین کا قصد کرنا یا وہاں اترنا۔ اس کے بعد یہ لفظ نرمی اور تواضع کے معنی میں استعمال ہونے لگا (مف) بمعنی سکون اور اطمینان سے اللہ کی طرف رجوع کرنا (فق ۲۰۸) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (۱۱/۲۳)	جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی، یہی لوگ صاحب جنت ہیں۔

۲- خَشَعَ : ایسے ڈر کو کہتے ہیں جس کا اثر دل سے آگے اعضاء و جوارح پر بھی نمایاں ہونے لگے۔ اور اس سے نگاہیں اور آواز پست ہو جائیں (م ـ ل) (تفصیل "ڈرنا" میں دیکھیے) لہٰذا یہ لفظ ڈرنا اور عاجزی کرنا دونوں معنوں میں استعمال ہوگا۔ ڈر کی وجہ سے دل کے نرم ہونے کی یہ ظاہری کیفیت ہے کہ نگاہ اور آواز پست ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ (۳/۱۹۹)	اور بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو خدا پر اور اس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر جو ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے حضور عاجزی کرتے ہیں۔

۳- خَضَعَ : خَضَعَ بمعنی کسی کا مطیع ہونا اور خضوع بمعنی عاجزی، انکساری اور فروتنی ہے (مف) اور خَاضِع بمعنی فروتن۔ اور رَجُلٌ خَضِعٌ ایسے شخص کو کہتے ہیں جسے ذلت کی پرواہ نہ ہو۔ (م ـ ق) خضوع میں عاجزی کا تصور نمایاں ہے جبکہ خشوع میں خوف اور اعضاء و جوارح پر اس کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ (۲۶/۴)	اگر ہم چاہیں تو آسمان سے اُن پر نشانی اتار دیں۔ پھر اُن کی گردنیں اُن کے آگے جھک جائیں۔

۴- تَضَرَّعَ : بمعنی ذلیل ہونا۔ چپکے چپکے قریب آنا (منجد) اس کے مفہوم میں خشوع اور خضوع کی دونوں صفات پائی جاتی ہیں۔ دل کی نرمی، رقت اور عجز و انکسار جب زیادہ ہو جائیں تو تضرع کا لفظ استعمال ہوگا۔ بمعنی گڑگڑانا۔ یعنی چپکے چپکے رو رو کر اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور تذلل کا اظہار کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ (۶/۴۳)	پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے لیکن ان کے تو دل ہی پتھر ہو چکے تھے۔

ماحصل: (۱) اَخْبَتَ: دل کا نرم اور متواضع ہونا۔
(۲) خُشُوع: خوفِ الٰہی کی وجہ سے عاجزی۔

(۳) خُضُوع: تذلل کی حد تک عاجزی۔
(۴) تَضَرُّع: خشوع اور خضوع دونوں کا مجموعہ۔ دل کی نرمی اور تذلل کہ انسان گڑگڑانے لگے۔

۳ــــــ عَالِم

کے لیے عَالِم[۱]، اَحبَار[۲] اور قِسِّیسِین[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَالِم: بمعنی علم رکھنے والا۔ کسی چیز کی حقیقت کو سمجھنے والا معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے (ج علماء) عَلَّام اور عَلِیم مبالغے کے صیغے ہیں۔ عَلَّام بمعنی بہت زیادہ علم رکھنے والا۔ اور عَلِیم بمعنی ہر ایک چیز کو جاننے والا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (۳۵/۲۸)	اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔

۲۔ اَحبَار: (واحد حِبر اور حَبر) حِبر بمعنی سیاہی بھی اور لکھی ہوئی تحریر بھی جس سے لکھا جائے وُہ بھی حِبر (دوات، سیاہی، قلم وغیرہ) ہے اور جو کچھ لکھا جائے وُہ بھی حِبر ہے۔ اور حِبر اور حَبر لکھنے والے کو بھی کہتے ہیں اور پڑھنے والے کو بھی۔ اور اَحبَار بھی لکھنے پڑھنے والے یا لکھے پڑھے لوگ (م۔ ل) اور اَحبَار کا اطلاق قرآن میں یہود و نصاریٰ دونوں کے لکھے پڑھے لوگوں پر ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۹/۳۱)	یہود و نصاریٰ نے اپنے علما اور مشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا۔

۳۔ قِسِّیسِین: قَسَّ الشَّیْءَ بمعنی کسی چیز کی جستجو اور طلب کرنا۔ اور قَسِّیسَۃ بمعنی راہب ہونا پادری بن جانا (منجد) قِسِّیسِین قس کی جمع ہے۔ بمعنی عیسائیوں کے مدرّس۔ پادری حضرات۔ قسّ کا درجہ اسقف اور شماس کے درمیان ہوتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى	اور آپ دوستی کے لحاظ سے مومنوں کے قریب ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں
ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا (۵/۸۲)	یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی۔

ماحصل: (۱) عَالِم: جاننے والا۔ علم رکھنے والا۔ عام ہے۔ خواہ لکھا پڑھا ہو یا نہ ہو۔ (۲) اَحبَار: لکھے پڑھے اور اہل قلم حضرات۔ (۳) قِسِّیسِین: عیسائیوں کے مدرّس اور معلم۔

۴ــــــ عبادت گاہیں

کے لیے صَوَامِع[۱]، بِیَع[۲]، صَلَوٰت[۳] اور مَسَاجِد[۴] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ صَوَامِع : صَوْمِعَہ کی جمع ہے۔ بمعنی خانقاہ۔ راہبوں کی عبادت گاہیں۔
۲۔ بِیَعٌ : بیعۃ کی جمع ہے جس کا معنی عیسائیوں کا عبادت خانہ ہے۔
۳۔ صَلَوٰت : صَلَاۃ کی جمع ہے۔ یہودیوں کی عبادت گاہیں۔ یہودیوں کی عبادت گاہوں کو کَنَائِس (کَنِیْسَہ کی جمع) کہتے ہیں (فل ۲۷۵) لیکن قرآن نے یہودیوں کے معبد کے لیے کنیسہ کی جگہ صَلوٰۃ، جو عبادت کی معروف شکل ہے کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔
۴۔ مَسَاجِد، (مَسْجِد کی جمع) بمعنی سجدہ گاہ۔ مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (۲۲/۴۰)	اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں خدا کا بہت ذکر کیا جاتا ہے گرائی جا چکی ہوتیں۔

۵۔ عذاب ۔ سزا

کے لیے عَذَاب[۱]، عِقَاب[۲]، بَأْس[۳]، نَكِير[۴]، نِكَال[۵]، وَبَال[۶] اور مَثُلٰت[۷] کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ عَذَاب : عَذَبَ الرَّجُل بمعنی اس نے شدتِ پیاس کی وجہ سے) کھانا اور سونا چھوڑ دیا۔ اور جو شخص اس طرح کھانا اور سونا چھوڑ دیتا ہے اسے عَاذِبٌ و عَذُوْبٌ کہا جاتا ہے۔ اور عَذَاب بمعنی سخت تکلیف دینا (مف) یہ تکلیف خواہ جسمانی سزا سے ہو یا ذہنی ہو۔ اور تعذیب کے معنی کوڑے مارنا۔ اور بعض کے نزدیک صرف مارنا یا عذاب دینا ہے (مف) قرآن میں ہے :

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (۲/۱۰)	اور اُن کے جھوٹ بولنے کے سبب اُن کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

۲۔ عِقَاب، عقب بمعنی پاؤں کا پچھلا حصہ یا ایڑی۔ اور عاقبت بمعنی ہر چیز کا انجام۔ اور عَقَبَہٗ بمعنی وہ اس کے پیچھے پیچھے چلا یا اس کا تعاقب کیا (مف) عِقَاب، عَقُوْبَۃ اور مُعَاقَبَۃ کے الفاظ کا اطلاق انسان کے بُرے اعمال کے بدلہ پر ہوتا ہے اور یہ اُس بُرے عمل کا لازمی نتیجہ یعنی اس کا انجام ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (۴۰/۵)	اور وُہ بے ہودہ شبہات سے جھگڑتے رہے کہ اس سے حق کو زائل کر دیں تو میں نے اُن کو پکڑ لیا۔ سو (دیکھ لو) میرا عذاب کیسا تھا؟

۳۔ بَأس: (بأس یا بؤس) اس کے معنوں میں تنگی اور سختی کا تصور پایا جاتا ہے (م۔ل) قرآن میں یہ لفظ جنگ، عذاب اور آفت تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور ان تینوں میں تنگی اور سختی کا تصور موجود ہے۔ اگر یہ عذاب یا سزا کے معنوں میں استعمال ہوگا تو وہ عذاب سخت ہی کے معنوں میں آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا (۶/۴۳) — پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے۔

۴۔ نَکِیر: (نکرہ کی ضد معرفہ ہے) بمعنی اجنبیا پن۔ اجنبیت اور نُکر بمعنی ناگوار۔ نازیبا اور نامعقول چیز اور مُنکَر ایسے کام کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی نہ ہو۔ اور نکر الامر بمعنی کسی کام کا سخت دشوار ہو جانا (م۔ل) اور نَکِیر ناگوار چیز، انکار اور عذاب سب معنوں میں آتا ہے جب اس کا معنی عذاب ہوگا تو اس سے مراد ایسا ناگوار عذاب ہوگا جو غیر متوقع طور پر واقع ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (۲۲/۴۴) — اور موسیٰ جھٹلائے گئے لیکن میں کافروں کو مہلت دیتا رہا۔ پھر ان کو پکڑ لیا تو دیکھ لو کہ میرا عذاب کیسا سخت تھا۔

۵۔ نَکَال: نَکْل بمعنی لوہے کا کڑیالہ۔ لگام (م۔ق) مہار اور ہر وہ چیز جس کے استعمال میں کسی کو چلنے سے پابند اور مجبور کر دیا جائے۔ اس کی جمع انکال ہے۔ اور نَکَّل بمعنی کسی کو بیڑیاں پہنانا اور بمعنی کسی کو عبرت ناک سزا دینا ہے۔ اور نکال بمعنی ایسی عبرتناک سزا جسے دیکھ کر دوسرے عبرت حاصل کریں (مف۔م ق) ارشادِ باری ہے:

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ (۵/۳۸) — چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کیے کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے۔

۶۔ وَبَال: وَبْل میں ثقل اور سختی کا تصور پایا جاتا ہے۔ اَلْوَبْلُ اور اَلْوَابِلُ ایسی بارش کو کہتے ہیں جو موٹی اور بھاری بوندوں والی ہو (مف) اور وبل بالعصا بمعنی عصا سے مارا اور متواتر مارا۔ اور وبیل کپڑا دھونے کے ڈنڈے کو کہتے ہیں (م۔ق) اور وَبَال ایسی سزا یا بدلہ ہے جو سخت بھی ہو اور زیادہ بھی۔ قرآن میں ہے:

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۶۴/۵) — کیا تمہیں اپنے سے پہلے کے کافروں کی خبر نہیں پہنچی۔ انہوں نے اپنے کاموں کا مزہ چکھ لیا۔ اور (ابھی) دکھ دینے والا عذاب (اور ہونا) ہے۔

۷۔ مَثُلٰت: مَثَل بمعنی (۱) ایک چیز کا اس کی نظیر سے مقابلہ کرنا (۲) وہ نمونہ جس کے مطابق کوئی چیز

بنائی جائے۔ اور اَلْمُثْلَۃ بمعنی عبرتناک سزا کی ایسی مثال قائم کرنا کہ دوسرے ارتکابِ جرم سے باز آجائیں (م ۔ ل) اور بمعنی قتل کرنے کے بعد ناک اور کان یا دوسرے اعضاء کاٹ دینا (م ق) اور اس کی جمع مَثُلات ہے۔ اور مَثُلَ بمعنی کسی چیز کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنا۔ اور مَثُل بمعنی ایسا عذاب جس کی یاد آتے ہی اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔ مثالی عذاب۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ۔ (۱۳/۶)

اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے برائی (عذاب) مانگنے میں جلدی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان سے پہلے عذاب کی ایسی کئی مثالیں گزر چکیں۔

ماحصل: (۱) عَذَاب، دکھ، سزا۔ برے کام کا برا بدلہ۔ عام ہے۔

(۲) عِقَاب، کسی برے کام کا انجام اور اس کا لازمی نتیجہ۔

(۳) بَأس: ایسی سزا جس میں سختی بھی ہو اور تنگی بھی۔

(۴) نَكِيْر: ناگوار، سخت اور غیر متوقع عذاب۔

(۵) نِكَال، عبرتناک سزا۔

(۶) وَبَال: شدید اور متواتر عذاب۔

(۷) مَثُلات: ایسا عبرتناک عذاب جس کی یاد سے اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔

۶۔۔۔ عذاب دینا

کے لیے قرآن میں عَذَّبَ اور نَكَّلَ کے الفاظ آئے جن کے معنوں کی تشریح اوپر گزر چکی اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ عَذَّبَ: وَلَوْ لَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (۵۹/۳)

اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلاوطن کرنا نہ لکھ رکھا ہوتا تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دیتا اور آخرت میں تو ان کے لیے آگ کا عذاب تیار ہے۔

۲۔ نَكَّلَ: وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا (۴/۸۴)

اور اللہ لڑائی کے اعتبار سے بھی بہت سخت ہے اور سزا دینے کے لحاظ سے بھی۔

۷۔۔۔ عذاب کی مختلف اقسام

کے لیے قرآن میں حُسْبَان، حَاصِب، صَيْحَة، رَجْفَة، رِجْز، خَسَف کے الفاظ آئے ہیں علاوہ ازیں رِيْح صَرْصَر، سَمُوْم، عَاصِف، إعْصَار، قَاصِف، نَفْحَة اور نَفْخَة "ہوائی عذاب" میں دیکھیے۔

۱۔ حُسْبَان: بمعنی گننا، شمار کرنا۔ اور بمعنی چھوٹا تیر (منجد) اور امام راغب کے نزدیک ہر وہ چیز جس کا محاسبہ

کیا جائے پھر اس کے مطابق بدلہ دیا جائے اور بعض کے نزدیک اس کے معنی آگ اور عذاب ہے (مف) اور ابن فارس کے نزدیک اس کے معنی چھوٹے چھوٹے تیر پھینکنا بھی ہیں اور اولے بھی (م ل) اور قرآن کی درج ذیل آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ایسا عذاب جو کھیتی وغیرہ کو خاکستر بنا دے خواہ یہ آگ کا عذاب ہو یا اولے کا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا (۱۸/۴۰) — اور اس تمہارے باغ پر آسمان سے آفت بھیج دے کہ وہ صاف میدان ہو جائے۔ (جالندھریؒ)

۲۔ حَاصِب: حَصَبَ الْمَكَانَ بمعنی کنکری کا فرش بنانا۔ اور اَحْصَبَ الْفَرَسُ کے معنی گھوڑا اتنا دوڑا کہ اس کے پاؤں سے کنکریاں ہوا میں اڑنے لگیں (م ق) اَرْضٌ حَصِبَةٌ بمعنی کنکریلی زمین اور وادی مُحَصَّبْ اس وادی کو کہتے ہیں جہاں سے حاجی کنکریاں اٹھاتے ہیں اور حاصب بمعنی ایسی تند و تیز آندھی جو کنکر پتھر ہوا میں اڑائے اور نیز وہ بادل جو ژالہ باری کرے (منجد م ق) ارشادِ باری ہے:

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (۶۷/۱۷) — کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو کہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے۔

۳۔ صَيْحَةٌ: صَاحَ بمعنی گلا پھاڑ پھاڑ کر آواز بلند کرنا چیخ و پکار کرنا۔ اور صَائِحَة بمعنی مجلس نوحہ خوانی کی چیخ و پکار۔ اور صَيْحَة ایسی گرجدار آواز کو کہتے ہیں جس سے لوگ چیخ و پکار کرنے لگیں (مف) قرآن میں ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ (۱۵/۷۳) — سو ان کو سورج نکلتے نکلتے چنگھاڑنے آ پکڑا۔

۴۔ رِجْز: میں بنیادی تصور اضطراب یعنی بے قراری اور ہیجان ہے (م ل) رجز یہ اشعار ایسے شعروں کو کہا جاتا ہے جو جنگ کے موقعہ پر ہیجان پیدا کرنے کے لیے پڑھے جاتے ہیں۔ اور رِجْز وہ عذاب ہے جو دل کو مضطرب اور بے قرار کر دے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۲/۵۹) — سو ہم نے ان ظالموں پر ان کی حکم عدولی کی وجہ سے آسمان سے عذاب اتارا۔

۵۔ رَجْف: بمعنی اضطراب شدید (مف) رَجَفَتِ الْاَرْضُ بمعنی زمین میں زلزلہ آنا۔ کانپنے لگنا۔ اور بَحْرٌ رَجَّافٌ بمعنی متلاطم سمندر (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۷/۷۸) — تو ان کو بھونچال نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

۶۔ خَسَفَ: خَسَفَ الْقَمَرُ بمعنی چاند کا گہنانا۔ اور خَسَفَ الْعَيْنُ بمعنی آنکھ کا جاتا رہنا یا اپنے گڑھے میں بیٹھ جانا۔ اور خَسَفَ فُلَانًا کسی کو ذلت اور ناگواری کی بات پر مجبور کرنا۔ اور خَسَفَ فِي الْاَرْضِ بمعنی زمین میں دھنسا دینا ہے (منجد) خسف میں دو باتوں کا تصور پایا جاتا ہے۔

(۱) ڈوبنا (۲) ذلت اور ناگواری (م۔ل) یعنی کسی چیز کا قہراً یا اضطراراً ڈوبنا یا اسے ڈبو دینا۔ ارشادِ باری ہے:

فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (۲۸/۸۱) سو ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔

ماحصل: (۱) حُسْبَان: آگ یا اولے کا عذاب جو نباتات کو خاکستر بنا دے۔

(۲) حَاصِب: تند و تیز ہوا جس میں کنکریاں شامل ہوں۔

(۳) صَیْحَة: ایسی گرجدار آواز جس سے لوگ چیخ و پکار کرنے لگیں۔

(۴) رِجْز: بے قرار کر دینے والا عذاب۔

(۵) رَجْف: زلزلہ اور اس کی ہیبت شدید اضطراب۔

(۶) خَسَف: قہراً یا اضطراراً کسی چیز کو ڈبو دینا۔

۸۔ عزت دینا۔ بخشنا

کے لیے اَعَزَّ، اَکْرَمَ اور کَرَّمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَعَزَّ: (ضد اَذَلَّ) عِزّ کا بنیادی معنی بالادستی ہے۔ اور ذِلّ بمعنی زیردستی۔ اور "عِزّت ایسی حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو مغلوب ہونے سے محفوظ رکھے" (مف) ارشادِ باری ہے:

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ (۳/۲۶) اے اللہ! تو ہی جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے، تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔

۲۔ اَکْرَمَ: کَرَم ایسے شرف کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں فی نفسہٖ موجود ہو یا اس کے اخلاق کی وجہ سے ہو (م۔ل) اور کسی شخص کو اس وقت تک کریم نہیں کہا جا سکتا جب تک اس سے کرم کا ظہور نہ ہو چکا ہو (مف) اور اکرام کے معنی کسی کو اس طرح نفع پہنچانا کہ اس میں سبکی اور خفت بھی نہ ہو۔ اور وہ نہایت اشرف اور اعلیٰ ہو (مف) اور رسول اکرم ﷺ نے اکرام ضیف (مہمان کی عزت افزائی) کی جو تاکید فرمائی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سامنے متواضع بن کر اس کی خدمت کی جائے اور اسے صاحبِ عزت سمجھا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ (۸۹/۱۷) نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے (جالندھریؒ) عزت نہیں رکھتے (عثمانیؒ)

۳۔ کَرَّمَ اور کَرُمَ کسی چیز کے فی نفسہٖ شرف پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱۷/۷۰) اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور انہیں خشکی اور سمندر پر سوار کیا۔

ماحصل: (۱) اَعَزَّ: کا لفظ عام ہے عزت دینا، زیردستی سے بچانا اور بالادست بنانا۔

(۲) اِکْرَام: کسی کی عزت افزائی کرنا۔

(۳) تَکْرِیم: کسی کے ذاتی جوہر یا اوصاف کی بنا پر عزت بخشنے کو کہتے ہیں۔

۱۰۔ عقل ــ عقلمند

کے لیے حِجْر، عَقَل، حِلْم، اُولِي الْاَلْبَاب، اُولِي الْاَبْصَار، اَولِي النُّهٰى کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حِجْر: حَجَر بمعنی پتھر۔ اور بمعنی ہر ٹھوس اور سخت چیز جو آڑ کا کام دے اور بمعنی عقل۔ اور حَجَر بمعنی کسی چیز کے گرد احاطہ کر کے اسے محفوظ کر لینا اور دوسروں کو تصرف سے روک دینا۔ اور عقل کو حِجْر کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ وہ بھی ہر اس چیز کو جو نقصان دہ ہو روک دیتی ہے (م۔ل) اور حجر بمعنی رکاوٹ۔ ممانعت، عقل (منجد) اور ذِی حِجْر بمعنی صاحب عقل یا عقلمند یا عقل والے۔ (تفصیل "آڑ" میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ (۸۹/۵) — کیا یہ (مذکورہ چار باتیں) عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق نہیں ہیں۔

۲۔ عقل: عَقَلَ بمعنی سمجھ بوجھ والا ہونا۔ غلطی کا احساس کرنے کے قابل ہونا (منجد) اور عَقَلَ بمعنی روکنا اور منع کرنا۔ اور عِقَال وہ پلئے بند جس سے اونٹ کا پاؤں باندھا جاتا ہے (مف) گویا عقل کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے نفع و نقصان کا امتیاز کرے۔ نقصان دہ باتوں سے بچنے کی تدبیر اختیار کرے (فق۔ل ۶۵) اور فائدہ مند چیزوں اور قبولِ علم کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ پھر سوچ بچار کرے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (۶۷/۱۰) — اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔

۳۔ حِلْم: حَلُمَ بمعنی درگزر کرنا۔ بردبار ہونا۔ اور حَلِيْم بمعنی متحمل مزاج۔ بردبار۔ اور حلم بمعنی متانت، بردباری۔ یعنی طبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ و غضب کے موقعہ پر بھڑک نہ اٹھے (ج احلام) (مفہ) گویا حِلم وہ عقل ہے جو طبیعت پر ضبط رکھے اور اسے مشتعل نہ ہونے دے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (۵۲/۳۲) — کیا ان کی عقلیں انہیں یہی کچھ سکھاتی ہیں بلکہ یہ لوگ ہیں ہی شریر۔

۴۔ اُولِي الْاَلْبَاب: اَلْبَاب، لُبّ کی جمع ہے۔ اور لُبّ بمعنی کسی چیز کا خلاصہ، خالص حصہ (فق ل ۶۶) اور لَبِيْب بمعنی دانا۔ اور اُولِي الْاَلْبَاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کوئی بات سن کر اس کا خلاصہ اخذ کر سکیں۔ تیز فہم لوگ۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ (۳۹/۲۱) — بیشک ان مثالوں میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔

۵۔ اُولِي الْاَبْصَار: بَصُرَ بمعنی آنکھ سے دیکھنا بھی ہے اور دیدۂ دل سے دیکھنا بھی (تفصیل "دیکھنا" میں دیکھیے)۔ اور اُولِي الْاَبْصَار بمعنی صاحب بصیرت لوگ۔ غور و فکر کرنے والے حضرات خواہ

تیز فہم ہوں یا نہ ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ (۵۹/۲) اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو! عبرت پکڑو۔

۶۔ اُولِی النُّھٰی: نُہی بمعنی کسی چیز کی انتہا کو پہنچنا (م۔ل) اور نَھُوَ نَہُوًا بمعنی بہت زیادہ ذہین ہونا کامل العقل ہونا اور نُھٰی نُھْیَۃ کی جمع ہے۔ اور اُولِی النُّھٰی بمعنی صاحبِ فراست۔ اچھی رائے رکھنے والے لوگ۔ تجربہ کار (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی۔ (۲۰/۵۴) بیشک ان (باتوں) میں عقل والوں کے لیے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

ماحصل: (۱) حِجر: وہ عقل جو نقصان سے بچائے۔

(۲) عَقْل: وہ عقل جو نقصان سے بچائے اور فائدہ مند چیزوں کو اختیار کرنے کی تدبیر کرے۔

(۳) حِلْم: ایسی عقل جو طبیعت پر ضبط رکھے اور مشتعل نہ ہونے دے۔

(۴) اُولِی الْاَلْبَاب: تیز فہم لوگ۔ بات کا خلاصہ سمجھنے والے لوگ۔

(۵) اُولِی الْاَبْصَار: غور و فکر کرنے والے لوگ۔

(۶) اُولِی النُّھٰی: بات کی تہ تک پہنچنے والے صاحبِ فراست لوگ۔

۱۱ــــ عقل مار دینا

کے لیے اِسْتَفَزَّ اور اِسْتَخَفَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتَفَزَّ: فَزَّ بمعنی دھوکہ دے کر غالب آنا۔ ہوش اڑا دینا۔ گھبرا کر نکال دینا۔ اور اِسْتَفَزَّ بمعنی مضطرب کر دینا۔ ہلکا جاننا۔ ذلیل سمجھنا۔ گھر سے باہر نکال دینا (منجد) اور اِسْتَفَزَّ بمعنی اضطراب میں ڈالنا۔ عقل کھو دینا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّھُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۔ (۱۷/۱۰۴) فرعون نے چاہا کہ بنی اسرائیل کو حواس باختہ کر کے سرزمینِ (مصر) سے نکال دے۔

۲۔ اِسْتَخَفَّ: خَفَّ بمعنی ہلکا ہونا۔ خَفِیْف بمعنی ہلکا (ضد ثقیل) اور خَفَّفَ بمعنی ہلکا کرنا۔ اور اِسْتَخَفَّ بمعنی ہلکا جاننا۔ جاہل سمجھنا۔ حق و راستی سے ہٹا دینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَہٗ فَاَطَاعُوْہُ (۴۳/۵۴) فرعون نے اپنی قوم کی عقل مار دی تو انہوں نے اُس کی بات مان لی۔

ماحصل: (۱) اِسْتَفَزَّ: کسی کو پریشان اور مضطرب کر کے یا دھوکہ سے اس کی عقل مار دینا۔

(۲) اِسْتَخَفَّ: کسی کو ذلیل اور حقیر بنا کر اُس کی عقل مار دینا۔

علاوہ دیکھیے "سوائے"

۱۲۔ عورت

ہمارے ہاں عورت کا لفظ مرد کے مقابلہ میں یعنی مادہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن عربی زبان میں عورت کا مفہوم یہ نہیں۔ عورت بمعنی ستر اور عورات بمعنی مقاماتِ ستر ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (۲۴/۳۱) — یا وُہ لڑکے جو ابھی عورتوں کے ستر کے اعضاء سے ناواقف ہوں (وُہ بھی گھروں میں آجا سکتے ہیں)۔

قرآن کریم میں عورت کے لیے اُنْثٰی، اِمْرَاَة (مرء) نِسَاء اور نِسْوَة (نسو) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں (ان میں آخری تین الفاظ بیوی کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں)

۱۔ اُنْثٰی بمعنی مادہ (ذکر یا نر کے مقابلہ میں) مؤنث۔ اس لفظ کا اطلاق سب جانداروں کی مادہ پر ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی جب بنی نوع انسان کا ذکر ہو تو اس سے مراد عورت ہو گا۔ ارشادِ باری ہے،

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى (۲/۱۷۸) — تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

۲۔ اِمْرَاَة: اِمْرَءٌ یا مَرْءٌ کے مقابلہ میں آتا ہے۔ بمعنی کوئی شخص، کوئی مرد۔ اور اس لفظ کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب مرد یا عورت نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں (ف۔ل، ۱)۔ اِمْرَاَة کی تثنیہ اِمْرَاَتَان اور جمع نِسَاء یا نِسْوَة ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا۔ (۴/۱۲۸) — اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی کا اندیشہ ہو۔

نِسَاء: (ضد رِجَال جو اِمْرَءٌ کی جمع ہے) امراۃ کی جمع نِسَاء اور نِسْوَة ہے۔ مرد کو رَجُل اس وقت کہیں گے جب اس کی قوت کا پہلو اجاگر کرنا مقصود ہو۔ (تفصیل "آدمی۔ انسان" میں دیکھیے)

ارشادِ باری ہے:

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ (۴۹/۱۱) — کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وُہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں۔

نِسْوَة: نِسْوَة سے مراد وُہ عورتیں ہیں جن کا کسی خاص معاملہ سے تعلق ہو۔ ارشادِ باری ہے،

قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (۱۲/۵۰) — (یوسف نے اس فرستادہ سے) کہا اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔

ماحصل: (۱) اُنْثٰی: ہر جاندار کی مادہ جب مذکر و مؤنث یا نوع انسان کا ذکر ہو تو یہ لفظ عورت کے لیے استعمال ہوگا

(۲) اِمْرَأَۃٌ: مَرْءٌ اور اِمْرَءٌ کی تانیث۔ جب وُہ عمر نکاح کو پہنچ جائے۔ اور اس کی جمع نِسَاءٌ بھی آتی ہے اور نِسْوَۃٌ کسی خاص معاملہ سے متعلق عورتوں کا گروہ۔

۱۴۳۔ عہد۔ وعدہ۔ اقرار

کے لیے وَعْد، وَعِیْد، مَوْعِدَۃ اور مِیْعَاد، عَہْد، ذِمَّۃٌ، اِصْرٌ، مِیْثَاق اور عُقُوْد کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ وَعْد: بمعنی وعدہ کرنا۔ کسی بات کی امید دلانا (م۔ل) معروف لفظ ہے۔ اور یہ یکطرفہ ہوتا ہے۔ اور اَخْلَفَ الْوَعْد بمعنی وعدہ کا ایفا یا پورا نہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَکُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّکُمْ فَاَخْلَفْتُکُمْ (۱۴/۲۲)	جب (حساب کتاب کا) کام فیصل ہو چکے گا تو شیطان کہے گا۔ ایک وعدہ تم سے اللہ نے کیا تھا جو سچا وعدہ تھا اور جو وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وُہ میں پورا نہیں کر رہا۔

۲۔ وَعِیْد: ایسا وعدہ ہے جو شر پر مبنی ہو (م۔ل) تہدید۔ دھمکی۔ ڈراوا۔ ارشادِ باری ہے:

فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ (۵۰/۴۵)	سو آپ انہیں قرآن سے نصیحت کیجیے اور اسے بھی جو میرے (عذاب کی) وعید سے ڈرے۔

مَوْعِدَۃ، مَوْعِدًا۔ یہ سب الفاظ وَعَدَ یَعِدُ سے مصدر ہیں وَعَدَ یَعِدُ وَعْدًا وَعِدَۃً وَمَوْعِدًا وَمَوْعِدَۃً اور ان کا معنی وعدہ یا وعدہ کرنا ہے۔ (منجد) اور انہیں معنوں میں یہ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

مِیْعَاد: اسم ظرف ہے۔ زمانی کی صورت میں اس کے معنی وعدہ کا وقت اور مکانی کی صورت میں وعدہ کی جگہ ہوگا۔ جیسے فرمایا:

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ (۸/۴۲)	اور اگر تم (جنگ کے لیے) آپس میں اقرار کر لیتے تو وقت معین (پر جمع ہونے) میں تقدیم و تاخیر ہو جاتی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ (۳/۹)	اے ہمارے پروردگار! بیشک تو اس روز جس (کے آنے) میں کوئی شک نہیں۔ سب لوگوں کو جمع کر لیگا۔ بیشک اللہ خلاف وعدہ نہیں کرتا۔

۲۔ عَہْد: بمعنی کسی چیز کی پیہم نگہداشت اور خبر گیری کرنا۔ اقرار کرنا۔ اور اس کی حفاظت کرنا (مف) حفاظت کرنا اور پورا کرنا (منجد) اور عَہْد بمعنی وفا۔ دوستی۔ امان۔ ذمہ۔ وصیت اور ولی العہد

یعنی بادشاہ کا جانشین (منجد) ہے۔ اور بعض اہل لغت کے نزدیک عہد دو طرفہ وعدہ ہوتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک مشروط وعدہ کا نام عہد ہے (فق ل ۲۴۳) ارشادِ باری ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (۱۷/۳۴) اور عہد کو پورا کرو۔ بلاشبہ عہد کے متعلق باز پرس ہوگی۔

دوسرے مقام پر ہے:

اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (۲/۴۰) تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔

۳۔ ذِمَّة: ذِمَّة دراصل عہد کی ایک قسم ہے۔ یعنی عہدِ وفا۔ نیز بمعنی امان۔ حفاظت کی ذمہ داری کسی کو پناہ دینے کا عہد۔ اور اہل الذمہ وہ لوگ ہیں جنہیں جزیہ کے عوض امان دی گئی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً (۹/۸) اگر تم پر وہ قابو پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں اور نہ عہد کا۔

۴۔ اِصْر، اَصَرَ بمعنی کسی چیز میں گرہ لگانا۔ اور اسے زبردستی سے روک لینا (م۔ل) اِصْر بمعنی جکڑ بندی بھاری بوجھ۔ رسم ورواج کے بندھن۔ شریعت کی حدود۔ قیود۔ بڑی ذمہ داری۔ گویا اس لفظ میں عہد ثقل اور حبس کا تصور پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ (۷/۱۵۷) وہ نبی ان پر سے (رسم ورواج کا) بوجھ اتارتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (۲/۲۸۶) اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ (شریعت کی حدود قیود) نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔

۵۔ مِيْثَاق، الوثاق اس رسی یا زنجیر کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو کس کر باندھا جائے۔ اور میثاق وہ عہد وپیمان یا اقرار ہے جسے مؤکد کیا گیا ہو (مف) یا ضبط تحریر میں لاکر فریقین معاہدہ کو پابند کر دیا گیا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ (۴/۸۹) مگر جو لوگ ان لوگوں سے جا ملے ہوں جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد ہو۔

۶۔ عُقُوْد: عَقَدَ بمعنی گرہ لگانا۔ اور عُقْدَة بمعنی گرہ گانٹھ (ج عُقَد) مادی طور پر بھی مستعمل ہے جیسے فرمایا:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ (۱۱۳/۴) اور گانٹھوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی برائی سے (بھی اللہ سے پناہ مانگتا ہوں)

اور معنوی طور پر بھی جیسے عَقْدُ الْبَيْعِ، عَقْدُ النِّكَاحِ اور عَقْدُ الْعَهْدِ۔ جس کا معنی معاہدہ کو ایسا مضبوط کرنا ہے جیسے گانٹھ لگا دی گئی ہو۔ اور ابن الفارس کے نزدیک عقد، شدت وثوق پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) گویا ایسا عہد جو میثاق سے بھی مضبوط تر ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (۵/۱) اے ایمان والو! اپنے اقرار پورے کرو۔

عقد بھی بسا اوقات قسموں سے مضبوط تر بنایا جاتا ہے۔ کبھی تکرار اقرار سے اور کبھی تحریر سے۔ ارشادِ باری ہے۔

وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ (۴/۳۳) اور جن لوگوں سے تم عہد کر چکے ہو اُن کو بھی اُن کا حصّہ دو۔

ماحصل: (۱) وَعَدَ: جب کسی کو کوئی امید لگائی جائے تو اسے وعدہ کہتے ہیں۔ اور اگر یہ وعدہ کسی بُرے انجام سے تعلق رکھتا ہو تو وعید ہے۔ وعدہ کے وقت یا جگہ کو میعاد کہتے ہیں۔ یہ عموماً یکطرفہ ہوتا ہے۔

(۲) عَهْد: ایسا اقرار جس کی حفاظت بھی کی جائے اسے پورا کرنے کا ہر وقت خیال رکھا جائے۔ یہ دوطرفہ بھی ہو سکتا ہے اور مشروط بھی۔

(۳) ذِمَّة: عہد سے اخص ہے۔ پناہ دینے کا عہد۔

(۴) اِصْر: ایسا عہد جو پابندی کی وجہ سے بوجھل یا گرانبار ہو۔ خواہ یہ رسم و رواج کا ہو یا شریعت کا۔

(۵) مِيْثَاق: عہد کو جب تحریر یا تکرار سے مضبوط تر بنا دیا جائے تو یہ میثاق ہے۔

(۶) عَقْد: میثاق سے زیادہ مضبوط ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جو بعض دفعہ قسموں سے بھی مؤکد بنایا جاتا ہے۔

۱۔ غار

کے لیے غار[1] اور مَغَارَات اور کہف[2] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ غار: غَوْر نشیبی زمین کو بھی کہتے ہیں اور گہرائی کو بھی۔ غَارَ الرَّجُل بمعنی آدمی نشیبی زمین میں اتر گیا۔ اور غَارَ الْمَاءُ بمعنی پانی زیرِ زمین چلا گیا۔ غَوْر بمعنی گہرا۔ گہری سوچ۔ اور غار بمعنی ایسی نشیبی جگہ یا گہرائی جہاں انسان پناہ لے سکے۔ عام اس سے کہ وہ کسی پہاڑ میں ہو یا زیرِ زمین ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹/۴۰)	جب وہ دونوں (رسول اکرمؐ اور ابوبکرؓ) غار میں تھے اور جب رسولِ اکرمؐ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے غمگین نہ ہو۔ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اور مَغَار غَوْر سے اسم ظرف (مکانی) ہے جو غار ہی کے معنوں میں آتا ہے۔ اس کی جمع مَغَارَات ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَیْهِ وَهُمْ یَجْمَحُوْنَ (۹/۵۷)	اگر ان منافقوں کو کوئی جائے پناہ (جیسے قلعہ) یا غار یا کوئی سر گھسانے کی جگہ مل جائے تو اس طرف رسیاں تڑاتے دوڑنے لگیں۔

۲۔ کہف: (ج کُہُوْف) کہف غار سے اخص ہے۔ کہف ایسی غار یا کھوہ کو کہتے ہیں جو پہاڑ میں ہو (م۔ ل) اور بڑی ہو۔ اگر چھوٹی ہو تو اسے غار کہیں گے (م ق) ارشادِ باری ہے:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا (۱۸/۹)	کیا تم خیال کرتے ہو کہ غار اور کتبہ والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجوبہ[1] تھے۔

غارت ہونا ـــ کرنا ـــــــ دیکھیے "برباد ہونا" اور "ہلاک کرنا"

---

[1] یعنی جب ہم اس سے بہت بڑی نشانیاں پیدا کر چکے اور دکھلا چکے ہیں تو یہ اصحاب کہف کا واقعہ اتنا کونسا اچنبھا ہے؟

۲۔ غافل ہونا۔ کرنا

کے لیے غَفَلَ اور اَغْفَلَ، سَہَا، سَمَدَ اور اَلْہٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غَفَلَ بمعنی کسی کام کو چھوڑ دینا۔ ارادۃً ہو یا بلا ارادہ (م۔ل) حقائق کی معرفت سے بے خبر ہونا۔ (مف) کوئی کرنے کا کام سستی یا بھول کی وجہ سے نہ کرنا۔ اور غافل کوئی شخص اپنے کام یا ذات سے بھی ہوسکتا ہے اور دوسرول سے بھی (فق ل ۸) جیسے ارشادِ باری ہے:

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۲/۱۴۰) — اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں۔

نیز فرمایا:

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً (۴/۱۰۲) — کافر تو یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل رہو تو تم پر یکبارگی حملہ کردیں۔

اور اَغْفَلَ بمعنی دوسرے کی توجہ کسی اور طرف لگا کر اسے کسی چیز کے کرنے سے غافل کر دینا یا روک دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (۱۸/۲۸) — اور اس شخص کے پیچھے نہ جائیے جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

۲۔ سَہَا بمعنی بھولنا۔ دل کا دوسری طرف پھر جانا۔ اور سَہْو بمعنی نرمی، سکون (منجد) سَہْو دراصل اس عمل کو کہتے ہیں جو غفلت کی وجہ سے سرزد ہو۔ اگر اس میں ارادہ کو دخل نہ ہو تو قابلِ عفو ہے۔ جیسے کسی مجنون کا گالی دینا۔ اور اگر ارادہ سے ہو تو قابلِ مواخذہ ہے (مف) سجدہ سہو مشہور لفظ ہے یعنی نماز میں توجہ دوسری طرف پھر جانے کی وجہ سے نماز کے اعمال میں کمی بیشی کرنے کی تلافی کے طور پر جو سجدہ کیا جاتا ہے اور یہ لفظ غیر کے فعل سے متعلق نہیں آتا۔ (فق ل ۷۸) ارشادِ باری ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (۱۰۷/۵) — سو ایسے نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔

۳۔ سَمَدَ بمعنی حیران کھڑا ہونا مبہوت ہونا اور سَمَدَ فِی الْعَمَلِ بمعنی کسی کام میں مشغول ہونا اور سَمَّدَ بمعنی کسی کو کھیل کود میں مشغول کرنا (منجد) گویا غفلت میں پڑ کر اصل کام کرنے کی بجائے کھیل کود میں پڑ جانے کے لیے سَمَدَ استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (۵۳/۶۱) — اور تم ہنستے رہتے ہو، روتے نہیں اور غفلت میں پڑے ہو (جالندھری) کھلاڑیاں کرتے ہو (عثمانی) سو خدا کے آگے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

۴۔ اَلْہٰی، لَہْو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اصل مقصد سے ہٹائے رکھے (م۔ل) اور لَہَا یَلْہُو بمعنی

کھیلنا۔شوقین ہونا۔اور لَہٰی اور اَلْہٰی بمعنی مشغول کر دینا۔خیال ہٹا دینا (منجد) گویا اَلْہٰی میں خیال ہٹا دینے کا سبب غفلت نہیں ہوتی بلکہ دوسرے فضول کام ہوتے ہیں۔ارشادِ باری ہے:

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ (۱۰۲/۱) — تم کو فراوانی (کی ہوس) نے غافل کر دیا۔

ماحصل: (۱) غَفَلَ: بھول (بلا ارادہ) یا سستی (ارادۃً) کی وجہ سے کوئی کام نہ کرنا۔یا کسی دوسرے کے کام سے غفلت کرنا۔

(۲) سَهَىٰ: بھول کی وجہ سے اصل کام کی بجائے کوئی دوسرا کام کرنا یا اس میں کمی بیشی کر دینا۔اس کا تعلق غیر سے نہیں ہوتا۔

(۳) سَمَدَ: غفلت میں پڑ کر اصل کام کی بجائے کوئی کھیل کود میں مشغول ہو جانا۔

(۴) لَهْو: جب اصل کام سے توجہ ہٹنے کی وجہ سے بھول کے بجائے لہو ولعب یا دوسرے کام ہوں۔

۴۔ غالب آنا۔ ہونا۔ کرنا

کے لیے ظَهَرَ، عَزَّ، غَلَبَ، اِسْتَعْلَىٰ (علو) اور قَهَرَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ظَهَرَ کے معنی میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) ظاہر ہونا۔سامنے آنا۔نمایاں ہونا اور (۲) قوت (م ل) پھر یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔جیسے فرمایا:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۳۰/۴۱) — بر و بحر میں فساد رونما ہو گیا۔

نیز فرمایا:

حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ (۹/۴۸) — یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا حکم غالب آیا۔

گویا ظَهَرَ کے معنی قوت اور بالادستی کے ساتھ کسی چیز کا ظہور ہے۔

اور غالب کرنا کے لیے أَظْهَرَ استعمال ہو گا۔جیسے فرمایا:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (۹/۳۳) — وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے باقی سب ادیان پر غالب کر دے۔

۲۔ عَزَّ (ضد ذَلَّ) بمعنی بالادست ہونا۔اور ذَلَّ بمعنی زیر دست ہونا۔جیسے آج کے دیہاتی ماحول میں زمیندار طبقہ بالادست اور کمین یا مزدور لوگ ان کے زیر دست ہوتے ہیں۔یہی عزیز اور ذلیل کا صحیح مفہوم ہے۔قرآن میں ہے:

فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ (۳۸/۲۳) — یہ کہتا ہے کہ یہ (دنبی بھی) میرے حوالے کر دے اور گفتگو میں مجھ پر زبردستی کرتا ہے۔

۳۔ غَلَبَ: میں قوت، قہر اور شدت کا مفہوم پایا جاتا ہے (م ل) یعنی بزور بازو فوقیت و برتری حاصل کرنا۔فتح کرنا۔اور مغلوب وہ ہے جسے بزور بازو زبردستی پر مجبور کر دیا جائے۔ارشادِ باری ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (۲/۲۴۹) — بارہا ایسا ہوا کہ ایک چھوٹی سی جماعت اللہ کے حکم سے ایک بہت بڑی جماعت پر غالب آگئی۔

۴۔ استعلٰی : علٰی یعلو بمعنی بلند ہونا۔ اور راستعلٰی بمعنی بلند ہونے کی خواہش کرنا۔ فوقیت اور برتری حاصل کرنے کی طلب۔ اور تعلّی بمعنی شیخی بگھارنا ہے۔ یہ تعلّی اور راستعلی عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اور علا یعلوا اچھے اور بُرے دونوں میں۔ اور علی یعلی اچھے مفہوم میں آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلَىٰ (۲۰/۶۴) — (فرعون نے کہا) تو تم (جادو کا) سامان اکٹھا کر لو۔ پھر قطار باندھ کر آؤ۔ آج جو غالب رہا وہی کامیاب ہوا۔

۵۔ قہر : میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) غلبہ پانا (۲) مغلوب کی تذلیل کرنا۔ اسے دبانا (م۔ل) پھر یہ لفظ دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ (۷/۱۲۶) — فرعون نے کہا ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے۔ اور بلاشبہ ہم اُن پر غالب ہیں۔

اس آیت میں قہر کا لفظ دونوں معنی دے رہا ہے۔ اور درج ذیل آیت میں صرف دبانے کا — ارشادِ باری ہے:

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (۹۳/۹) — نہ تو کسی یتیم کو دباؤ اور نہ ہی کسی سائل کو جھڑکی دو۔

ماحصل : (۱) ظَهَر : بمعنی قوت کے ساتھ سامنے آنا، رونما ہونا، ابھرتی ہوئی قوت۔

(۲) عَزّ : بمعنی بالادست ہونا۔

(۳) غَلَب : بزورِ بازو بالادستی حاصل کرنا۔

(۴) اِستعلٰی : غالب آنے کی مذموم ہوس رکھنا۔

(۵) قہر : غالب آنا اور تذلیل کرنا۔ کمزور کو دبانا۔

۴۔ غبار

کے لیے غَبَرَة، نَقْعًا اور هَبَاءً (هبو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غَبَرَة : بمعنی گرد و غبار۔ مٹی اڑنے کے بعد جو خاکی ذرات ہوا میں بکھر جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (۸۰/۴۰) — اس دن کئی چہرے گرد آلود ہوں گے جن پر سیاہی چھا رہی ہوگی۔

۲۔ نَقْعًا : بمعنی گردِ راہ۔ وہ گرد و غبار جو کوئی تیز رفتار سواری اپنے پیچھے چھوڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خاکی ذرات

بوجھل ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ پھر زمین پر بیٹھ جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا۔ (۱۰۰/۴) پھر (ان گھوڑوں کی قسم جو) گرد اڑاتے ہیں پھر (دشمن کے) لشکر کے وسط میں جا گھستے ہیں۔

۳۔ هَبَاءً، هَبْوَة بمعنی غبار کے باریک ذرات (م۔ل) ایسے باریک خاکی ذرات جو ہوا میں ہر وقت موجود رہتے ہیں اور نظر بھی نہیں آتے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (۲۵/۲۳) اور جو انہوں نے عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف بڑھیں گے۔ تو ان کو بکھری ہوئی خاک بنا دیں گے۔

ماحصل: (۱) غَبَرَة: گرد و غبار۔ خاکی ذرات جو نظر آسکیں۔

(۲) نَقْع: گرد و غبار کے بھاری ذرات جو کوئی تیز رفتار سواری اپنے پیچھے چھوڑتی جاتی ہے۔

(۳) هَبَاء: گرد و غبار کے وہ باریک ذرات ہیں جو ہر وقت فضا میں بکھرے رہتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔

غروب کے لیے غَرَبَ، اَفَلَ اور وَقَبَ "چھپنا" میں دیکھیے۔ غرور کرنا ــــ دیکھیے "اترانا"

۵ــــ غصہ

کے لیے سَخَط[۱]، غَيْظ[۲]، غَضَب[۳] اور حَرْد[۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَخَطَ: بمعنی خلاف مرضی کام کرنا۔ اور سَخَط بمعنی ناپسندیدگی۔ یہ غصہ کا پہلا درجہ ہے۔ (فل ۱۶۹) اور یہ ہمیشہ بڑے کا چھوٹے پر ہوتا ہے۔ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ سَخِطَ الْاَمِيْرُ عَلَى الْحَاجِبِ لیکن سَخِطَ الْحَاجِبُ عَلَى الْاَمِيْرِ نہیں کہا جاتا۔ (فق ل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ (۳/۱۶۲) بھلا جو شخص خدا کی خوشنودی کا تابع ہو اس جیسا ہو سکتا ہے جو اس کی ناراضگی مول لیتا ہے۔

۲۔ غَيْظ: ایسی ناراضگی جو انسان کا دورانِ خون تیز کر دے اور یہ غصہ کا دوسرا درجہ ہے (فل ۱۶۹)۔ لیکن کوئی انتقامی کاروائی نہ کرے یا نہ کی ہو۔ اور غَيْظ کا تعلق کسی کی اپنی ذات سے بھی ہو سکتا ہے (فق ل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (۳/۱۳۴) اور جو لوگ غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں (کے قصور) معاف کرنے والے ہیں۔

۳۔ غَضَب: صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک یہ لفظ عام ہے جو ہر طرح کے غصہ پر بولا جاتا ہے۔ (ف ل ۱۶۹) لیکن یہ تعریف صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے جو غضب کی تعریف فرمائی وہ یوں ہے۔

اِتَّقُوا مِنَ الْغَضَبِ فَاِنَّهٗ جَمْرَةٌ تُوْقَدُ فِيْ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَمْ تَرَوْا غضب سے بچو کہ وہ آگ کی چنگاری ہے جو ابن آدم کے دل میں جلتی ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ ایسے شخص کی

اِلَى انْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ — رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سُرخ ہو جاتی ہیں۔
اور ظاہر ہے کہ یہ کیفیت اس وقت واقع ہوتی ہے جب انسان مغلوب الغضب ہو کر انتقام پر اتر آتا ہے۔ اور ابن الفارس نے اس کے معنی اشد السخط بمعنی انتہائی ناراضگی (م ل) کیا ہے۔ اور صاحب منجد نے غَضِبَ کے معنی بغض رکھنا، غضبناک ہونا لکھا ہے (منجد) اور بمعنی اِرَادَةُ الضَّرَرِ لِلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِ۔ اور غضب ہمیشہ دوسرے پر آتا ہے یعنی چھوٹے کا بڑے پر بھی ہو سکتا ہے اور بڑے کا چھوٹے پر بھی (فق ل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى (۲۰/۸۱) — اور جس شخص پر میرا غصہ نازل ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔

۴۔ حَرْد: حَرِدَ بمعنی کسی پر ناراض ہونا۔ اور حَرَدَ بمعنی منع کرنا (منجد) حَرْد بمعنی مغلوب الغضب ہو کر کسی پر تیزی سے حملہ کر دینا یا چارہ جوئی کرنا (فل ۱۶۹) حرد دراصل غصہ کی کسی کیفیت کا نام نہیں بلکہ اس چارہ جوئی یا انتقامی کاروائی کی کیفیت ہے جو انسان غیظ و غضب سے مغلوب ہو کر کرتا ہے اور ابو ہلال کے نزدیک حرد کا معنی غصہ کی حالت میں مغضوب الیہ سے دور رہ کر اسے انجام تک پہنچانا ہے (فق ل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ (۶۸/۲۵) — وہ علی الصبح لپکتے ہوئے وہاں جا پہنچے گویا (کھیتی پر) قادر ہیں۔

ماحصل: (۱) سَخَط: محض ناراضگی۔ ناپسندیدگی۔ پہلا درجہ۔ بڑے کا چھوٹے پر۔
(۲) غَيْظ: جب دورانِ خون تیز ہو جائے۔ دوسرا درجہ۔ اور غیظ انسان کو اپنے آپ بھی آسکتا ہے۔
(۳) غَضَب: جب انسان غصہ سے بپھر کر انتقام پر اتر آئے خواہ چھوٹا یا بڑا۔ اس کا تعلق اپنی ذات سے نہیں۔ دوسرے سے ہوتا ہے۔
(۴) حَرْد: غصہ کی وجہ سے انتقامی کاروائی کی کیفیت۔ تیزی سے لپکنا۔ اور مغضوب علیہ سے دور ہو کر کام سرانجام دینا۔

۶ ــــــ غصہ دلانا

کے لیے اَسْخَطَ[۱]، غَاظَ[۲] (غیظ) اور اٰسَفَ[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔
۱۔ اَسْخَطَ: تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ بمعنی ناراض کرنا۔ ارشادِ باری ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ (۴۷/۲۸) — یہ اس لیے کہ وہ لوگ ہر اس بات کے پیچھے لگ گئے جو اللہ کو ناراض کرے اور انہوں نے اللہ کی رضا کو پسند نہ کیا۔

۲۔ غَاظَ: بمعنی غصہ دلانا۔ تفصیل اوپر گزر چکی۔ قرآن میں ہے:

وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ — اور نہ وہ کسی ایسی جگہ کو پامال کرتے ہیں جو کافروں کو

غصہ دلائے۔ (۹/۱۲۰)

۳۔ اَسِفَ: اَلْاَسَفُ، ایسا غصہ جو افسوس اور حزن (غم) کی بنا پر ہو۔ اگر غصہ کمزور پر ہو تو غیظ و غضب کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ اور اگر قوی پر ہو تو بس نہ چلنے کی وجہ سے منقبض ہو کر حزن کی صورت اختیار کر لیتا ہے (مف) اور آسف بمعنی کسی چیز کا کھو جانا اور اس پر افسوس کرنا (م ل) نیز اسف بمعنی غصہ دلانا۔ غمگین کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (۴۳/۵۵) پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لے لیا۔

ماحصل: (۱) اَسْخَطَ: محض ناراض کرنے (۲) غَاظَ غصہ دلانے اور (۳) اَسِفَ: ایسے غصہ دلانے کے لیے آتا ہے جو طاقتور میں غضب پیدا کر دے اور کمزور کو غم و افسوس میں مبتلا کر دے۔

۷۔ غم

کے لیے غَمٌّ، حُزْنٌ اور بَثٌّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غم: غَمٌّ کا بنیادی معنی ڈھانکنا اور چھپانا ہے۔ غُمّیٰ بمعنی غبار اور تاریکی اور غمام بمعنی بادل جو سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اور غم بمعنی بے چینی۔ اندوہ (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ (۳/۱۵۴) پھر اللہ تعالیٰ نے غم و رنج کے بعد تم پر تسلی نازل فرمائی (یعنی) نیند کہ تم میں سے ایک جماعت پر طاری ہو گئی۔

۲۔ حُزْن: بمعنی غم (ضد فرح) کسی معاملہ میں طبیعت کا بے چین رہنا۔ اندوہ۔ اور یہ انسان کی اضطراری کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ جب بے چینی کا کوئی علاج نظر نہ آ رہا ہو تو غم کی صورت بن جاتی ہے۔ اور حُزْن مصائب کو بھی کہتے ہیں۔ لہٰذا وہ غم جو کسی مصیبت کی وجہ سے لاحق ہو اسے حُزْن کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ (۱۲/۸۴) اور اس (یعقوب) کی دونوں آنکھیں غم کی وجہ سے بے نور ہو گئی تھیں۔

۳۔ بَثٌّ: بمعنی شِدَّةُ الْحُزْن (فل ۴۸) شدید غم۔ قلق۔ وہ غم جو اندر ہی اندر انسان کو کھائے جاتا ہے۔ غم و اندوہ کا طویل دور۔ قرآن میں ہے:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (۱۲/۸۶) (یعقوب نے فرمایا) میں تو اپنے غم و اندوہ کا اظہار اللہ ہی سے کرتا ہوں۔

ماحصل: (۱) غَمٌّ: بے چینی اندوہ کے لیے عام لفظ (۲) حُزْن: ایسا غم جس کا سبب کوئی لاعلاج مصیبت ہو۔ (۳) بَثٌّ: شدتِ غم۔ قلق۔

۸۔ غمگین ہونا۔ غم کھانا

کے لیے حَزِنَ، اَسِیَ (اسی)، اَبْلَسَ اور اِبْتَأَسَ (بئس) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَزِنَ: بمعنی غم کرنا۔ غم کھانا (تفصیل اوپر گزر چکی) جیسے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹/۴۰) — غم نہ کیجیے۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

۲۔ اَسِیَ: بمعنی کسی چیز کے کھو جانے پر غم کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ (۵۷/۲۳) — تاکہ جو کچھ تم سے فوت ہو گیا اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو۔

۳۔ اَبْلَسَ: بمعنی سخت مایوسی کے باعث غمگین ہونا (مف) اور بمعنی بے خیر ہونا۔ غمگین اور شکستہ دل ہونا (منجد) یعنی ایسا غم جو کسی امر میں سخت مایوس ہو جانے کی وجہ سے لاحق ہو۔ اور شیطان کو بھی ابلیس اس لیے کہا گیا کہ وہ خدا کی رحمت سے مایوس اور شکستہ دل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ (۳۰/۴۹) — اور بارش کے نزول سے پہلے تو وہ ناامید ہو رہے تھے۔

۴۔ اِبْتَأَسَ: بِئْسَ میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں (مف) اور اِبْتَأَسَ کے کسی بات کو ناگوار محسوس کرنا اور اس پر غم لگ جانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۱۱/۳۶) — اور نوحؑ کی طرف وحی کی گئی کہ اب کے بعد تیری قوم سے کوئی شخص ایمان نہ لائے گا مگر جو پہلے لا چکا۔ تو جو کام یہ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ۔

ماحصل: (۱) حَزِنَ: کسی حادثہ یا مصیبت کی وجہ سے غم کھانا۔

(۲) اَسِیَ: ایسی چیز پر غم کھانا جو ہاتھ سے نکل چکی ہو۔

(۳) اِبْلِیس: ایسا غم جو کسی امر پر مایوسی کی وجہ سے لاحق ہو۔

(۴) اِبْتَأَسَ: کسی دوسرے کی ناگوار اور ناقابلِ برداشت چیز کی وجہ سے غم کا لاحق ہونا۔

۹۔ غور کرنا

کے لیے رَاٰى، نَظَرَ اور بَصَرَ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل "دیکھنا" میں ملے گی۔ جب یہ معنوی طور پر استعمال ہوتے ہیں تو اس سے مراد سوچنا یا غور کرنا ہی ہوتا ہے۔ تاہم یہ غور یا سوچ وقتی قسم کا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن میں غور و فکر کے لیے تَفَكَّرُ، تَدَبُّر، تَفَقُّه، اِدَّكَر اور اِسْتَنْبَطَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- تَفَکَّرَ: اَلْفِکْرَۃ: علم کو معلوم کی طرف لے جانے والی قوت کو کہتے ہیں (مف) اور تَفَکَّرَ بمعنی سوچنا غور کرنا۔ تامل کرنا (منجد) کسی معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنا۔ فِکْرٌ، اَفْکَرَ، فَکَّرَ اور تَفَکَّرَ سب قریب المعنیٰ ہیں۔ فِکْرٌ بمعنی سوچ (ج افکار) (منجد) اور بمعنی کسی معاملہ میں دلائل پر غور کرنا (فق ل ۵۸) ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (۲/۲۱۹) اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔

۲- تَدَبَّرَ: دُبُر کسی چیز کی پچھلی طرف، پشت یا پچھلے حصہ کو کہتے ہیں۔ اور اَدْبَرَ بمعنی پیٹھ پھیرنا ہے (منجد) اور تَدَبَّرَ بمعنی کسی کام کے انجام کو سوچنا۔ نتائج پر غور و فکر کرنا۔ پھر اس کے مطابق لائحہ عمل بنانا۔ اور اسی بات کا نام تدبیر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ (۲۳/۶۸) کیا انہوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی۔

۳- تَفَقَّهَ: اَلْفِقْهُ بمعنی علم حاضر سے غائب تک پہنچنا (مف) کسی چیز کو پالینا اور اس کے متعلق علم ہو جانا۔ پھر یہ علم شریعت کے ساتھ مختص ہو گیا (م۔ل) ہر عالم جو حلال و حرام کی حقیقت کو سمجھتا ہے وہ فقیہ ہے۔ اور تَفَقَّهَ سے مراد یہ ہے کہ چند معلوم اشیاء یا احکام میں غور کر کے ایسے مسئلہ کے لیے علم تک پہنچنا جس کے متعلق واضح حکم نہ ہو۔ سمجھ پیدا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (۹/۱۲۲) پھر کیوں نہ ہر فرقہ میں ان کی ایک ایسی جماعت نکل کھڑی ہوئی جو دین میں سمجھ پیدا کرے۔

۴- اِدَّكَرَ: ذَكَرَ بمعنی کسی چیز کو یاد کرنا۔ رکھنا۔ اور ذَکَّرَ بمعنی کسی کو کوئی بات اس طرح یاد دلانا کہ وہ اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور اِدَّكَرَ بمعنی کسی چیز کو خود یاد میں لانا (م۔ا) ذہن میں لانا اس پر توجہ اور سوچ بچار کرنا تاکہ وہ خود نصیحت حاصل کرے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۵۴/۱۷) اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا۔ تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟

۵- اِسْتَنْبَطَ: کنواں کھودنے کے بعد پہلی دفعہ جو پانی نکالا جائے [illegible] نَبَطٌ [illegible] تے ہیں۔ اور نَبَطَ بمعنی کنوئیں کی تہ سے پانی نکالنا۔ اور اِسْتِنْبَاط استخراج کے معنی [illegible] (مف) اور استنبط بمعنی پوشیدگی کے بعد ظاہر کرنا۔ اختیار سے نکالنا۔ ایجاد کرنا۔ فقیہ کا [illegible] کوئی بات نکالنا (منجد) استنباط دراصل اجتہاد یا تفقہ کی ایک قسم ہے جس میں علم معلوم [illegible] کر کے اور اس کی تہہ تک پہنچ کر اس سے ضمنی مسائل یا نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلَى الرَّسُوْلِ لَعَلِمَهُ اور اگر وہ اس معاملہ کو [illegible] پیغمبر یا سرداروں کے پاس

پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔ اَلَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (۴/۸۳)

ماحصل: (۱) تفکّر: کسی معاملہ کے مختلف پہلوؤں اور دلائل پر غور کرنا۔

(۲) تدبّر: کسی معاملہ کے انجام پر نظر رکھنا اور اس کے لیے لائحہ عمل سوچنا۔

(۳) تفقّہ: معلوم اشیاء پر غور کر کے سمجھ پیدا کرنا اور اس سے ملتے جلتے مسائل کا حل تلاش کرنا۔

(۴) اِدّکر: کسی معاملہ کو یاد میں لا کر سوچ بچار کرنا پھر اس سے نصیحت حاصل کرنا۔

(۵) اِستنبط: معلوم علم میں غور و فکر کر کے اس میں سے ضمنی مسائل اخذ کرنا یا نتائج حاصل کرنا۔

۱۔ فائدہ ۔ فائدہ دینا

کے لیے نَفَعَ، مَتَّعَ، رَبِحَ اور مَآرِب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَفَعَ : بمعنی کسی اچھی چیز کا یا اس سے کچھ حصہ ملنا۔ فائدہ ہونا (م۔ل) ضد اس کی ضرر ہے۔ بمعنی تکلیف۔ نقصان۔ اس کا استعمال عام ہے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا۔ (۱۳/۱۶)	تم نے خدا کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو کیوں کارساز بنایا ہے جو خود اپنے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

۲۔ مَتَّعَ : مَتَاع بمعنی سامانِ زیست میں سے ہر وُہ چیز جس سے انسان یا کوئی جاندار اپنے زندہ رہنے کے لیے فائدہ اٹھاتا ہے وُہ مَتَاع ہے (ج امتعۃ) اور مَتَّعَ بمعنی ایسے ہی سامان سے فائدہ اٹھانا۔ ارشادِ باری ہے:

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا وَ الْجِبَالَ اَرْسٰهَا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (۷۹/۲۲)	اسی نے زمین سے اس کا پانی نکالا اور چارہ اگایا اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔ یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے فائدے کے لیے (کیا)

اور مَتَّعَ بمعنی کسی دوسرے کو ایسا سامان دینا جس سے وُہ فائدہ اٹھا سکے۔ فائدہ پہنچانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (۲/۲۳۶)	اور ان (مطلقہ بیویوں) کو خرچ (سامانِ زیست) بھی دو فراخی والا اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔

اور تَمَتَّعَ بمعنی خود فائدہ حاصل کرنا۔ مزے اڑانا۔ جیسے فرمایا:

تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ (۱۱/۶۵)	اپنے گھر میں تین دن فائدے اٹھا لو۔

۴۔ رَبِحَ : وُہ فائدہ جو خرید و فروخت سے حاصل ہو (مف) مالِ تجارت میں فائدہ ہونا۔ اور اس کی ضد خسر ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا	سو اُن کی تجارت نے انہیں کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور نہ وہ

مُّهْتَدِيْنَ (۲/۱۶) ہدایت یاب ہی ہوئے۔

۴۔ مَآرِب : اَرَب بمعنی سخت حاجت جس کے بغیر گزارہ نہ ہو سکے۔ اور اسے حاصل کرنے کے لیے کوشش کی جائے (مف) اور بمعنی حاجت۔ ضرورت۔ انتہا (منجد) اور مَآرِب، مَارِبَۃ، مَآرِبَہ اور مَآرُبَۃ بمعنی حاجت اور اس کی تکمیل۔ اور اس کی جمع مَارِب ہے۔ اور وُہ چیز بھی جس کے ذریعہ وُہ ضرورت پوری ہو۔ ارشادِ باری ہے :

قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى۔ (۲۰/۱۸)

موسیٰؑ نے کہا، یہ میری لاٹھی ہے۔ اس پر میں سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں

ماحصل : (۱) نَفَعَ : عام لفظ کسی چیز سے حصہ ملنا۔ اس کی ضد ضرر ہے۔

(۲) مَتَّعَ : سامانِ زیست سے فائدہ اٹھانا۔

(۳) رَبِحَ : مالِ تجارت سے فائدہ اٹھانا۔

(۴) مَآرِب : ضروریات اور ان کی تکمیل کا ذریعہ۔

۲۔ فتح ہونا ۔ دینا

کے لیے فَتَحَ اور اَظْفَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَتَحَ : بمعنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنا (مف) یہ لفظ کھولنا۔ فیصلہ کرنا اور فتح دینا سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے (ضد اِغلاق) اور جب یہ لفظ دشمن کے مقابلہ پر فتح (ضد ھَزِیْمَت) کے لیے استعمال ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایسے واضح اور کھلا ہوا فیصلہ جس کے بعد دشمن کو اپنی شکست کے متعلق کچھ شک نہ رہے۔ ارشادِ باری ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (۱۱۰/۱)

جب اللہ کی مدد آئی اور فتح حاصل ہو گئی تو آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔

۲۔ اَظْفَرَ : ظفر بمعنی انسان یا حیوان کے ناخن۔ اور ظَفَرَ فُلَانٌ بمعنی فلاں نے اس میں اپنے ناخن گاڑ دیے (مف) یا فتح پائی۔ اور اَظْفَرَ بمعنی ایسی فتح دینا کہ دشمن کے سینہ میں ناخن گڑ جائیں۔ یعنی فتح اور اس کے بعد دشمن پر تسلط۔ ابن الفارس کے الفاظ میں يَدُلُّ عَلَى الْقَهْرِ وَالْفَوْزِ وَالْغَلَبَةِ۔ (م۔ل) ارشادِ باری ہے :

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ (۴۸/۲۴)

اور وُہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتحیاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے۔

ماحصل: فَتَحَ کا لفظ صرف غلبہ کے لیے ہے جبکہ اَظْفَرَ میں فتح کے بعد دشمن پر تسلط بھی شامل ہے۔

فخر کرنا کے لیے دیکھیے "اترانا"

۳۔ فراخی۔ آسودگی

کے لیے مَيْسَرَة، طَوْل، بَسْطَة اور سَعَة (وسع) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَيْسَرَة: يُسْر بمعنی آسانی (ضد عُسْر بمعنی تنگی) اور مَيْسَرَة بمعنی آسانی کا وقت۔ ایسا وقت جب کوئی شخص معاشی لحاظ سے اپنی گزراوقات آسانی سے کر سکے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ (۲/۲۸۰) اور اگر (مقروض) تنگدست ہو تو اس کو آسانی کے وقت تک مہلت دو۔

۲۔ طَوْل: طُوْل بمعنی لمبائی۔ درازی اور (زمانہ کی) درازی ہے۔ اور طَوْل کا لفظ فضل واحسان کے معنی میں آتا ہے جو محض دقتی نہ ہو (مف) اور طَوْل بمعنی نان ونفقہ اور گزر بسر کے اخراجات۔ فضل۔ بخشش۔ غنا (منجد) جیسے کہ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ (۴/۲۵) اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے۔

اور اولوا الطول کے معنی وہ لوگ جو بہ آسانی اپنی گزراوقات کر سکتے ہوں (۹/۸۶)

۳۔ بَسْطَة: بَسَطَ بمعنی کھولنا اور پھیلانا۔ اور اس کی ضد قَبَضَ بھی ہے اور قَدَرَ بھی۔ اور بَسْطَة بمعنی کشادگی (جگہ کی)، فراخی اور فراوانی (مف) خواہ یہ فراخی مال ودولت میں یا کسی اور چیز میں ہو۔ یہ لفظ مادی اور معنوی ہر طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ (۲/۲۴۷) اور اللہ نے داؤدؑ کو علم بھی بہت سا بخشا تھا اور جسم بھی (بڑا تھا)۔

دوسرے مقام پر ہے:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ (۲۹/۶۲) اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۴۔ سَعَة: وَسِعَ بمعنی کسی چیز میں وسعت اور گنجائش ہونا۔ اور اَلْوُسْعُ بمعنی رزق کی فراوانی۔ غنا۔ (م۔ل) اور وُسْعَة کی ضد ضِيْق بھی ہے اور عُسْر بھی (م۔ل) اور سَعَة رزق کی فراوانی کے لیے آتا ہے۔ اور اُولُوا السَّعَة بمعنی ایسے لوگ جو اپنی گزراوقات کے علاوہ پس انداز بھی کر سکتے ہوں اور صدقات وخیرات دینے کی گنجائش رکھتے ہوں۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اور تم سے صاحب فضل اور آسودہ لوگ یہ قسم کھائیں

اَنۡ یُّؤۡتُوۡۤا اُولِی الۡقُرۡبٰی وَالۡمَسٰکِیۡنَ۔ کہ وُہ قرابتداروں اور مسکینوں کو کچھ نہ دیں گے۔

(۲۴/۲۲)

ماحصل: (۱) مَیۡسَرَۃ: آسانی سے گزر بسر ہونا تنگی کے بعد۔
(۲) طَوۡل: گزر بسر کا کفیل ہونا۔
(۳) بَسۡطَۃ: فراخی اور کشادگی خواہ کسی چیز میں ہو۔
(۴) اُولُوا السَّعَۃ: آسودہ حال لوگ۔ جو لوگ پس انداز کر سکیں۔

۴۔ فراخ ہونا۔۔۔کرنا

کے لیے رَحُبَ، وَسِعَ اور تَفَسَّحَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ رَحِبَ اور رَحُبَ بمعنی جگہ کا فراخ ہونا۔ صرف وسعت مکانی کے لیے آتا ہے۔ کسی جگہ یا مکان کا فراخ ہونا اور اس کی ضد ضَاقَ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَضَاقَتۡ عَلَیۡهِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ (۹/۲۵) اور زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔

اور مَرۡحَبٌ کا لفظ بطور دُعا استعمال ہوتا ہے۔ مَرۡحَبًا بمعنی خوش آمدید۔ اور بد دعا کیلیے لَا مَرۡحَبًا کہتے ہیں یعنی تمہارے لیے کوئی گنجائش یا جگہ نہیں۔ قرآن میں ہے:

لَا مَرۡحَبًاۢ بِهِمۡ اِنَّهُمۡ صَالُوا النَّارِ ان پر خدا کی مار! یہ بھی دوزخ میں آ رہے ہیں۔

(۳۸/۵۹)

۲۔ وَسِعَ: جگہ اور حالت دونوں کے لیے آتا ہے۔ بمعنی فراخی۔ سمائی۔ گنجائش (CAPACITY) ارشادِ باری ہے:

وَسِعَ کُرۡسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ۔ اس کی کرسی میں آسمان و زمین سما گئے ہیں۔

(۲/۲۵۵)

نیز فرمایا:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا (۲/۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی حیثیت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اور اَوۡسَعَ بمعنی بہت مال والا ہونا۔ اور اَوۡسَعَ الۡمَوۡضَعَ بمعنی جگہ کو کشادہ کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَیۡنٰهَا بِاَیۡىدٍ وَّاِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ اور آسمان کو ہم ہی نے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ اور ہم ہی اس کو فراخ کرنے والے ہیں۔

(۵۱/۴۷)

۳۔ تَفَسَّحَ بمعنی فَسَحَ بمعنی کشادہ قدم رکھنا۔ اور فَسَحَ اور تَفَسَّحَ فِی الۡمَجۡلِسِ بمعنی مجلس میں جگہ دینا (منجد) یعنی کھل کر اس طرح بیٹھنا کہ دوسروں کے لیے جگہ نکل آئے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قِیۡلَ لَکُمۡ تَفَسَّحُوۡا فِی الۡمَجٰلِسِ جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو

فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ (۱۱/۵۸) کھل کر بیٹھا کرو۔ خدا تم کو کشادگی بخشے گا۔

ماحصل: (۱) رَحُبَ: صرف جگہ کی فراخی کے لیے۔

(۲) وَسِعَ: گنجائش۔ سمائی اور وسعت خواہ کسی چیز میں ہو۔

اَوْسَعَ: کسی جگہ کو کشادہ کرنا۔

(۳) تَفَسَّحَ: کھل کر دوسرے کے لیے جگہ بنانا۔

۵۔ فرشتہ

کے لیے مَلَكٌ اور مَلٰٓئِكَة اور رُوْحٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَلَكٌ (ج مَلٰٓئِكَة) کا مادہ لَاَكَ ہے۔ جس کا معنی پیغام پہنچانا ہے۔ الاکتہ الی فلان بمعنی کسی کو پیغام پہنچانا۔ اور اَلِكْنِیْ بمعنی میرا اسے پیغام دینا۔ اور مَلْاَكٌ اور مَلَكٌ بمعنی پیغام رساں فرشتہ (منجد) اور مَلَكٌ بمعنی فرشتہ شرعی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس میں یہ تخصیص بھی نہیں کہ وہ ضرور پیغام رساں ہو۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تدبیر کائنات پر مامور ہیں۔ بادلوں کا فرشتہ، موت کا فرشتہ۔ جنت کے اور دوزخ کے فرشتے، سب کے لیے مَلَكٌ اور مَلٰٓئِكَة کا لفظ استعمال ہوتا ہے حالانکہ یہ پیغام رساں نہیں۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ندائے غیبی یا ہاتف غیبی کی صورت میں واقع ہوتا ہے تو وہاں مَلَكٌ کے بجائے مَلٰٓئِكَة (جمع) کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (۳/۴۵) اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا، اے مریم اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔

اس مقام یا اس جیسے دوسرے مقامات پر ملک کی بجائے مَلٰٓئِكَة کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا ہے یہ بات انسانی عقل سے ماوراء ہے۔

۲۔ رُوْحٌ: جس طرح روح کی حقیقت کا علم انسان کو بہت کم دیا گیا اسی طرح روح کے معانی پر احاطہ کرنا بھی انسانی دسترس سے باہر ہے۔ رُوح بمعنی رحمت بھی قرآن میں استعمال ہوا ہے اور بمعنی وحی اور قرآن بھی اور بمعنی فرشتہ بھی۔ وہ فرشتہ جو بالخصوص اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کی طرف پیغام رسانی پر مامور ہے اس کا نام جبریل ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے رُوح اور رُوح الامین اور رسول کریم کے القاب سے پکارا ہے۔ اور جو فرشتہ مریمؑ کی طرف آیا اور انسانی روپ دھار کر اللہ کا پیغام دیا اسے سورۂ مریم میں رُوح کہا گیا ہے اور سورۂ آل عمران میں مَلَكٌ کی بجائے مَلٰٓئِكَة کہا گیا ہے۔ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ رُوح جبریل تھے۔ یہ ممکن ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ مریمؑ نبیہ نہیں تھیں۔ پھر بھی ان کی طرف جبرئیل یا کوئی اور فرشتہ یا فرشتے آئے۔ خدا کا پیغام پہنچایا اور ان سے

ہم کلام ہوئے۔ یہ پیغام حضرت مریم کی ذات سے ہی متعلق تھا۔ دوسروں کو پہنچانا تو درکنار، دوسروں سے اس پیغام کا کچھ تعلق بھی نہ تھا جو امور نبوت اور رسالت کے لیے ضروری ہوتے ہیں ارشادِ باری ہے:

فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۹/۱۷) ہم نے مریم کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا جو اُن کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گیا۔

۶۔ فرق

کے لیے بُعْد اور تَفَاوُت کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بُعْد: بَعِدَ اور بَعُدَ بمعنی دور ہونا۔ اور بُعْد کا اصل معنی دوری ہی ہے۔ تاہم یہ لفظ بددعا کے لیے دوری اور پھٹکار کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور جب اس لفظ کا استعمال ظرف مکانی کے طور پر ہو تو یہ فرق یا فاصلہ کا معنی دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

قَالَ يَٰلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ ٱلْمَشْرِقَيْنِ (۴۳/۳۸) تو کہے گا اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں فرق ہو مشرق اور مغرب کا۔ (عثمانیؒ)

۲۔ تَفَاوُت (ضد استواء) فات الامر بمعنی کسی کام کا وقت ہاتھ سے نکل جانا اور روا پس نہ ہو سکنا۔ اور تَفَاوَتَ الشَّيْئَيْنِ بمعنی دو چیزوں کا آپس میں لگا نہ کھانا اور عدم مناسبت ہونا (منجد م ق) اور یہ لفظ ہمیشہ بُرے معنوں میں آتا ہے۔ اور فات بمعنی کسی چیز کا انسان سے اتنا دُور ہو جانا کہ اس کا حاصل کر لینا اس کے لیے دشوار ہو۔ اور تَفَاوُت بمعنی دو چیزوں کے اوصاف مختلف ہونا۔ گویا ہر ایک کا وصف دوسری کو فوت کر رہا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ ٱلرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ (۶۷/۳) تو رحمٰن کی پیدائش میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا۔

یعنی کائنات کی تمام اشیاء میں پوری پوری مناسبت اور ہم آہنگی ہے۔

ماحصل: (۱) بُعْد: فاصلہ کی دُوری اور فرق۔

(۲) تَفَاوُت: دو چیزوں کے اوصاف الگ الگ ہونے کی بنا پر فرق۔ عدم مناسبت۔

۷۔ فرقہ ـــــ گروہ

کے لیے فِرْقَة، فَرِيق، طَائِفَة، زُمَر، شِيعَة اور أُنَاس کے الفاظ آئے ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "جماعت" اور "لشکر")

۱۔ فِرْقَة: فَرَقَ بمعنی الگ کرنا ـــ پھاڑنا اور فِرْق بمعنی الگ شدہ حصہ (۲۶/۶۳) اور فِرْقَة بمعنی لوگوں کا کسی بڑی جماعت سے الگ شدہ حصہ (مف) کسی قوم یا جماعت سے جُدا شدہ کثیر تعداد اور ہم خیال لوگوں کا گروہ۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (۹/۱۲۲) — پھر کیوں نہ ہر ایک فرقہ میں سے ایک جماعت ایسی نکلی جو دین کے معاملات میں سمجھ پیدا کریں۔

۲۔ فَرِيق: فِرْقَة اور فَرِيق تقریباً ہم معنی ہیں۔ فَرِيق کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب اس کے مقابل کوئی دوسرا فریق بھی موجود یا مذکور ہو۔ جیسے فرمایا:

فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (۴۲/۷) — ایک فریق جنت میں ہوگا اور دوسرا دوزخ میں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا (۱۹/۷۳) — دونوں فریقوں میں سے مکان کس کے اچھے اور مجلسیں کس کی بہتر ہیں۔

۳۔ طَائِفَة: ایک رائے اور مذہب کے لوگ (منجد) اس لفظ کا اطلاق چھوٹی سے چھوٹی جماعت بلکہ فردِ واحد پر بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بعض مفسرین اس آیت سے متعلق کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (۴۹/۹) — اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔

کہ اس آیت میں طَائِفَة کے لفظ کا اطلاق فردِ واحد پر ہوا ہے۔

۴۔ زُمَر: (زُمْرَة کی جمع بمعنی ٹولہ) جب کوئی بڑی جماعت یا لشکر چھوٹے چھوٹے دستوں یا ٹولوں میں بٹ کر نقل و حرکت کرے تو ایسے ٹولے زُمَر کہلائیں گے (تفصیل "جماعت" میں دیکھیے)۔ ارشادِ باری ہے:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (۳۹/۷۳) — اور پرہیزگار لوگ جنت کی طرف ٹولے ٹولے کی شکل میں لے جائے جائیں گے۔

۵۔ شِيْعَة: بمعنی پارٹی۔ دھڑا۔ سیاسی فرقہ۔ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے اردگرد پھیلے رہتے ہیں (مف) کسی کے پیروکار اور مددگار (منجد) ایسی پارٹی یا دھڑے کی بنیاد عموماً عقیدہ کا اختلاف ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ (۲۸/۱۵) — پھر موسیٰ نے اس شہر میں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا ایک تو ان کی اپنی پارٹی سے تھا اور دوسرا دشمن کی (فرعون) کی پارٹی سے۔

اور شِيْعَة کی جمع شِيَعًا بھی ہے اور اَشْيَاع بھی۔ اَشْيَاع بمعنی ایک جیسے عادات و اطوار رکھنے والے لوگ خواہ وہ پہلے گزر چکے ہوں یا موجود ہوں۔ ہم جلیس۔ ارشادِ باری ہے:

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ (۳۴/۵۴) — اور ان میں اور ان کی خواہش کی چیزوں میں پردہ حائل کر دیا گیا۔ جیسا کہ ان سے پہلے بھی ان کے ہم جلیسوں سے کیا گیا۔

۶۔ اُنَاس: تقسیم کار کے لحاظ سے بنے ہوئے یا بنائے ہوئے گروہ۔ یا مختلف قبائل کے تعلق رکھنے والے الگ الگ گروہ (بعض کے نزدیک نَاس اور اُنَاس میں کوئی فرق نہیں)۔ قرآن میں ہے:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ۔ (۲/۶۰) سب لوگوں نے (ہر قبیلہ نے عثمانی) اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔

ماحصل: (۱) فِرْقَة: کسی بڑی جماعت سے بہت سے لوگوں کا الگ شدہ حصّہ۔

(۲) فَرِيْق: وُہ فرقہ جس کے مقابل بھی کوئی فرقہ موجود ہو یا مذکور ہو۔

(۳) طَائِفَة: چھوٹی سی ہم مذہب اور ہم خیال لوگوں کی جماعت۔

(۴) زُمَر: بمعنی چھوٹے چھوٹے دستے۔ ٹولے۔

(۵) شِيْعَة: عقیدہ کے اختلاف پر مبنی پارٹی یا دھڑا۔

(۶) اُنَاس: قبیلہ یا تقسیم کار کے حساب سے بنے ہوئے فرقے۔

فرمانبرداری کرنا کے لیے دیکھیے "اطاعت کرنا"

۸۔۔۔ فریاد رسی

کے لیے اِسْتِجَاب (جوب) اور اَصْرَخَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتِجَاب: جَابَ بمعنی پتھر کو تراشنا۔ اور اَجَابَ بمعنی مراجعۃ الکلام (م۔ل) یعنی کسی سوال کا جواب دینا۔ اور سَئَلَ بھی دو معنوں میں آتا ہے۔ (۱) کسی بات کے متعلق استفسار کرنا اور (۲) کوئی چیز مانگنا اور طلب کرنا۔ لہٰذا اَجَابَ بھی اُن دونوں معنوں میں آتا ہے کسی استفسار کا جواب دینے کے معنوں میں بھی۔ جیسے فرمایا:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ (۵/۱۰۹) جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا پھر اُن سے پوچھیگا کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا۔

اور کسی چیز کے طلب کرنے کے جواب میں بھی اس وقت اس کے معنی قبول کرنا ہوں گے۔ جیسے فرمایا:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (۲۷/۶۲) بھلا بے قرار کی دعا کو کون قبول کرتا ہے جب وُہ اسے پکارتا ہے؟

اور استجاب بمعنی دُعا کو قبول کرنا یعنی پکارنے والے کی حاجت روائی یا دادرسی کرنا ہے بالخصوص جب ندا کی جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ۔ (۲۱/۷۶) اور جب اس سے پیشتر نوحؑ نے ہمیں پکارا تو ہم نے اُن کی دُعا قبول فرمائی۔ اور اُن کو اور ان کے ساتھیوں کو بڑی گھبراہٹ سے نجات دی۔

۲۔ اَصْرَخَ: صَرَخَ بمعنی چیخنا۔ چلانا تاکہ کوئی فریاد کو پہنچے۔ اور صَرِيْخ بمعنی فریاد کو پہنچنا (۳۶/۴۳) اور اَصْرَخَ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ قرآن میں ہے:

فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ۔ (۱۴/۲۲)	شیطان اپنے پیروکاروں سے کہے گا تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ تو میں تمہاری فریادرسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری کر سکتے ہو۔

ماحصل: (۱) اگر اللہ سے فریادرسی کی دعا یا ندا کی جائے اور وہ قبولیت بخشے تو یہ استجاب ہے، جبکہ اصرخ میں ہر چیخ و پکار سننے والا فریاد کو پہنچ سکتا ہے۔

۹۔ فریاد کرنا

کے لیے اِستغاث اور اِستَصرَخ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ استغاث: غَاثَ بمعنی سختی کے وقت کسی کی اعانت اور مدد کرنا (م۔ ل) اور غَیث اس بارش کو کہتے ہیں جو بروقت بھی ہو اور ضرورت کے مطابق بھی۔ اور استغاث کے معنی خدا سے ایسی بارش کے لیے فریاد کرنا بھی اور سختی کے وقت خدا سے یا دوسرے حاکم سے اعانت اور مدد طلب کرنا بھی۔ استغاثہ مشہور لفظ ہے۔ بمعنی حاکم یا عدالت کے سامنے اپنے پر ظلم یا زیادتی کی فریاد کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ (۸/۹)	جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سن لی۔

۲۔ اِستَصرَخ: بمعنی چیخ و پکار کر کے اپنی فریاد عام لوگوں کو سنانا اور ان سے امداد چاہنا (تفصیل پیچھے گزر چکی) قرآن میں ہے:

فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ (۲۸/۱۸)	تو اس وقت اس آدمی نے، جس نے کل موسیٰؑ سے مدد مانگی تھی آج بھی ان کے سامنے فریاد کرنے لگا۔

ماحصل: فریاد اگر اللہ یا حاکم مجاز کے سامنے پیش کی جائے تو استغاث کا لفظ آئے گا اور اگر چیخ و پکار کے ذریعہ عوام کو مدعو کیا جائے تو استصرخ آئے گا۔

۱۰۔ فساد کرنا۔ ڈالنا

کے لیے اَفسَدَ۔ عَثَا یا عَاثَ۔ نَزَغَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَفسَدَ: فَسَدَ بمعنی کسی چیز کا بگڑنا، خراب ہو جانا۔ اور اَفسَدَ بمعنی کسی چیز کو بگاڑنا اور خراب کر دینا (فساد ضد اصلاح) فساد کا لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔ (۷/۵۶)	اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔

۲۔ عَثَا یا عَاثَ. قرآن میں ہے:

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (۲/۶۰) اور ملک میں فساد نہ مچاتے پھرو۔

تَعْثَوْا کا مادہ بعض اہل لغت نے ع ث ی لکھا ہے۔ یعنی عَثِیَ یَعْثٰی عَثْیًا (مف) اور یہ ذہنی اور فکری بگاڑ کے لیے آتا ہے۔ مثلاً لٹریچر یا تقریروں کے ذریعہ غلط عقائد و نظریات کی ترویج۔ اور بعض اہل لغت نے اس کا مادہ ع ی ث لکھا ہے۔ عَاثَ یَعِیْثُ عَیْثًا (مف) جو حسّی یا مادی فساد پر دلالت کرتا ہے (م ل) جیسے کسی پر ظلم و زیادتی کرنا۔ دونوں صورتوں میں نہی کا صیغہ لَا تَعْثَوْا ہی آتا ہے۔

۳۔ نَزَغَ: بمعنی دو چیزوں کے درمیان فساد ڈالنا (م ل) اور بمعنی جھگڑا بپا کرنا۔ فساد پر آمادہ کر دینا۔ بگاڑ پیدا کر دینا۔ جھڑپ کرا دینا۔ دشمنی ڈالنا (م ق) اور بمعنی کسی کام کو بگاڑنا اور اس میں دخل انداز ہونا (مف) یا مداخلت کر کے فساد کرا دینا۔ قرآن میں ہے:

مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ (۱۲/۱۰۰) اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا۔

ماحصل: اَفْسَدَ کا اطلاق صرف ایک بار فساد کرنے پر بھی ہو سکتا ہے اور جب فَسَاد عادت کی شکل اختیار کر جائے تو عَاثَ یا عَثَا آئے گا۔ اور نَزَغَ میں اصل بات مداخلت کرنا ہے خواہ یہ کسی ایک چیز میں ہو یا زیادہ میں۔ پھر ان میں فساد ڈال دینا۔

۱۱۔ فضول باتیں کرنا

کے لیے اَلْغٰی (لغو) خَاضَ (خوض) فَكِهَ، سَمَرَ اور هَجَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَلْغٰی: لَغَا بمعنی بے سوچے سمجھے بولنا۔ بیہودہ کلام (منجد) اور بمعنی چڑیوں کا چہچہانا۔ اور اسی طرح کسی چیز کا بار بار تذکرہ کرنا (م ق) اور اَلْغٰی کے معنی اس طرح سے بک بک اور جھک جھک کرنا کہ مخاطب کی بات اس شور میں دب کر رہ جائے تاکہ دوسرے بھی نہ سن سکیں۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (۴۱/۲۶) اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن پر کان مت دھرو اور (جب پڑھا جائے) تو شور مچاؤ تاکہ تم غالب رہو۔

۲۔ خَاضَ بمعنی گھسنا۔ خَاضَ فِي الْمَاءِ پانی میں گھس جانا۔ خَاضَ فِي الْحَدِيْثِ باتوں میں مشغول ہونا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کے درمیان تک داخل ہونا (م ل) یعنی باتوں یا کاموں میں پورے انہماک سے مشغول ہونا۔ قرآن میں اس کا استعمال زیادہ تر فضول کاموں یا باتوں کے لگے رہنے پر ہوا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہیں تو ان سے الگ ہو جاؤ

فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ (۶/۶۸)　　　یہاں تک کہ دوسری کسی بات میں لگ جائیں۔

۳۔ فَکِہَ: بمعنی خوش گپیاں اڑانا۔ ہنسنا ہنسانا (فل ۱۴۵) اور فَکَاھَۃ بمعنی خوش طبعی کی باتیں (منجد) اور تَفَکَّہَ بِعِرْضِ فَلَانٍ بمعنی کسی کی غیبت کر کے لطف اندوز ہونا (منجد) باتوں سے لذت حاصل کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓی اَھْلِھِمُ انْقَلَبُوْا فَکِھِیْنَ (۸۳/۳۱)　　　اور جب یہ اپنے گھروں کو لوٹتے تو خوش گپیاں کرتے لوٹتے۔

۴۔ سَمَرَ: رات کو سونے سے پہلے قصے کہانیاں بیان کرنا۔ سونے سے پہلے کی باتیں۔ قصہ گوئی (مف۔ فل) اور:

۵۔ ھَجَرَ یَھْجُرُ: بیہودہ باتیں کرنا۔ بکواس کرنا (مف) ھِجْر بمعنی نامناسب کلام۔ بدگوئی۔ بیہودہ بکواس (منجد) نیند یا مرض میں بڑبڑانا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

مُسْتَکْبِرِیْنَ بِہٖ سٰمِرًا تَھْجُرُوْنَ۔ (۲۳/۶۷)　　　ان سے سرکشی کرتے، کہانیوں میں مشغول ہوتے اور بیہودہ بکواس بکتے تھے۔

ماحصل: (۱) اَلْغُیْ: اس طرح بک بک کرنا کہ دوسرے کی بات نہ سنی جاسکے۔

(۲) خَاضَ: کسی مذموم بات یا کام میں منہمک ہوجانا۔

(۳) فَکِہَ: ایسا ہنسی مذاق جس سے لذت حاصل ہو۔ خوش گپیاں۔

(۴) سَمَرَ: رات کو سونے سے پہلے قصے کہانیاں بیان کرنا۔

(۵) ھَجَرَ: نیند یا مرض میں بڑبڑانا۔ بیہودہ بکواس کرنا۔

۱۲۔ فضول خرچی کرنا

کے لیے اَسْرَفَ[۱] اور بَذَّرَ[۲] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَسْرَفَ: سَرَفَ اور اَسْرَفَ بمعنی حدِ اعتدال سے آگے بڑھ جانا (مف) اور اس کا استعمال مال و دولت یا خورد و نوش میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے پر عام ہے۔ اور حدِ اعتدال اسی چیز کی ہوتی ہے جو امر مباح یا جائز ہو۔ گویا اسراف کے معنی جائز کاموں میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (۷/۳۱)　　　کھاؤ، پیو، لیکن ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کرو۔

۲۔ بَذَرَ: بَذْر اور بزر بمعنی بیج۔ اور بَذَّرَ بمعنی بیج بکھیرنا۔ تو جس طرح بیج زمین میں بکھیر دیا جاتا ہے اسی طرح اگر مال و دولت بکھیرا جائے تو اسے تبذیر کہتے ہیں (مف) گویا ضرورت جائز ہو یا ناجائز اس پر بے دریغ مال اڑانے کو تبذیر کہتے ہیں (مف) اور یہ اسراف سے بھی مذموم فعل ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا - اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (۱۷/۲۷) — اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ۔ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

ماحصل: اسراف جائز کاموں میں فضول خرچی کے لیے اور تبذیر جائز و ناجائز (اور بالعموم ناجائز) کاموں میں مال اڑانے کے لیے آتا ہے۔

۱۳ — فضیلت دینا (بزرگی دینا)

کے لیے فَضَّلَ اور كَرَّمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَضَّلَ: فَضَلَ بمعنی کسی اچھی چیز کا اقتصاد اور متوسط درجہ سے زیادہ ہونا۔ اور فَضَّلَ بمعنی ازراہِ احسان کسی کو کسی اچھی چیز میں اس کے استحقاق سے زیادہ بخشنا (مف) ارشادِ باری ہے:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۲/۱۲۲) — اے بنی اسرائیل میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیے اور یہ کہ میں نے تم کو اہلِ عالم پر فضیلت بخشی۔

۲۔ كَرَّمَ: کرم ایسے شرف کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں فی نفسہٖ موجود ہو یا اس کے اخلاق کی وجہ سے ہو (م۔ل) اور كَرَّمَ بمعنی کسی چیز کے اندر فضیلت کے جوہر ودیعت کر دینا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱۷/۷۰) — اور ہم نے بنی آدم کو فضیلت بخشی اور اسے بحر و بر پر سوار کیا۔

۱۴ — فیصلہ کرنا

کے لیے فَتَحَ، فَصَلَ، حَكَمَ اور قَضٰی اور خَتَمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَتَحَ: بمعنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنا (مف) ضد اغلاق (م۔ل) اور بمعنی فتح دینا اور فیصلہ کرنا۔ ایسا فیصلہ کہ حق و باطل میں تمیز ہو جائے اور پیچیدگی دور ہو جائے اور کسی فریق کو شک و شبہ نہ رہے۔ ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (۷/۸۹) — اے ہمارے پروردگار! ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے۔

۲۔ فَصَلَ: بمعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے تمیز کرنا اور اس کا اس سے دور ہونا (م۔ل) گویا فتح کے مقابلہ میں فصل اخص ہے۔ فتح میں صرف تمیز اور فصل میں تمیز اور جدائی دو باتیں پائی جاتی ہیں اور یہ تمیز اور جدائی بعض دفعہ ایک ہی چیز میں بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کتاب کی فصل۔ اسی طرح فتح کا تعلق بھی بعض دفعہ ایک چیز سے ہوتا ہے، بعض دفعہ زیادہ چیزوں سے۔ (فق۔ل ۱۱۳)

ارشادِ باری ہے:

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ (۷۷/۳۸) یہی فیصلہ کا دن ہے۔ ہم نے تمہیں اور پہلوں سب کو اکٹھا کر لیا ہے۔

۳۔ حَكَمَ: بمعنی منع عن الظلم (م۔ل) ایسا فیصلہ جس میں ظلم و زیادتی کو روکا جائے ——— اور بمعنی منع عن الخصومۃ (فق ل ۱۵۶) یعنی لڑائی جھگڑے سے روکنے کا حکم۔ قرآن میں ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ (۲۱/۷۸) اور داؤد اور سلیمان (کا حال بھی سن لو) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے۔

۴۔ قَضٰی يَقْضِيْ قَضْيًا وَقَضَاءً وَقَضِيَّةً بمعنی (۱) کسی کام سے فارغ ہونا۔ پُورا کر چکنا ——— اور (۲) فریقین کے درمیان جھگڑا کا آخری فیصلہ کرنا (DECISION) اور فیصلہ کے سلسلہ میں قَضٰی کا استعمال اس وقت ہوگا جبکہ اس فیصلہ کے نفاذ کی قوت بھی موجود ہو۔ قاضی مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ (۴/۶۵) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو تم فیصلہ کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں مومن نہیں ہوں گے۔

۵۔ حَتَمَ: بمعنی فیصلہ کرنا۔ مضبوط کرنا۔ کسی چیز کا حکم لگانا۔ واجب کرنا اور حاتم بمعنی حاکم۔ کہتے ہیں حَتَمَ الْحَاتِمُ كَذَا حاکم نے اس چیز کا فیصلہ دیا۔ اور هٰذَا وَلَدٌ حَتْمٌ بمعنی یہ لڑکا ہے جس کے نسب میں کوئی شک نہیں (منجد) اور حتم بمعنی قضا۔ وقدر (مف) گویا حتم اس فیصلہ کو کہتے ہیں جو آخری اور اٹل ہو (فق ل ۱۸۷) قرآن میں ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (۱۹/۷۱) اور تم میں سے کوئی نہیں مگر اسے جہنم پر سے گزرنا ہوگا۔ یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔

ماحصل: (۱) فتح: اغلاق دُور کر کے واضح طور پر ایک بات کا فیصلہ دینا۔ تمیز کر دینا۔

(۲) فصل: تمیز اور جدائی۔

(۳) حکم: ایسا فیصلہ جس سے کسی کو زیادتی سے روک دیا جائے اور اس کا مداوا کیا جائے۔

(۴) قضٰی: اس شخص کا آخری فیصلہ دینا جس کے پاس قوتِ نافذہ بھی موجود ہو۔

(۵) حتم: قطعی اور اٹل فیصلہ۔ مشیّتِ الٰہی کا فیصلہ۔

۱۔ قابو پانا

کے لیے قَدَرَ (علیٰ)، اَقْرَنَ، اِسْتَحْوَذَ (حوذ) اور اِحْتَنَکَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قَدَرَ: قَدَرَ، قَدِرَ (قدرًا، قُدْرَۃً) قدر بمعنی کسی معاملہ کی تدبیر کرنا۔ قَدَرَ الرِّزْقَ بمعنی رزق کی تقسیم کرنا۔ رزق میں تنگی کرنا۔ اور قَدَرَ عَلَی الشَّیْءِ بمعنی کسی چیز پر قدرت رکھنا قابو پانا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (۸۷/۲۱)

اور مچھلی والے (یونسؑ) جب (اپنی قوم سے) ناراض ہو کر غصہ کی حالت میں چل دیے اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پا سکیں گے۔

۲۔ اَقْرَنَ: قَرَنَ بمعنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ ملانا۔ باندھنا۔ اور قَرْنٌ اس رسی کو کہتے ہیں جس سے دو اونٹوں کو باندھا جائے (مف) اور اَقْرَنَ بمعنی دو چیزوں کو ایک چیز سے جمع کرنا اور اَقْرَنَ لِلْاَمْرِ بمعنی کسی چیز کی طاقت رکھنا اور اس پر قادر ہونا۔ جبکہ اَقْرَنَ عَلَیْہِ کے معنی کسی چیز سے عاجز آنا ہوتا ہے (منجد) گویا اَقْرَنَ میں ساتھ والی چیز پر قابو پانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ (۱۳/۴۳)

وہی ذات ہے جس نے اس (سواری) کو ہمارے زیر فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے۔

۳۔ اِسْتَحْوَذَ: حَاذَ الدَّابَّۃَ بمعنی جانور کو تیز ہانکنا (منجد) اور حوذ بمعنی کسی کام میں سرعت، پھرتی اور سبک رفتاری (م ل) اور حاذ بمعنی سختی کے ساتھ ہانکنا۔ اور استحوذ کے معنی کسی پر مسلط ہو کر اسے سختی سے ہانکنا ہے کہتے ہیں اِسْتَحْوَذَ الْعِیْرُ عَلَی الْاَتَانِ یعنی گدھے کا گدھی کی پشت پر چڑھ کر اسے دونوں جانب سے دبا لینا (مف) ارشادِ باری ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ (۱۹/۵۸)

ان پر شیطان نے قابو پا لیا اور انھیں خدا کی یاد بھلا دی۔

۴۔ اِحْتَنَكَ: حُنْك بمعنی تالو۔ اور اِحْتَنَكَ الْفَرَسَ بمعنی گھوڑے کے منہ پر رسی یا لگام دینا۔ اور اَلْحُنْكُ اس آدمی کو بھی کہتے ہیں جسے زمانہ نے تجربہ کار بنا دیا ہو (منجد) گویا احتنک کے معنی کسی پر عقل و تجربہ سے قابو پانا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا (۱۷/۶۲) — (شیطان نے خدا سے کہا) اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں تھوڑے شخصوں کے سوا اس (آدم) کی اولاد کو لگام چڑھا دوں گا۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) قَدَرَ عَلٰى: قدرت رکھنا۔ قابو پانا۔ یہ استعمال میں عام ہے۔

(۲) اَقْرَنَ: ساتھ والی چیز پر قابو پانے کی طاقت رکھنا۔

(۳) اِسْتَحْوَذَ: زبردستی اور سختی سے قابو پانا۔

(۴) اِحْتَنَكَ: عقل اور تدبیر سے قابو پالینا۔

۲۔ قافلہ

کے لیے سَيَّارَة، عِيْر اور رَكْب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَيَّارَة: سَارَ بمعنی چلنا پھرنا۔ اور سَيَّارَة بمعنی ہر چلنے پھرنے والی یا گھومنے والی چیز جو مسلسل چلتی رہے یا بہت چلے (مبالغہ کا صیغہ ہے) اجرام فلکی کو بھی سیارات کہتے ہیں۔ اور عام اصطلاح میں سَيَّارَة سے مراد ایک ساتھ چلنے والی جماعت یا ہمسفر لوگ ہیں۔ قافلہ (مف) قرآن میں ہے:

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ (۱۲/۱۹) — اور ایک قافلہ آیا۔ انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا جس نے اپنا ڈول (کنویں میں) لٹکایا۔

۲۔ عِيْر: ہر وہ قافلہ جو غلہ بردار ہو۔ غذائی سامان لے جانے والے اونٹ اور لوگ سب اس میں شامل ہیں (مف) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک خواہ یہ قافلہ اونٹوں، گھوڑوں اور گدھوں پر مشتمل ہو (ف ل ۱۶) نیز قبیلہ حمیری کے قافلہ کو بھی عِیر کہتے ہیں (م۔ ق) قرآن میں ہے:

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (۱۲/۷۰) — پھر ایک پکارنے والے نے آواز دی، اے قافلہ والو! تم تو چور ہو۔

۳۔ رَكْب: رَكِبَ بمعنی سوار ہونا اور رِكَاب بمعنی سواری۔ اور رَاكِب بمعنی سوار۔ مگر عرف میں رَاكِب کا لفظ شتر سوار کے لیے مخصوص ہو چکا ہے (مف) اور رَاكِب کی جمع رَكْب، رُكْبَان اور رُكُوْب آتی ہے (منجد) اور رَكْب بمعنی گھڑ سوار یا اونٹ سوار قافلہ۔ ارشاد باری ہے:

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ — جب تم (مدینے سے) قریب کے ناکے پر تھے اور کافر پرلے ناکے پر اور قافلہ تم سے نیچے (اتر گیا)

اَسْفَلَ مِنْكُمْ (۸/۴۲) تھا۔

ماحصل: (۱) سَيَّارَةٌ: ہم سفر لوگ۔ پیدل ہوں یا سوار۔ یہ لفظ عام ہے۔
(۲) عِيْرٌ: غلہ بردار قافلہ۔ (۳) رَكْبٌ: شتر سوار یا گھڑ سوار قافلہ

۳ــــــقبر

کے لیے قَبْرٌ، مَرْقَدٌ اور جَدَثٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَبْرٌ: بمعنی میت کو زمین میں دفن کرنے کی جگہ۔ معروف لفظ ہے (ج قبور) اور مقبرہ بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے (ج مقابر) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (۹/۸۴) — اور ان منافقوں میں سے اگر کوئی مر جائے تو کبھی بھی ان کی نماز (جنازہ) مت پڑھو اور نہ ان کی قبر پر (دعا کے لیے) کھڑے ہو۔

۲۔ مَرْقَدٌ: رَقَدَ بمعنی ہلکی اور لمبی نیند سونا۔ اور مَرْقَدٌ بمعنی ایسی نیند سے آرام کرنے کی جگہ۔ آرامگاہ خوابگاہ۔ قبر کے لیے یہ لفظ مجازاً استعمال ہوا ہے کیونکہ کافر قیامت کی سختیوں کے مقابلہ میں قبر کی سختی کو آرام سے تعبیر کریں گے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۳۶/۵۲) — کافر کہیں گے ہائے افسوس ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے جگا دیا؟

۳۔ جَدَثٌ: جدث اور قبر میں گو کسی اہل لغت نے فرق نمایاں نہیں کیا۔ تاہم قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا لفظ عام ہے جبکہ جدث وہ ہے جس کے نشان بھی مٹ چکے ہوں۔ علاوہ ازیں بعض دفعہ یوں ہوتا ہے کہ کسی کو درندہ کھا جاتا ہے۔ بعض دفعہ انسان دریا میں غرق ہو تو اسے دریائی جانور کھا جاتے ہیں۔ ہندو لوگ اپنی میت کو جلا کر اس کی راکھ گنگا میں بہا دیتے ہیں۔ جو صورت بھی ہو اس میت کے ذرات منتقل ہوتے ہوتے بالآخر زمین میں مل جاتے ہیں، تو وہی اس کی جدث ہے۔ قرآن میں جدث (ج اجداث) کا ذکر دو بار آیا ہے اور دونوں بار ایسے مواقع کے لیے آیا ہے جبکہ قبروں کے نشانات کا تصور بھی محال ہے۔ جیسے فرمایا:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ (۷۰/۴۳) — اس دن یہ قبروں سے نکل کر (اس طرح) دوڑیں گے جیسے (شکاری) شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں۔

اس آیت میں یوم النشور کا ذکر ہے جب سب قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں گے۔ دوسری آیت بھی ایسا ہی منظر پیش کرتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ — اور جب صور (دوسری دفعہ) پھونکا جائے گا تو لوگ قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ

پڑیں گے۔ (۳۶/۵۱)

ماحصل: (۱) قَبْر: عام ہے ایسا مدفن جس کے نشان موجود ہوں یا نہ ہوں۔

(۲) جدث: اخص ایسا مدفن جس کے نشانات موجود نہ ہوں۔

(۳) مرقد: کنایۃً قبر کے لیے استعمال ہوا ہے۔

۴۔۔۔ قبول کرنا

کے لیے قَبِلَ اور تَقَبَّلَ۔ اَجَابَ اور اِسْتَجَابَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَبِلَ: قَبُوْلًا بمعنی کسی چیز کو برضا و رغبت لے لینا۔ قبول کرنا (منجد) اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک یہ صرف اعمال کے لیے آتا ہے (فق ل ۱۸۴) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا (۲۴/۴) اور ان کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو۔

۲۔ اور تَقَبَّلَ اور قَبِلَ تقریباً ہم معنی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ تَقَبَّلَ کسی ایسی چیز کے قبول کرنے کیلیے آتا ہے جو عوض کی مقتضی ہو (مف) جیسے ہدیہ وغیرہ جبکہ قَبِلَ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ (۳/۳۵) جب عمران کی بیوی نے کہا، اے میرے پروردگار! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں اسے سب سے آزاد رکھ کر تیری نذر کرتی ہوں سو تو اسے قبول فرما۔

۳۔ اَجَابَ اور اِسْتَجَابَ کا استعمال بالعموم دعا کی قبولیت کے لیے ہوتا ہے (دیکھیے "فریاد رسی") یعنی دعا قبول کرنا اور پھر داد رسی کرنا بھی استجاب میں شامل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (۲۷/۶۲) بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے۔ جب وہ اس سے دعا کرتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (۴۰/۶۰) اور تمہارے پروردگار نے فرمایا، مجھے پکارو، میں (تمہاری دعا) قبول کروں گا۔

ماحصل: (۱) قَبِلَ: کسی چیز کو برضا و رغبت لے لینا۔ اعمال کے لیے۔

(۲) تَقَبَّلَ: قبل سے اخص ہے یعنی ایسی چیز لینا جو عوض کی مقتضی ہو اور:

(۳) اِسْتَجَابَ: عموماً دعا کو قبول کرنے اور پھر داد رسی کرنے کے لیے آتا ہے۔

۵۔۔۔ قبیلہ اور خاندان

کے لیے شُعُوْب، قَبَائِل، فَصِيْلَة، رَهْط، عَشِيْرَة اور اَسْبَاط کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شُعُوْب: کسی ایک آدمی کی اولاد در پھر اولاد در اولاد۔ آگے چل کر ایک ذات بن جاتی ہے۔

جسے عربی زبان میں شعب کہتے ہیں۔ اور شعب شاخ کو بھی کہتے ہیں (ج شعوب) شعب کے معنی میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) افتراق (۲) اجتماع۔ یعنی ایسی چیز جو آگے چل کر تو کئی حصوں میں بٹ جائے۔ مگر اس کا اصل ایک ہو اور اصل سے اس کا رابطہ قائم رہے خلیل کہتے ہیں کہ یہ عربی زبان کی ندرت ہے کہ شعب میں افتراق بھی ہے اور اجتماع بھی (م۔ل)

۲۔ قَبَائِل: (واحد قبیلہ) اب یہ ذات یا شعب پھر کئی چھوٹے حصوں میں بٹ جاتی ہے جسے قبیلہ کہتے ہیں جن کا آپس میں رابطہ قائم ہوتا ہے۔ قبائل الرأس بمعنی سر کی ہڈیاں جو ایک دوسرے سے متصل ہیں (منجد) اسے ہم اپنی زبان میں برادری کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۴۹/۱۳)	اور ہم نے تمہاری ذاتیں اور قبیلے تو اس لیے بنائے ہیں کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو ورنہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ عزت تو وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔

۳۔ فَصِيْلَة: بمعنی خاندان۔ کنبہ۔ کسی ایک فرد کا اپنا خاندان۔ ایک ہی گھر کے افراد۔ اہل خانہ۔ چھوٹا قبیلہ جس میں اس کی بیوی، بیٹے بیٹیاں۔ بہن بھائی۔ والد، والدہ وغیرہ شامل ہیں (ف ل ۲۰۶) ارشادِ باری ہے:

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ (۷۰/۱۳)	مجرم یہ آرزو کرے گا کہ اس دن کے عذاب کے عوض اپنے بیٹوں، بیوی اور اپنے بھائیوں حتیٰ کہ خاندان بھر کو جس میں وہ رہتا تھا بطور فدیہ دے دے۔

۴۔ رَهْط: کسی قبیلہ کے نوجوانوں کی مختصر سی جماعت جن کی تعداد ۳ سے ۹ تک ہو اور اس میں کوئی عورت نہ ہو (فل ۲۰۵) ایسی جماعت کو بھی رَهْط کہتے ہیں اور اس جماعت کے سردار کو بھی (نیز دیکھیے "سردار") اور صاحبِ منجد کے نزدیک رَهْط کی طرف اگر عدد کی اضافت کریں تو اس سے اشخاص و افراد مراد ہوتے ہیں مثلاً خَمْسَةُ رَهْطٍ بمعنی پانچ اشخاص (منجد) قرآن میں ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (۱۱/۹۲)	شعیبؑ نے کہا اے میری قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر اللہ سے زیادہ ہے؟

۵۔ عَشِيْرَة: عَشَرَ بمعنی ایک ساتھ مل جل کر رہنا (م ل) اور عشیرۃ اس چھوٹے سے قبیلہ کو کہتے ہیں جو صرف مرد کے رشتہ داروں پر مشتمل ہو۔ جیسے بیٹے، بیٹیاں، باپ دادا، چچے تائے، پھوپھیاں وغیرہ (ف ل ۲۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (۲۶/۲۱۴)	اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو (انجام سے) ڈراؤ۔

۶۔ اَسْبَاط: سِبْط بمعنی اولاد کی اولاد مثلاً پوتے اور نواسے وغیرہ (مف) مگر یہ لفظ زیادہ تر نواسے (لڑکیوں کی اولاد) کے لیے مخصوص ہے۔ جس طرح حفید پوتے کے لیے (منجد) اور اگر اس

لفظ کی نسبت یہود کی طرف ہو تو اس سے قبیلہ مراد ہوگا (منجد) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک بنو اسماعیل میں جو حیثیت قبیلہ کی ہے وہی حیثیت بنو اسحاق میں سبط کی ہے (ف ل ۲۵)
قرآن میں اَسْبَاط کا لفظ بنو اسحاق کے قبائل کے لیے آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا (۷/۱۶۰) — اور ہم نے بنی اسرائیل کو الگ الگ کر کے بارہ قبیلے اور پھر بڑی بڑی جماعتیں بنا دیا۔

ماحصل: (۱) شُعُوب: بمعنی ذاتیں۔
(۲) قَبِیْلَة، بمعنی برادری۔
(۳) فَصِیْلَة: بمعنی خاندان یا کنبہ۔
(۴) رَھْط، کسی قبیلہ کے نوجوانوں کی ٹولی یا جتھا اور اس کا سردار۔
(۵) عَشِیْرَة: مرد کی طرف کے قریبی رشتہ داروں پر مشتمل چھوٹا قبیلہ۔
(۶) اَسْبَاط: نواسے نواسیاں وغیرہ یا یہود کے قبائل۔

۶۔ قتل کرنا

کے لیے قَتَلَ، سَفَكَ، حَسَّ اور اَثْخَنَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قَتَلَ: کا لفظ عام ہے۔ بمعنی مار دینا۔ روح کو تن سے جدا کر دینا۔ خواہ یہ گردن اڑانے سے ہو یا کسی دوسری صورت میں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (۴/۸۹) — پھر اگر وہ پھر جائیں تو انہیں پکڑو اور جہاں کہیں پاؤ انہیں مار دو۔

۲۔ سَفَكَ، بمعنی خون یا پانی بہانا اور سَفُوْك بمعنی جھوٹا آدمی۔ اور سَفَّاك بمعنی خونریز انسان۔ (مف۔م ل) یہ لفظ عموماً کسی کو ناجائز طور پر قتل کرنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ (۲/۳۰) — فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے جو فساد کرتا پھرے اور ناحق خون بہاتا پھرے۔

۳۔ حَسَّ، بمعنی کسی چیز کو جڑ سے اکھیڑ دینا (منجد) اور حَسَّ بمعنی شدۃ القتل (ف ل ۴۸) گویا حَسَّ کے معنی اس طرح چن چن کے مارنا ہے کہ دشمن کی جڑ کٹ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (۳/۱۵۲) — اور خدا نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ جب تم اس کے حکم سے ان (کافروں) کو تہس نہس کر رہے تھے۔

۴۔ اَثْخَنَ: ثَخَنَ بمعنی کسی چیز کو اٹھا کر اس کے وزن کا اندازہ کرنا (م ل) اور ثَخُنَ بمعنی موٹا اور سخت ہونا اور اثخن فی الارض بمعنی خونریزی میں حد سے آگے بڑھنا (منجد) گویا اَثْخَنَ میں قتل کے دوران سختی کا تصور بھی پایا جاتا ہے ـــــ اور قتل عام کا بھی یعنی بے دریغ قتل کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ — جب تمہاری کافروں سے مٹھ بھیڑ ہو جائے تو

الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ (۴۷/۴) — ان کی گردنیں اڑاؤ یہاں تک کہ جب خوب قتل کر چکو تو (باقی ماندہ کو) خوب کس کر باندھو اور قید کر لو۔

ماحصل: (۱) قَتَل: کا لفظ عام ہے۔

(۲) سَفَكَ: ناجائز قتل کے لیے آتا ہے۔

(۳) حَسّ: بمعنی چن چن کے مار کر دشمن کی جڑ کاٹ دینا۔

(۴) اَثْخَنَ بے دریغ قتل کرنا اور جتنا ممکن ہو قتل کرتے جانا۔

۷۔ قدم

کے لیے قَدَم[۱]، خُطْوَة[۲] اور اَثَر[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَدَم (ج اقدام) بمعنی پاؤں۔ پیر۔ مشہور انسانی عضو (ج اقدام) قَدَم اور رِجل میں وہی فرق ہے جو بصر اور عین میں ہے یعنی قَدَم کا اطلاق پاؤں پر بھی ہوتا ہے اور پاؤں آگے رکھنے پر بھی۔ اس لحاظ سے قَدَم کا اطلاق صرف پیر پر نہیں بلکہ گھٹنا کے نیچے کے تمام حصہ پر ہوگا۔ (نیز دیکھیے پاؤں) ارشادِ باری ہے:

فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا (۱۶/۹۴) — اس طرح (تمہارا) قدم جم چکنے کے بعد لڑکھڑا جائے گا۔

۲۔ خُطْوَة: (ج خُطُوَات) بمعنی دو قدموں کا درمیانی فاصلہ اور بمعنی کسی چیز کو تجاوز کر کے آگے بڑھ جانا (م۔ل) اور خُطُوَات لَازِمَة بمعنی ضروری اقدامات (منجد) گویا خُطُوَات کے معنی اقدامات (STEPS) پیش رفت اور اس سے مراد پورا راستہ بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ (۲/۱۶۸) — اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔

۳۔ اَثَر (ج آثار) بمعنی بقیہ علامت۔ نقشِ پا (م ل) اور آثار بمعنی پاؤں کے نشانات۔ چھوڑے ہوئے نشانات۔ نقوشِ راہ۔ نیز دیکھیے "نشان" اور آثارِ قدیمہ بمعنی پرانے وقتوں کے نقوش اور نشانیاں قرآن میں ہے:

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۸/۶۴) — موسیٰؑ نے (اپنے ساتھی یوشعؑ) سے کہا۔ اسی چیز کی تو ہم تلاش میں تھے پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے واپس لوٹے۔

ماحصل: (۱) قدم: بمعنی پاؤں۔ مشہور عضو۔ اور آگے چلنا بھی۔

(۲) خُطْوَة: دو قدموں کا درمیانی فاصلہ۔ اور خُطُوَات بمعنی اقدامات (STEPS)

(۳) اَثَر: پاؤں کا نشان۔ نشانِ راہ۔

۸۔ قرار پکڑنا

کے لیے قَرَّ[۱] اور اِسْتَوٰى عَلٰى[۲] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَرَّ : بمعنی کسی جگہ جم کر ٹھہر جانا۔ اور قَرَّ کے معنی ٹھنڈا ہونا بھی ہے۔ اور ان دونوں معنوں کا آپس میں تعلق یہ ہے کہ سردی یا ٹھنڈک بھی سکون چاہتی ہے جیسا کہ اس کے برعکس حرارت حرکت چاہتی ہے (مف) ارشاد باری ہے؛

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى (۳۳/۳۳) — اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور سابقہ دورِ جاہلیت کی طرح اظہارِ زینت و آرائش نہ کرتی پھرو۔

۲۔ اِسْتَوٰی عَلٰی، کے معنی کسی چیز پر سوار ہونا پھر اس کے بعد جم کر بیٹھ جانا ہے (دیکھیے سوار ہونا) اور قَرَّ اور اِسْتَوٰی عَلٰی کا بنیادی فرق یہ ہے کہ اِسْتَوٰی عَلٰی ایک حالت سے دوسری حالت میں قرار پکڑنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا؛

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ (۱۱/۴۴) — یعنی کشتی نوحؑ جو سیلاب کے پانی میں تیر رہی بالآخر جودی پہاڑ پر ٹک گئی۔

نیز فرمایا؛

فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ (۲۳/۲۸) — (اے نوحؑ!) جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکو۔

اسی طرح تیسرے مقام پر ہے؛

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (۷/۵۴) — پھر قرار پکڑا عرش پر۔

ماحصل؛ (۱) قَرَّ: سابقہ صورت پر قرار پکڑنے کے لیے اور (۲) اِسْتَوٰی عَلٰی: پہلی صورت سے دوسری صورت میں جا کر قرار پکڑنے کے لیے آتا ہے۔

۹۔ قرآن کے مختلف نام

کے لیے قرآن[۱]، فرقان[۲]، ذکر اور تذکرۃ[۳]، کتاب[۴] مبین[۵] اور حدیث[۶] کے الفاظ آئے ہیں۔ جو اس کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱۔ قرآن: قَرَءَ بمعنی پڑھنا سے اسم مبالغہ یعنی بار بار، کثرت سے اور ہمیشہ پڑھی جانے والی کتاب ارشاد باری ہے؛

قٓ ۔ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ (۵۰/۱) — ق قسم ہے بڑی شان والے قرآن کی۔

۲۔ فُرْقَان: فَرَقَ بمعنی الگ کرنا علیحدہ کرنا سے اسم مبالغہ ہے۔ یعنی ایسی کتاب جو حق و باطل کے ایک ایک پہلو میں تفریق و تمیز کر دے۔ ارشاد باری ہے؛

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ (۲۵/۱) — بہت بابرکت ذات ہے وہ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا؛

۳۔ ذِکر اور تذکِرۃ: ذکر کی ضد نَسِیَ ہے۔ ذَکَرَ بمعنی یاد کرنا اور یاد آنا جو بھولنا کے خلاف ہے

اور قرآن کو ذکر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ انسان کے بھلائی کے فطری داعیہ کو بھی یاد دلاتی ہے اور عہدِ اَلَسْتُ کو بھی۔ لہٰذا یہ نصیحت بھی ہے۔ اور تَذْکِرَۃ کے معنی اسی لحاظ سے نصیحت بھی ہے اور یادداشت بھی۔ اور کسی سواری مثلاً ریل، ہوائی جہاز وغیرہ کے ٹکٹ کو تذکرۃ کہتے ہیں۔ اور سرٹیفکیٹ اور پاسپورٹ کو بھی (ق - ج) ارشادِ باری ہے:

ءَ اُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا۔ (۳۸/۸) کیا ہم سب میں سے اسی پر نصیحت (کی کتاب) اتری ہے۔

نیز فرمایا:

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ (۷۳/۱۹) یہ قرآن تو نصیحت ہے۔

۴۔ كِتَابٌ مُّبِیْنٌ: بَانَ بمعنی دُور ہونا اور الگ ہونا۔ بین میں تین باتیں پائی جاتی ہیں (۱) افتراق (۲) بُعد اور (۳) وضوح (م ل) اور بَیَّنَ بمعنی کسی بات کو کھول کر بیان کرنا۔ اور کتاب مبین یعنی ایسی کتاب جس میں ہدایت سے متعلق ہر ایک چیز کو پوری وضاحت اور تشریح سے بیان کیا گیا ہے۔ واضح اور روشن کتاب یعنی قرآن کریم۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (۵/۱۵) بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (ہدایت) اور روشن کتاب آچکی ہے۔

۵۔ حَدِیْث: (حدث کی ضد عدم ہے) اور حَدَثَ بمعنی کسی نئی چیز کا ظہور میں آنا۔ اور حدیث سے مراد ہر وہ بات ہے جو پہلے نہ ہو اور از سرِ نو ظہور میں آئے۔ نئی چیز۔ جیسے فرمایا:

لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ (۶۵/۱) شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد (رجعت کی) کوئی نئی راہ پیدا کردے۔

پھر حدیث کا اطلاق ہر اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو پہلے موجود تو ہو لیکن مرورِ زمانہ سے لوگوں کے ذہن سے اتر چکی ہو۔ اب اگر یہ از سرِ نو زندہ ہو گی تو اس پر بھی حدیث کا اطلاق ہوگا۔ نئی بات قرآن کو انہی معنوں میں حدیث کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ (۳۹/۲۳) اللہ تعالیٰ نے بہت بہتر بات نازل فرمائی ہے۔

۱۰۔ قربانی کا جانور

کے لیے بُدْن، نُسُك، هَدْی اور قَلَآئِد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بُدْن: (بُدْنَه کی جمع) بَدَن ہر جاندار کے جسم کو کہتے ہیں بشرطیکہ اس کا خون خشک ہوا ہو۔ (فل ۱۱۵) اور بَدَنَ اور بَدُنَ بمعنی موٹا ہونا ہے۔ اور بُدْن بمعنی قربانی کے اونٹ جنھیں مکہ میں لے جا کر ذبح کیا جائے (مف) اور قربانی کے اونٹوں کو بھی بُدن ان کے جسیم اور موٹا ہونے کی مناسبت سے کہا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (۲۲/۳۶) — اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لیے اللہ کے شعائر سے بنا دیا ہے۔

۲۔ نُسُك: نَسَكَ کا لفظ عبادت اور تقرب الی اللہ پر دلالت کرتا ہے۔ نَاسِك بمعنی زاہد اور نَسِيْكَة اس قربانی کے جانور کو کہتے ہیں جو تقرب الی اللہ کے لیے کی جاوے (م۔ل) اور نُسُك نَسِيْكَة کی جمع ہے۔ پھر یہ لفظ بالعموم حج سے متعلق ہو گیا ہے۔ مَنَاسِكِ حَجّ بمعنی حج کے ارکان و احکام۔ اور وُہ مقامات بھی جہاں یہ احکام بجا لائے جاتے ہیں۔ اسی طرح نُسُك سے مراد وُہ قربانی کے جانور ہیں جو ایام تشریق میں منٰی کے مقام پر ذبح کیے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے؛

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (۲/۱۹۶) — پھر اگر کوئی تم میں سے (دورانِ حج) مریض ہو جائے یا اس کے سر میں تکلیف ہو (اور قربانی سے پہلے سر منڈانا پڑے) تو پھر اس کے بدلے میں روزے رکھے یا صدقہ کرے یا قربانی کرے۔

۳۔ هَدْی: (هَدْيَةٌ کی جمع) قربانی کا وہ جانور جو ذبح کے لیے بیت اللہ شریف کی طرف بھیجا جائے خواہ اونٹ ہو یا گائے یا بھیڑ بکری اور خواہ وُہ نر ہو یا مادہ (منجد) ارشادِ باری ہے؛

• وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ (۲/۱۹۶) — اور جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے اپنے سر نہ منڈواؤ۔

۴۔ قَلَآئِد: (واحد قَلَادَة) قَلَّدَ بمعنی کسی کے گلے میں ہار ڈالنا۔ اور قَلَادَة بمعنی ہار (منجد) پھر قَلَادَة ایسے قربانی کے جانور کو بھی کہتے ہیں جس کے گلے میں نشانی کے طور پر ہار یا پٹہ ڈال دیا گیا ہو۔ خواہ یہ حج سے متعلق ہو یا نذر پوری کرنے سے ہو۔ ارشادِ باری ہے؛

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ (۵/۲) — اے ایمان والو! خدا کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا۔ نہ ادب کے مہینے کی، نہ قربانی کے جانوروں کی اور ان جانوروں کی (جو خدا کی نذر کر دیے گئے ہوں یا) جن کے گلے میں پٹے بندھے ہوں۔

ماحصل؛ (۱) بُدْن: قربانی کے اونٹ جو حج کے دوران ذبح کیے جائیں۔

(۲) هَدْی: وُہ قربانی کے جانور جو ذبح کے لیے حاجی ساتھ لے جائیں۔

(۳) نُسُك: ایسے ہر قسم کے جانور جو منٰی میں ذبح کیے جائیں۔

(۴) قَلَآئِد: ایسے قربانی کے جانور جن کے گلے میں پٹا ڈالا گیا ہو۔

قرض کے لیے دیکھیے ——— "اُدھار"

قریب ہونا۔ کرنا کے لیے دیکھیے ——— "نزدیک ہونا۔ کرنا"

۱۱۔ قسم ۔ قسم اٹھانا

کے لیے وَ، تَ اور لَ کے حروف بھی اہل عرب استعمال کرتے ہیں۔ یہ حروف یا تو بطور عادت اور تکیہ کلام استعمال کیے جاتے ہیں یا بعض دفعہ کلام میں تاکید اور مزید زور پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اور اگر ان حروف کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد اس چیز کو بطور شہادت پیش کرنا ہوتا ہے جس کی قسم اٹھائی گئی ہو۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمایئے، ارشادِ باری ہے ؛

(۱) وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (۱۰۳/۱) زمانہ کی قسم! انسان خسارے میں رہا ہے۔

(۲) تَ کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھانے کے لیے مخصوص ہے۔ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں ؛

تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ (۲۱/۵۷) خدا کی قسم! میں تمہارے بتوں سے ضرور دو دو ہاتھ کروں گا۔

(۳) لَ قسمیہ قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوا۔

ان حروف کے علاوہ مندرجہ ذیل افعال و اسماء قسم اٹھانے کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ قَسَمٌ، یَمِیْنٌ، حَلَفَ، اَلِیَّۃٌ (اَلو) اور اِیْلَاءٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَسَمٌ : قَسَمَ بمعنی تقسیم کرنا یا بانٹنا ہے اور قسم اٹھانا بھی۔ اور قَسَمٌ بمعنی دل میں ظن پیدا ہونا جو بعد میں یقین تک پہنچ جائے (منجد) اور قَسَامَۃٌ وُہ قسمیں ہیں جو خون کے بدلے میں اولیاء کو مشکوک قبیلہ کے لوگ دیتے ہیں (منجد) گویا قسم کا لفظ کسی معاملہ میں شک کو دور کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال جھگڑے کی صورت میں ہوتا ہے (فق ل ۴۲) ارشادِ باری ہے ؛

وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ (۵۶/۷۶) اور یہ بہت بڑی قسم ہے کاش تم سمجھتے۔

دوسرے مقام پر ہے ؛

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۔ (۷/۲۰) اور شیطان نے آدم و حوا دونوں کے سامنے قسم اُٹھا کر کہا کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں۔

۲۔ یَمِیْنٌ : رفع الزام کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے ؛

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ۔ (بخاری) یعنی بارِ ثبوت (شہادات فراہم کرنا) تو مدعی کے ذمہ ہے (اور اگر وُہ یہ نہ کر سکے تو پھر) مدعا علیہ پر قسم ہے۔

اور یَمِیْنٌ داہنا ہاتھ کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب کسی وعدہ کی توثیق قسم سے کرنا مطلوب ہوتی تو قسم اٹھانے والا شخص اپنا داہنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ پر مارتا۔ لہٰذا یَمِیْنٌ کا لفظ قسم کے لیے استعمال ہونے لگا۔ اور اس کی جمع اَیْمَانٌ آتی ہے (مف) یَمِیْنٌ کا لفظ قسم کے لیے مستعار ہے (فق ل ۴۳)

پھر بعض دفعہ اہل عرب محض کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھا لیتے مگر

ان کا حقیقت سے کچھ تعلق نہ ہوتا تھا۔ ایسی قسموں کو اللہ تعالیٰ نے لغو قرار دیا اور قابل معافی بھی۔ اور جو قسم فی الواقعہ حقیقت پر مبنی ہو اسے یمین منعقدہ کہتے ہیں جو قابل گرفت ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ (۲/۲۲۵) — اللہ تمہاری لغو قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کریگا مگر ایسی جو تم نے صدق دلی سے کھائی ہیں (ان پر مواخذہ کرے گا)

۳۔ حَلَفَ: حلف بمعنی کسی بات پر ثابت قدم رہنا (م۔ل) حلف وفاداری۔ درستی کے عہد و پیمان پر ثابت قدم رہنے کی قسم۔ اور حلیف قبائل وہ تھے جو صلح و جنگ میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی قسمیں اٹھاتے تھے۔ گویا حلف سابقہ مخاصمت کو ختم کرنے اور وفاداری کے تعلقات قائم کرنے کے معنوں میں ہے (فق ل ۴۲) قرآن میں ہے:

وَسَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَکُمْ (۹/۴۲) — اور اب وہ خدا کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر وہ طاقت رکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوتے۔

۴۔ اَلِیَّۃ: اَلَا (یَاْلُوْا اَلْوًا) میں بنیادی طور پر دو معنی پائے جاتے ہیں (۱) کسی کام میں کوتاہی کرنا اور دیر لگانا۔ جیسے فرمایا:

لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا (۳/۱۱۸) — وہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔

اور (۲) قسم کھانا۔ اور اَلِیَّۃ بمعنی قسم۔ ایسی قسم جس پر قسم کھانے والے کو تکلیف اور کوتاہی کا سامنا کرنا پڑے (مف) اور ابن الفارس کے نزدیک کوئی اچھا کام پورا نہ کرنے کی قسم (م۔ل) ارشاد باری ہے:

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰکِیْنَ (۲۴/۲۲) — اور تم میں سے صاحب فضل اور آسودہ لوگ یہ قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ قرابتداروں اور مسکینوں کو کچھ نہ دیں گے۔

۵۔ اِیْلَاء: اٰلٰی یُؤْلُوْا اِیْلَاءً: بمعنی اپنی بیوی سے علیحدہ رہنے اور جنسی تعلقات منقطع کرنے کی قسم اٹھانا (مف) دور جاہلیت میں لوگ اس قسم کے ذریعہ اپنی بیویوں کو بہت پریشان اور تنگ کرتے تھے۔ شریعت نے اس کی مدت زیادہ سے زیادہ چار ماہ مقرر کر کے اس قباحت کا سدِ باب کر دیا۔ ارشاد باری ہے:

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِہِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَۃِ اَشْہُرٍ (۲/۲۲۶) — جو لوگ اپنی بیویوں سے ترکِ تعلق کی قسم کھا بیٹھتے ہیں انہیں چار ماہ انتظار کرنا چاہیے۔

ماحصل: (۱) قسم: رفع شک کے لیے۔
(۲) یمین: رفع الزام کے لیے اور عہد و پیمان کی توثیق کے لیے۔
(۳) حلف: دوستی کے عہد و پیمان کی توثیق کے لیے۔
(۴) الیّۃ: کسی اچھے کام کو پورا نہ کرنے کے لیے۔
(۵) ایلاء: بیوی سے ترکِ تعلق کی قسم۔

۱۲۔ قسم توڑنا

کے لیے نَکَثَ[۱]، نَقَضَ[۲] اور حَنِثَ[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- نَکَثَ: قسم توڑنے کے لیے عام اور معروف لفظ ہے۔ معاہدہ، بیع یا عہد و پیمان وغیرہ کی قسم توڑ دینا (منجد) ارشادِ باری ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ (۹/۱۳) بھلا تم ان لوگوں سے کیوں جنگ نہ کرو جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں۔

۲- نَقَضَ: نقض کے معنی تخریب کے ہیں۔ نَقَضَ الْبِنَاءَ بمعنی عمارت ڈھانا۔ نَقَضَ الْحَبْلَ بمعنی رسی کے بل کھولنا۔ نقض العھد والامر بمعنی پختگی کے بعد عہد کو حیلوں بہانوں سے خراب کرنا۔ اور نقض امن یعنی بدامنی پھیلانا۔ امن کو خراب کرنا (منجد) گویا نقض کا لفظ نکث سے بہت زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے (نیز دیکھیے توڑنا) ارشادِ باری ہے،

وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا (۱۶/۹۱) اور اپنی قسموں کو توثیق کے بعد مت توڑو۔

۳- حَنِثَ: حِنْث بمعنی غلط اور جھوٹی قسم اور بمعنی گناہ۔ نافرمانی (مف) اور حَنِثَ فِی الْیَمِیْن بمعنی قسم کی خلاف ورزی کرنا (م-ل) یعنی جس کام کے کرنے کی قسم اٹھائی ہو وہ نہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے،

خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (۳۸/۴۴) (ہم نے ایوبؑ سے کہا کہ) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے اپنی بی بی کو مارو اور قسم نہ توڑو۔ (قسم کو پورا کرو۔)

ماحصل: (۱) نَکَثَ: قسم توڑنے کا عام لفظ (۲) نقض: حیلوں بہانوں سے قسم کو غیر مؤثر اور خراب کرنا۔ اور (۳) حَنِثَ: قسم کو جھٹلانا۔ جس کام کرنے کی قسم اٹھائی ہو وہ نہ کرنا۔

قصد کرنا کے لیے دیکھیے "ارادہ کرنا"،

۱۳- قلعہ

کے لیے حُصُوْنٌ[۱]، صَيَاصِيْ[۲]، بُرُوْجٌ[۳] اور مَحَارِيْبُ[۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- حُصُوْنٌ: (واحد حِصْنٌ) حِصْن ہر ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں حفاظت ہو سکے، وہ محیط بھی ہو اور پناہ کا کام دے سکے (م-ل) قلعے جہاں مورچے بھی ہوں تاکہ وہاں پناہ لے کر اپنی حفاظت بھی کی جا سکے اور دشمن کا مقابلہ بھی۔ قرآن میں ہے:

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (۵۹/۲) اور یہود کو یقین تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ (کے عذاب) سے بچا لیں گے۔

۲- صَيَاصِيْ: (صِيْصِيَة کی جمع) ہر وہ چیز جس سے اپنے آپ کو محفوظ کیا جا سکے۔ گائے کے سینگ کو بھی اس لیے صِيْصِيَة کہتے ہیں کہ وہ اس سے اپنی حفاظت کرتی ہے (مف) بمعنی حفاظت گاہیں یا قلعے۔ قلعہ نما کوئی بھی چیز۔ یہود کے جنگی قلعے۔ اطام۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنزَلَ الَّذِینَ ظَاھَرُوھُم مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیھِمْ وَقَذَفَ فِی قُلُوبِھِمُ الرُّعْبَ (۳۳/۲۶) — اور اہل کتاب میں سے اُن لوگوں کو جنھوں نے مشرکین کی مدد کی تھی اللہ نے ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا۔ اور ان کے دلوں میں ہیبت بٹھا دی۔

۳۔ بُرُوج: (بُرج کی جمع) بَرَجَ بمعنی ظاہر ہونا۔ بلند ہونا۔ اور بَرَّجَ بمعنی بُرج بنانا۔ اور بُرج بمعنی گنبد نما کوئی سی بلند عمارت۔ قلعہ، گنبد محل وغیرہ (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَیْنَ مَا تَکُونُوا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنتُمْ فِی بُرُوجٍ مُّشَیَّدَۃٍ (۴/۷۸) — تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آلے گی خواہ مضبوط قلعوں میں ہو۔

۴۔ مَحَارِیب: (واحد مِحْرَاب) مِحْرَاب بمعنی گھر کا شروع کا حصّہ۔ صدر مجلس۔ لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور مِحْرَاب بمعنی جنگجو، لڑاکا اور بہادر (منجد) اور ہر وُہ جگہ جہاں جنگی پلان یا سامان تیار ہو یا لڑائی کی جا سکے۔ لہٰذا قلعہ کے معنوں میں بھی آتا ہے (م۔ق) قرآن میں ہے:

یَعْمَلُونَ لَہٗ مَا یَشَآءُ مِن مَّحَارِیبَ وَتَمَاثِیلَ (۳۴/۱۳) — وہ جن حضرت سلیمانؑ کے لیے جو وُہ چاہتے بناتے یعنی قلعے اور مجسّمے۔

ماحصل: (۱) حِصْن: ایسا قلعہ جو محیط ہو اور اس میں حفاظت اور پناہ کا انتظام ہو۔

(۲) صِیصِیَۃ: ہر ایسی جگہ جہاں اپنا بچاؤ کیا جا سکے۔ قلعہ نما کوئی بھی چیز۔ یہودیوں کے قلعے۔

(۳) بُرُوج: کوئی بلند، مضبوط اور گنبد نما عمارت۔

(۴) مِحْرَاب: ایسی جگہ جہاں لڑائی سے متعلقہ امور طے پائیں اور وُہ محفوظ ہو۔

قوت کے لیے دیکھیے "طاقت"

۱۴۔۔۔ قمیص

کے لیے قَمِیص اور سَرَابِیل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَمِیص: پوشاک کا ایک معروف جزو۔ کرتہ۔ قرآن میں ہے:

وَاِن کَانَ قَمِیصُہٗ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَکَذَبَتْ (۱۲/۲۷) — اور اگر یوسفؑ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہو تو زلیخا نے جھوٹ بولا۔

۲۔ سَرَابِیل: (واحد سِربال) قمیص اور پاجامہ دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اور صاحبِ منجد کے نزدیک قمیص یا ہر پہنے جانے والا لباس (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیلَ تَقِیکُمُ الْحَرَّ (۱۶/۸۱) — اور اللہ نے تمہارے لیے ایسے کرتے بنائے جو تمہیں دھوپ سے بچاتے ہیں۔

۱۵۔۔۔۔قوّت دینا

کے لیے اَیَّدَ، اَزَرَ اور عَزَّزَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَیَّدَ: الاَید بمعنی سخت قوت (مف) اور اَیَّدَ بمعنی کسی کی بھرپور امداد کرنا اور اسے قوت بہم پہنچانا تائید کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا (۹/۴۰) — پھر اللہ نے پیغمبر پر تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکروں سے اسے تقویت دی جنھیں تم نہیں دیکھتے تھے۔

۲۔ اَزَرَ: اَلْاَزْرُ بمعنی جڑ تہبند۔ اور اَلْاِزَارُ چادر۔ تہبند۔ پردہ۔ پشتہ دیوار۔ اور اِزَرَ اَلْبَنَات بمعنی نباتات کا گتھ جانا۔ اور اَزَّرَ بمعنی کسی کو مضبوط کرنا۔ قوت پہنچانا (منجد) گویا اَزَرَ کا لفظ کسی چیز میں فی نفسہٖ قوت پہنچانے کے لیے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ (۴۸/۲۹) — کھیتی کی طرح جس نے اپنا ڈنٹھل نکالا۔ پھر اسے مضبوط کیا۔ پھر موٹی ہوئی پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔

۳۔ عَزَّزَ: عَزَّ کی ضد ذَلَّ ہے۔ اور عَزَّ بمعنی بالادست ہونا۔ اور اَعَزَّ بمعنی کسی کو عزت بخشنا۔ اور عَزَّزَ بمعنی کسی زیر دست کو اس قدر قوت دینا یا مدد بہم پہنچانا کہ وہ معاشرہ میں معزز بن جائے اور اسے عزت حاصل ہو۔ اور عزت ایسی حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو زیر دست یا مغلوب ہونے سے محفوظ رکھے (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمُ اثْنَیْنِ فَکَذَّبُوْھُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ (۳۶/۱۴) — جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انہوں نے اُن کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے تیسرے سے اُن کو تقویت دی۔

ماحصل: (۱) اَیَّدَ: کسی کو بھرپور قوت پہنچا کر اس کی مدد کرنا۔

(۲) اَزَرَ: فی نفسہٖ کسی چیز کو قوت دے کر مضبوط بنا دینا۔

(۳) عَزَّزَ: کسی زیر دست کو اتنی قوت دینا کہ وہ زیر دست نہ رہے۔ نیز دیکھیے "مدد دینا" اور "مضبوط کرنا"

۱۶۔۔۔۔قیامت اور اُس کے مختلف نام

کے لیے قِیَامَۃ (قوم) اَلسَّاعَۃ (سوع)، یَوْمُ الدِّیْن، یَوْمُ الْخُرُوْج، یَوْمُ الْحِسَاب، یَوْمُ الْفَصْل کے علاوہ کچھ صفاتی نام مثلاً غَاشِیَۃ، اَلْوَاقِعَۃ، اَلْحَاقَّۃ، صَاخَّۃ، اٰزِفَۃ، قَارِعَۃ، طَامَّۃُ الْکُبْرٰی بھی قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ قِیَامَۃ: بمعنی ہر طور قائم ہونے والی۔ ایسا دن یا دور جو حق و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے قائم ہوگا۔ اس دور کے مختلف حالات و امتیازات کی بنا پر ہی قیامت کے مختلف نام قرآن کریم میں مذکور ہوئے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ — ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن

أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۳/۱۸۵) تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

۲۔ اَلسَّاعَۃ: سَاعَۃ بمعنی گھڑی۔ اور اَلسَّاعَۃ مخصوص گھڑی۔ قرآن کریم میں اَلسَّاعَۃ سے مراد بالعموم وُہ گھڑی ہے جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا۔ (۶/۳۱) جب ان پر قیامت ناگہاں آموجود ہوگی تو بول اٹھیں گے کہ (ہائے) اس تقصیر پر افسوس ہے جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی۔

۳۔ یَوْمُ الدِّیْن: وُہ دن یا دور جس میں ہر ایک کو اس کے اچھے یا بُرے اعمال کی سزا و جزا دی جائیگی۔ روزِ مکافات۔ اعمال کا بدلہ ملنے کا دن۔ قیامت۔ قرآن میں ہے:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱/۴) وُہ اللہ جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔

۴۔ یَوْمُ الْخُرُوْج: قبروں سے باہر نکل آنے کا دن۔ دوسرے نفخہ صور کے ساتھ ہی مردے قبروں سے زندہ ہو کر باہر نکل کھڑے ہوں گے۔ ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ۔ (۵۰/۴۲) جس دن لوگ چیخ یقیناً سُن لیں گے۔ وہی نکل پڑنے کا دن ہے۔

۵۔ یَوْمُ الْحِسَاب: لوگوں کے اعمال کے حساب کتاب کا دن۔ محاسبہ کا دن۔ اور یہ حساب لینے کا کام خود اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (۸۸/۲۶) بیشک انھیں ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے پھر ہمیں ہی اُن سے حساب لینا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (۳۸/۱۶) اور کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہماری چٹھی حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے۔

۶۔ یَوْمُ الْفَصْل: جُدا ہونے کا دن۔ مومنوں اور کافروں کے الگ الگ ہونے کا دن۔ اور یہ کام حساب کے فیصلہ کے بعد ہوگا۔ اہل جنت اور اہل دوزخ الگ الگ ہو جائیں گے۔ ارشادِ باری ہے:

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ (۷۷/۳۸) یہی فیصلہ کا دن ہے۔ ہم نے تمہیں اور تمہارے پہلوں سب کو اکٹھا کر لیا ہے۔

۷۔ غَاشِیَہ: غَشِیَ بمعنی ایک چیز پر دوسری چیز کا چھا کر اسے ڈھانپ لینا۔ اور غشی ایسی حالت کو کہتے ہیں جبکہ انسان کے ہوش و حواس زائل ہو جائیں۔ غَاشِیَہ بمعنی وُہ چیز جس کی ہیبت ہر ایک پر چھا جائے گی۔ ہوش و حواس گم کر دینے والی۔ ارشادِ باری ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ۔ (۸۸/۱) بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (یعنی قیامت) کا حال معلوم ہوا ہے۔

۸۔ اَلْوَاقِعَة: بمعنی ہو کر رہنے والی۔ وقوع پذیر ہونے والی۔ ارشادِ باری ہے:
اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ (۵۶/۱) — جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہو جائے گی جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔

۹۔ اَلْحَاقَّة: حَقَّ بمعنی واجب اور ثابت ہونا (منجد) اور حَاقَّة جس چیز کا قیام حق کا تقاضا ہے پائیدار حقیقت۔ قرآن میں ہے:
وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ (۶۹/۳) — اور تمہیں کیا معلوم وُہ سچ مچ ہونے والی کیا ہے؟

۱۰۔ صَاخَّة: صَخَّ ایسی آواز کو کہتے ہیں جو کانوں کو بہرا کر دے (م۔ل) ایسی سخت اور کرخت آواز جس سے کان پھٹ پڑیں۔ یہ کیفیت پہلے نفخۂ صور کے وقت ہو گی۔ قرآن میں ہے:
فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ (۸۰/۳۳) — پھر جب قیامت کا غل مچے گا۔

۱۱۔ اٰزِفَة: اَزِفَ میں وقت کی تنگی کا مفہوم پایا جاتا ہے (مف) جیسے ہم کہتے ہیں کہ ٹرین روانہ ہونے کا وقت تنگ ہو گیا ہے۔ اور اٰزِفَة بمعنی عنقریب نزدیک پہنچ جانے والی۔ ارشادِ باری ہے:
وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ (۴۰/۱۸) — اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ۔

۱۲۔ قَارِعَة: قَرَعَ بمعنی ایک چیز کو دوسری پر اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو۔ اور قَرَعَ الْبَاب بمعنی اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور قَارِعَة بمعنی کھڑکھڑانے والی۔ اور ابن الفارس کے نزدیک ہر وُہ چیز جو انسان پر شدت کے ساتھ نازل ہو وُہ قَارِعَة ہے (م۔ل) ارشادِ باری ہے:
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ (۱۰۱/۱) — اور آپ کیا جانیں کہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟

۱۳۔ طَآمَّةُ الْكُبْرٰى: اَلطَّمُّ بمعنی پانی سے بھرا ہوا سمندر۔ اور طَمَّ بمعنی کسی چیز کا بھر جانا طَمَّ الْبِئْرَ اس نے کنویں کو مٹی سے بھر دیا۔ اور طَآمَّة بمعنی ایسی آفت جو دوسری تمام مصیبتوں پر حاوی ہو جائے۔ قرآن میں ہے:
فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى (۷۹/۳۴) — پھر جب بڑی آفت آئے گی۔

قیام کرنا کے لیے دیکھیے "آباد ہونا" — اور "ٹھہرنا"

۱۷۔ قید خانہ

کے لیے سِجْن اور حَصِيْر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سِجْن: بمعنی قید خانہ۔ جیل۔ معروف لفظ ہے۔ ایسی جگہ جہاں عدالت سے سزا یافتہ لوگ قید میں رکھے جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:
فَلَبِثَ فِى السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ (۱۲/۴۲) — پھر یوسفؑ چند برس تک قید خانہ میں پڑے رہے۔

۲۔ حَصِيْر: حَصَرَ بمعنی کسی چیز کو چاروں طرف سے گھیر لینا۔ گھیراؤ کرنا۔ محاصرہ کرنا۔ اور حَصِيْر بمعنی کسی کو نظر بند کرنے کی جگہ۔ قرآن میں ہے:

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا (۱۷/۸) اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے

۱۸۔ قید کرنا ــــ قیدی بنانا

کے لیے حَبَسَ، اَثْبَتَ، اَسَرَ اور سَجَنَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَبَسَ: بمعنی کسی کو اُٹھنے سے روک دینا (مف) اور حَبَسَ الشَّیْءَ بمعنی کسی چیز کی پوری طرح سے حفاظت کرنا۔ اور مَحْبَسَۃ بمعنی قید خانہ۔ نیز عابدوں اور زاہدوں کا گوشۂ عزلت۔ اور حَابَسَ بمعنی کسی کو روک کے رکھنا۔ حراست میں رکھنا (منجد) نیز حَبَسَ بمعنی منع عن التصرّف (فق ل ۹۳) یعنی کسی کو اس کی ملکیت میں تصرف کرنے سے روک دینا۔ اور مَحْبَس بمعنی حوالات جہاں پر تھانہ میں ملزم دورانِ تفتیش قید رکھے جاتے ہیں (ق۔ ج) ارشادِ باری ہے:

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ (۵/۱۰۶) تم ان دونوں گواہوں کو نماز (عصر) کے بعد روک کر اُن سے اللہ کی قسمیں لو۔

۲۔ اَثْبَتَ: بمعنی کسی کو تسموں سے باندھنا (منجد) یعنی کسی کو جکڑ بند کر کے نقل و حرکت سے روک دینا۔ اور اپنی تحویل میں رکھنا۔ قرآن میں ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ۔ (۸/۳۰) اور اے محمدؐ! اس وقت کو یاد کرو جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار دیں یا (وطن سے) نکال دیں۔

۳۔ اَسَرَ کے معنی بھی کسی کو رسی سے باندھنا ہے (م۔ ق) اَسَرَ اور اَثْبَتَ میں فرق یہ ہے کہ اَسَرَ صرف دورانِ جنگ کسی کو قید کرنے کو کہتے ہیں۔ اَسِیْر بمعنی جنگی قیدی (ج اَسْرٰی اور اُسَارٰی) قرآن میں ہے:

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ (۲/۸۵) اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو فدیہ دیکر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا (۳۳/۲۶) کتنوں کو تم قتل کر رہے تھے اور کتنوں کو قید کرتے تھے۔

۴۔ سَجَنَ: عدالت کا ثبوتِ جرم کے بعد بطور سزا کسی کو قید میں ڈالنا۔ جیل میں بھیج دینا۔ کسی جرم کی سزا کے طور پر حاکم کا کسی کو قید میں ڈالنا۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۲/۲۵) زلیخا نے (اپنے خاوند سے) کہا اس شخص کی کیا سزا ہو جو تیری بیوی سے برائی کا ارادہ رکھے یہی کہ وہ قید کر دیا جائے یا اسے دردناک سزا دی جائے۔

ماحصل: (۱) حَبَسَ: کسی کو اس کی ضرورت اور ملکیت میں تصرف سے روک دینا (۲) اَثْبَتَ: کسی کو جکڑ بند کر کے اپنی تحویل میں لینا۔ زیرِ حراست کر لینا۔ (۳) اَسَرَ: دورانِ جنگ کسی کو باندھ کر قیدی بنانا (۴) سَجَنَ: عدالت کا بطور سزا کسی مجرم کو قید میں ڈالنا۔

۱۔ کاٹنا

کے لیے حَصَدَ، صَرَمَ، قَطَعَ، قَطَّعَ، بَتَرَ، بَتَّكَ، عَضَّ، خَضَدَ، جَزَّ اور عَقَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَصَدَ: بمعنی خشک اور پکی ہوئی فصل کا کاٹنا (فل ۲۱۱) اور حَصِيد بمعنی کٹی ہوئی کھیتی۔ اور محصد بمعنی درانتی اور حصیدۃ اس نیچے والی چھوڑی ہوئی فصل کو کہتے ہیں جس تک درانتی نہ پہنچ سکے۔ (پنجابی سُدھے) (م۔ق منجد) گویا حَصَدَ کا لفظ عموماً درانتی سے فصل کاٹنے کے لیے بولا جاتا ہے قرآن میں ہے:

فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِىْ سُنْۢبُلِهٖ۔ (۱۲/۴۷) تو جو فصل تم کاٹو اس (کے دانوں) کو خوشوں میں ہی رہنے دینا۔

۲۔ صَرَمَ: کسی تیز دھار آلہ سے درختوں کے گچھے وغیرہ کاٹنا۔ صَارِم بمعنی تلوار اور صَرَمَ بمعنی تلوار سے کاٹنا۔ اور صَرُوْم بمعنی کاٹنے والی تلوار (مف۔ منجد) ارشاد باری ہے:

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ۔ (۶۸/۱۸) ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالا جیسے باغ والوں کو ڈالا تھا۔ جب انھوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ علی الصبح باغ کو کاٹ لیں گے۔

۳۔ قَطَعَ: بمعنی کسی چیز کو کاٹ کر اس کا کچھ حصہ علیحدہ کر دینا (مف) ارشادِ باری ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (۵۹/۵) کھجوروں کے درخت جو تم نے کاٹ دیے یا انھیں اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو یہ سب اللہ کے حکم سے تھا۔

۴۔ قَطَّعَ: بمعنی کسی چیز کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (۴۷/۱۵) اور انھیں کھولتا پانی پلایا جائے گا جو اُن کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

۵۔ بَتَرَ: یہ لفظ کسی جانور کی دُم کاٹنے کے لیے مخصوص ہے اور معنوی لحاظ سے مقطوع النسل یا لاولد کو کہتے ہیں یا جس کا ذکرِ خیر باقی نہ رہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (۱۰۸/۳) بیشک تمہارا دشمن ہی لاولد رہے گا۔

۶۔ بتك: خلیل کے نزدیک بتك سے مراد قطع اذن (کان کاٹنا) ہے (م۔ل) اور امام راغب کے نزدیک اس کے معنی جانوروں کے کان چیرنا یا دوسرے اعضاء اور بال وغیرہ کاٹنا ہے۔ (مف) دورِ جاہلیت میں نذر و نیاز کی علامت کے طور پر لوگ ایسے کام کرتے تھے۔ قرآن میں ہے:

وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ۔ (۴/۱۱۹) (شیطان کہنے لگا) میں بنی آدم کو ضرور گمراہ کروں گا انہیں سہانے خواب دکھلاؤں گا۔ اور انھیں حکم دوں گا کہ چوپایوں کے کان چیریں۔

۷۔ عَضَّ: کسی جاندار کو دانتوں سے کاٹنا (ف۔ل۔۱۱) ارشادِ باری ہے:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (۲۵/۲۷) اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا، افسوس! میں نے رسول کے ساتھ اپنی راہ اختیار کی ہوتی۔

۸۔ خَضَدَ: (الشجر) کسی خار دار درخت کے کانٹے کاٹ کر یا توڑ کر اسے صاف کر دینا۔ بے خار بنا دینا (مف۔منجد) قرآن میں ہے:

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (۵۶/۲۸) بے خار کی بیریوں میں۔

۹۔ جَذَّ: کے معنی اصل میں کسی سخت چیز کو کاٹ کر یا توڑ کر ریزہ ریزہ کر دینا ہے۔ اور اَلْجِذّ بمعنی کٹی ہوئی شے کا چھوٹا ٹکڑا اور جُذاذ یا جِذاذ بمعنی کٹا ہوا ٹکڑا۔ سونے کا ڈلا۔ اور اذات بمعنی کٹی ہوئی شے کے باریک ریزے یا ٹکڑے (مف۔منجد) اور انہی معنوں میں یہ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا (۲۱/۵۸) پھر یہ لفظ صرف کاٹنا یا توڑنا کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن میں ہے:

عَطَاۤءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (۱۱/۱۰۸) یہ خدا کی بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔

۱۰۔ عَقَرَ: میں گھاؤ زخم لگانے کا مفہوم پایا جاتا ہے (م۔ل) الکلب العقور بمعنی کاٹنے والا کتا۔ اور عَقَرَ النَّخْلَةَ بمعنی کھجور کے درخت کو جڑ سے کاٹ دینا۔ (منجد) قرآن میں ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا (۹۱/۱۲) تو انہوں نے صالح کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

ماحصل: (۱) حَصَدَ: پکی ہوئی درانتی سے کاٹنا۔
(۲) صَرَمَ: تیز دھار آلہ سے پھلوں کے گچھے کاٹنا۔
(۳) قَطَعَ: کسی بھی چیز کو کاٹ کر جُدا کر دینا۔
(۴) قَطَّعَ: کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔
(۵) بتر: جانور کی دم کاٹنا۔ مقطوع النسل ہونا۔
(۶) بتک: کان وغیرہ کاٹنا یا چیرنا۔
(۷) عضّ: دانتوں سے کاٹنا۔

(۸) خَضَد : درخت کے کانٹے کاٹنا اور صاف کرنا۔ (۱۰) عَقَر : کاٹ کر کاری زخم لگانا۔
(۹) جَذّ : کسی سخت چیز کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

۲ــــــ کٹنا

کے لیے تَقَطَّعَ، مَنَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَقَطَّعَ : کسی چیز کا کٹ کر یا ٹوٹ کر الگ ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ (۲/۱۶۶)
اس دن کفر کے پیشوا اپنے پیروؤں سے بیزاری ظاہر کریں گے اور دونوں عذاب (الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

۲۔ مَنَّ : کئی معنوں میں آتا ہے مثلاً (۱) کسی سے بھلائی کرنا (۲) احسان جتلانا اور (۳) کٹ جانا (منجد) بمعنی قطع و انقطاع (م۔ل) لازم و متعدی دونوں طرح آتا ہے۔ اور یہی تیسرا معنٰی ہمارے زیرِ بحث ہے مَنَّ الرَّجُلَ بمعنی کسی شخص کو تھکانا یا کمزور کر دینا۔ اور مَنَّ الْحَبْلَ بمعنی رسی کاٹنا اور مَنَّ الشَّیْءُ بمعنی کسی چیز کا کم ہونا (منجد) گویا مَنَّ کسی چیز کے آہستہ آہستہ کم ہو کر ختم ہو جانے یا اس کا سلسلہ منقطع ہو جانے کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (۴۱/۸)
جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے نہ موقوف ہونے والا اجر ہے۔

ماحصل : (۱) تَقَطَّعَ : بمعنی کٹ کر علیحدہ ہو جانا۔ اور مَنَّ بمعنی آہستہ آہستہ کم ہو کر سلسلہ منقطع ہو جانا۔

۳ــــــ کاغذ

کے لیے رَقّ اور قِرْطَاس کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَقّ : رَقَّ بمعنی پتلا اور نرم ہونا۔ اور رِقَّتْ دل کی نرمی کو کہتے ہیں (ضد قساوت) اور رَاقٌ ہر وہ چیز ہے جو پتلی اور نرم ہو۔ مثلاً درخت کا پتا، جھلی، پتلا چمڑہ یا کاغذ (مف) گویا اس لفظ میں عمومیت ہے۔ رَقّ اور وَرَق ہم معنی ہے (ج اوراق) ارشادِ باری ہے:

وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ (۵۲/۲)
اور اس کتاب کی قسم؛ جو پھیلے ہوئے اوراق میں لکھی ہوئی ہے۔

۲۔ قِرْطَاس، بمعنی لکھی ہوئی تحریری چٹھی (منجد) خواہ یہ کئی صفحات یا اوراق پر مشتمل ہو (م۔ق)۔ــــ قرطاس ابیض مشہور لفظ ہے۔ بمعنی کسی اہم معاملہ کے متعلق شائع شدہ واضح اور مکمل رپورٹ۔ قِرْطَاس دراصل کاغذ کی اس ابتدائی رف سی شکل کو بھی کہتے ہیں جسے مصریوں نے ایجاد کیا تھا نزولِ قرآن کے وقت ایسا کاغذ ملتا تھا لیکن بہت کمیاب تھا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ (۶/۷) — اور اگر ہم کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے اور یہ اسے اپنے ہاتھ سے ٹٹول بھی لیتے۔

ماحصل: (۱) رَقّ: ہر پتلی اور نرم چیز جس پر لکھا جا سکے۔ خواہ یہ خالی ہو یا لکھی ہوئی۔
(۲) قِرْطَاس: تحریر شدہ کاغذ یا کاغذات۔ موجودہ کاغذ کی ابتدائی رف سی شکل۔

۴ ——— کافی ہونا

کے لیے کَفٰی اور حَسْب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ کَفٰی: بمعنی کافی ہونا۔ کسی چیز پر کفایت کرنا اور دوسری سے بے نیاز ہونا۔ کَفٰی کے فاعل پر بعض دفعہ حرف باء زائد بھی آتا ہے جیسے کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا یعنی اللہ کی شہادت اتنی کافی اور مکمل ہے کہ وہ کسی دوسرے کی شہادت سے بے نیاز کر دیتی ہے (منجد) اور کفایۃ وہ چیز ہے جو کافی ہو اور غیر سے بے نیاز کر دے۔ اور مکافات بمعنی احسان کا اتنے ہی احسان یا اس سے زیادہ چیز سے بدلہ دینا (منجد) کَفٰی کا لفظ دراصل کسی چیز کا پورا پورا بدلہ دینا۔ پھر اس سے کچھ زیادہ بھی دینا کے معنی میں آتا ہے ارشادِ باری ہے:

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (۳۳/۲۵) — اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہے اور اللہ تعالیٰ طاقت ور اور زبردست ہے۔

۲۔ حَسْب: بمعنی حساب کرنا۔ گننا۔ شمار کرنا۔ پھر اس کا حساب رکھنا۔ اور حسب اسم فعل ہے یعنی ایک ایک چیز کو مدِ نظر رکھ کر اس کے عوض کا حساب رکھنا۔ اس مفہوم کے لیے اُردو میں کوئی مخصوص لفظ نہیں۔ لہٰذا اس کا ترجمہ "کافی" سے کر دیا جاتا ہے البتہ پنجابی میں اس کے لیے ایک لفظ ہے "اپچی پیچی" کا حساب رکھنا۔ جو اس مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ یعنی یہ بات یا یہ کام ہماری ایک ایک ضرورت اور احتیاج کے لیے کافی ہے۔ بالفاظ دیگر حَسْب کا لفظ کَفٰی سے ابلغ ہے ارشادِ باری ہے:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (۳/۱۷۳) — ہمیں اللہ کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔

ماحصل: یہ دونوں لفظ اتنے قریب المعنیٰ ہیں کہ ایک کے بجائے دوسرا لفظ بلا تکلف استعمال ہو جاتا ہے جیسے حَسْبُهٗ جَهَنَّمُ (۲/۲۰۶) اور کَفٰی بِجَهَنَّمَ (۴/۵۵) فرق صرف یہ ہے کہ اگر مجموعی حیثیت کو سامنے رکھا جائے تو کَفٰی استعمال ہو گا۔ اور اگر ایک ایک پہلو کو مدِ نظر رکھا جائے تو حَسْب کا۔ جیسے فرمایا: وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (۴/۶)

کالا کے لیے دیکھیے "سیاہ"

۵ ——— کام آنا

کے لیے جَزَا (جزی) اور اَغْنٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَزَا يَجْزِىْ جَزَاءً: (۱) کسی کام کا پُورا پُورا بدلہ دینا پھر اسے آزاد کرنا یا بچانا کا معنی دیتا ہے۔ (م۔ق۔مف) (۲) کسی کام کا بدل بننا۔ کام آنا۔ مثلاً:

يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا (۲/۴۸) — جس دن کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

اور بدلہ دے کر بچانے کے لیے:

اِنِّىْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۲۳/۱۱۱) — آج میں نے اُن کو اُن کے صبر کا بدلہ دیا۔ بیشک وُہ کامیاب ہو گئے۔

۲۔ اَغْنٰى: کسی چیز کا کافی ہونا اور فائدہ بخشنا (مف) کہ دوسری چیز کی احتیاج نہ رہے۔

مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ۔ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطَانِيَهْ (۶۹/۲۸) — میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری بادشاہی مجھ سے چھن گئی۔

ماحصل: (۱) جَزَاء: کام آنا اور مصیبت سے بچانا (۲) اَغْنٰى: کام آنا اور فائدہ پہنچانا۔

۶۔ کام۔ کام کرنا

کے لیے فَعَلَ[۱]، عَمِلَ[۲]، صَنَعَ[۳]، صَدَعَ[۴]، جَرَحَ[۵]، اِجْتَرَحَ، تَعَمَّدَ[۶]، اَمْر، شَاْن[۷] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ فَعَلَ: فِعْل ہر وہ کام جو کسی اثر اندازی کا نتیجہ ہو۔ کام کرنے والے کا خواہ ارادہ ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کا مادی وجود ہو یا نہ ہو سب پر اس کا اطلاق ہو گا (ج افعال) (مف) اور فَعْلَةٌ بمعنی ایک دفعہ کوئی کام کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِىْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (۲۶/۱۹) — (فرعون نے موسیٰؑ سے کہا) اور تم نے ایک اور کام (قبطی کا قتل) بھی کیا جو کیا۔ تم تو ناشکرے معلوم ہوتے ہو۔

دیکھیے اس آیت میں جس قتل کا ذکر ہے وُہ حضرت موسیٰؑ سے بلا ارادہ سرزد ہو گیا تھا۔ اور ارادۃً کام کرنے کے لیے درج ذیل آیت کا حصہ ملاحظہ فرمائیے:

فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ (۲/۶۸) — وُہ کام کرو جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔

۲۔ عَمِلَ: عَمَل ہر وُہ کام جو کسی جاندار سے ارادتاً صادر ہو خواہ اچھا ہو یا بُرا۔ عمل ج اعمال (مف) اور عَمَل کا لفظ محنت مزدوری کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ (۱۸/۷۹) — اور جو کشتی تھی تو وُہ مسکین آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔

۳۔ صَنَعَ: کسی کام کو فنی مہارت سے سرانجام دینا۔ یہ عَمِلَ سے اخص ہے حیوانات کے لیے نہیں بولا جاتا (مف) اور صَنَّاع بمعنی کاریگر۔ اپنے کام میں ماہر۔ ارشادِ باری ہے:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا۔ (۱۱/۳۸) — اے نوحؑ! ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی (کی ہدایات) کے مطابق ایک کشتی تیار کرو۔

۴۔ صَدَعَ: بمعنی کسی کام کو کر گزرنا (منجد) مشکلات کے باوجود تکلیف سہہ کر کوئی کام کرنا۔ اور صَدَعَ بِالْحَقِّ حق کا کھلے طور سے اظہار کرنا۔ اور صَدَعَ الشَّیْئَ بمعنی کسی شے کو پھاڑنا مگر جُدا نہ کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (۱۵/۹۴) — پس جو حکم تم کو (خدا کی طرف سے) ملا ہے وُہ کر گزرو۔ اور مشرکوں کا خیال نہ کرو۔

۵۔ جَرَحَ: جرح بمعنی زخم (ج جروح) اور جَرَحَ بمعنی زخم لگانا۔ جَرَحَ بِاللِّسَان بمعنی کسی کو زبان سے زخم لگانا۔ زبان سے اذیت پہنچانا۔ کسی کا عیب ونقص بیان کرنا۔ اور جَرَحَ الشَّھَادَۃَ بمعنی شہادت کو باطل کرنا (منجد) جب یہ فعل کام کرنے کے مفہوم میں استعمال ہو تو عموماً بُرے مفہوم میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ (۶/۶۰) — اور وہی تو ہے جو رات کو (سوتے وقت) تمہاری رُوح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے۔

اور اِجْتَرَحَ بالخصوص ارتکاب کے معنوں میں آتا ہے (مف۔ منجد) اِجْتَرَحَ الْاِثْمَ اُس نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَھُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (۴۵/۲۱) — جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وُہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔

۶۔ تَعَمَّدَ: عَمَدَ بمعنی کسی چیز کا قصد کرنا اور ٹیک لگانا۔ اور عَمَدٌ بمعنی ستون (ج عِمَاد) اور عَمُوْد اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے سہارے خیمہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ اور تَعَمَّدَ بمعنی دیدہ دانستہ یا جان بوجھ کر کوئی کام کرنا یعنی ایسا کام کرنا جس کے متعلق پہلے علم ہو کہ بُرا ہے اور اس کی ضد سہو ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَھَنَّمُ خَالِدًا فِیْھَا (۴/۹۳) — اور جو شخص قصداً مسلمان کو مار ڈالے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وُہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔

۷۔ اَمْر: بمعنی کام۔ حالت۔ معاملہ۔ بات۔ قولاً ہو یا فعلاً (ج امور) یہ لفظ فعل سے بھی زیادہ عام ہے کیونکہ اس کا اطلاق افعال کے علاوہ اقوال پر بھی ہوتا ہے۔ نیز ایسے کام یا معاملات کو بھی جن کا تعلق مشیت ایزدی سے ہو (مف) قرآن میں ہے:

مَا کُنْتُ قَاطِعَۃً اَمْرًا حَتّٰی تَشْھَدُوْنِ — (ملکہ سبا نے سرداروں سے کہا) میں اس وقت تک

کسی کام کا فیصلہ نہیں کرتی جبتک تم حاضر نہ ہو (اور (۲۷/۳۲)
مشورہ نہ دو)

اس آیت میں امر کا لفظ کام، بات، معاملہ تینوں معنی دے رہا ہے اور کام کا قولاً یا فعلاً کوئی وجود بھی نہیں۔
اور اَمَر بمعنی حکم بھی آتا ہے۔ اس صورت میں اس کی جمع اَوَامِر (ضد نواہی) ہوگی۔ اور جب اَمَرَ بطور فعل آئے تو اس کے معنی کام کرنا نہیں بلکہ حکم کرنا ہوتا ہے۔

۳۔ شَأْن: (ج شؤون) بمعنی بڑے بڑے امور۔ احوال۔ معاملات۔ حالت۔ اور مِنْ شَانِهٖ كَذَا بمعنی ایسا کرنا اس کی فطرت و طبیعت سے ہے (منجد) گویا شان سے مراد ایسے کام کرنا ہے جو کسی کے شایانِ شان یا مناسب حال ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے متعلق فرماتے ہیں:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (۵۵/۲۹) ہر روز اللہ تعالیٰ کو (تصرفات عالم کا) ایک دھندا ہے

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ جب یہ لوگ آپ سے کسی کام کے لیے اجازت مانگا کریں
فَأْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (۲۴/۶۲) تو ان میں سے جسے چاہو اجازت دیا کرو۔

ماحصل: (۱) فعل: ایسا کام جو خواہ ارادتاً کیا جائے یا بلا ارادہ سرزد ہو۔
(۲) عَمَل: وہ کام جو کوئی غرض پوری کرنے کے لیے ارادتاً کیا جائے۔
(۳) صَنَعَ: کسی کام کو فنی مہارت سے کرنا۔
(۴) صدع: مشکلات کے باوجود کوئی کام کر گزرنا۔
(۵) جرح: عموماً برا کام کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
(۶) تَعَمَّدَ: دیدہ دانستہ کوئی برا کام کرنا۔
(۷) اَمَر: یہ فعل سے بھی اعم ہے۔ اور قول و فعل اور حالت سب کو شامل ہے۔
(۸) شَأْن: کسی کا اپنے شایانِ شان کوئی کام۔

۷۔ کامیاب ہونا۔ مراد پانا

کے لیے اَفْلَحَ اور فَازَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَفْلَحَ، فَلَحَ کے معنی میں تین باتیں پائی جاتی ہیں (۱) پھاڑنا (۲) کامیابی (۳) بقا (م۔ ل) اور فَلَّاح بمعنی کسان جو بیج بونے کے لیے زمین کو پھاڑتا۔ فصل پکنے پر کامیابی سے ہمکنار ہوتا اور اس سے فائدہ اٹھانے پر اپنی مراد پاتا ہے۔ اور اَفْلَحَ بمعنی کامیاب ہونا۔ مراد کو پہنچنا جو کسی کے اپنے عمل اور محنت کے نتیجہ میں ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي بلاشبہ ایماندار مراد کو پہنچے جو اپنی نماز میں عجز و نیاز

صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (۲۳/۱-۲) کرتے رہے ہیں۔

۲۔ فَازَ: بمعنی کسی مصیبت سے بچ جانا اور ساتھ ہی ساتھ کسی محبوب چیز تک پہنچنا (فق ل ۲۷۲) اور بمعنی سلامتی کے ساتھ بھلائی حاصل کر لینا۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (۳/۱۸۵) جو شخص آگ (دوزخ) سے دُور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وُہ مراد کو پہنچ گیا۔

فَازَ: کا لفظ لغتِ اضداد سے ہے۔ فاز بمعنی کامیاب ہونا اور نجات پانا بھی اور ہلاک ہونا یا مرنا بھی۔ فَوَّزَ الرَّجُلُ بمعنی آدمی مر گیا۔ اور مَفَازَةٌ (۳/۱۸۸) بمعنی کامیابی کا سبب یا جگہ بھی اور ہلاکت کا سبب یا جگہ بھی ہے (منجد) جیسا کہ محولہ آیت میں یہ ہلاکت کی جگہ یا سبب کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ تاہم یہ لفظ عموماً مصیبت سے نجات پا کر اور مرغوب چیز سے ہمکنار ہو کر کامیاب ہونے اور مراد کو پہنچنے کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا (۴/۷۳) منافق کہے گا کاش میں ان (مومنوں) کے ساتھ ہوتا تو پاتا میں بڑی مراد (عثمانی)

ماحصل: (۱) اَفْلَحَ، محنت کا جائز ثمرہ مل جانے کی کامیابی کے لیے اور (۲) فَازَ ایسے عمل کے لیے آتا ہے جس میں کوتاہی کا نتیجہ ہلاکت اور کامیابی پر بہت زیادہ انعامات بھی ملیں۔

کان کے لیے اذن اور سمع کے الفاظ آئے ہیں اور اُن میں وُہی فرق ہے جو عَیْن اور بَصَر یا رِجل اور قدم میں ہے۔

۸۔۔۔۔ کانپنا

کے لیے زَلْزَلَ، مَارَ (مور) رَجَّ اور رَجَفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زَلْزَلَ: زَلَّ بمعنی قدم کا پھسلنا۔ اور زَلْزَلَ میں تکرارِ لفظی ہے جو تکرارِ معنوی پر دال ہے یعنی بار بار اِدھر اُدھر پھسل پڑنا (مف) اور زَلْزَلَةٌ بمعنی بھونچال۔ زمین کا جھٹکے کھانا۔ اِدھر اُدھر ہلنا اور کانپنا (فل ۴۲) یہ لفظ بھونچال کے لیے خاص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (۹۹/۱) جب زمین بڑے زور سے ہلائی جائے گی۔

۲۔ رَجَّ: کسی چیز کو جنبش دینا۔ جھٹکا لگانا (مف) یہ زلزلہ کی ابتدائی حالت ہے (فل ۶۰) ارشادِ باری ہے:

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا (۵۶/۴) جب زمین بھونچال سے لرزنے لگے۔

۳۔ رَجَفَ: کا بنیادی معنی اضطراب شدید ہے (م۔ل) بَحْرٌ رَجَّافٌ بمعنی متلاطم سمندر۔ وَالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ (۳۳/۶۰) بمعنی سنسنی پیدا کرنے والے سے جھینی کی لہر دوڑانے والے۔ اور جب اس کی نسبت زمین کی طرف ہو تو بمعنی شدید جھٹکے۔ زلزلہ کی شدید کیفیت (فل ۶۰) قرآن میں ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں اور پہاڑ ایسے

اَلْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا (۷۳/۱۴) (بھر بھرے) ہو جائیں جیسے ریت کے تودے پھسلے پڑتے۔

۴۔ مَارَ میں بنیادی تصور حرکت اور تیز رفتاری ہے۔ اَلنَّاقَةُ تَمُوْرُ فِيْ سَيْرِهَا بمعنی اونٹنی کا تیز رفتاری سے غبار اڑاتے چلے جانا (مف) اور مَوْرٌ بمعنی غبار بن کر ہوا میں اڑنا (فل ۳۱) اور مار الشئ بمعنی کسی شے کا تیز رفتاری کی وجہ سے آگے پیچھے ہلنا اور لرزنا۔ توازن کھو دینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (۵۲/۹) جس دن آسمان لرزنے لگے کپکپا کر۔

ماحصل: زَلْزَلَ، رَجَّ اور رَجَفَ تینوں بالعموم زلزلہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ زَلْزَلَ عام ہے رَجَّ ابتدائی کیفیت اور رجف شدید کیفیت کو کہتے ہیں۔ اور مَارَ کسی بھی چیز میں تیز رفتاری کی وجہ سے لرزش اور ڈگمگاہٹ کو کہتے ہیں۔

۹ــــــ کب ؟

کے لیے اَيَّانَ[۱] اور مَتٰی[۲] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَيَّانَ: کسی کام کا وقت پوچھنے کے لیے آتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا (۷۹/۴۲) (اے پیغمبر!) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہو گی۔

۲۔ مَتٰی: وقت کے علاوہ شرط کے معنی بھی دیتا ہے (م۔ق) قرآن میں ہے:

(۱) مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۳۲/۲۸) اگر تم سچے ہو تو یہ فتح کب ہو گی؟

(۲) مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۳۶/۴۸) اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟

۱۰ــــــ کتاب

کے لیے كِتَاب[۱]، اَسْفَار[۲]، سِجِلّ[۳]، نُسْخَة[۴]، زُبُر[۵]، صُحُف[۶] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ كِتَاب: ہر لکھی ہوئی چیز۔ چٹھی۔ اعمالنامہ اور معروف معنوں میں کتاب (ج کتب) قرآن میں ہے:

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا (۲۷/۲۸) میری یہ چٹھی لے جاؤ۔

۲۔ اَسْفَار: (سِفْر کی جمع) سِفْر بمعنی بڑی کتاب۔ اجزائے تورات میں سے ایک جزو (منجد) اور سُفُر بمعنی کشف یا کسی چیز کو بے نقاب کرنا۔ اور سِفْر بمعنی ایسی کتاب جو حقائق کو بے نقاب کرنے والی ہو (مف۔ فق ل ۱۴۲) تورات کی بڑی بڑی شروح و تفاسیر۔ ارشادِ باری ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (۶۲/۵) جن لوگوں پر تورات (کے احکام کی تعمیل) کی ذمہ داری ڈالی گئی پھر انہوں نے اس بارِ (تعمیل) کو نہ اٹھایا، تو ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے) جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔

۳۔ سِجِل: بمعنی معاہدات کا رجسٹر۔ احکام ودعادی کے ضبط کرنے کا رجسٹر جس کو قاضی اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے۔ جوڈیشل ریکارڈ۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (۲۱/۱۰۴) — جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ لیں گے جیسے لکھی ہوئی چیزوں کا طومار لپیٹ دیا جاتا ہے۔

۴۔ نُسْخَة: نَسَخَ بمعنی مٹانا۔ منسوخ کرنا۔ اور نسخ الکتاب بمعنی کتاب کو حرف بحرف نقل کرنا۔ اور نُسْخَة اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے نقل کیا جائے، اور اس کو بھی جو نقل کی گئی ہو (م۔ ق) ہر نسخہ کتاب تو ہوتا ہے مگر ہر کتاب نسخہ نہیں ہوتی (فق ل ۴۰ ۲) ———

ارشاد باری ہے:

وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ (۷/۱۵۴) — اور اس لکھے ہوئے نسخہ (تورات) میں ان لوگوں کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی۔

۵۔ زُبُر: زُبْرَة بمعنی لوہے کا بڑا تختہ یا چادر (ج زُبَر) اور زَبَرَ الكتاب بمعنی کتاب کو موٹے خط میں لکھنا۔ اور زَبْر گو مصدر ہے مگر اسم کے معنوں میں بھی آتا ہے اور کتاب کا معنی دیتا ہے (ج زُبُر) اور زَبُور وہ الہامی کتاب جو داؤدؑ پر نازل ہوئی۔ اور مِزْبَر بمعنی قلم (مف۔ منجد) اور زُبَر بمعنی پتھر پر لکھنا۔ اور اس کا بنیادی معنی ضخامت اور غلظت ہے (فق ل ۴۰ ۲) ارشادِ باری ہے:

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ (۲۶/۱۹۶) — اور اس کی خبر پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔

۶۔ صُحُف: (واحد صَحِيفَة) صَحِيفَة بمعنی پھیلی ہوئی چیز جس پر کچھ لکھا جائے (مف) اور صَحِيفَة بمعنی لکھا ہوا کاغذ، ورق۔ اور صِحَافَة بمعنی اخبار نویسی اور اَصْحَفَ بمعنی صحیفوں یا لکھے ہوئے اوراق کو کتاب کی صورت میں جمع کرنا۔ اور مُصْحَف (ج مصاحف) بمعنی کتاب۔ مجلد کتاب (منجد) ارشادِ باری ہے:

إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ (۸۷/۱۸-۱۹) — یہی بات پہلے صحیفوں میں (مرقوم) ہے۔ (یعنی) ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔

ماحصل: (۱) کِتاب، ہر لکھی ہوئی چیز اور معروف معنوں میں کتاب۔

(۲) اَسْفَار: بڑی بڑی کتب (تورات کی) شروح و تفاسیر۔

(۳) سِجِل: ریکارڈ رکھنے کے قابل تحریریں اور مکتوب۔

(۴) نُسْخَة: نقل شدہ کتاب یا جس سے نقل کیا جائے۔

(۵) زُبُر: موٹے حروف میں لکھی ہوئی کتابیں

(۶) صُحُف: وہ لکھے ہوئے اوراق جن کو کتاب کی صورت میں جمع کیا جا سکے۔

۱۱۔ کترا جانا ۔۔۔ بچ کر نکل جانا

کے لیے زاوَرَ[۱]، قَرَضَ[۲]، حَادَ[۳] (حید) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زَاوَرَ: قولِ الزور بمعنی ایچ پیچ والی اور غلط بات۔ اَزْوَرُ جس شخص کے سینہ میں ٹیڑھاپن ہو (منجد) اور بِئْرٌ زَوْرَاءُ بمعنی ایسا کنواں جس کی کھدائی میں ٹیڑھاپن ہو۔ اور زَاوَرَ بمعنی ٹیڑھا ہونا یا ٹیڑھا ہو کر نکل جانا۔

۲۔ قَرَضَ: بمعنی کترنا اور کترا کر نکل جانا۔ قَرَضَ الْمَکَانَ بمعنی وُہ اس مقام سے ادھر ادھر ہو کر نکل گیا اور قَرَضَ فِی السَّیْرِ بمعنی چلتے ہوئے ادھر ادھر جھکنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ (۱۸/۱۷)

اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ (دھوپ) ان کے غار سے داہنی طرف سمٹ جائے اور جب غروب ہو تو اُن سے بائیں طرف کترا جائے۔

۳۔ حَادَ: بمعنی سیدھے راستہ سے پہلوتہی کرنا اور دُور بھاگنا (مف۔م ل) سمت بدل لینا ارشادِ باری ہے:

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ (۵۰/۱۹)

اور موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہو گئی (اے انسان) یہی وُہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

ماحصل: (۱) زَاوَرَ: ٹیڑھا ہو کر نکل جانا۔ (۲) قرض: کترا کر نکلنا اور پھر سیدھے رستے پر ہو لینا۔
(۳) حَادَ: کترانا اور دور بھاگنا اور پھر سیدھی راہ پر نہ آنا

۱۲۔ کتنے؟

کے لیے کَمْ[۱] اور کَاَیِّنْ[۲] یا کَاَیِّنْ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ کَمْ: مبہم عدد۔ مدت یا مقدار کے پوچھنے کے لیے یہ لفظ آتا ہے۔ بمعنی کتنا۔ کتنے۔ کتنی یعنی بطورِ استفہام آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ (۲/۲۵۹)

اللہ تعالیٰ نے کہا، تم کتنا عرصہ (ٹھہرے) رہے ہو؟

۲۔ کَاَیِّنْ یا کَاَیِّنْ: کَمْ اور کَاَیِّنْ قریب المعنی ہیں۔ ان دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ کَاَیِّنْ میں زیادتی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ بمعنی کتنا ہی، کتنی ہی۔ کتنے ہی۔ یعنی بہت سی۔ اور بطورِ استفہام نہیں آتا۔

ارشادِ باری ہے:

وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا (۱۲/۱۰۵)

اور زمین و آسمان میں کتنی ہی (بہت سی) نشانیاں ہیں جن پر یہ گزرتے ہیں۔

کجی کے لیے دیکھیے "ٹیڑھ" اور "ٹیڑھا ہونا" ۔۔۔ کروٹ دیکھیے ۔۔۔ "پہلو"

۱۳ ــــــ کریدنا

کے لیے بَحَثَ اور بَعْثَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بَحَثَ: کریدنا۔ کھودنا۔ مٹی کے نیچے سے کچھ ڈھونڈنا (فل ۱۷۱۔م ل) ارشادِ باری ہے:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ (۵/۳۱) — پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو (اپنی چونچ سے) زمین کریدنے لگا تاکہ قابیل کو یہ دکھلائے کہ وہ اپنے بھائی (ہابیل) کی لاش کیونکر چھپائے؟

۲۔ بَعْثَرَ: امام راغب کے نزدیک بُعْثِرَ کا لفظ بُعِثَ اور اُثِيْرَ سے مرکب ہے۔ بمعنی قبروں کو الٹ پلٹ کرنا اور مردوں کو اٹھانا (مف) اور بَعْثَرَ الْمَتَاعَ بمعنی سامان کا الٹانا پلٹانا (منجد) بَعْثَرَهٗ نظر کی اور تفتیش کی۔ باہر لایا اور ظاہر کیا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ (۱۰۰/۹) — کیا وہ نہیں جانتا جب کریدا جاوے جو قبروں میں ہے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) بَحَثَ: زیرزمین کریدنا۔ (۲) بَعْثَرَ: کرید کر کوئی چیز برآمد کرنا۔

۱۴ ــــــ کڑوا

کے لیے اَمَرُّ، اُجَاجٌ اور خَمْطٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَمَرُّ: مَرَّ (مَرَارَةً) بمعنی کڑوا ہونا۔ تلخ ہونا۔ مُرٌّ بمعنی کڑوا۔ اور اَمَرُّ بمعنی بہت کڑوا (منجد) ارشادِ باری ہے:

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ (۵۴/۴۶) — ان کے وعدے کا وقت قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بہت تلخ ہے۔

۲۔ اُجَاجٌ: بمعنی بہت کھاری اور کڑوا پانی۔ اور اَجَّ الْمَاءَ بمعنی پانی کو کڑوا یا نمکین بنانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (۵۶/۷۰) — اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو کھاری کر دیں۔ پھر تم کیوں نہیں شکر کرتے؟

۳۔ خَمْطٌ: بمعنی کھٹا کسیلا اور بمعنی ہر خاردار اور کڑوا درخت (منجد۔م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ (۳۴/۱۶) — اور اُن کے ان دو باغوں کو ہم نے ایسے دو باغوں سے بدل دیا جن کے میوے کسیلے تھے۔

ماحصل: (۱) اَمَرُّ: خالص کڑوا اور سخت کڑوا (۲) اُجَاجٌ: کڑوا اور نمکین (کھاری) پانی۔
(۳) خَمْطٌ: کڑوا اور کھٹا (کسیلا) بدمزہ۔

۱۵ ـــــ کسان

کے لیے زُرَّاع اور کُفَّار کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زُرَّاع: زَارِع کی جمع بمعنی زراعت یا کھیتی باڑی کرنے والا۔ کاشت کار۔ کسان۔ اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (۴۸/۲۹) — کھیتی کی طرح جس نے اپنی سوئی نکالی۔ پھر موٹی ہوئی پھر نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور) کاشتکاروں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔

۲۔ کُفَّار: (کَافِر کی جمع) کَفْر بمعنی کسی چیز کو چھپانا۔ اور کَافِر کئی معنوں میں آتا ہے (۱) خدا کا منکر (۲) خدا کی نعمتوں کا منکر، ناشکرا (۳) حقیقت چھپانے والا۔ پوشیدہ طور پر رہنے والا۔ لوگوں سے دور الگ تھلگ زمین۔ پودے۔ کاشتکار۔ (منجد) اور اَلْکَفْرُ بمعنی لوگوں سے دور دراز زمین۔ دیہات (منجد) قرآن میں ہے:

کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُهٗ (۵۷/۲۰) — بارش کی طرح کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کی کھیتی بھلی لگتی ہے۔

ماحصل: کسان بیج کو زمین میں دفن کرنے کے لحاظ سے کافر اور بعد میں اس کی نگہداشت کے لحاظ سے زارع ہوتا ہے۔

۱۶ ـــــ کشتی ـــ جہاز

کے لیے جَارِیَة، سَفِیْنَة اور فُلْک کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جَارِیَة: جَرٰی یَجْرِیْ بمعنی چلنا اور بہنا۔ پانی اور ہوا کی طرح چلنے والی چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے کشتی کو جَارِیَة کہتے ہیں ج جوار (مف) اور اس سے مراد بادبانی کشتی ہے جو ہوا اور پانی کے رُخ اور بہاؤ کی مناسبت سے چلتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ (۵۵/۲۴) — اونچی اونچی کشتیاں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح (نظر آتی ہیں) اسی کی ہیں۔

۲۔ سَفِیْنَة: سَفَنَ بمعنی چھیلنا اور نرم بنانا۔ اور سَفَن بمعنی چوب تراشی کا آلہ۔ اور سَفِیْن بمعنی لکڑی پھاڑنے کی کیل یا پھانہ اور مِسْفَن بمعنی چوب تراشی کے اوزار۔ اور سَفَانَة بمعنی جہاز سازی کا پیشہ۔ اور سَفِیْنَة بمعنی جہاز، کشتی۔ (منجد) گویا سَفِیْنَة سے مراد ایسی کشتی ہے جو تراش خراش کر ہموار اور آرام دہ بنائی گئی ہو۔ ارشاد باری ہے:

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ (۱۸/۷۹) — وہ کشتی غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری (کشتی چلا کر گزارا) کرتے تھے۔

۳۔ فُلْك: فُلك کا لفظ کسی چیز کے گول ہونے، چکر کھانے اور گھومنے پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) فَلْكٌ مِّنَ الْبَحْرِ بمعنی دریا کا بھنور۔ جہاں چاروں طرف سے پانی جمع ہو کر چکر کھانے لگے۔ اور فَلَك بمعنی مدار۔ سیاروں کے گھومنے کا راستہ۔ آسمان اور اَلْفَلْكَة بمعنی ہر وُہ چیز جو بلند، اُبھری ہوئی اور گول ہو (منجد) گویا چکر لگاتے رہنے کی نسبت سے کشتی کو فُلك کہتے ہیں۔ (اس کی جمع نہیں آتی) اور قرآن میں فلك کے ساتھ اکثر مشحُون کا لفظ آیا ہے۔ اور شَحَن بمعنی کشتی میں سامان لادنا اور اسے بھرنا۔ اور اَلشَّحنة وُہ چیز جس سے کشتی بھری جائے (منجد) گویا فلك ایسی کشتی ہوتی ہے جو مسافروں کے علاوہ بار برداری کا کام بھی دے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (۳۷/۱۴۰) — اور یونسؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔

ماحصل: (۱) کشتی چلنے کے لحاظ سے جاریة، ہموار اور آرام دہ ہونے کے لحاظ سے سفینة اور کشتی نما ہونے کے لحاظ سے فلك ہے۔

۷۱۔ کعبہ کے مختلف نام

کے لیے کَعْبَة، اَلْبَيْت، بَيْتُ الْعَتِيْق، حَرَم، بَيْتُ الْحَرَام، بَيْتُ الْمُحَرَّم اور مَسْجِدُ الْحَرَام کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں جو اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۔ كَعْبَة: بمعنی ہر وُہ چیز جو مکعب شکل کی بنی ہو۔ اسی نسبت سے کعبہ کو کعبہ کہتے ہیں (مف) جس کے طول و عرض اور اونچائی برابر یا تقریباً برابر ہوں۔ مربع یا مربع نما تعمیر (ف ل ۱۶) ارشادِ باری ہے:

يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ (۵/۹۵) — جسے دو معتبر شخص مقرر کر دیں قربانی (کرے اور یہ قربانی) کعبے پہنچائی جائے۔

۲۔ اَلْبَيْت: مخصوص گھر، بیت اللہ شریف۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (۲/۱۲۴) — جب ہم نے خانہ کعبہ کے لوگوں کے جمع ہونے کی اور امن کی جگہ مقرر کیا۔

۳۔ بَيْتُ الْعَتِيْق: بمعنی قدیمی گھر۔ عَتِيْق سے مراد ایسی چیز ہے جو پرانا ہونے کے ساتھ ساتھ شرافت و نجابت سے بھی متصف ہو اور اس میں کمی نہ آئے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (۲۲/۲۹) — اور لوگوں کو چاہیے کہ اس قدیمی گھر کا طواف کریں۔

۴۔ حَرَم: بمعنی اَلْمنع الشدید (م۔ل) (۱) حرام وُہ اشیاء جن کے استعمال سے شریعت نے سختی سے روک دیا ہو اور اس کی ضد حلال ہے یعنی وُہ چیز جس کے استعمال پر کوئی پابندی نہ ہو (۲) اور حَرَم اور حَرَام بمعنی قابلِ احترام۔ ادب اور تعظیم کے لائق۔ ارشادِ باری ہے:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا۔ — کیا ہم نے انہیں حرم میں جو امن کا مقام ہے، جگہ

(۲۸/۵۷) نہیں دی۔

۵- بَيْتُ الْحَرَامِ
۶- بَيْتُ الْمُحَرَّمِ } قابلِ ادب و احترام گھر۔ قرآن میں ہے؛

وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ (۵/۲) — اور نہ ہی وُہ جو بیت الحرام کا قصد کرنے والے ہیں۔

اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ (۱۴/۳۷) — میں نے اپنی اولاد ایسے بنجر میدان میں، جو تیرے عزت والے گھر کے نزدیک ہے، لا بسائی ہے۔

۷- مَسْجِدُ الْحَرَامِ؛ قابلِ عزت و احترام مسجد۔ بیت اللہ شریف۔ ارشاد باری ہے؛

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (۱۷/۱) — پاک ہے وُہ ذات جس نے ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے لے کر مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔

۱۸ — کل

کے لیے اَمْس اور غَد کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱- اَمْس: آج سے ایک دن پہلے گزرا ہوا دن۔ دیروز (YESTERDAY) اور اگر اعرابی حالت میں ہو تو اَلْاَمْس بمعنی گذشتہ ایام میں سے کوئی دن (منجد) اور محاورتًا اَمْس کا لفظ بول کر ماضی قریب کا زمانہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ (۲۸/۱۰) — تو ناگہاں وُہی شخص جس نے کل اُن (موسیٰ) سے مدد مانگی تھی پھر اُن کو پکار رہا ہے۔

اس آیت میں اَمْس سے مراد کل کا گزرا ہوا دن ہے۔ اور آیت ذیل میں زمانہ ماضی قریب مراد ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ (۱۰/۲۴) — تو ہم نے کاٹ کر اس (بستی) کو یوں کر ڈالا کہ گویا کل وہاں کوئی بستا ہی نہ تھا۔

۲- غَدٌ: بمعنی آنے والا اگلا دن۔ فردا (TOMORROW) یہ لفظ بھی اَمْس کی طرح آنے والے دن کے بھی اور زمانہ مستقبل قریب کے بھی معنی دیتا ہے۔ مثلاً درج ذیل آیت میں اس کا معنی آنے والا دن ہے۔

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ۔ (۱۲/۱۲) — (اے باپ) کل اسے (یوسفؑ) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کودے۔

اور درج ذیل آیت میں غَد کا لفظ صرف مستقبل قریب کا ہی نہیں بلکہ اخروی زندگی کا معنی

دے رہا ہے جو قرآن کی رُو سے قریب ہی ہے۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ (۵۹/۱۸) اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے فردائے قیامت کے لیے کیا (سامان) آگے بھیجا ہے۔

۱۹۔ کم کرنا ۔ کمی کرنا ۔ گھٹانا

کے لیے ظلم، الا (الو) قصر، الت، ھضم، فتر، قل، طفف، خس، نقص، بخس، فرط اور وتر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ظَلَمَ: بمعنی "کسی چیز کو اس کے اصل مقام کے علاوہ کسی دُوسری جگہ رکھنا"، اور اس کی ضد عدل ہے۔ یعنی جو چیز بھی عدل و انصاف کے منافی ہوگی وُہ ظلم ہو گا۔ گویا ظلم کے لفظ کا دائرہ استعمال بہت وسیع ہے۔ کسی بھی چیز میں کمی ہو یا بیشی، اور اس کمی بیشی کی مقدار بھی خواہ کتنی ہی کم ہو یا کتنی ہی زیادہ ہو سب پر ظلم کا اطلاق ہو گا۔ علاوہ ازیں یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا (۱۸/۳۳) دونوں باغ اپنی فصل پوری دیتے اور اس میں کچھ کمی نہ کرتے۔

۲۔ اَلَا: بمعنی کوتاہی کرنا۔ کوئی کام جیسے چاہیے ویسے نہ کرنا۔ کسر چھوڑنا (مف۔م ل) ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا (۳/۱۱۸) اے ایمان والو! اپنے علاوہ دوسرے (غیر مسلم) کو رازدار نہ بناؤ۔ وُہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔

۳۔ قَصَرَ: کوئی کام جتنا چاہیے اتنا نہ کرنا۔ اور امام راغب کے الفاظ میں کسی چیز کی لمبائی یا اس کی انتہا کو نہ پہنچنا (مف) مقررہ مقدار یا تعداد پوری نہ کرنا۔ تھوڑا کرنا۔ چھوٹا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (۴/۱۰۱) اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو۔

۴۔ اَلَتَ: بمعنی کسی کے حق میں سے کچھ گھٹانا (منجد) مزدوری میں سے کچھ گھٹانا۔ کام کا پُورا بدلہ نہ دینا یا دیر سے دینا۔ اَلْقَصْرُ وَالْاِبْطَاءُ (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (۵۲/۲۱) ہم نے ان کے اعمال سے کچھ کم نہیں کیا۔

۵۔ هَضَمَ: بمعنی کسی نرم چیز کو کچلنا۔ بھینچنا۔ نچوڑنا اور اس میں کمی کرنا (م۔ل) کسی کمزور کا حق دبانا — غصب کرنا۔ اور هَضِيْمٌ بمعنی نرم و نازک بھی (۲۶/۱۴۸) اور جلد ہضم ہونے والا بھی (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا (۲۰/۱۱۲) — اور جو کوئی بھلے کام کرے اور وہ مومن ہو تو اُسے بے انصافی اور کمی کا کچھ خوف نہ ہو گا۔

۶۔ فَتَرَ: بمعنی کسی چیز میں کمزوری واقع ہونا (م۔ل) کام کرتے کرتے یا تھکنے کی وجہ سے رفتار میں کمی واقع ہونا یا تھم جانا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ (۴۳/۷۵) — مجرم لوگ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے جو اُن سے کم نہ کیا جائے گا۔

۷۔ قَلَّ: بنیادی طور پر اس کے دو معنی ہیں (۱) بلند ہونا (۲) کم ہونا۔ یہاں دوسرا زیر بحث ہے یعنی تعداد یا مقدار میں کم ہونا (ضد کَثُرَ) ارشادِ باری ہے:

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا۔ (۱۸/۳۹) — اگر تو مجھے مال اور اولاد میں کم تر دیکھتا ہے۔

۸۔ طَفَّفَ: طَفِيْف بمعنی حقیر اور معمولی چیز۔ اور طَفَّفَ بمعنی ماپ کا پیمانہ بھرتے وقت تھوڑا سا کم بھرنا (مف) یا پیمانہ ہی تھوڑا سا چھوٹا رکھنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ (۸۳/۱) — ان ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے جو خود تو لیتے وقت دوسروں سے پورا لیتے ہیں۔

۹۔ خَسِرَ: بمعنی راس المال میں کمی واقع ہونا (مف) یہ لفظ عموماً تجارت سے مخصوص ہے (ضد رَبِحَ) گھاٹا پانا۔ نقصان اٹھانا۔ اور خسر المیزان بمعنی کسی کا حق دبا کر وزن میں کمی کرنا ہے، جیسا کہ سورۂ مطففین کی اگلی آیت یوں ہے:

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ۔ (۸۳/۲) — اور جب خود انھیں ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو اس میں کمی کر جاتے ہیں۔

۱۰۔ نَقَصَ: کم کرنا۔ گھٹانا (ضد زَادَ اور نُقْصَان ضد زِيَادَة) یہ لفظ خَسِرَ سے اعم ہے۔ ہر خسارہ نقصان ہے مگر ہر نقصان خسارہ نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری ہے:

نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (۷۳/۳) — نصف رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

۱۱۔ بَخَسَ: بَخْس بمعنی ناقص۔ گھٹیا۔ کمتر (منجد) اور بَخَسَ بمعنی بدل میں ناقص یا کمتر چیز دینا یا تھوڑی دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (۱۲/۲۰) — اور انھوں نے یوسفؑ کو حقیر سی قیمت (یعنی) چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا۔

نیز فرمایا:

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (۸۵/۷) اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔

۱۲۔ فَرَّطَ: بمعنی کوتاہی کرنا۔ حدِ اعتدال سے پیچھے رہ جانا یا اس میں کمی کرنا (تفصیل دیکھیے حد سے بڑھنا اور "کم کرنا") فرط لغت اضداد سے ہے۔ ارشادِ باری ہے:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا۔ (۳۱/۶) یہاں تک کہ جب ان پر قیامت ناگہاں آ موجود ہو گی تو کہیں گے کہ افسوس ہم قیامت کے بارے میں کیسی کوتاہی کرتے رہے۔

۱۳۔ وَتَرَ: بمعنی ستانا تکلیف پہنچانا۔ مال یا حق کو کم کرنا۔ اور اَلْوَتْر اور اَلْوِتْر بمعنی بدلہ لینا یا بدلہ لینے میں ظلم کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ۔ (۳۵/۴۷) اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے اعمال کو کم (اور گم) نہیں کرے گا (جالندھریؒ)

ماحصل: (۱) ظلم: وسیع معنوں میں مستعمل ہے ہر قسم کی کمی بیشی کے لیے آتا ہے۔
(۲) اَلَا: کام جیسا چاہیے اس میں کمی کرنا۔
(۳) قَصَرَ: کام جتنا چاہیے اس میں کمی کرنا۔
(۴) اَلَتَ: بدلہ یا مزدوری سے کچھ کم دینا یا دیر کرکے دینا۔
(۵) هَضَمَ: کمزور کا حق دبانا۔ نرم چیز کو کچلنا۔
(۶) فَتَرَ: کمزوری کی وجہ سے کمی واقع ہونا۔
(۷) قَلَّ: تعداد یا مقدار میں کمی کرنا۔
(۸) طَفَّفَ: پیمانے تھوڑے بھرنا یا چھوٹے رکھنا۔
(۹) خَسِرَ: تجارت میں نقصان اٹھانا۔
(۱۰) نقص: خسر سے اعم ہے۔ ہر طرح کے معاملات میں کمی کیلیے
(۱۱) بَخَسَ: اچھی چیز کے بدلے۔ کمتر یا پوری کی بجائے تھوڑی دینا۔
(۱۲) فَرَّطَ: حدِ اعتدال سے کم کرنا۔ کوتاہی کرنا۔
(۱۳) وَتَرَ: بدلہ لینے یا دینے میں کمی کرنا یا نہ دینا۔

۲۰ ــــ کمانا ــــ کمائی کرنا

کے لیے عَمِلَ، کَسَبَ اور اِکْتَسَبَ اور اِقْتَرَفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَمِلَ: ہر وہ کام جو انسان ارادةً کرے وہ اس کا عمل ہے۔ اور چونکہ کمائی کرنا بھی ایک عمل ہے لہٰذا ان معنوں میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ (۷۹/۱۸) (جو) کشتی (تھی وہ) غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں کام (ملاحی کا پیشہ) کرتے تھے۔

۲۔ کَسَبَ: کمانا یا کمائی کرنا کے لیے یہ لفظ عمل سے اخص ہے۔ یعنی جلب نفع یا خوش نصیبی کے لیے کوئی کام کرنا۔ خواہ یہ کام اپنے لیے ہو یا دوسروں کے لیے۔ خواہ یہ کسب اچھا ہو یا بُرا، حلال ہو یا حرام اور کَاسِبْ بمعنی محنت مزدوری کرنے والا۔ پیشہ ور۔ ارشادِ باری ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ بدلہ ہے

جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا (۵/۳۸) جو انہوں نے کمایا۔

۳۔ اِکْتَسَبَ: اور اَکْتَسَبَ وُہ کام ہے جو انسان صرف اپنے مفاد کو ملحوظ رکھ کر کرے (مف)
ارشادِ باری ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَ مردوں کو ان کاموں کا ثواب ملے گا جو انہوں نے کیے
لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (۴/۳۲) اور عورتوں کو ان کا جو انہوں نے کیے۔

۴۔ اقترف: قَرَفَ بمعنی زخم کا چھلکا اتارنا۔ اور اِقْتَرَفَ بمعنی مذموم کام کرنا۔ ناجائز طریقے سے کمائی کرنا۔ محاورہ ہے اَلْاِعْتِرَافُ يُزِيْلُ الْاِقْتِرَافُ یعنی اعترافِ (جرم) جرم کو زائل کر دیتا ہے (مف) گویا اقتراف گناہ اور جرم کے کاموں کے لیے مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ وہ لوگ جو گناہ کماتے ہیں وُہ عنقریب اپنے کیے کی سزا
بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ (۶/۱۲۱) پائیں گے

ماحصل: (۱) عَمِلَ: کام کرنا عام ہے۔ کمائی کرنا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔
(۲) کسب: جلب منفعت کے لیے کوئی کام کرنا۔ اپنے لیے ہو یا دوسرے کے لیے۔
(۳) اکتسب: اپنے نفع اور فائدہ کے لیے کوئی کام کرنا۔
(۴) اقترف: ناجائز کام کرنا۔ ناجائز طریقوں سے کمائی کرنا۔

۲۱ ـــــ کمرہ

کے لیے حُجْرَة[1] اور غُرْفَة[2] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حُجْرَة: بمعنی کمرہ۔ قبر (منجد) (ج حجرات) اور بمعنی خانۂ خورد (م۔ ا) گویا حجرۃ وُہ معمولی سا کمرہ ہے جس سے پورے گھر کا کام لیا جاتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں۔
الْحُجُرٰتِ (۴۹/۴)

۲۔ غُرْفَة: بمعنی بالاخانہ (منجد) اور غُرَف۔ اور غُرُفَات بمعنی جنت کے منازل اور درجات (مف) گویا غرفہ سے اعلیٰ تعمیر شدہ اور بلند کمرہ مراد ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا ان صفات کے لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے
(۲۵/۷۵) اونچے اونچے محل دیے جائیں گے (جالندھری)

۲۲ ـــــ کمزور

کے لیے ضَعِيْف[1]، وَاهِيَة[2]، اَوْهَن[3] اور اَذِلَّة کے الفاظ قرآن کریم میں ہے۔

۱۔ ضَعِيْف: (ضد قوی) طاقت اور قوت میں کمتر۔ کمزور معروف لفظ ہے۔ اور ضَعَفَ ا ضُعْف

بمعنی کمزوری (ج ضُعَفَاء اور ضِعَاف) قرآن میں ہے :

فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْضَعِيْفًا (۲/۲۸۲) پھر اگر قرض لینے والا کم عقل یا کمزور ہو۔

۲- وَاهِيَة : وَهِیَ بمعنی کہنگی کی وجہ سے کمزور ہونا جیسے کپڑے کا بوسیدہ ہونا (فل ۲۹) اور وَهِيَ بمعنی کسی چیز کا ڈھیلا پڑ جانا۔ اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جانا (م۔ل) اس لفظ کا استعمال بالعموم کپڑے اور رسی وغیرہ کیلیے ہوتا ہے (فل ۲۹) اور اَلْوَهْیُ بمعنی چمڑے میں سوراخ ہو جانا (م۔ل) گویا کہنگی کی وجہ سے کسی چیز کے بوسیدہ ہونے، کمزور ہو کر پھٹ جانے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ پنجابی لفظ "بُھگا" اس کا صحیح مفہوم ادا کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (۶۹/۱۶) اور آسمان پھٹ جائے گا وُہ اس وقت کمزور ہو چکا ہو گا۔

۳- اَوْهَن : وَهَنَ بمعنی کمزور ہونا اس کا استعمال مادی طور پر ہو تو ہڈی یا سخت چیز کے کمزور ہونے کے لیے اور معنوی ہو تو معاملہ عمل کی کمزوری یا اخلاقی کمزوری کے لیے ہوتا ہے (فل ۲۹) (فق ل ۹۴) اور وَهَنَ بمعنی طاقت نہ رہنے کی وجہ سے کمزور اور سُست پڑنا (م۔ل) ارشادِ باری ہے :

اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ (۲۹/۴۱) بیشک تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے۔

نیز فرمایا :

وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ (۴/۱۰۴) کافروں کا تعاقب کرنے میں سُستی نہ دکھاؤ۔

۴- اَذِلَّة : (واحد ذلیل۔ ضد عزیز) بمعنی زیر دست۔ عزت اور قدر و منزلت میں کم تر۔ معاشرہ میں ثانوی حیثیت رکھنے والے لوگ۔ ارشادِ باری ہے :

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (۳/۱۲۳) بیشک اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے۔

ماحصل : (۱) ضَعِيْف : طاقت اور قوت میں کمتر۔

(۲) وَاهِي : بوسیدگی کی وجہ سے کمزور۔

(۳) وَهَنَ : طاقت میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے کمزور اور سُست ہونا۔

(۴) اَذِلَّة : زیر دست اور بے سرو سامان لوگ۔

کمزور کرنا : بنانا اور رکھنا کے لیے اِسْتَضْعَفَ اور سُست اور کمزور کرنے کے لیے اَوْهَنَ کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے فرمایا :

اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ (۸/۱۸) بیشک اللہ تعالٰی کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔

۲۳۔ کنارہ

کے لیے طرف^[۱]، حد^[۲]، حرف^[۳]، افق^[۴]، اقطار^[۵]، ارجاء^[۶]، شفاء^[۷]، معزل^[۸]، شاطی^[۹]، ساحل^[۱۰]، اقصا^[۱۱]، عدوہ^[۱۲] اور صدف^[۱۳] کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ طَرَف: بمعنی ہر چیز کی آخری حد۔ سرا۔ مکعب چیز کے گوشے۔ نوکدار پہلو۔ نگاہ۔ سمت (منجد) (ج اَطْرَاف) ارشادِ باری ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ (۱۱/۱۱۴) — اور دن کے دونوں کناروں (صبح وشام) کو نماز قائم کرو

۲۔ حَدّ: حَدَّ (السکین) بمعنی چھری کو تیز کرنا۔ اور حَدُّ السَّیف بمعنی تلوار کی دھار۔ اور حَدّ بمعنی دو چیزوں کے درمیان کی روک۔ حَدَّ الْمَکَانَ اس نے مکان کی حد بنائی۔ اسی سے حدود اربعہ ہے یعنی چاروں طرف کی حدود۔ گویا حد کسی چیز کا انتہائی اور آخری کنارہ ہے جو اسے دوسری چیزوں سے جدا کرتا ہے۔ اور حُدُوْدُ اللہ بمعنی اللہ کے وہ احکام جن سے تجاوز کرنا باعث گناہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲/۲۲۹) — اور جو لوگ خدا کی حدوں سے باہر نکل جائیں گے، وہ ہی ظالم ہیں۔

۳۔ حَرْف: حَرْفُ الْجَبَل بمعنی پہاڑ کا تیز سرا۔ بلند ترین چوٹی۔ کہتے ہیں فُلَانٌ عَلٰى حَرْفٍ مِّنْ اَمْرِهٖ یعنی فلاں شخص معاملہ کے کنارہ پر ہے یعنی اگر کوئی چیز بھی خلافِ مرضی ظاہر ہوئی تو اس سے کنارہ کش ہو جائے گا (منجد) تذبذب کی انتہائی منزل۔ ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِۨطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ (۲۲/۱۱) — اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) خدا کی عبادت کرتا ہے۔ پھر اگر اسے کوئی (دنیوی) فائدہ پہنچے تو اس کے سبب مطمئن ہو اور کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے۔

۴۔ اُفُق: اَفَقَ دو چیزوں کے اطراف کا دُور اور آخری حد پر پہنچ کر آپس میں مل جانا (م۔ل) یا ایسا نظر آنا۔ اور اس ملے ہوئے کنارے کو افق کہتے ہیں جیسے فضا کی ایک طرف زمین ہے اور دوسری طرف آسمان۔ تو یہ آخری حدِ نگاہ پر جہاں ملتے نظر آئیں وہ افق ہے (ج اٰفاق) اور آفاق بمعنی وسعتِ عالم جن میں کافی وسعت اور بُعد ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (۵۳/۷) — اور وہ (جبرئیل آسمان کے) اُونچے کنارے پر تھے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (۴۱/۵۳) — عنقریب ہم انھیں اطرافِ عالم میں بھی اور خود اُن کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھلائیں گے۔

۵۔ اَقْطَار: قَطَرَ بمعنی قطار میں کھڑا کرنا۔ کہتے ہیں قَطَرَ الْبَعِيْرُ اِلَى الْبَعِيْرِ اونٹوں کو ایک

نظم (قطار) میں کھڑا کر دیا۔ اور اقطار الدنیا بمعنی دنیا کے چاروں گوشے۔ علم ہندسہ کی اصطلاح میں وُہ خطِ مستقیم جو مرکز سے گزرتا ہوا دائرہ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دے (منجد) گویا قطر میں خطِ مستقیم کا تصوّر بھی پایا جاتا ہے اور گول چیز کا بھی۔ اور نیز یہ کہ ایسے قطر ہزاروں کی تعداد میں ہو سکتے ہیں جس میں تمام اطراف و جوانب آجاتی ہیں۔ دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے سیدھی اور مخالف سمتیں سب آجاتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا (۳۳/۱۴) — اور ان منافقین پر مدینہ کے کناروں سے لوگ گھس آتے اور ان سے فتنہ (مسلمانوں کے خلاف سازش یا محاذ آرائی) کو کہا جاتا تو فوراً کرنے لگتے اور اُن کے لیے بہت کم توقف کرتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا (۵۵/۳۳) — اے گروہ جنّ وانس! اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔

۶۔ ارجاء: رجا کی جمع ہے۔ بمعنی کسی گول چیز کا کنارہ۔ رجا البئر کنویں کا کنارہ۔ اور رجا السماء بمعنی آسمان کا کنارہ (مف) قرآن میں ہے:

وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ (۶۹/۱۷) — اور فرشتے اس (آسمان) کے کناروں پر ہوں گے اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے۔

۷۔ شفا: یہ لفظ قربِ ہلاکت کے لیے ضرب المثل ہے۔ شفا ہر اس چیز کے کنارہ کو کہتے ہیں جو اندر سے خالی اور کھوکھلی ہو۔ اور جس کے کنارے پر کھڑے ہونے سے انسان کو گر کر ہلاک ہونے کا خطرہ رہتا ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا (۳/۱۰۳) — اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ (۹/۱۰۹) — یا جس نے ایک گر پڑنے والی کھائی (پنجابی مَن یا منّی) کے کنارے پر کھڑے ہو کر اس کی بنیاد رکھی۔

۸۔ معزل: عزل بمعنی کنارہ کشی کرنا۔ ایک طرف ہونا اور بچ جانا۔ ابن الفارس کے الفاظ میں تدلُّ علی تنحیة واماٰلة وابعاد (م ل) یعنی معزل وُہ کنارہ ہے جس طرف جانے سے انسان کسی مصیبت سے بچ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ — اور نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وُہ ایک کنارے

يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا (۱۱/۴۲) پر کھڑا تھا۔ اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔

۹۔ شَاطِئ: بمعنی کسی چیز کے دو کناروں میں سے کوئی ایک کنارہ (م۔ل) دریا یا وادی کی کوئی ایک طرف یا کنارا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ (۲۸/۳۰) جب موسیٰؑ وہاں پہنچے تو وادی کے دائیں کنارے سے انھیں آواز آئی۔

۱۰۔ سَاحِل: کا لفظ دریا یا سمندر کے کنارہ کے لیے مخصوص ہے (منجد) قرآن میں ہے:

فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ (۲۰/۳۹) پھر دریا اس (صندوق) کو کنارے پر پھینک دے گا۔

۱۱۔ اَقْصَا: قصو میں دُور ہونے اور دور رہنے کا تصوّر پایا جاتا ہے (م۔ل) اور اَقْصٰی بمعنی پرلی طرف کا۔ پرلا کنارہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى (۳۶/۲۰) اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔

۱۲۔ عُدْوَة: عَدَا بمعنی دُور ہونے والا مسافر۔ اور بمعنی وادی کا کنارہ۔ اور عُدْوَة بمعنی بلند جگہ وادی کا کنارہ (منجد) یعنی عُدْوَة کسی وادی یا میدان کے ایسے کنارہ کو کہتے ہیں جو دُور بھی ہو اور جگہ بھی بلند ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى (۸/۴۲) جب تم اُرلے کنارہ پر اور دشمن پرلے کنارہ پر تھا۔

۱۳۔ صَدَف: پہاڑوں کے درمیان کھلے میدان کو وادی کہتے ہیں۔ اور پہاڑوں کے کنارے جو اس وادی کی حدود ہوتی ہیں صَدَف کہلاتی ہیں۔ لہٰذا صَدَف کا ترجمہ وادی کا کنارہ بھی کر لیا جاتا ہے لیکن پہاڑ کا کنارہ اس کا موزوں تر ترجمہ ہے۔ چنانچہ امام راغب اس کا معنی پہاڑ کا کنارہ ہی کہتے ہیں (مف) ارشادِ باری ہے:

حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ۔ (۱۸/۹۶) یہاں تک کہ اس (ذوالقرنین) نے ان دونوں پہاڑوں کے کناروں (کے درمیانی حصّہ) کو برابر کر دیا۔

ماحصل: (۱) طَرَف: ہر شے کی آخری حد۔ سرا۔
(۲) حَدّ: ہر شے کی آخری حد جو دوسری چیزوں سے علیحدہ کرے۔
(۳) حَرْف: نوکدار کنارہ۔ تذبذب کی انتہائی منزل۔
(۴) اُفُق: دو گول چیزوں کی اطراف کا دور جا کر مقامِ اتصال۔
(۵) اَقْطَار: کسی گول چیز کے اندر کے اطراف و جوانب۔
(۶) اَرْجَاء: گول چیز مثلاً کنویں یا آسمان کا کنارہ
(۷) شفا: ایسی چیز کا کنارہ جو اندر سے کھوکھلی ہو۔ اور گرنے سے ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ ہلاکت کا کنارہ۔
(۸) معزل: ایسا کنارہ جو پناہ کا کام دے۔
(۹) شاطی: میدان یا دریا کے کناروں میں سے کوئی ایک کنارہ۔

(۱۰) سَاحِل: دریا یا سمندر کا کنارہ۔ (۱۲) عُدْوَة: دُور کا کنارہ جو بلندی پر ہو۔
(۱۱) اَقْصَا: پرلا کنارہ۔ (۱۳) صدف: پہاڑ کا کنارہ۔

۲۴ — کنواں

کے لیے بِئْر، جُبّ اور رَسّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بِئْر: بمعنی کنواں۔ عام لفظ ہے۔ آباد ہو یا غیر آباد (فل ۲۶۲) ایسے کنویں کو بھی کہہ سکتے ہیں جس میں پانی نہ ہو (ف۔ل ۳۱) قرآن میں ہے:

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ (۲۲/۴۵) — اور (بہت سے) کنویں بیکار اور (بہت سے) پلستر شدہ محل ویران (پڑے) ہیں۔

۲۔ جُبّ: ایسا کنواں جو صرف کھودا گیا ہو۔ اینٹ پتھر سے تعمیر نہ کیا گیا ہو (ف۔ل ۲۶۲) کچا کنواں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ (۱۲/۱۵) — پھر جب وہ (یوسفؑ کے بھائی) اسے لے گئے اور اس بات پر متفق ہو گئے کہ یوسفؑ کو کسی گمنام کنویں میں ڈال دیں۔

۳۔ رَسّ: بہت بڑا کنواں (ف۔ل ۳۹) جس میں پانی کافی مقدار میں ہو (ف۔ل ۲۶۲) قرآن میں ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ (۵۰/۱۲) — ان سے پہلے قوم نوح، کنویں والے اور ثمود (بھی) جھٹلا چکے ہیں۔

۲۵ — کوڑا

کے لیے سَوط اور جَلْدَة کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَوْط: بمعنی بٹا ہوا چمڑہ۔ کوڑا۔ چابک (مف) اور سَاطَ بمعنی کوڑے لگانا۔ اور سَوَّاط بمعنی کوڑا یا چابک رکھنے والا سپاہی۔ اور مِسْوَاط اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو بغیر چابک کے نہ چلتا ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (۸۹/۱۳) — تو تیرے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا اچھینکا۔

۲۔ جَلْدَة۔ جلد کسی جاندار کی کھال کو جِلد کہتے ہیں۔ اور جَلَدَ بمعنی کسی کو کھال پر مارنا کہ اس مار کا اثر کھال سے آگے نہ جائے۔ اور جَلْدَة ہر وُہ چیز ہے جس سے کھال پر مارا جائے اور وُہ سخت ہو لیکن وُہ زخم نہ کرے خواہ یہ کسی چیز کا ہو۔ درہ۔ اَرْض جَلْدَة بمعنی سخت زمین (مف) اور جلّاد بمعنی کوڑے مارنے والا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (۲۴/۲)
زانی عورت اور مرد، ان میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو۔

ماحصل: جلدۃ عام ہے خواہ یہ چمڑے کا ہو یا کسی دوسری چیز کا مگر سخت ہو اور زخم نہ کرے جبکہ سوط چمڑے کے کوڑے یا چابک کو کہتے ہیں۔

۲۶ــــــ کوشش کرنا

کے لیے سَعْی، جَھْدَ اور کَدَحَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَعْی بمعنی تیز تیز چلنا۔ آدھی دوڑ دوڑنا (مجازاً) کسی اچھے یا بُرے کام کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہونا قرآن میں ہے؛

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (۵۳/۳۹)
اور یہ کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وُہ کوشش کرتا ہے۔

۲۔ جَھْدَ: کسی کام کی تکمیل میں اپنی امکانی کوششوں کو صرف کرنا سعیٔ بلیغ۔ ابن الفارس کے الفاظ میں اَصْلُهُ الْمُشَقَّةُ وَمَا يُقَارِبُهٗ (م۔ل) ارشادِ باری ہے؛

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۲۹/۶۹)
جن لوگوں نے ہمارے دین کے سلسلہ میں کوشش کی، ہم ضرور انھیں اپنے راستوں کی طرف راہنمائی کریں گے۔

۳۔ کَدَحَ: اَلْکَدْح بمعنی خراش اور کَدَحَ بمعنی کام میں بہت محنت کرنا (منجد) اور بمعنی تکلیفیں سہہ سہہ کر کام کرنا بمشقت کوئی کام کرتے جانا (مف) ارشادِ باری ہے؛

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (۸۴/۶)
اے انسان تجھے تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب کے پہنچنے میں کھپ کھپ کر پھر اس سے ملنا ہے۔

ماحصل: سَعْی: کسی کام کے لیے کوشش کرنا۔ جَھْدَ: اس کے لیے تمام وسائل بروئے کار لانا۔ اور کَدَحَ دکھ اُٹھا اُٹھا کر کام کرتے جانا۔

۲۷ــــــ کون

کے لیے مَنْ اور اَیٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَنْ: ذوی العقول کے لیے واحد جمع۔ مذکر و مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی کون جیسے مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ (منجد) ارشادِ باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (۲/۲۵۵)
کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں سفارش کر سکے؟

۲۔ اَیٌّ: استفہام کی صورت میں ضمائر پر داخل ہو کر "کون" کا معنی دیتا ہے اور اس میں اضافت لازمی ہوتی ہے (جس میں کبھی شرط کے معنی پائے جاتے ہیں) یعنی مذکورہ چیزوں میں سے کون۔ یہ بھی ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (۶۷/۲) تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے؛

دوسرے مقام پر ہے:

لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا۔ (۴/۱۱) تم نہیں جانتے کہ فائدے کے لحاظ کون تم سے زیادہ قریب ہے؛

۲۸ ــــــ کوئی

کے لیے اَحَدٌ اور مَنْ اور مِنْ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَحَد بمعنی بے نظیر۔ لاثانی۔ یکتا۔ اکیلا جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۱۱۲/۱) اور اسمائے ترکیبی میں ایک کے معنی دیتا ہے۔ جیسے اَحَدَ عَشَرَ وغیرہ (مؤنث اِحْدٰی) اور اس کا تیسرا استعمال یہ ہے کہ کل کے کسی ایک جزو کو ظاہر کرتا ہے۔ مثبت اور منفی دونوں طرح آتا ہے۔ اور عموماً ذوی العقول کے لیے آتا ہے مثلاً؛

فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ (۱۲/۷۸) تو ہم تمام میں سے کوئی ایک لے لو۔

اور جب یہ منفی استعمال ہو تو "کوئی بھی" کا معنی دے گا۔ مثلاً؛

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ۔ (۶۹/۴۷) تو پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔

۲۔ مَنْ اور مِنْ؛ یہ دونوں حروف بعض دفعہ کل کے غیر معین جزو یا اجزاء کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مَنْ ذوی العقول کے لیے آتا ہے اور جو کوئی۔ جو شخص کا معنی دیتا ہے جیسے؛

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔ (۲/۸) اور ان لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے (یا ایسے ہیں جو کہتے ہیں) کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔

اور مِنْ عموماً غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا؛

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔ (۱۷/۴۴) اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

ماحصل: (۱) اَحَد کا استعمال کل کے ایک جزو اور عموماً ذوی العقول کے لیے۔

(۲) مَنْ، کا استعمال ایک جزو یا کئی اجزاء عموماً ذوی العقول کے لیے اور مِنْ کا استعمال غیر ذوی العقول کے لیے بھی ہوتا ہے۔

۲۹ ــــــ کہ ــ گویا کہ

کے لیے اَنَّ، كَاَنَّ، كَاَنْ، كَاَنَّمَا اور اَلَّا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَنْ : (اَنَّ مخففۃ) جملہ کے درمیان واقع ہو کر "کہ" یا "یہ کہ" کا معنی دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا (۲/۲۶) اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ مثال بیان کرے۔

۲۔ کَاَنْ۔ کَاَنَّ۔ کَاَنَّمَا : یہ سب حروف کؔ تشبیہ اور اَنْ یا اَنَّ سے مرکب ہیں۔ اور "گویا کہ" کا معنی دیتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:
(۱) کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًا (۳۱/۷) گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے کانوں میں بوجھ ہے۔
اَنْ اور کَاَنْ فعل پر داخل ہوتے ہیں جبکہ اَنَّ اور کَاَنَّ اسم پر داخل ہوتے ہیں جیسا کہ آیت بالا سے واضح ہے۔
(۲) كَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ (۸/۶) گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں۔

۳۔ اَلَّا : دراصل اَنْ۔ لَا ہے۔ بمعنی "یہ کہ نہ" جملہ کے درمیان میں واقع ہو کر یہ معنی دے گا۔ ارشادِ باری ہے،
تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (۴۱/۳۰) ان پر فرشتے اترتے (اور کہتے) ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غمناک ہو۔

۳۰ ـــــــ کہاں ؟

کے لیے اَیْنَ، اَیْنَمَا، اَنّٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَیْنَ ۔ اَیْنَمَا : اَیْنَ ظرف مکانی۔ جگہ پوچھنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا، اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ (۲۷/۱۶) میرے شریک کہاں ہیں؟ اَیْنَ کے بعد مَا کا اضافہ کرنے سے "جہاں کہیں" کا معنی دیتا ہے یعنی جملہ شرطیہ بن جاتا ہے جو جزا چاہتا ہے جیسے فرمایا اَیْنَمَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ (۴/۷۸) تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہیں موت آ پکڑے گی، یا جیسے فرمایا اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (۲/۱۱۵) تم جہاں کہیں بھی (جس طرف بھی) منہ پھیرو وہیں خدا کی ذات ہے۔ اور ثَمَّ دراصل اَیْنَ کا جواب ہے۔ اَیْنَ بمعنی کہاں۔ اور ثَمَّ بمعنی وہاں۔ اُس جگہ۔

۲۔ اَنّٰی : جگہ اور حالت دونوں باتیں پوچھنے کے لیے آتا ہے (مف) قرآن میں ہے:
قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا (۳/۳۷) (زکریاؑ نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا، اے مریم! یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟
اور جب صرف ظرف مکانی کے لیے آئے تو کس طرف یا کدھر کا معنی دے گا۔ جیسے فرمایا:
قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ (۹/۳۰) اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر (یا کہاں) بہکے پھرتے ہیں

ماحصل : اَیْنَ صرف جگہ پوچھنے کے لیے اور اَنّٰی جگہ کے ساتھ حالت یا کیفیت بھی پوچھنے کے لیے آتا ہے۔

---

۳۱ ــــ کہانیاں ــ واقعات

کے لیے اَسَاطِیْر[1]، اَحَادِیْث[2] اور قَصَص[3] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَسَاطِیْر: اَسْطُوْرَہ، اَسِیْطَرَۃ اور اِسْطَار تینوں اَسَاطِیْر کے واحد ہیں۔ اور اسطار، سطر سے مشتق ہے بمعنی ہر وُہ چیز جو سطور میں لکھی گئی ہو۔ یا ضبط تحریر میں آچکی ہو لیکن حقیقت میں محض نہ ہو بے اصل اور بے بنیاد بات (منجد) ایسی کہانیاں یا افسانے جو حقیقت پر مبنی نہ ہوں۔ قرآن میں ہے:

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (۶/۲۵) — کافر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

۲۔ اَحَادِیْث: (واحد حَدِیْث) ہر وُہ بات جو معرضِ وجود میں آئے اور پہلے نہ ہو وہ حدیث ہے پھر اس لفظ کا اطلاق ایسے واقعات پر بھی ہوتا ہے۔ جنھیں لوگ مرورِ زمانہ کی وجہ سے بھول چکے ہوں۔ سبق آموز پرانے واقعات۔ ارشادِ باری ہے:

كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ (۲۳/۴۴) — جب بھی کسی امت کے پاس رسول آیا تو وُہ اُسے جھٹلاتے رہے۔ اور ہم نے بھی ان کے بعض کو بعض کے پیچھے لگا دیا اور اس طرح انھیں یوں ملیامیٹ کیا کہ) ان کو کہانیاں بنا دیا۔

۳۔ قَصَص: (قِصَّہ کی جمع) قَصَّ بمعنی نشانِ قدم پر چلنا۔ اور قَصَّ بمعنی واقعہ بیان کرنا (م۔ ق) اور قصص سے مراد ایسے واقعات ہیں جو عام لوگوں میں مشہور اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔ زبان زد واقعات۔ ارشادِ باری ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (۱۲/۳) — (اے پیغمبرؐ!) ہم آپ کے سامنے ایک بہت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) اَسَاطِیْر: بے بنیاد واقعات (۲) احادیث: بھولے بسرے مگر سبق آموز واقعات۔ (۳) قَصَص: زبان زد واقعات۔

۳۲ ــــ کھال

کے لیے جِلْد اور شَوٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جِلْد: کسی جاندار کے جسم کی کھال اور پورے جسم کا اوپر کا حصہ اس کی کھال یا جلد ہے (مف) اور یہ لفظ عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا (۴/۵۶) — جب بھی ان کی کھالیں گل (اور جل) جائیں گی تو ہم ان کی کھالیں بدل دیں گے۔

۲۔ شَوٰی: بمعنی جسم کے اطراف۔ ہاتھ پاؤں اور وہ اعضاء جن پر زخم لگنے سے موت واقع نہ ہو۔ محاورہ ہے رَمَاہُ فَاَشْوَاہُ یعنی میں نے اسے تیر مارا تو اس کے اطراف پر لگا۔ یعنی کسی ایسے عضو پر نہیں لگا جس پر زخم لگنے سے موت واقع ہوتی (مف) ارشادِ باری ہے:

کَلَّآ اِنَّہَا لَظٰی نَزَّاعَۃً لِّلشَّوٰی (۷۰/۱۶) ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ وہ تو بھڑکتی آگ ہے۔ جو کھال ادھیڑ ڈالے گی۔

۳۳ــــــ کھال اتارنا

کے لیے سَلَخَ اور کَشَطَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سَلَخَ: سَلَخَ الْحَیَّۃُ بمعنی سانپ کا کینچلی اتارنا۔ اور سَلْخُ الْحَیَّۃِ بمعنی سانپ کی کینچلی اور مِسْلَاخ کا معنی بھی سانپ کی کینچلی۔ اور سَلَخَ الْمِرَاۃُ عورت کا اپنا کرتہ اتارنا۔ اور سَلَخَ الْخَرُوْفَ بمعنی بکری کے بچے کی کھال اتارنا (منجد) گویا سَلَخَ کا لفظ کچی کھال۔ کچا چمڑہ یا کچا سا پردہ اتارنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاٰیَۃٌ لَّہُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْہُ النَّہَارَ۔ (۳۶/۳۷) اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں۔

۲۔ کَشَطَ (البعیر) اونٹ کی کھال اتارنا۔ اور کِشَاطٌ بمعنی اتری ہوئی کھال اور کَشَّاطٌ بمعنی قصائی قصاب (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ (۸۱/۱۱) اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی۔

ماحصل: عارضی جلد یا پردہ اتارنے کے لیے سَلَخَ اور مضبوط جلد یا پردہ اتارنے کے لیے کَشَطَ کا لفظ آتا ہے۔

۳۴ــــــ کھانا (مصدر)

کے لیے اَکَلَ اور طَعِمَ اور رَتَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَکَلَ: یہ لفظ عام ہے اور ہر کھانے کی چیز خواہ یہ طعام ہو، روٹی ہو یا مٹھائی ہو، پھل ہو یا کوئی دوسری کھانے کی چیز۔ سب جگہ استعمال ہوتا ہے۔ انسان اور غیر انسان سب کے لیے یکساں مستعمل ہے۔ محاورہ ہے اَکَلَتِ النَّارُ الْحَطَبَ یعنی آگ لکڑیوں کو کھا گئی۔ (مف) قرآن میں ہے:

وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ (۵/۳) اور وہ جانور (بھی حرام ہے) جسے درندے پھاڑ کھائیں مگر جسے تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔

۲۔ طَعِمَ: اکل کے مقابلے میں بہت محدود معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی غذا کھانا۔ روٹی کھانا۔ کھانا کھانا (مف) اور ہر وہ چیز جو بطور غذا کھائی جائے۔ اور اس لفظ کا اطلاق بالعموم انسانوں کے لیے ہوتا ہے۔ طَعَامِیٌّ بمعنی روٹی بیچنے والا۔ اور مَطْعَمٌ بمعنی ہوٹل (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ (۳۳/۵۳) — پھر جب کھانا کھا چکو تو چلے جاؤ باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو۔

۳۔ رَتَعَ : کا بنیادی معنی جانوروں کا چرنا چگنا ہے۔ پھر استعارہ کے طور پر انسانوں کے جی بھر کر کھانے پینے پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ یعنی جانوروں کی طرح بہت کھانا۔ قرآن میں ہے:

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ۔ (۱۲/۱۲) — (اے باپ!) کل اسے (یوسفؑ کو) ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کودے۔

ماحصل: (۱) اَكَلَ: ہر کسی کے ہر چیز کو کھانے کے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

(۲) طَعِمَ: انسانوں کا غذا کھانا۔

(۳) رَتَعَ: خوب سیر ہو کر کھانا۔ جانوروں کا چرنا چگنا۔

۳۵ ——— کھلانا

کے لیے اَطْعَمَ اور رَزَقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَطْعَمَ: کسی انسان کو غذا کھلانا۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ (۲۶/۷۹) — اور وہی (اللہ) ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

۲۔ رَزَقَ: وسیع مفہوم میں آتا ہے اور مادی اور رُوحانی ہر طرح کی غذا دینے کے لیے آتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے "خوراک") ارشادِ باری ہے:

وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ (۴/۵) — اس (مال میں) سے ان (یتیموں) کو کھلاتے اور پہناتے رہو

۳۶ ——— کھجور

کے لیے نَخْلَة، نَخْل اور نَخِيْل، لِيْنَة اور رُطَب کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نخلة: بمعنی کھجور کا پودا یا درخت۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹/۲۳) — (اے مریم!) کھجور کے تنے کو اپنی طرف جھٹکا دے۔

اور نَخْل، نَخْلَة کی جمع ہے۔ کھجور کے درخت اور ان کا پھل۔ کھجوریں۔ خرما۔ ارشادِ باری ہے:

جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ (۱۸/۳۲) — ان دونوں میں سے ایک شخص کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عنایت کیے تھے اور ان کے گرداگرد کھجوروں کے درخت لگا دیے تھے۔

اور نَخِيْل ایسے باغ یا کھیتی کو کہتے ہیں جس میں کھجوروں کے درخت بکثرت ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ (۲/۲۶۶) — کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو۔

۲۔ لِیْنَۃ: عجوہ (کھجور کی ایک عمدہ قسم) کے علاوہ ہر قسم کی کھجور کا درخت اور اس کا پھل (منجد فل ۱۱۶) ارشادِ باری ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَۃٍ اَوْ تَرَکْتُمُوْھَا قَآئِمَۃً عَلٰٓی اُصُوْلِھَا فَبِاِذْنِ اللّٰہِ (۵۹/۵)
کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا انہیں اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا۔

۳۔ رُطَب: بمعنی تر و تازہ کھجور (پھل) (ف ل ۴۶) ارشادِ باری ہے:

تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا (۱۹/۲۵)
تر و تازہ کھجوریں تم پر جھڑ پڑیں گی۔

۳۷۔۔۔۔ کھڑا کرنا۔ ہونا

کے لیے قَامَ اور اَقَامَ (قوم)، وَقَفَ، نَتَقَ، نَشَزَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قَامَ: بمعنی کھڑا ہوا (ضد جَلَسَ اور قَعَدَ) معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی (۴/۱۴۲)
منافق لوگ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ڈھیلے ڈھیلے اور سست کھڑے ہوتے ہیں۔

اور اَقَامَ بمعنی کھڑا کرنا کھڑا کر دینا۔ قائم کرنا۔ سیدھا کھڑا کر دینا۔ پڑی چیز کو راستی سمت میں کر دینا۔ (م-ل) ارشادِ باری ہے:

فَوَجَدَا فِیْھَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَہٗ (۱۸/۷۷)
پھر ان دونوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی تو خضرؑ نے اُسے سیدھا کر دیا۔

۲۔ وَقَفَ: بمعنی کام کرتے کرتے یا چلتے چلتے کچھ وقت کے لیے رُک جانا۔ بے حس و حرکت کھڑا ہونا (م-ق) ٹھہر جانا اور ٹھہرا لینا متعدی و لازم دونوں طرح آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) لازم: وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ (۶/۳۰)
اور کاش تم انھیں (اس وقت) دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے رُوبرو کھڑے کیے جائیں گے۔

(۲) متعدی: وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (۳۷/۲۴)
اور انھیں ٹھہرائے رکھو کہ ان سے (کچھ) پوچھنا ہے۔

۳۔ نَتَقَ: بمعنی ہلانا۔ بلند کرنا۔ پھیلانا۔ (منجد) اور بمعنی کسی چیز کو کھینچ کر ڈھیلا کر دینا (مف) اور بمعنی کسی چیز کو اتنے زور سے ہلانا کہ وہ اپنی جڑ پر تو قائم رہے مگر ایک طرف جھک جائے (م-ل) پنجابی میں اس مفہوم کے لیے "الارنا" مخصوص لفظ ہے جو اس کا صحیح مفہوم ادا کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَھُمْ کَاَنَّہٗ ظُلَّۃٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّہٗ وَاقِعٌۢ بِھِمْ (۷/۱۷۱)
اور جب ہم نے ان (کے سروں) پر پہاڑ اٹھا کر کھڑا کیا گویا وہ سائبان تھا اور انھیں یقین ہو گیا کہ وہ اُن پر گرنے کو ہے۔

۴۔ نَشَزَ: بمعنی اُٹھ کھڑا ہونا۔ نشز الرجل جو آدمی بیٹھا ہوا تھا وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور نشز عن مکانہ

یعنی اپنی جگہ سے اُٹھا اور چل دیا۔(م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا (۵۸/۱۱) اور جب کہا جائے اٹھ جاؤ تو اٹھ کر چل دو۔

ماحصل: (۱) قَامَ: (ضد قعد اور جلس) کھڑا ہونے کے لیے عام لفظ۔ اور اقامَ کسی چیز کو اسی سمت میں کھڑا کرنا۔ قائم کرنا۔

(۲) وَقَفَ: بے حس و حرکت کھڑا کرنا یا ہونا۔ چلتے چلتے یا کام کرتے تھوڑی دیر تک رُک جانا۔ ٹھہر جانا۔

(۳) نَتَقَ: کسی چیز کو اُلار دینا۔

(۴) نَشَزَ: بمعنی اٹھ کھڑے ہونا اور چل دینا۔ اُٹھ جانا۔

کھلا میدان کے لیے دیکھیے "زمین اور اس کی اقسام"

۳۸ ـــــــ کھولنا

کے لیے اَنٰی اور غَلٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَنٰی۔ یَانِیْ: بمعنی پانی وغیرہ حرارت میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا (مف۔م۔ل) یعنی کسی مائع چیز کا شدتِ حرارت سے کھولنے لگنا۔ قرآن میں ہے:

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (۸۸/۵) اسے کھولتے چشمے سے پانی پلایا جائے گا۔

۲۔ غَلٰی: شدّتِ حرارت کی وجہ سے پانی کھولنا اور اُوپر کو اُبھرنا۔ اُبال آنا۔ غلی القدر بمعنی ہانڈی میں اُبال آنا اور ہانڈی کی اشیاء کا اُبھرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

يَغْلِىْ فِى الْبُطُوْنِ كَغَلْىِ الْحَمِيْمِ (۴۴/۴۶) وہ پیٹوں میں یوں کھولے گا جیسے گرم پانی کھولتا ہے۔

۳۹ ـــــــ کھولنا

کے لیے بَسَطَ، فَتَحَ، حَلَّ، شَرَحَ، کَشَفَ، نَشَطَ، فَرَجَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بَسَطَ: بمعنی کسی چیز کو کھولنا اور پھیلانا (ضد قبض اور قدر) کسی چیز کو پھیلانا اور توسیع کرنا۔ کشادہ کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ (۱۳/۲۶) اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کھلا کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۲۔ فَتَحَ: کسی پیچیدہ معاملہ کی پیچیدگی دُور کرنا (ضد اغلاق) بندھا ہوا سامان کھولنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ (۱۲/۶۵) جب یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ ان کی نقدی انھیں واپس کر دی گئی ہے۔

۳۔ حَلَّ (العقدۃ) یعنی گرہ کھولنا۔ عقدہ کشائی کرنا۔ مشکل حل کر دینا (م۔ا منجد) اربابِ حل و عقد

مشہور لفظ ہے۔

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ (۲۰/۲۷) — اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

۴۔ شَرَحَ: بمعنی مشکل کلام کے معنی کھولنا (مف) اور ابن الفارس کے نزدیک شرح میں دو باتیں بنیادی ہیں۔ (۱) فتح کھولنا اور (۲) بیان (وضاحت) (م۔ل) اور شرح صدر بمعنی سینہ کو کھولنا یعنی کسی مشکل اور پیچیدہ معاملہ کا سمجھ میں آجانا۔ قرآن میں ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ (۲۰/۲۵) — اے میرے پروردگار! میرا سینہ کھول دے اور میرا کام مجھ پر آسان کردے۔

۵۔ كَشَفَ: کھولنا اور پرے ہٹا دینا۔ بے نقاب کرنا۔ ایک چیز سے دوسری چیز کو ہٹا دینا۔ اور پہلی چیز کا نمایاں اور ظاہر ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا (۲۷/۴۴) — جب ملکہ سبا نے اسے دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا۔ اور (کپڑا اٹھا کر) اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔

۶۔ نَشَطَ: لغت اضداد سے ہے۔ نَشَطَ الْحَبْلَ بمعنی رسی کو گرہ لگائی۔ اور نَشَطَ الْعُقْدَةَ بمعنی گرہ کو مضبوط کیا۔ اور النشوط بمعنی آسانی سے کھل جانے والی گرہ (منجد) اور اَلنشط بمعنی آسانی سے کھل جانے والی گرہ۔ اور نَشَطَ بمعنی گرہ کھولنا (مف) گویا یہ لفظ حَلَّ سے اخص ہے۔ جو معنی حل العقدۃ کے ہیں وہی معنی نشط کے ہیں یعنی گرہ کھولنا۔ جوڑ بند ڈھیلا کرنا۔ گرہ کو ڈھیلا کرنا۔ وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا (۷۹/۲) — ان فرشتوں کی قسم جو جسم میں داخل ہو کر روح کھینچ لیتے ہیں اور ان کی بھی جو سب جوڑ بند ڈھیلے کر دیتے ہیں

۷۔ فَرَجَ: فرج میں کشادگی کا تصور پایا جاتا ہے۔ فَرَجَ بمعنی کھولنا۔ کشادہ کرنا۔ کھلا کرنا۔ فراخ کرنا۔ مزید تفصیل شگاف میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا السَّمَاۗءُ فُرِجَتْ (۷۷/۹) — اور جب آسمان میں جھروکے پڑ جائیں۔

ماحصل:

(۱) بسط: کھولنا اور پھیلانا۔
(۲) فتح: بند سامان یا پیچیدہ معاملہ کا کھولنا۔
(۳) حلّ: (العقدۃ) گرہ کھولنا۔
(۴) شرح: مشکل کلام کے معانی کھولنا۔
(۵) کشف: ایک چیز کو ہٹا کر دوسری کو بے نقاب کرنا۔
(۶) نشط: گرہ یا جوڑ بند وغیرہ ڈھیلے کرنا۔
(۷) فرج: کھولنا اور کشادہ کرنا۔ کھلا کرنا۔

۱۴ ـــــ کھیتی باڑی کرنا

کے لیے حَرَثَ، زَرَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- حَرَثَ : بمعنی زمین میں ہل چلا کر اس میں بیج بونا اور کھیتی باڑی کے لیے تیار کرنا (مف) اور مِحْرَث (ج محارث) بمعنی زمین جوتنے کے اوزار ہل وغیرہ (م-ق) لیکن بعض دفعہ کھیتی کو بھی حَرْث کہہ دیا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ (۶۸/۲۲) — اگر تمہیں کاٹنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو۔

۲- زَرَعَ : کے اصل معنی اِنبات یا اگانا ہے۔ اور اس (زمین) میں بیج ڈال کر اس کو پانی سے سیراب کرنا اور مناسب دیکھ بھال کرنا بھی شامل ہے۔ اس کو اگانے کی نسبت مجازاً انسان کی طرف ہوتی ہے کیونکہ وہ دیکھ بھال کے فرائض سرانجام دیتا ہے ورنہ حقیقت میں کھیتی اگانا تو اللہ ہی کا کام ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ۔ (۵۶/۶۳-۶۴) — بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم بوتے ہو تو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟

ماحصل: (۱) حَرَثَ بمعنی ہل جوتنا اور بیج بونا (۲) زَرَعَ : بمعنی بیج بونے کے بعد اسے سیراب کرنا اور مناسب دیکھ بھال کرنا۔

۱۴۱ ——— کھینچنا

کے لیے مَدَّ، جَرَّ، اِضْطَرَّ، سَلَخَ، نَزَعَ اور سَفَعَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- مَدَّ : بمعنی کسی چیز کو کھینچ کر لمبا یا دراز کرنا اور پھیلا دینا (مف) اس طرح کہ اتصال قائم رہے (م-ل) اور مدت بمعنی زمانہ کی لمبائی۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ (۷/۲۰۲) — اور ان (کفار) کے بھائی انہیں گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں پھر اس میں کوتاہی نہیں کرتے۔

اور مَدَّدَ تاکید مزید کے طور پر آتا ہے جیسے فرمایا: فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (۱۰۴/۹) لمبے لمبے ستونوں میں۔

۲- جَرَّ : بمعنی کھینچنا اور گھسیٹنا (م-ل) زمین پر کھینچنا۔ اور جَيْشٌ جَرَّارٌ بمعنی بہت بڑا لشکر جو وسیع رقبے میں پھیلا ہوا آگے کو بڑھتا ہے جیسے کھچا چلا آ رہا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ (۷/۱۵۰) — اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی کا سر پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچنے لگا۔

۳- اِضْطَرَّ : کسی کو جبراً کسی کام کی طرف کھینچنا۔ مجبور و بے بس کر کے کام پر کھینچ لانا (م-ل) ارشاد باری ہے:

وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ (۲/۱۲۶) — اور جو کوئی کفر کرے تو میں اسے تھوڑا سا فائدہ (دنیوی زندگی میں) دوں گا۔ پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف کھینچوں گا۔

۴۔ سَلَخَ : کسی جاندار کی کھال کھینچ کر اتارنا (مف) سانپ کی کینچلی اتارنا۔ اور ابن فارس کے الفاظ میں جلد پر سے کوئی شے نکالنا (م۔ل) اور سَلَخَتِ الشَّھْرُ بمعنی مہینے کا آخری دن ہو جانا (م ل) ارشادِ باری ہے:

وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْہُ النَّھَارَ فَاِذَا ھُمْ مُّظْلِمُوْنَ (۳۶/۳۷) — اور رات (بھی) ان کے لیے ایک نشانی ہے۔ ہم اس پر سے دن کو کھینچ لیتے ہیں۔ پھر وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں

۵۔ نَزَعَ : بمعنی کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنا (مف) جیسے جسم سے روح کو نکالنا کھینچ کر کوئی چیز نکال لینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ (۷/۴۳) — اور ہم ان کے سینوں سے کینہ وغیرہ نکال لیں گے۔

۶۔ سَفَعَ : بمعنی گھوڑے کے پیشانی کے بالوں کو پکڑ کر کھینچنا (مف) ارشادِ باری ہے:

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَۃِ (۹۶/۱۵) — اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی کے بالوں سے کھینچیں گے۔

ماحصل: (۱) مَدَّ : کھینچنا اور پھیلانا۔ لمبا کرنا کہ چیز متصل ہی رہے۔

(۲) جَرَّ : کسی کو زمین پر کھینچنا اور گھسیٹنا۔

(۳) اضطرّ : قہراً اور جبراً کسی کو کھینچ کر کسی کام کی طرف لانا۔

(۴) سَلَخَ : جلد سے کھال کھینچنا۔

(۵) نَزَعَ : کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنا۔

(۶) سَفَعَ (بالناصیۃ): پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنا۔

۴۲ ـــــ کھیلنا

کے لیے لَعِبَ ، لَہْیٌ (لَہْو) اور عَبَثَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ لَعِبَ : بمعنی کھیلنا۔ تفریح کی خاطر کوئی کام کرنا۔ ایسا کام کرنا جس پر کوئی فائدہ مرتب نہ ہو۔ اور لُعْبَۃ بمعنی کھیل۔ کھیل کی باری جس سے کھیلا جائے۔ اور لاعب اور لَعِب بمعنی کھلاڑی۔ اور ملاعب بمعنی کھیل کا ساتھی (منجد) قرآن میں ہے:

فَذَرْھُمْ یَخُوْضُوْا وَیَلْعَبُوْا حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَھُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ (۴۳/۸۳) — اور ان کو بک بک کرنے اور کھیلنے دو۔ یہاں تک کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کو دیکھ لیں۔

۲۔ لَہْیٌ : بمعنی تماشا اور ہر وہ کام جو تفریح طبع کے لیے کیا جائے۔ اور یہ لَعِبَ سے اعم ہے۔ لَہْو میں کھیلنا بھی شامل ہے۔ اور کھیل کو دیکھنا یا تماشا کرنا یا دیکھنا وغیرہ سب شامل ہے۔ یعنی ہر وہ کام جو بامقصد کاموں سے توجہ ہٹائے رکھے اور دل لگی کا باعث ہو وہ لَہْو ہے۔ اور اَلْہٰی بمعنی ایسے دل لگی کے کاموں کا اصل مقصد کے کاموں سے غافل کر دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ (۶/۳۲) — اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشا ہے۔

۳۔ عَبَث : یہ لَہْو سے بھی اعم ہے۔یعنی کام تو بامقصد کیا جائے۔لیکن اس کو کھیل کود سمجھ کر ہی کیا جائے۔اور اس آمیزش سے اس کام کو بے مقصد اور بے نتیجہ بنا دیا جائے(مف) اور عبث بمعنی کھیل کود کرنا بھی ہے اور ایک چیز میں دوسری کو ملانا بھی عَبَثَ الشَّیْئَ بِالشَّیْءِ بمعنی ایک چیز کو دوسری میں ملا دینا۔اور عَبَث بمعنی مذاق کرنا۔کھیل کود کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے،

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا۔ (۲۳/۱۱۵) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے۔ (جالندھریؒ)
تمہیں پیدا کیا کھیلنے کو (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) لَعِب : بمعنی کھیلنا۔
(۲) لَہْو : لعب سے اعم ہے۔ہر وہ کام جو اصل مقصد سے غافل کر دے۔
(۳) عَبَث : بے مقصد کام کرنا یا بامقصد کام میں کھیل کو ملا کر اسے بے فائدہ بنا دینا۔

۴۳۔ کیا ؟

کے لیے ءَ، ھَلْ (حروف) اور مَا (اسمیہ) اور مَاذَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ءَ : "کیا" کے معنوں میں اس حرف کا استعمال عام ہے۔اسم، فعل، حرف سب پر داخل ہوتا ہے۔قرآن میں ہے:

(۱) اَفَاِئْنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ (۳/۱۴۴) کیا اگر آپ مر جائیں یا مارے جائیں۔
(۲) ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا (۲۱/۶۲) (اے ابراہیمؑ) کیا تو نے یہ کچھ کیا ہے ؟

۲۔ ھَلْ : حرفِ استفہام۔اسم اور فعل پر داخل ہوتا ہے۔حرف پر نہیں ہوتا۔قرآن میں ہے،
ھَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ (۱۳/۱۶) کیا بینا اور نابینا برابر ہو سکتے ہیں۔

۳۔ مَا : (اسمیہ۔استفہامیہ) صرف غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ارشادِ باری ہے:
مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (۲۱/۵۲) یہ مورتیاں کیا ہیں جن پر تم معتکف ہو؟

۴۔ مَاذَا : مَا اسمیہ استفہامیہ کے ساتھ ذَا کے اضافہ سے اس کے معنوں میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔"کیا اور کونسا" دونوں مفہوم ادا کرتا ہے۔نیز ذوی العقول کے لیے بھی آسکتا ہے۔قرآن میں ہے:

(۱) يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ (۲/۲۱۹) وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا (یعنی کونسا مال) خرچ کریں۔
(۲) مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ (۲۸/۶۵) تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟

۴۴۔ کیسے ؟

کے لیے کَیْفَ اور اَنّٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَیْفَ : کسی چیز کی کیفیت اور ماہیت پوچھنے کے لیے آتا ہے۔جیسے فرمایا،

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ (۸۸/۱۷) کیا لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے (عجیب) پیدا کیا گیا ہے؟

۲۔ اَنّٰی: کسی کام کی وجہ پوچھنے کے لیے آتا ہے۔ کیونکر۔ جیسے قرآن میں ہے:

اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہُ الۡمُلۡکُ عَلَیۡنَا (۲/۲۴۷) اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیسے ہو سکتا ہے؟

۴۵۔ کیوں۔ کیوں نہ

کے لیے لِمَ، لَوۡلَا اور لَوۡمَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لِمَ: بمعنی کیوں۔ کس لیے۔ جیسے فرمایا:

رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِیۡۤ اَعۡمٰی (۲۰/۱۲۵) اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا!

۲۔ لَوۡلَا: بمعنی کیوں نہ۔ ھَلَّا کے معنی میں توبیخ اور تحضیض کے لیے آتا ہے اور اس کے بعد متصلاً فعل کا آنا ضروری ہے۔

تحضیض کی صورت میں فعل مضارع کے ساتھ خاص ہوتا ہے جیسے:

لَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰہَ (۲۷/۴۶) تم اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے۔

اور توبیخ کی صورت میں فعل ماضی کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ جیسے:

لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَیۡہِ بِاَرۡبَعَۃِ شُہَدَآءَ۔ (۲۴/۱۳) وہ اس بات پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟

۳۔ لَوۡمَا: حرفِ تحضیض ہے۔ اور مضارع پر داخل ہو کر لَوۡلَا کے معنی دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَوۡ مَا تَاۡتِیۡنَا بِالۡمَلٰٓئِکَۃِ (۱۵/۷) تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا۔

ا___گاڑنا

کے لیے نَصَبَ، اَرْسٰی (رسو)، دَسَّ اور وَأَدَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَصَبَ: بمعنی کسی چیز کو کھڑا کرنا اور گاڑنا۔ اس طرح کہ اس کا کچھ حصّہ زمین کے اندر ہو اور زیادہ حصّہ باہر اسی اور سمت میں ہو جیسے زمین میں جھنڈا یا نیزہ گاڑنا یا عمارت یا پتھر کو کھڑا کرنے پر نصب کا لفظ بولا جاتا ہے (م۔ل۔مف) اور نصب اس بت کو بھی کہتے ہیں جو کسی جگہ فٹ کر دیا گیا ہو تھان (ج انصاب اور نُصُب) ارشادِ باری ہے،

وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ (۸۸/۱۹) (کیا وہ دیکھتے نہیں کہ) پہاڑ کس طرح گاڑ دیے گئے ہیں؟

دوسرے مقام پر فرمایا،

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (۵/۴) اور وہ جانور (بھی تم پر حرام ہے) جو تھانوں پر ذبح کیا جائے۔

۲۔ اَرْسٰی، رسو بمعنی ثابت و استوار ہونا۔ اور اَرْسٰی بمعنی کسی چیز کو زمین میں اس طرح گاڑنا کہ اس کا زیادہ حصّہ زمین کے اندر ہو اور تھوڑا باہر۔ کہتے ہیں، رَسَا الْوَتَدَ فِي الْأَرْضِ بمعنی کھونٹے کو زمین کا گاڑنا یا ٹھونک دینا (منجد) اور رَاسِيَة بمعنی پہاڑ۔ اور اس کی جمع رَوَاسِي ہے۔ راسیۃ ایسے پہاڑوں کو کہتے ہیں جو زمین پر دور دراز رقبہ میں پھیلے ہوں کہ ان کا زیادہ حصّہ زیر زمین ہی ہوتا ہے۔ اور رواسی بمعنی سلسلہ ہائے کوہ۔ اور پہاڑ کے گاڑنے کے لیے اللہ نے نصب اور رسو دونوں الفاظ استعمال فرمائے ارشادِ باری ہے:

وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا (۷۹/۳۲) اور اس (زمین) میں پہاڑوں کو گاڑ دیا۔

نیز فرمایا:

هُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا (۱۳/۳) اور وہی تو ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں۔

۳۔ دَسَّ: بمعنی کسی چیز کو مٹی میں چھپا کر گم کر دینا (م۔ق) اور بمعنی ایک چیز کو دوسری چیز میں زبردستی داخل کرنا (مف) اور بمعنی کسی شے کو مٹی کے نیچے چھپانا۔ دھنسانا۔ اور دَسَّ عَلَيْهِ بمعنی سازش کرنا۔ خفیہ حیلہ کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

(۱) وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا (۹۱/۱۰) — اور جس نے اسے (نفس) کو خاک آلود کیا وُہ نامراد ہوا۔

(۲) اَيُمۡسِكُهٗ عَلٰى هُوۡنٍ اَمۡ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ (۱۶/۵۹) — یا توبے عزتی اور خفت برداشت کر کے اپنے پاس رہنے دے یا پھر زمین میں گاڑ دے۔

۴۔ وَأَدَ: کسی زندہ کو مٹی کے بوجھ تلے دبا دینا (م۔ ل) زندہ درگور کرنا۔ یہ دَسَّ سے اخص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ (۸۱/۸) — اور جب زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے کہ وُہ کس جرم کی پاداش میں ماری گئی تھی۔

ماحصل: (۱) نَصَبَ: جھنڈے کی طرح گاڑنا۔ تھوڑا حصّہ زمین میں باقی سیدھا اوپر۔

(۲) اَرۡسٰى: کھونٹے کی طرح ٹھونکنا۔ زمین کے اندر زیادہ حصّہ۔

(۳) دَسَّ: کسی چیز کو زیرِ زمین دبا دینا۔ یا گاڑ دینا۔

(۴) وَأَدَ: کسی جاندار کو زمین میں دبانا۔

گردوغبار کے لیے دیکھیے "غبار"

۳ــــ گردش (زمانہ کی)

کے لیے رَيۡبُ (المنون)، دَائِرَةٌ (دور)، دُوۡلَةٌ اور دَاوَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَيۡب (المنون) رَيۡب بمعنی شک اور خلجان۔ اضطراب (تفصیل شک و شبہ میں دیکھیے تہمت گردش۔ اور مَنَى بمعنی آزمانا۔ مبتلا کرنا۔ نیز مَنِيَّة بمعنی موت۔ قصد۔ تقدیرِ الٰہی۔ اور مَنِيَّة کی جمع مَنَايَا اور مَنُوۡن آتی ہے (منجد) اور رَيۡبَ الۡمَنُوۡنِ محاورتاً اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی شخص دُوسرے کے بُرے انجام کا منتظر ہو۔ اور اس کا ترجمہ زمانہ کی گردش (حوادثِ زمانہ) سے کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيۡبَ الۡمَنُوۡنِ (۵۲/۳۰) — یا کافر کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے حق میں زمانے کا حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔

۲۔ دَائِرَة، دَارَ بمعنی گھومنا۔ چکر کاٹنا۔ اور دَائِرَة ایک تو معروف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ علم ہندسہ کی اصطلاح میں ایسا گول اور مستوی خط جس کا فاصلہ ہر مقام پر مرکز سے یکساں ہو۔ اور معنی گردشِ ایام۔ زمانہ کی آفتیں اور مصیبتیں (منجد) ہے۔ گویا یہ لفظ بھی بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی کسی پر مصائب و شدائد کے نزول کی انتظار (ج دوائر) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ مَغۡرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ (۹/۹۸) — اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں زمانہ کی گردشوں کے منتظر ہیں۔ زمانہ کی گردش انہی پر (واقع ہو)۔

۳۔ دُوۡلَةٌ اور دَوۡلَةٌ دائرہ کے برعکس اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (مف) دال الزمان بمعنی زمانہ کا

ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھرنا (منجد) روپے پیسے کی گردش، خوشحالی کے ایام اور اُن کی انتظار کے لیے آتا ہے۔ فے کے مال کی تقسیم اور مستحقین کی تفصیل بتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ (۵۹/۷) — تاکہ جو لوگ تم میں دولتمند ہیں انہی کے ہاتھوں میں (یہ مال و دولت) نہ پھرتا رہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا؛

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (۳/۱۴۰) — اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔

ماحصل: ریب المنون اور دائرۃ میں فرق یہ ہے کہ ریب المنون کسی ہلاکت اور سخت شدائد کے لیے آتا ہے جبکہ دائرۃ میں اتنی شدت نہیں پائی جاتی اور دُولۃ اچھے ایام کی طرف گردش کے لیے مستعمل ہے۔

۳ ـــــ گردن

کے لیے عُنُق، جِید، رَقَبَۃ اور وَتِین کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عُنُق: گردن یا گلا۔ مشہور عضو انسانی۔ اس کا استعمال عام ہے۔ (ج اعناق) ارشادِ باری ہے؛

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ (۱۷/۱۳) — اور ہم نے ہر انسان کا اعمالنامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

۲۔ جِید: پتلی اور لمبی گردن (ف ل ۱۱۰) ہرن کی طرح کی خوبصورت گردن۔ قرآن میں ہے؛

وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ (۱۱۱/۴) — اور اس (ابولہب) کی بیوی ایندھن اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی۔

۳۔ رَقَبَۃ: بمعنی گردن یا اس کے پیچھے کا حصہ (گدی) اور رَقَبَ بمعنی کسی کے گلے میں رسی یا پھندا ڈالنا نگرانی اور نگہبانی کرنا۔ اور اہل عرب عموماً جزء اشرف بول کر کل مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح رقبۃ سے مراد غلام لیا جاتا ہے کیونکہ اس کے گلے میں غلامی کا پھندا ہوتا ہے ج رقاب (منجد۔ مف) اور تحریر رقبۃ بمعنی گردن کو پھندے سے آزاد کرنا۔ یعنی غلام آزاد کرنا۔ ارشادِ باری ہے؛

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ (۹۰/۱۳) — اور آپ کیا جانیں کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ وہ ہے کسی (کی گردن) کا چھڑانا۔

۴۔ وَتِین: بمعنی رگِ گردن۔ دل سے سر کو جانے والی شاہ رگ (ف ل ۱۱۴) گردن کی وہ جانب جدھر شاہ رگ ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ (۶۹/۴۶) — ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔ (جالندھری) گردن (عثمانی)

ماحصل: (۱) عُنُق: گردن کے لیے عام لفظ۔ (۲) جِید: لمبی اور خوبصورت گردن۔ (۳) رقبۃ: گردن اور اس کا پچھلا حصہ۔ گدی۔ غلامی کا پھندا (۴) وَتِین: گردن کا سامنے کا حصہ جہاں شاہ رگ ہوتی ہے۔

۴۔۔۔گرفت کرنا

کے لیے اَخَذَ، ثَرَّبَ اور لَامَ (لوم) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَخَذَ: اَخَذَ بمعنی کسی چیز کو پکڑنا۔ حاصل کرلینا۔ احاطہ میں لینا۔ اور اَخَذَ بمعنی مواخذہ کرنا۔ گرفت کرنا (مف) خواہ یہ مواخذہ قول سے ہو یا عمل سے۔ ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (۲/۲۸۶) — اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجئے۔

۲۔ ثَرَّبَ: ثَرَبَ اور ثَرَّبَ بمعنی کسی کے فعل کو قبیح اور بُرا بتانا (منجد) اور بمعنی غلطی پر سرزنش اور زجرو توبیخ کرنا (مف) (فق ل ۲۹۷) قرآن میں ہے:

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ (۱۲/۹۲) — (یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے) کہا آج تم پر کچھ عتاب (اور ملامت) نہیں ہے۔ خدا تم کو معاف کرے

۳۔ لَامَ: بمعنی کسی کو بُرے فعل کے ارتکاب پر بُرا بھلا کہنا۔ ملامت کرنا (مف) اور بمعنی کسی کو اس کے کسی فعل کے نتیجہ پر تنبیہ کرنا (فق ل ۲۹) اور لَوْم بمعنی ملامت اور خوف (منجد) گویا لَامَ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب فاعل کو کوئی فعل کرتے وقت یہ خدشہ ہو کہ اسے ملامت کی جائے گی خواہ یہ فعل فی نفسہٖ اچھا ہو یا بُرا۔ ارشادِ باری ہے:

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (۵/۵۴) — وہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

ماحصل: (۱) اَخَذَ: کسی ناپسندیدہ کام پر مواخذہ یا گرفت کرنا۔

(۲) تَثْرِيْب: بمعنی زجرو توبیخ۔ ڈانٹ ڈپٹ۔ ملامت سے سخت تر ہے۔

(۳) لَوْم: بُرا بھلا کہنا۔ خواہ کام بُرا ہو یا نہ ہو۔ اس میں تَثْرِيْب جیسی شدّت نہیں۔

۵۔۔۔گرمی۔۔۔گرم کرنا۔۔۔ہونا

کے لیے صَيْف۔ حَرّ۔ حَمّ۔ حمی۔ سقر اور سموم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صَيْف: موسم گرما اور صَيِّف بمعنی موسم گرما کی بارش بھی اور اس سے اُگنے والی گھاس بھی۔ اور صَافَ اور صَيَّفَ (بالمکان) بمعنی کسی جگہ موسم گرما گزارنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِيْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (۱۰۶/۲) — ان (قریش) کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔

۲۔ حَرّ: بمعنی حرارت۔ گرمی۔ خواہ یہ آگ کی ہو یا سورج یعنی دھوپ کی۔ یا کسی دوسرے سبب سے ہو جیسے دو چیزوں کے رگڑنے سے حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ تاہم اس لفظ کا اطلاق عموماً دھوپ کی حدت

پر ہوتا ہے۔ اور حَرُوْر بمعنی تپش۔ لُو (نیز دیکھیے دھوپ) قرآن میں ہے:

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا (۹/۸۲) — اور وُہ (دوسروں سے) کہنے لگے، گرمی میں مت نکلو۔ ان سے کہہ دو کہ جہنم کی آگ اس سے بھی کہیں سخت گرم ہے

۳۔ حَمّ
۴۔ حمی } یہ دونوں الفاظ اتنے قریب المعنیٰ ہیں کہ ان میں امتیاز کرنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل لغت ان دونوں کے مشتقات دونوں مادوں کے تحت لے آتے ہیں۔ گرمی حاصل ہونے کے ذرائع چار ہیں۔ آگ اور دھوپ مادی ذرائع ہیں۔ اور جذبات کی گرمی اور حرارت غریزی معنوی۔ ان چاروں ذرائع میں یہ دونوں مادے استعمال ہوتے ہیں۔ فرق اگر ہے تو یہ کہ حَمَّ بطور متعدی استعمال ہوتا ہے اور حَمِیَ بطور لازم آتا ہے۔ لیکن جب صیغہ مجہول استعمال ہوتا ہے تو پھر ہم معنی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً حَمَّ الْمَاءَ بمعنی پانی گرم کرنا ہے۔ اور حُمَّ الرَّجُل بمعنی آدمی کو بخار ہو گیا۔ اور حُمّٰی بمعنی بخار۔ دونوں مادوں کے تحت اہل لغت نے درج کیا ہے۔ اور حَمَّ التَّنُّوْر بمعنی تنور گرم کیا۔ اور حمی النار بمعنی آگ بھڑک اٹھی۔ اور حمیم بمعنی گرم پانی بھی اور ٹھنڈا پانی بھی (الغت اضداد م ا۔ منجد) اور بمعنی گرم جوش دوست یا رشتہ دار بھی۔ اس کا تعلق جذبات سے ہے۔ اور حَمَّ الظَّهِيْرَة بمعنی دوپہر کے وقت شدت کی گرمی۔ اور حَمَّة بمعنی گرم پانی کا چشمہ۔ اور حُمَّة بمعنی کوئلہ۔ راکھ یا آگ میں جلی ہوئی ہر شے۔ اور حمام بمعنی گرم پانی سے غسل کرنے کی جگہ (مف۔ منجد)

اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (۶/۷۰) — ان کے لیے پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب ہے، اس لیے کہ وُہ کفر کرتے تھے۔

(۲) وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا (۷۰/۱۰) — اور کوئی دوست کسی دوست کا پرسانِ حال نہ ہو گا۔

(۳) وَمَآ اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ (۱۰۱/۱۰-۱۱) — اور تم کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا چیز ہے؟ (وُہ) آگ ہے دہکتی ہوئی۔

(۴) اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ (۴۸/۲۶) — جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی اور ضد بھی جاہلیت کی تھی۔

۵۔ سَقَر: بمعنی آگ یا دھوپ کا جھلس دینا۔ سَقَرَتْهُ الشَّمْس بمعنی دھوپ نے اُسے جھلس دیا۔ پھر یہ لفظ جہنم کا عَلَم بن گیا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (۵۴/۴۸) — اب آگ کا مزہ چکھو۔

۶۔ سَمُوْم: سَمّ بمعنی تنگ سوراخ جیسے سوئی کا ناکہ یا کان یا ناک کا سوراخ۔ نیز سَمّ بمعنی زہرِ قاتل۔ اور سموم بمعنی لُو اور گرم ہوا جو زہر کی طرح بدن کے اندر تک سرایت کر جائے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ — تو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں گرم عذاب سے

السَّمُوْمِ (۵۲/۲۷) بچا لیا۔

ماحصل: (۱) صَیْف، موسم گرما۔
(۲) حَرٌّ: حرارت۔ سورج کی تپش۔
(۳) حَمٌّ } ہم معنی ہیں اور گرمی اور گرمجوشی میں
(۴) حمی } ہر طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔
(۵) سَقَر: دوزخ۔ تپش کا جسم کو جھلس ڈالنا۔
(۶) سَمُوْم: سخت گرم ہوا جو بدن میں سرایت کر جائے۔

۶۔۔۔۔ گرمی حاصل کرنا

کے لیے دِفْءٌ اور اِصْطَلٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ دِفْءٌ۔ دَفِئَ (مِنَ الْبَرْدِ) بمعنی گرم ہونا۔ گرمی پانا یا گرمی محسوس کرنا۔ ٹھنڈک سے بچنا اور گرم ہونا۔ (پنجابی نگھا ہونا) اور دَفَّأَ بمعنی گرم کرنا۔ اور اَدْفَأَ بمعنی گرم کپڑا پہننا۔ اور دِفْءٌ بمعنی سخت گرمی بھی اور گرمی حاصل کرنے کا سامان بھی۔ اور اَلدِّفَاءُ بمعنی گرم کپڑے گرمی حاصل کرنے کا سامان۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۱۶/۵) اور چار پایوں کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ ان میں تمہارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان اور دوسرے فائدے بھی ہیں۔ پھر ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔

۲۔ اِصْطَلٰی، صَلٰی بمعنی آگ میں داخل ہونا۔ اور اَصْلٰی اور صَلّٰی بمعنی آگ میں داخل کرنا۔ اور اصطلی بمعنی آگ سے گرمی حاصل کرنا۔ آگ تاپنا۔ سینکنا اور جسم کو ٹھنڈک سے بچنے کے لیے گرم کرنا۔ قرآن میں ہے:

اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (۲۷/۷) یا میں سلگتا ہوا انگارہ تمہارے پاس لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔

ماحصل: گرم کپڑوں سے گرمی حاصل کرنے کے لیے دَفَأَ اور آگ سے گرمی حاصل کرنے کے لیے اِصْطَلٰی آتا ہے۔

۷۔۔۔۔ گرنا۔۔۔۔ گرانا

کے لیے سَقَطَ، خَرَّ، هَدَمَ، هَدَّ، انقض، هبط، وقع، هار، انہار (هور)، هوى، خوى، وجب، ردى، صرع، تلّ، تعس، ادرك، انهمر، صبّ اور سكب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سقط: کسی چیز کا بلندی سے زمین پر گرنا۔ اس کا استعمال عام ہے تاہم اس میں تحقیر کا پہلو پایا جاتا ہے۔ جیسے رَجُلٌ سَاقِطٌ بمعنی کمینہ آدمی (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا (۶/۵۹) اور کوئی پتا تک نہیں گرتا مگر اللہ اسے جانتا ہے۔

پھر جس طرح یہ لفظ مادی طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی طور پر بھی ہوتا ہے ارشادِ باری ہے،

اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا (۹/۴۹) دیکھو یہ لوگ فتنہ میں پڑ گئے۔

اور سُقِطَ فِیْ یَدِہٖ بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے بمعنی کسی کا نادم و شرمندہ ہونا۔ صرف ضمیر کی تبدیلی سے صیغہ بدلتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَلَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا (۹/۱۴۹) اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ وہ بھٹک گئے ہیں۔

اور گرانا کے لیے اَسْقَطَ استعمال ہوگا۔ قرآن میں ہے؛

فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (۲۶/۱۸۷) اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا گراؤ۔

۲۔ خَرَّ: کسی چیز کا آواز اور اضطراب کے ساتھ گرنا (م۔ل) یعنی گرتے وقت بے چینی یا لرزش بھی ہو اور گرنے پر آواز بھی پیدا ہو اور خریر بمعنی پانی کے گرنے کی یا ٹپکنے کی آواز (م۔ل) ارشادِ باری ہے؛

فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ (۳۴/۱۴) پھر جب سلیمانؑ گر پڑے تب جنوں کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی تکلیف میں نہ پڑے رہتے۔

۳۔ هَدَمَ: کسی عمارت یا تعمیر کا گرنا (م۔ل) اور هَدَّمَ بمعنی کسی عمارت کو مسمار کرنا۔ گرانا۔ ڈھا دینا۔

اِنْهِدَام مشہور لفظ ہے جو هَدَمَ کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ (۲۲/۴۰) اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہتا تو یہ خانقاہیں اور گرجے وغیرہ گرائے جا چکے ہوتے۔

۴۔ هَدَّ: کسی عمارت وغیرہ کا ٹوٹ کر دھڑام سے زمین پر گرنا جس سے آواز پیدا ہو (م۔ل) اور بمعنی شدۃ الهدم (ف ل ۴۷) ارشادِ باری ہے:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔ (۱۹/۹۱) قریب ہے کہ اس افترا سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں۔

۵۔ اِنْقَضَّ: کسی عمارت یا دیوار کا تڑخ جانا۔ اور گرنے کے قریب ہونا (ف ل ۲۹۷) قَضَّ الْحَائِطَ بمعنی دیوار کو گرایا۔ اور اِنْقَضَّ الْحَائِطُ بمعنی دیوار پھٹی اور گر پڑی (م۔ق) ارشادِ باری ہے؛

فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ (۱۸/۷۷) پھر انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی تو خضرؑ نے اسے استوار کر دیا۔

۶۔ هَبَطَ: بمعنی گرنا۔ اترنا۔ نکلنا۔ اس لفظ میں قہر اور اضطرار کا پہلو پایا جاتا ہے (مف) هبط الثمن

بمعنی قیمت گر گئی۔ هَبَطَ الزَّمَان زمانہ نے اسے امیر سے غریب بنا دیا۔ هبط المرض بیماری نے اس کا گوشت کھا کر اسے دُبلا اور کمزور بنا دیا (منجد۔ م ق) لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۲/۷۴) اور ان میں سے بعض پتھر ایسے ہیں جو خدا کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

پھر هبط میں قہر اور اضطرار کے علاوہ کبھی تحقیر کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں یہ نکل جاؤ (GET OUT) کے معنی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا (۲/۳۸) تم سب اس جنت سے ایک ساتھ نکل جاؤ۔

اس مفہوم کو کسی شاعر نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے: ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن، بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے!

اور درج ذیل آیت:

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا (۱۱/۴۸) حکم ہوا کہ اے نوح (کشتی سے) سلامتی کے ساتھ اتر آؤ۔

میں بِسَلٰمٍ کا لفظ هَبَطَ سے قہر و اضطرار یا تحقیر کے سب پہلوؤں کو خارج کر کے مشیت ایزدی کے مطابق بنا رہا ہے۔

۷۔ وَقَعَ: بمعنی گرنا۔ ثابت ہونا۔ واقع ہونا۔ یہ لفظ عموماً کراہت شدت اور تکلیف کا ذکر کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور واقعہ سے مراد ایسا حادثہ ہوتا ہے جس میں سختی ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ (۷/۱۷۱) اور جب ہم نے ان (کے سروں پر) پہاڑ کو اٹھا دیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ان پر گرنے کو ہے۔

۸۔ هَارَ (هور) بمعنی کسی چیز کا اس طرح گرنا کہ اس کا کچھ حصہ دوسرے پر گر پڑے (م۔ل) اور اِنْهَار اور انہدام قریب المعنیٰ ہیں۔ انہدام صرف عمارت یا تعمیر یا دیوار کے لیے آتا ہے جبکہ انہار کا دائرہ وسیع ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ (۹/۱۰۹) یا جس نے کسی گرنے والی کھائی کے کنارے پر تعمیر کھڑی کی اور وہ اس تعمیر سمیت جہنم کی آگ میں جا گرا۔

۹۔ هَوٰی: هَوَا مشہور لفظ ہے۔ یعنی آسمان اور زمین کے درمیان فضا کو کہتے ہیں۔ اور هَوٰی بمعنی فضا سے یا بہت بلندی سے کسی چیز کا زمین پر گرنا (م۔ل) ستارہ کے گرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (فل ۲۹۷) ارشادِ باری ہے:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۵۳/۱) قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ گویا وہ مشرک ایسا ہے جیسے آسمان سے گرا۔ پھر اسے

الطَّيْرُ اَوْتَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (۲۲/۳۱) — کسی پرندے نے اچک لیا یا پھر ہوا نے اسے کسی دُور دراز مقام میں جا پھینکا۔

۱۰۔ خوی: خَوٰی اور ھَوٰی قریب المعنی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ھَوَا زمین اور آسمان کے درمیان خالی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور خَوٰی کوئی بھی دو چیزوں کے درمیان خالی جگہ کو۔ جیسے ستارے کے گرنے کے لیے ھَوَی النَّجْمُ کا لفظ استعمال ہوتا ہے ویسے ہی خوی النجم کا بھی ہوتا ہے (م ل) تخویۃ بمعنی دو چیزوں کے درمیان خالی جگہ چھوڑنا۔ اور خوی الدار بمعنی ایسے مکان کا گرنا جو بے آباد اور ویران ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَوْكَالَّذِىْ مَرَّعَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (۲/۲۵۹) — یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر سے گزرا، جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔

۱۱۔ وَجَبَ: اَلْوَجْبَةُ بمعنی کسی چیز کا دھماکے کے ساتھ گرنا (منجد) پھر اس میں موت کا تصور بھی پایا جاتا ہے، کہتے ہیں ضَرَبَهٗ فَوَجَبَ۔ اس نے اس کو مارا اور وہ گر کر مر گیا (م ق) ارشادِ باری ہے:

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (۲۲/۳۶) — (قربانی کرنے کے وقت اونٹوں کی) قطار بنا کر ان پر خدا کا نام لو۔ جب پہلو کے بل گر پڑیں تو ان (کے گوشت) سے خود بھی کھاؤ اور قانع اور سوالیوں کو بھی کھلاؤ۔

۱۲۔ ردی: بمعنی کسی چیز کو اس طرح بلندی سے زمین پر یا زمین سے گڑھے میں پٹخ دینا کہ وہ ہلاک ہونے کو پہنچ جائے (مف۔ م ق) قرآن میں ہے:

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى (۲۰/۱۶) — اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگتا ہے تو تو بھی (اس کے پیچھے لگ کر) ہلاک ہو جائے۔

اور اَرْدَى الرَّجُلَ بمعنی کسی کو کنوئیں میں گرا دینا۔ اور رَدَّى الرَّجُلَ بمعنی آدمی کو گرانا۔ ہلاک کرنا۔ (م ق) ارشادِ باری ہے:

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ (۳۷/۵۶) — کہے گا، خدا کی قسم! تو تو مجھے ہلاک کر ہی چکا تھا۔ (جالندھری) تو تو مجھے ڈالنے لگا تھا گڑھے میں (عثمانیؒ)

اور تَرَدّٰى بمعنی کنوئیں یا گڑھے میں گر پڑنا ہے (م ق) اور مُتَرَدِّيَةٌ وہ جانور جو کسی گڑھے یا کنوئیں میں گر کر مر جائے (۵/۳) ارشادِ باری ہے:

وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى (۹۲/۱۱) — اور جب وہ دوزخ کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اُس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

۱۳۔ صَرَعَ: بمعنی گھبراہٹ اور اضطراب کی وجہ سے زمین پر گر پڑنا (فل ۱۳۰) اور بمعنی سر کے عارضہ (مرگی) کی وجہ سے زمین پر پچھڑنا (منجد) اور صَرْع بمعنی مرگی جس کی وجہ سے مریض بے خود ہو کر دھڑام سے زمین پر گر پڑتا ہے۔ اور صَرَعَ بمعنی کشتی میں اپنے حریف کو زمین پر پٹخ دینا اور پچھاڑنا بھی ہے۔

(م۔ق) ارشاد باری ہے:

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۶۹/۷) — اور تو قوم (عاد) کو ایسے ڈھئے (اور مرے) پڑے دیکھے جیسے کھجوروں کی کھوکھلی جڑیں۔

۱۴۔ تَلَّ: بمعنی کسی کو اوندھے منہ یعنی پیشانی کے بل گرانا (ف ل ۱۸۹) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ (۳۷/۱۰۳) — پھر جب دونوں نے حکم مان لیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔

۱۵۔ تَعَسَ: بمعنی ٹھوکر کھا کر گرنا اور پھر اٹھ نہ سکنا۔ پستی میں گر کر کسی چیز کا ٹوٹ جانا (مف) اور بمعنی منہ کے بل گرا اور ہلاک ہوا (م۔ق) اور تَعِسَ بمعنی پھسلنا اور منہ کے بل گرنا۔ اور اَلتَّعْسَةُ بمعنی ہلاکت (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَهُمْ (۴۷/۹) — اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے لیے ہلاکت ہے۔ وہ گرے منہ کے بل (عثمانیؒ)

۱۶۔ اِدَّارَكَ: دَرَكَ بمعنی کسی چیز کا پیچھے سے دوسری سے ملنا اور پھر اس کے ساتھ مل جانا (م۔ل) دَرَكَ سمندر کی تہہ کو بھی کہتے ہیں اور اس رسی کو بھی جس کے ساتھ پانی کی تہ تک پہنچنے کے لیے دوسری رسی باندھ کر ملائی جاتی ہے (مف) اور اس طرح، کسی ذریعہ سے کسی چیز کی غایت کو پہنچنے کو اَدْرَكَ کہتے ہیں۔ قرآن میں فرعون کے متعلق ہے، حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ (۱۰/۹۰) کا مطلب یہ ہے کہ فرعون کی منزلِ مقصود یا غایت یہی تھی کہ وہ غرق ہو۔ تو ایسے اسباب ملتے گئے جو اسے غرق ہونے تک لے آئے۔ اور اِدَّارَكَ میں بھی یہی تصور پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

بَلِ ادَّارَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ (۲۷/۶۶) — بلکہ آخرت (کے بارے) میں ان کا علم منتہی ہو چکا ہے (جالندھری) تھک کر گر گیا ان کا فکر (عثمانیؒ)

گویا علم کے تمام ذرائع کو اکٹھا اور مربوط کرنے کے بعد بھی وہ تھک ہار کر اور عاجز ہو کر منہ کی کھائیں گے۔ دوسرے مقام پر ہے:

كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا حَتَّى إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا (۷/۳۸) — جب کوئی جماعت دوزخ میں داخل ہوگی تو اپنی (مذہبی) بہن (دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جب سب اس میں گر چکیں گے۔ (عثمانیؒ)

گویا غایت یا منتہی جہنم میں پہنچنا ہے۔ اور تسلسل و ارتباط ایک جماعت کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری کا آتے جانا اور گرتے جانا ہے۔

۱۷۔ اِنْهَمَرَ: هَمَرَ الْمَاءَ بمعنی اس نے پانی گرایا جو بہہ گیا۔ اور اِنْهَمَرَ الْمَاءُ بمعنی پانی گرا اور بہہ گیا۔ (م۔ق) بمعنی پانی یا آنسو کا گرنا اور بہنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ (۵۴/۱۱) — اور ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دہانے کھول دیئے۔

۱۸۔ صَبَّ (الماء) بمعنی اُوپر سے ایک ہی دفعہ پانی انڈیلنا یا گرانا ہے۔ (مف۔فق ل ۲۵۰) اور صَبَّ عَلَیۡہِ الۡبَلَاءَ بمعنی اس پر مصیبت نازل کی (منجد) ارشادِ باری ہے؛

فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰی طَعَامِہٖۤ اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا (۸۰/۲۵) — تو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے بیشک ہم ہی نے پانی برسایا ہے۔

۱۹۔ سَکَبَ: سکب الماء بمعنی پانی کا گرانا اور گرنا۔ اور اسکب بمعنی لگاتار بارش۔ اور الاسکوب بمعنی لگاتار جھڑی۔ اور مَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ بمعنی جَارٍ دَائِمًا (ہمیشہ بہنے والا پانی (م۔ق) گویا سکب میں پانی وغیرہ کا اُوپر سے گرنا۔ بہنا۔ اور تسلسل یا دوام تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے؛

وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ۙ وَّ مَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ (۵۶/۳۱) — اور لمبا سایہ اور پانی بہتا ہوا۔

ماحصل:

(۱) سقط: اُوپر سے کوئی چیز گرنا۔ عام ہے۔
(۲) خَرّ: اضطراب اور آواز کے ساتھ کسی چیز کا گرنا۔
(۳) ھدم: عمارت یا دیوار یا تعمیر کا گرنا۔
(۴) ھدّ: عمارت یا دیوار یا تعمیر کا دھڑام سے گرنا۔
(۵) انقض: دیوار یا عمارت کا پھٹ جانا اور گرنا یا گرنے کے قریب ہونا۔
(۶) ھَبَطَ: اضطرار یا تکلیف سے گرنا۔ اُترنا۔ نکلنا۔
(۷) وَقَعَ: کسی چیز کے گرنے میں کراہت اور سختی بھی ہونا۔
(۸) ھَارَ: کسی چیز کے کچھ حصے کا دوسرے پر گرنا۔
(۹) ھَوٰی: آسمان یا بہت بلندی سے گرنا۔
(۱۰) خوی: دو چیزوں کے درمیان خلا سے گرنا۔
(۱۱) وجب: دھڑام سے گر کر مرنا۔ یا مرتے مرتے دھڑام سے گرنا
(۱۲) ردی: کسی گڑھے میں گر کر ہلاکت کو پہنچنا۔
(۱۳) صرع: پچھاڑنا اور پچھڑنا جیسے کشتی میں یا موت یا مرض سے
(۱۴) تل: ماتھے کے بل گرانا۔
(۱۵) تعس: ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرنا۔
(۱۶) ادّرك: تھک ہار کر اور عاجز ہو کر گر پڑنا۔
(۱۷) انھمر: پانی کا گرنا اور بہنا۔
(۱۸) صَبّ: پانی کا گرانا یا انڈیلنا اور بہنا (یکبارگی بہنا)
(۱۹) سَکَبَ: پانی کا لگاتار گرنا اور بہتے جانا۔

۸ــــــ گروی رکھنا

کے لیے رَھَنَ اور اَبۡسَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَھَنَ: بمعنی قرض وغیرہ کے عوض مقروض کا قرضخواہ کے پاس کوئی چیز ضمانت کے طور پر رکھنا۔ گروی رکھنا اور رَاھِن بمعنی گروی رکھی ہوئی چیز۔ عام ہے۔ خواہ بے جان ہو یا جاندار۔ اور رِہَانٌ مقابلہ میں شرط کے طور پر رکھی ہوئی چیز کو بھی کہتے ہیں۔ اور قرضہ یا عام حالات کے تحت رکھی ہوئی چیز کو بھی (مف) ارشادِ باری ہے؛

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمۡ تَجِدُوۡا کَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقۡبُوۡضَةٌ (۲/۲۸۳) — اور اگر تم سفر پر ہو اور (دستاویز لکھنے کے لیے) کاتب نہ مل سکے تو رہن با قبضہ رکھ کر (قرض لے لو)

جس طرح یہ لفظ مادی طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (۷۴/۳۸) ہر شخص اپنے کیے میں گروی ہے۔

۲۔ اَبْسَلَ : بمعنی کسی کو ہلاکی کے سپرد کرنا۔ رہن رکھنا (منجد) یرغمال رکھنا۔ جب مرہونہ چیز کوئی جاندار ہو تو اس لفظ کا استعمال ہوگا جبکہ رہن کا لفظ عام ہے۔ اور بمعنی اسلمہ للھلاک۔ ابسل نفسہ للموت (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ (۶/۷۰) اور اس قرآن کے ذریعہ انھیں نصیحت کیجیے، ایسا نہ ہو کوئی اپنے کیے میں ہلاکت میں ڈالا جائے۔

ماحصل: (۱) رَاهَنَ : قرض وغیرہ کے عوض کوئی چیز گروی رکھنا۔
(۲) اَبْسَلَ : اپنے آپ کو یا کسی جاندار کو گرفتاری اور ہلاکت (یرغمال) کے طور پر پیش کر دینا۔

۹ ــــــ گڑھا

کے لیے حُفْرَةٌ اور جُرُفٌ، اُخْدُوْدٌ، غَائِطٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حُفْرَةٌ اور حَفِيْرَةٌ بمعنی گڑھا۔ حَفَرَ بمعنی گڑھا کھودنا۔ اور حَفَرٌ بمعنی گڑھے سے نکالی ہوئی مٹی اور مِحْفَرٌ وہ آلہ جس سے گڑھا کھودا جائے (منجد) مثل ہے مردودٌ فی الحافرۃ بمعنی ع "پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا"۔ ارشادِ باری ہے:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (۳/۱۰۳) اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر (کھڑے) تھے سو اللہ نے تمھیں بچا لیا۔

۲۔ جُرُفٌ : ندی یا دریا کا کنارا جسے پانی نے اندر سے ڈھا کر کھوکھلا کر دیا ہو (منجد) کھائی (پنجابی لفظ من یاننی) اس مفہوم کو ٹھیک ادا کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

أَمْ مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ (۹/۱۰۹) یا جس نے گر پڑنے والی کھائی کے کنارے پر بنیاد رکھی۔

۳۔ اُخْدُوْدٌ : الخدّ والاُخدود بمعنی زمین میں مستطیل اور گہرا گڑھا (ج اخادید) (مف) اور اَلْخَدُّ بمعنی پانی کی نہر۔ لمبا گڑھا۔ اور اَلْخَدَّةُ وَالْاُخْدُوْدُ بمعنی گڑھا (منجد) یعنی اخدود وہ لمبا، گہرا اور مستطیل شکل کا گڑھا ہے جو خود کھودا گیا ہو۔ خندق۔ کھائی۔ ارشادِ باری ہے:

قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُوْدِ (۸۵/۴) خندقوں (کے کھودنے) والے ہلاک کر دیے گئے۔[1]

۴۔ غَائِطٌ : غَوْطٌ بمعنی پست زمین اور غَاطَ الْحُفْرَةَ بمعنی گڑھا کھودنا۔ اور غَوَّطَ الْبِئْرَ کنوئیں کو گہرا کھودنا۔ اور الغائط بمعنی پست زمین۔ قضائے حاجت کی جگہ۔ پائخانہ (منجد) اور یہ کنایہ ہے کہ شرم و حیا والا آدمی پیشاب کے لیے گہری جگہ کا متلاشی ہوتا ہے (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ (۴/۴۳) یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو۔

---

[1] اخدود کا لفظ صاحب منجد کے نزدیک واحد ہے جبکہ جالندھری نے اس کا ترجمہ جمع کی صورت میں کیا ہے۔

ماحصل: (۱) حُفْرَۃ: گڑھا۔ عام لفظ۔

(۲) جُرُف: ندی، نہر یا دریا کا کنارا جسے پانی نے نیچے سے مٹی بہا کر کھوکھلا کر دیا ہو۔

(۳) اُخْدُوْد: خندق۔ کھائی۔ خود کھودا ہوا مستطیل اور گہرا گڑھا۔

(۴) غَائِط: پست زمین۔ کنایۃً قضائے حاجت کی جگہ۔

۱۰ ــــــ گزرنا

کے لیے سَبَقَ، خَلَا، سَلَفَ، مَرَّ، مَضٰی اور اِنْسَلَخَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَبَقَ: بمعنی دوسرے کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے نکل جانا۔ بڑھ جانا (مف۔م ق) گویا سبق ضرور اپنے مسبوق کا مقتضی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (۵۹/۱۰) — اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ بھی معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کے بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اور جب یہ گزرنا کے معنوں میں آئے تو اس کا معنی "پہلے گزرنا" ہوگا۔ یعنی اس کے بعد بھی کئی چیزیں گزر چکی یا گزری ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

کَذٰلِکَ نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ (۲۰/۹۹) — اس طرح ہم تم سے وہ خبریں (حالات) بیان کرتے ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

۲۔ خَلَا: بمعنی خالی ہونا۔ ایک چیز کا دوسری سے جدا ہونا (م۔ل) اس حال میں گزر جانا کہ کسی نے مزاحمت نہ کی ہو۔ زمان و مکان دونوں کے لیے آتا ہے (مف) اور خَلّٰی بمعنی خالی کر دینا۔ قرآن میں ہے، فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ (۹/۵) یعنی ان کا راستہ خالی کر دو۔ راستہ سے پرے ہٹ جاؤ اور انھیں جانے دو یا راستہ چھوڑ دو اور مزاحمت نہ کرو۔ اور خَلَاء خالی مکان کو بھی کہتے ہیں اور زمین و آسمان کے درمیان خالی جگہ کو بھی۔ گویا خلا میں کسی چیز کے گزر جانے کے ساتھ جگہ یا وقت کے خالی ہونے کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ (۲/۱۴۱) — وہ ایک امت تھی جو گزر گئی، اسے وہی کچھ ملے گا جو اس نے کمایا۔

۳۔ سَلَفَ: بمعنی آگے بڑھنا۔ اور سَلَفَ الْقَوْمِ بمعنی قوم سے آگے نکلنا (منجد) اور سَلَف بمعنی متقدم یعنی پہلے گزر جانے والا (مف) اور اس کی ضد خَلَف ہے اور جمع اَسْلَاف اور آسلاف بمعنی گزرے ہوئے نیک آباؤ اجداد۔ اور سَلَفی وہ شخص جو اُن سے تعلق رکھنا پسند کرے۔ اور خَلْف بمعنی پیچھے آنے والے نالائق جانشین گویا سَلَفَ جب گزرنا کے معنوں میں آئے تو اس میں بعد میں آنے والی نسلوں یا اسی جیسے آنے والے واقعات کا تصور پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا — اور یہ کہ تم دو بہنوں کو بیک وقت اکٹھا نکاح میں رکھو

قَدْ سَلَفَ (۴/۲۲) یہ بھی تم پر حرام ہے) مگر جو پہلے گزر چکا۔

۴۔ مَرَّ: بمعنی کسی چیز کے پاس سے گزر جانا (مف) قرآن میں ہے:

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ (۲/۲۵۹) یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر سے گزرا۔

اور اِسْتَمَرَّ بمعنی گزرتے جانا۔ ایک حالت یا طریقہ پر باقی رہنا۔ ہمیشگی کرنا (منجد) اور مُرُوْرِ اَیَّام بمعنی دنوں کا گزرتے جانا۔ اور مَرَّ بھی اِسْتَمَرَّ کے معنوں میں قرآن میں آیا ہے۔ جیسے فرمایا:

حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ۔ (۷/۱۸۹) تو اُسے ہلکا سا حمل ٹھہر گیا جس کے ساتھ وہ چلتی پھرتی رہی۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (۵۴/۲) اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے ہمیشہ سے چلا آتا۔

اور یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا (۱۲/۱۰۵) یعنی ان بستیوں پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے۔

گویا مَرَّ میں گزرنے کے ساتھ استمرار کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔

۵۔ مَضٰی: بمعنی گزر جانا اور چلے جانا (مف) اور مَضٰی کی ضد اِسْتَقْبَلَ ہے۔ یعنی سامنے سے آنا۔ اور مَضٰی بمعنی سامنے سے چلے جانا اور ہٹ جانا (فق ل ۲۵۲) اور ماضی بمعنی گزرا ہوا زمانہ (ضد مستقبل یعنی آنے والا زمانہ) احداث و اعیان دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ خواہ کوئی بات ہو یا واقعہ (مف)

اور مَضٰی عَلَی الْاَمْرِ بمعنی کسی کام پر ہمیشگی کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ (۸/۳۹) اور اگر یہ لوگ ویسی ہی حرکات کریں گے تو جو پہلوں کا طریقہ گزر چکا ہے (وہی ان سے سلوک ہوگا)

اور دوسرے مقام پر ہے:

حَتّٰۤی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا (۱۸/۶۰) یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگھم پر پہنچ جاؤں یا پھر برس ہا برس چلتا رہوں گا۔

۶۔ اِنْسَلَخَ: سَلَخَ بمعنی کھال کھینچنا۔ اور سَلَخَ اور اِنْسَلَخَ الشَّهْرُ بمعنی کسی قمری مہینہ کی آخری تاریخ ہو جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ (۹/۵) پھر جب عزت والے مہینے گزر جائیں۔

ماحصل: (۱) سَبَقَ: پہلے گزر جانا۔ اپنے مسبوق کو بھی چاہتا ہے۔

(۲) خَلَا: میں گزرنے کے ساتھ جگہ یا وقت کے خالی ہونے کا تصور بھی پایا جاتا ہے اور اس جگہ کسی دوسری چیز کے آنے کا۔

(۳) سَلَفَ: گزرنے کے ساتھ پچھلے سے نسبت کا بھی مقتضی ہوتا ہے۔

(۴) مَرَّ: میں گزرنے کے ساتھ استمرار یعنی ہمیشہ کرنے کا تصور بھی پایا جاتا ہے یا کسی چیز کے پاس سے گزرنے کا۔

(۵) مَضٰی: محض گذشتہ زمانہ میں کسی کام کے سرانجام پانے کا معنی دیتا ہے۔

(٦) انسلخ: کسی قمری مہینے کا گزر جانا۔

۱۱۔۔۔۔۔ گلا

کے لیے حُلقُوم اور حَنَاجِر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حُلقُوم: بمعنی حلق۔ گلا۔ وُہ جگہ جہاں سے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے (مف) معروف عضو ہے حلقوم اور حلق کے معنیٰ میں کچھ فرق نہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَوْلَآ إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ (۵۶/۸۳) پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب رُوح گلے تک پہنچتی ہے تو...

۲۔ حَنَاجِر: (حنجرہ کی جمع) سانس کی نالی۔ نرخرہ (منجد) قرآن میں ہے:

وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُونَا (۳۳/۱۱) اور دل گلوں تک آگئے تھے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے خیال کرنے لگے تھے۔

ماحصل: حنجرہ، صرف سانس کی موٹی نالی یا نرخرہ کو کہتے ہیں جبکہ حلق میں اس کے باہر کی جلد بھی شامل ہے۔

۱۲۔۔۔۔۔ گم ہونا۔۔ ہاتھ نہ لگنا

کے لیے فَاتَ، فَقَدَ اور ضَلَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ فَاتَ: کسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا فَاتَ الْاَمْر بمعنی کام کرنے کا وقت ہاتھ سے نکل گیا اور واپس نہ ہوسکا (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَآ اٰتٰكُمْ (۵۷/۲۳) تاکہ جو کچھ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو کچھ تمہیں دیا اس پر اترایا نہ کرو۔

۲۔ فَقَدَ: کسی چیز کا نہ ملنا۔ موجود نہ ہونا (م۔ ل) خواہ وُہ بعد میں مل جائے۔ اور بمعنی کسی چیز کے موجود ہونے کے باوجود اس کا نہ پایا جانا۔ اور یہ عَدَم سے اخص ہے (مف) قرآن میں ہے:

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ۔ (۱۲/۷۱) وُہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے "تمہاری کیا چیز مل نہیں رہی۔

اور تَفَقَّدَ کے معنی اس بات کا جائزہ لینا کہ کوئی چیز گم تو نہیں ہوئی۔ امام راغب کے الفاظ میں کسی چیز کے گم ہونے کو معلوم کر لینا (مف) گمشدہ چیز کی تلاش کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ (۲۷/۲۰) اور حضرت سلیمانؑ نے جانوروں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے کیا بات ہے کہ مجھے ہدہد نظر نہیں آرہا؟

۳۔ ضَلَّ: کا لفظ اصل میں تو راستہ کھو دینے اور گم کر دینے کے معنوں میں آتا ہے لیکن کبھی یہ لفظ خود کسی چیز کے اپنے وجود کو کھو کر دوسری چیز کے مل جانے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ اور کافر کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں ملیامیٹ

ءَ اِنَّا لَفِی خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ (۳۲/۱۰) ہوجائیں گے تو کیا از سرِ نو پیدا ہوں گے۔

ماحصل: (۱) فَاتَ: موقع ہاتھ سے نکل جانا۔ کسی چیز کے ملنے کی امید نہ رہنا۔

(۲) فَقَدَ: وقتی طور پر کسی چیز کا موجود ہونے کے باوجود نہ ملنا۔

(۳) ضَلَّ: کسی چیز کا اپنے وجود کو دوسری میں مدغم کرکے نہ مل سکنا۔

۱۳۔ گمان کرنا۔۔۔خیال کرنا

کے لیے ظَنَّ[1]، زَعَمَ[2] اور حَسِبَ[3] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ظَنَّ: کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظَنّ کہتے ہیں۔ اگر علامات قوی ہوں تو ظَنّ علم اور یقین کے معنی دیتا ہے۔ اس صورت میں اس لفظ سے پہلے اَنَّ یا اَنْ آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

(۱) اَلَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّہُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّہِمۡ (۲/۴۶) جو یقین کیے ہوئے ہیں کہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں۔

(۲) وَظَنَّ اَنَّہُ الۡفِرَاقُ (۷۵/۲۸) اور اس (جاں بلب شخص) کو یقین ہو گیا کہ اب سب سے جدائی ہے۔

(۳) بَلۡ ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ لَّنۡ یَّنۡقَلِبَ الرَّسُوۡلُ (۴۸/۱۲) اور تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اب رسول کبھی لوٹ کر نہ آئے گا۔

اور جب ظَنّ کا معنی محض وہم اور شک کی حد تک رہے تو اس سے پہلے اِنّ یا اِنْ آتا ہے۔ اور اس کی دوسری علامت یہ ہے کہ ظن کے مقابلہ میں کوئی ایسا لفظ بطور قرینہ موجود ہوتا ہے، جو ظن کے معنی وہم اور شک میں بدل دیتا ہے (مف) اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا۔ (۵۳/۲۸) بیشک ظن، حق کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا۔

اس مثال میں اِنَّ اور ظَنّ کے مقابلہ میں حق، دونوں باتیں ظَنّ کے معنی وہم و شک بنا رہی ہیں۔

(۲) اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَیۡقِنِیۡنَ (۴۵/۳۲) ہم تو اُسے محض وہم ہی خیال کرتے ہیں اور اس پر یقین نہیں آتا۔

اس مثال میں اِنْ اور ظن کے مقابلہ میں یقین کے الفاظ ظن کے معنی وہم بنا دیتے ہیں۔

(۳) اَلظَّآنِّیۡنَ بِاللّٰہِ ظَنَّ السَّوۡءِ (۴۸/۶) جو خدا کے بارے میں بُرے خیال رکھتے ہیں۔

اس مثال میں ظَنّ کے مقابلہ میں ظَنَّ السَّوۡءِ، ظَنّ کے معنی وہم اور شک سے مختص کر رہا ہے۔

پھر وہم اور یقین کے درمیان شک اور گمان غالب کے بھی درجے ہیں۔ اور ظَنّ کا لفظ ان سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے (مف)۔

۲۔ زَعَمَ: گمان باطل کے لیے آتا ہے۔ ابن الفارس کے الفاظ میں اَلْقَوْلُ مِنْ غَیْرِ صِحَّۃٍ وَّلَا یَقِیْنٍ (م۔ل) یعنی ایسی بات جو نہ تو یقینی ہو اور نہ درست ہی ہو۔ قرآن کریم میں یہ لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہاں گمان کرنے والے کی مذمت ہی کی گئی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا (۶۴/۷) کافروں کا خیال ہے کہ انھیں ہرگز نہیں اٹھایا جائیگا۔

۳۔ حَسِبَ: حَسَبَ بمعنی حساب کرنا۔ شمار کرنا۔ گننا۔ اور حَسُبَ عزت و شرف والا ہونا۔ اور حَسِبَ بمعنی گمان کرنا یا خیال کرنا۔ اور یہ لفظ ایسے گمان کے لیے آتا ہے جس کے متعلق گمان کرنے والا دل میں امید وابستہ کیے ہوتا ہے اگرچہ اسے یقین کا درجہ نہیں دیتا۔ گمانِ غالب۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَلَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ (۲/۲۱۴) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی مشکلیں پیش ہی نہیں آئیں۔

ماحصل: (۱) ظن کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اور ہر طرح کے خیال و گمان یعنی وہم۔ گمان۔ غالب اور یقین سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۲) زعم گمانِ باطل کے لیے اور (۳) حَسِبَ: ایسے گمان کے لیے جس کے متعلق گمان کرنے والا پر امید ہو۔

گمراہی۔ گمراہ ہونا اور کرنا ___ کے لیے دیکھیے "بھکنا اور بہکانا"

۱۴ ___ گناہ

کے لیے ذَنْب، خَطَا، حُوْب، حِنْث، اِثْم، اجرام، جُنَاح اور لَمَم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ذَنْب: ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس کا انجام بُرا ہو (مف) اور بمعنی ما یتبع الذم (فق ل ۱۹۳) اور اس کا اطلاق اس قدر عام ہے کہ چھوٹی چھوٹی لغزش سے لے کر بڑے سے بڑے گناہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ (ج ذنوب) ارشادِ باری ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (۴۸/۱-۲) اے محمدؐ! ہم نے تمہیں صریح فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخش دے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ گناہ رسول اللہؐ کی اجتہادی لغزشیں ہی ہو سکتی ہیں ورنہ آپ سے ارادۃً کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے صدور کا ایک مسلمان تصور تک نہیں کر سکتا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَہُمْ (۹/۴۳) اللہ آپ کو معاف فرمائے۔ آپ نے منافقوں کو (جہاد سے رخصت) کی اجازت کیوں دی؟

اور بڑے سے بڑا گناہ قتل ناحق ہوتا ہے اس پر بھی لفظ ذَنب کا اطلاق ہوا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ (۲۶/۱۴) | (حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ) میرے ذمہ ان کا ایک گناہ (خون ہے) اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے مار ہی نہ ڈالیں۔

۲۔ خَطَا: ایسا گناہ جس کے کرنے کا انسان کا ارادہ نہ ہو مگر اتفاقاً ہو جائے یا سہواً۔ مثلاً کسی شکاری نے تیر تو شکار کو مارا اور وہ لگ کسی انسان کو گیا جس سے وہ مر گیا۔ ایسی خطا اگر قابل حد یا تعزیر ہو تو سزا میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اسے خِطْأ یا خَطَأ کہتے ہیں۔ اور اگر دوسری نوع کی ہوں تو اللہ تعالیٰ استغفار اور نیک اعمال کے بدلہ میں معاف بھی فرما دیتے ہیں اور اسے خَطَاء کہتے ہیں (فق ل ۴۰) (ج خطایا) اور خَطِیٌٔ (ج خطیئات) بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ اِلَّا اَنْ يَّصَّدَّقُوْا (۴/۹۲) | اور جو بھول چوک کر بھی مومن کو مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام بھی آزاد کرے اور مقتول کے ورثاء کو خون بہا بھی دے الا یہ کہ وہ معاف کر دیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ (۲/۵۸) | اور حطۃ (بخشش کی پکار) کہنا۔ ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے۔

۳۔ حُوْب: اَلْحُوْبَة ماں باپ، بہن، بیٹی۔ کہتے ہیں اِنَّ لِی حُوْبَةً اَعُوْلُهَا یعنی میرے بال بچے ہیں جن کی میں کفالت کرتا ہوں (منجد) اور حُوب بمعنی اولاد کا والدین کی نافرمانی یا والدین کی اولاد پر شفقت اور تربیت میں کوتاہی کرنا (م۔ ل) اور امام راغب کے نزدیک جن کاموں سے سختی سے روکا گیا ہے ان کا ارتکاب حُوب کہلاتا ہے (مف) اور حُوْب کا بنیادی معنی ڈانٹ (زجر) ہے۔ اور حوب ہر وہ گناہ ہے جس کا فاعل مستحق زجر ہو (فق ل ۱۹۲) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلٰى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا (۴/۲) | اور یتیموں کا مال اپنے مال میں شامل کر کے ہضم نہ کر جاؤ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔

۴۔ حِنْث: بمعنی غلط اور جھوٹی قسم۔ گناہ اور نافرمانی (مف) اور حَنِثَ فِی الْیَمِیْن بمعنی قسم کی خلاف ورزی کرنا (م۔ ل) اور حَنِثَ بمعنی باطل کی طرف جھکنا۔ مائل ہونا (منجد) گویا حِنث سے مراد ایسا گناہ ہوتا ہے جو عہد و پیمان یا قسم توڑنے سے متعلق ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ (۵۶/۴۶) | اور وہ لوگ گناہِ عظیم پر اصرار کرتے تھے۔

۵۔ اِثْم: بمعنی ہر وہ عمل جو کارِ خیر یا ثواب سے پیچھے رکھے یا روکے (مف م ل) (ج آثام) (ضد بِرّ) نیز اثم کا لغوی معنی تقصیر ہے (فق ل ۱۹۳) ارشادِ نبویؐ ہے: اَلْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَ

اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِیْ صَدْرِكَ یعنی نیکی وُہ ہے کہ اس سے دل مطمئن ہو اور اِثْم وُہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے۔

گویا اِثْم ایسی کیفیت کا نام ہے کہ انسان کا دل نیکی کے کاموں سے تو پیچھے رہے اور گناہ کے کاموں کی طرف مائل ہو اور موقعہ ملنے پر اس گناہ سے نہ چوکے۔ یعنی اِثْم کا تعلق عمل سے زیادہ دل سے ہے اور ایسے شخص کو اَثِیْم کہتے ہیں جس کی ضد سَلِیْم ہے۔ ارشادِ باری ہے:

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۲/۵)
نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (۲/۲۸۳)
اور شہادت کو مت چھپاؤ۔ اور جو کوئی اسے چھپائے تو اس کا دل گنہگار ہے۔

۶۔ اِجْرَام: جُرْم صرف وُہ کام سمجھا جاتا ہے جس کی از روئے قانون سزا مقرر ہو۔ لیکن یہ نہ از روئے قرآن درست ہے نہ از روئے لغت۔ جُرْم۔ جَرِیْمَۃ بمعنی بڑے گناہ والا ہونا۔ اور اَجْرَم بمعنی اکتساب یا ارتکاب مکروہ۔ اور اِجْرَام بمعنی گناہ کا وبال ہے (منجد) جُرْم کا بنیادی معنی القطع۔ اور جُرْم ہر وُہ کام ہے جس سے کسی واجب امر کی ادائیگی نہ ہو یا واجب کو ادا نہ کرنا، جُرْم ہے (فق ل ۹۳) ارشادِ باری ہے:

قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ (۱۱/۳۵)
آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ قرآن میں نے اپنے دل سے بنا لیا ہے تو میرے گناہ کا وبال مجھ پر ہے اور میں اس سے بری ہوں جو گناہ تم کرتے ہو۔

۷۔ جُنَاح کے معنی دراصل گناہ نہیں بلکہ گناہ کی طرف جھکاؤ یا میلان ہے۔ جَنَحَ بمعنی جھکنا۔ مائل ہونا۔ (منجد) قرآن میں اکثر آتا ہے، لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ، یا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ بمعنی کوئی حرج نہیں، کوئی قابلِ گرفت یا قابلِ مواخذہ بات نہیں، وغیرہ۔ جیسے فرمایا:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ (۲/۲۳۶)
جن عورتوں کو تم نے چھوا نہیں، انھیں طلاق دینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

اور جَنَاح (ج مفتوحہ بمعنی بازو۔ پر۔ پہلو) کا لفظ خیر کی طرف جھکاؤ کے لیے آتا ہے جیسے فرمایا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (۱۷/۲۴)
اور عجز و نیاز سے اپنا پہلو ان دونوں (والدین) کے آگے جھکا دے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ
اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان کے لیے اپنا

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۶/۲۱۵) پہلو جھکادو (تواضع سے پیش آؤ)۔

۸۔ لَمَم: بمعنی کسی بڑے گناہ کی طرف لے جانے والے چھوٹے چھوٹے گناہ جو اس کام میں ممد ثابت ہوں اور اَلَمَّ بمعنی چھوٹے گناہوں کا ارتکاب کرنا (منجد) جیسے زنا سے پہلے کسی غیر عورت کے پاس آنا جانا یا اس سے آزادانہ گفتگو، یا چوری سے پہلے اس کے متعلق صلاح و مشورے سب لمم کی تعریف میں آتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے ؛

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (۵۳/۳۲) جو لوگ صغیرہ گناہوں کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں تو بیشک تیرا پروردگار بڑی بخشش والا ہے۔

ماحصل: (۱) ذَنب: عام ہے ہر چھوٹے بڑے گناہ کے لیے۔

(۲) خَطَا: ایسا گناہ جو بلا ارادہ سرزد ہو۔

(۳) حُوب، عائلی معاملات سے تعلق رکھنے والے بڑے گناہ۔ قابلِ زجر گناہ۔

(۴) حِنث قسم توڑنا۔ عہد و پیمان سے تعلق رکھنے والے بڑے گناہ۔

(۵) اِثم: گناہ کی طرف طبیعت کا آمادہ رہنا اور وقت آنے پر ارتکاب سے نہ چوکنا۔

(۶) اِجرام: بڑے گناہ کا وبال۔

(۷) جُناح: گناہ کی طرف میلان۔ حرج کے معنی دیتا ہے۔

(۸) لَمَم: صغیرہ گناہ جو کسی بڑے گناہ کی طرف لے جاتے ہوں۔

۱۵ —— گنہگار

کے لیے اِثم سے اٰثِمٌ اور اَثِيْمٌ، خَطَا اور خِطَا سے خَاطِئٌ، اِجرام سے مُجْرِمٌ کے علاوہ فَاسِق اور فَاجِر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱ تا ۳: اٰثِم، اَثِيْم، خَاطِي اور مُجْرِم کی تشریح گناہ میں گزر چکی ہے۔

۴۔ فَاسِق: فَسَقَ بمعنی حق و اصلاح کے رستہ سے ہٹ جانا۔ بدکار ہونا (منجد) اطاعت سے باہر نکل جانا (م-ل) شرعی احکام کا خیال نہ رکھنا (مف) فَاسِقٌ کا لفظ عادی نافرمان کے لیے بولا جاتا ہے۔ بدکردار۔ تاہم ایسا شخص گناہ کے کام کو گناہ اور نافرمانی سمجھتا ضرور ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (۴۹/۶) اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی بدکار کوئی خبر لیکر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

۵۔ فَاجِر: (ج فُجَّار، ضد ابرار) فَجَرَ بمعنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا۔ اور فاجر بمعنی دین کی پردہ دری اور نافرمانی کرنے والا۔ بدکار۔ بدکردار جو گناہ کرتا جائے اور تائب نہ ہو (مف) اور فجود بمعنی گناہوں میں منہمک۔ زانی (منجد) اور فَجَرَ بمعنی ڈھٹائی کرنا۔ ڈھیٹ بن جانا۔ اور فاجر

ایسا گنہگار ہے جو گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے۔ بدمعاش۔ ارشادِ باری ہے:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ۔ (۸۳/۷) — سن رکھو کہ بدکاروں کے اعمال سجین میں ہیں (جالندھری) عمل نامہ گنہگاروں کا سجین میں ہے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) اَثِم: کبھی کبھار گناہ کے کام کرنے والا۔ اَثِیم: جس کی طبیعت ہر وقت گناہ کے ارتکاب پر آمادہ ہے۔

(۲) خَاطِئ: ایسا گنہگار جس سے بھول چوک سے گناہ ہو جائے۔

(۳) مُجرِم: کسی بڑے گناہ کا مرتکب۔

(۴) فَاسِق: ایسا نافرمان یا گنہگار جو گناہ کو گناہ سمجھتا ضرور ہو۔

(۵) فَاجِر: ایسا گنہگار اور بدکردار جو ڈھیٹ بن چکا ہو اور گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھتا ہو۔ بدمعاش۔

۱۶ — گندگی — نجاست

کے لیے تَفَث، رِجْز، رُجْز اور رِجْس کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱- تَفَث: تَفِثَ بمعنی کسی چیز پر میل کچیل کا چڑھ جانا۔ اور قَضٰی تَفَثَ بمعنی ایسی میل کچیل کو دور کرنا (منجد) اور ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ناخنوں کا کاٹنا، لبوں کا کترنا، خوشبو لگانا۔ اور نکاح کے علاوہ باقی تمام اشیاء جو محرم پر حرام ہوتی ہیں ان کا استعمال ہے (م۔ل) بمعنی بدن کی صفائی جس میں ناخن کاٹنا اور بڑھے ہوئے بال تراشنا، نہا دھو کر میل صاف کرنا اور بعد میں صاف ستھرے کپڑے پہن کر خوشبو وغیرہ لگانا سب کچھ قَضٰی تفث میں شامل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (۲۲/۲۹) — پھر (حاجی لوگ قربانی کے بعد) وہ اپنا میل کچیل دور کریں، نذریں پوری کریں اور قدیمی گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں۔

۲- رِجز: رَجَزَ بمعنی اضطراب پیدا کرنا۔ اور رَجَزَ فُلَانٌ بمعنی اس نے بحر رجز پر شعر پڑھے۔ اور رجزیہ اشعار وہ ہوتے ہیں جو دورانِ جنگ لڑائی پر ابھارنے کے لیے پڑھے جاتے ہیں۔ اور عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ میں رجز بمعنی اضطراب پیدا کر دینے والا ہے۔ اور رِجْز سے مراد وہ شیطانی وساوس ہیں جو دل میں اضطراب اور بُری خواہشات پیدا کرتے رہتے ہیں (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (۸/۱۱) — جب اس نے (تمہاری) تسکین کے لیے اپنی طرف سے تمہیں اونگھ (کی چادر) چڑھا دی اور تم پر آسمان سے پانی برسایا کہ تم کو اس سے (نہلا کر) پاک کرے اور شیطانی نجاست کو تم سے دور کرے۔

یہاں رجز الشیطٰن سے مراد وہ شیطانی وساوس ہیں جو جنگِ بدر میں شکست کی صورت میں دلوں میں پیدا ہو سکتے تھے۔

رُجز: رِجز اور رُجز دراصل ایک ہی لفظ ہے (منجد) اور اس میں وہی فرق ہے جو حَمل اور حِمل یا وَقر اور وِقر میں ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے بوجھ) اور اس لفظ کا اطلاق ان تمام شیطانی وساوس پر ہوتا ہے جو دل میں موجود ہوں۔ خواہ یہ غیر اللہ کی عبادت سے متعلق ہوں یا بُرے خیالات سے ارشادِ باری ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (۷۴/۵) اور اپنے کپڑوں کو صاف رکھو اور ناپاکی سے دُور رہو۔

۳۔ رِجس: ایسی چیزوں کی نجاست جنھیں شریعت نے پلید (ناپاک) یا حرام قرار دیا ہو (منجد) پھر یہ مادی اور معنوی دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ (۶/۱۴۶) بجز اس کے کہ مرا ہوا جانور یا بہتا لہو یا سور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ (۹/۱۲۵) اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اُن کے لیے گندگی پر گندگی کو زیادہ کیا۔

یہاں رِجس سے مراد کفر و شرک کی نجاست ہے۔ اور یہ رِجس کا معنوی استعمال ہے۔ (نیز دیکھیے "ناپاک")

ماحصل: (۱) تفث: بدن کا میل کچیل۔ (۳) رِجس: حرام اور گندی چیزوں کی نجاست۔

(۲) رِجز: اضطراب پیدا کرنے شیطانی وساوس۔

۱۷۔ گننا

کے لیے عَدَّ، حَسَبَ اور اَحْصٰی (حصو۔ حصی) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَدَّ: بمعنی گننا۔ گنتی کرنا۔ شمار کرنا۔ معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ عدد بمعنی گنتی ہندسہ قرآن میں ہے:

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا (۱۸/۱۱) تو ہم نے غار میں گنتی کے سال ان کے کانوں پر (نیند کا) پردہ ڈالے رکھا۔

۲۔ حَسَبَ يَحْسُبُ حِسَابًا وَحُسْبَانًا بمعنی گنتی کرنا اور اس کا حساب رکھنا۔ گنتی میں نظم و ضبط رکھنا (م ل) تاکہ حساب میں کچھ فرق نہ آئے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا (۶/۹۶) اور اسی نے رات کو (باعثِ) آرام اور سورج اور چاند کو (ذرائع) شمار بنایا ہے۔

۳۔ اَحْصٰی: حَصٰی بمعنی کنکری اور حصی یحصی بمعنی کنکر مارنا۔ عرب لوگ عموماً حساب دان نہ ہونے کی وجہ سے کنکریوں پر شمار کرتے تھے۔ لہٰذا یہ لفظ شمار کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

اَحْصٰی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) گننا اور (۲) اس پر قدرت رکھنا یا اس کا ریکارڈ رکھنا۔ اسے یاد رکھنا (م۔ل) اور یہ عَدَّ سے اخص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو گن نہ سکو گے۔ (۱۴/۳۴)

اور کبھی یہ لفظ صرف حساب پر قدرت رکھنے کے لیے بھی آجاتا ہے۔ جیسے فرمایا:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ۔ اس نے معلوم کیا کہ تم نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی۔ (۷۳/۲۰)

ماحصل: عدد: محض شمار کرنا حسب شمار کرنا اور اس میں نظم وضبط کہ اس میں غلطی نہ ہو اور اَحْصٰی بمعنی شمار کرنا اور اس پر قدرت رکھنا۔ ریکارڈ کرنا۔ یاد رکھنا۔

۱۸ ــــ گود

کے لیے مَهْد اور حُجُوْر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَهْد: بمعنی گہوارہ۔ پنگھوڑا۔ اور بمعنی دودھ پیتے بچہ کے لیے اس کی ماں کی گود۔ جب تک کہ دودھ پیتا رہے۔ کہ ماں کی گود بھی اس کے لیے گہوارہ ہی ہوتی ہے۔ اور اس لفظ میں تربیت باسامان تربیت کا تصور بھی پایا جاتا ہے (دیکھیے بچھونا) ارشادِ باری ہے:

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ اور وہ (عیسٰیؑ) ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا۔ (۳/۴۶)

۲۔ حُجُوْر واحد حِجْر اور حُجْر بمعنی گود۔ کہتے ہیں فُلَانٌ فِيْ حِجْرِ فُلَانٍ فلاں شخص فلاں کی گود یا حفاظت میں پلا بڑھا (منجد) اور فُلَانٌ فِيْ حِجْرِ فُلَانٍ بمعنی وہ فلاں کے زیر نگرانی ہے۔ یعنی اس کی طرف سے اس کے مال اور اختیارات پر پابندی ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ۔ اور تمہاری بیویوں کی پہلی لڑکیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں۔ (۴/۲۳)

ماحصل: (۱) مَهْد، دودھ پیتے بچہ کے لیے ماں کی گود۔

(۲) حُجْر: بڑی عمر کے بچوں کے لیے گود اس کا وہ کفیل ہے جو زیر تربیت بچہ کے اموال و اختیار پر پابندی لگا سکتا ہو۔

۱۹ ــــ گہرا ــــ گہرائی

کے لیے لُجَّة، غَوْرًا اور عَمِيْق کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لُجَّة، لجّ بمعنی پانی کی گہرائی۔ پانی کا گہرا حصہ جہاں پانی سب سے گہرا ہو۔ اور لُجُّ الْبَحْرِ بمعنی سمندر کی انتہائی گہرائی (م۔ل) بَحْرٍ لُّجِّيٍّ (۲۴/۴۰) بمعنی گہرا دریا یا سمندر۔ اور لُجَّة بمعنی گہرا پانی

ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا (۲۷/۴۴) — جب ملکہ سبا نے اسے دیکھا تو گہرا پانی خیال کیا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔

۲۔ غَوْر: غَارَ بمعنی نشیبی زمین کی طرف نیچے اترنا۔ غار بمعنی کھوہ مشہور لفظ ہے۔ اور غور بمعنی نشیبی زمین۔ اور بمعنی زیرِ زمین گہرائی (مف) گویا اس میں گہرائی کے ساتھ مکان کا تصور بھی پایا جاتا ہے

ارشادِ باری ہے:

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ۔ (۶۷/۳۰) — آپ کہہ دیجئے بھلا دیکھو تو کہ اگر تمہارا پانی زیرِ زمین (گہرائی میں) چلا جائے تو تمہیں کون ٹھنڈا اور شفاف پانی لا کر دے گا۔

۳۔ عَمِيْق: عُمْق بمعنی کسی بھی چیز کی گہرائی (ضد ارتفاع۔ بمعنی بلندی) فاصلہ اگر افقی سمت میں ہو تو یہ لمبائی یا بُعد ہے۔ اور اگر راسی سمت میں ہو اور زمین سے اُوپر ہو تو بلندی یا ارتفاع ہے اور زمین سے نیچے ہو یا خود اُوپر کھڑے ہوں تو یہی بلندی عمق یا گہرائی ہے۔ اور عمیق بمعنی گہرا۔ قرآن میں ہے:

يَاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (۲۲/۲۷) — وہ لوگ دُور دراز کے راستوں سے آئیں گے۔

تو اس میں عَمِيْق کا معنی دُور دراز فَجّ کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے۔ فَجّ دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ کو کہتے ہیں جو نشیب و فراز سے ہوتا ہُوا گزرتا ہے۔

ماحصل: (۱) لُجَّة گہرا پانی اور لُجّ پانی کی گہرائی۔

(۲) غَوْر: زیرِ زمین گہرائی۔ سطحِ زمین سے گہرائی۔ نشیبی زمین۔

(۳) عَمِيْق: گہرا۔ عام معنوں میں ہے۔

۲۰ — گھاٹ

کے لیے مَشْرَب اور وِرْد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَشْرَب: پانی پینے اور بھرنے کی جگہ۔ گھاٹ۔ یہ لفظ عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (۲/۶۰) — تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔

۲۔ وِرْد: وَرَدَ بمعنی پینے کے لیے پانی کی جگہ پر پہنچنا۔ اور اس کی ضد صَدَرَ ہے۔ یعنی پانی پی چکنے کے بعد وہاں سے لوٹ جانا۔ اور وِرْد اس پانی کو کہتے ہیں جو وارد ہونے والوں کے لیے تیار کیا گیا ہو (مف) جیسے ہمارے ہاں مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے پانی کے حوض وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں اور وِرْد پیاسے کو بھی کہتے ہیں (۱۹/۸۹) ارشادِ باری ہے:

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ — فرعون قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا

النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ (۱۱/۹۹) اور انہیں جہنم پر پہنچا دے گا۔ بُری ہے وُہ گھاٹ جس پر وُہ پہنچے۔

۲۱ ——— گھاٹی

کے لیے نَجد اور عَقَبَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَجد بمعنی گھاٹی۔ بلند زمین۔ درختوں سے خالی زمین۔ بلند راستہ۔ پستان (منجد) اور نَجد بمعنی واضح اور بلند ہونا (منجد) اور بمعنی بلند اور سخت زمین (مف) نجد اصل میں گھاٹی کو بھی کہتے ہیں اور اس راستہ کو بھی جو اس پر چڑھتا یا گھاٹی سے نیچے آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (۹۰/۱۰) اور ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھلا دیے (جالندھریؒ) دکھلائی اس کو دو گھاٹیاں (عثمانیؒ)

۲۔ عَقَبَة بمعنی پہاڑ پر چڑھنے کا دشوار گزار راستہ (مف) یعنی عَقَبَة سے صرف وُہ راستہ مراد ہے جو گھاٹی یا پہاڑ پر چڑھتا ہو۔ چنانچہ اس سے اگلی آیت ہے:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ (۹۰/۱۱) مگر وُہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔ اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے۔ کسی کی گردن کا چھڑانا۔

لیکن صاحبِ منجد کے نزدیک عقبۃ کے معنی دشوار گزار گھاٹی ہے اور اس پر چڑھنے کا دشوار گزار راستہ بھی۔

ماحصل: نَجد گھاٹی کے لیے عام لفظ اور عَقَبَة صرف اس گھاٹی کو کہتے ہیں جو دشوار گزار ہو۔

گھبرانا اور گھبراہٹ کے لیے دیکھیے "بے قرار ہونا"

۲۲ ——— گھر

کے لیے بَيْت، مَسْكَن، دَار، دِيَار اور اَهْل کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بَيْت: بَاتَ رات گزارنا۔ شب بسری کرنا۔ اور بَيْت وہ جگہ جہاں شب بسری کی جائے۔ پھر اصطلاحاً بیت سے مراد وُہ جگہ ہے جہاں کوئی شخص اور اس کے عیال جو اس کے پاس رہتے ہیں رات بسر کر سکیں اور وُہ ان کا ملجا و ماوٰی ہو (مف۔ م ل) (ج بیوت) ارشادِ باری ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (۳۳/۳۳) (اے پیغمبرؐ کی بیویو!) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلے دورِ جاہلیت کی طرح زیب و زینت کی نمائش نہ کرتی پھرو۔

اور کعبہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے بَيْت اور اَلْبَيْت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس میں بھی بیان کردہ تعلق پایا جاتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے، الخلق عیال اللہ۔ اور کعبہ شب بسری کی جگہ نہ سہی تاہم

ملجا و ماویٰ ضرور ہے۔

۲۔ مَسْکَن : سَکَنَ یعنی آباد ہونا۔ نیز کام کاج کرنے کے بعد آرام کرنا۔ اور مَسْکَنْ وہ جگہ ہے جہاں انسان رہائش اختیار کرے اور کسی شخص کو بغیر کرایہ وغیرہ کے رہائش دینے کو سُکْنیٰ کہا جاتا ہے اور ایک مکان میں رہنے والوں کو سُکْن جو سَاکِنٌ کی جمع ہے (مف) اور مسکن کا لفظ بَیْت سے اخص ہے کیونکہ بیت کا لفظ رہائش اور شب بسری دونوں پر دلالت کرتا ہے جبکہ مسکن کا لفظ صرف رہائش کا مقتضی ہے۔ گویا ہر بیت مسکن تو ہے لیکن ہر مسکن بیت نہیں ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِیْلًا (۲۸/۵۸) — سو یہ ان (ہلاک شدہ لوگوں) کے گھر ہیں جو ان کے بعد پھر کم ہی آباد ہوئے۔

۳۔ دار (جمع دُور اور دِیار) معنی گھر۔ مکان۔ دار کے استعمال میں بہت وسعت ہے۔ جو گھر، حویلی، بستی، شہر، ملک تمام دنیا بلکہ آخرت پر بھی ہوتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے "شہر") اور دار سے مراد جب گھر ہو تو گھر کی خارجی حیثیت مراد لی جاتی ہے۔ اور اسے انگریزی میں ہاؤس (HOUSE) کہتے ہیں جبکہ بَیْت سے مراد گھر کی داخلی حیثیت لی جاتی ہے۔ انگریزی زبان میں اس کے لیے لفظ ہوم (HOME) ہے۔ نیز دار جب گھر کے معنی میں استعمال ہوگا تو اس کی جمع بھی دار ہی ہوگی۔ قرآن میں ہے:

فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ (۱۱/۶۵) — تو (صالح ؑ نے اپنی قوم سے) کہا، تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن (اور) فائدے اٹھالو۔

۴۔ اَھْل : اَھْل کا لفظ بھی بڑے وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے (تفصیل کے لیے اور اھل اور آل میں فرق کے لیے دیکھیے "اولاد") اور معروف معنوں میں اہل الرجل کسی کے گھر والے اور اہل و عیال یعنی بیوی بچے ہیں جو اس کے زیرِ کفالت و تربیت ہوتے ہیں۔ پھر جس طرح قَرْیَۃ کا لفظ بستی اور بستی والے دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح اَھْل کا لفظ گھر والوں کے علاوہ گھر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳/۱۲۱) — اور جب تم صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر مومنوں کو لڑائی کے لیے موروچوں پر متعین کرنے لگے۔

ماحصل: (۱) بَیْت : جہاں انسان کی بمعہ اہل و عیال رہائش ہو اور شب بسری بھی کرتے ہوں۔

(۲) مَسْکَن : صرف رہائش کا معنی دیتا ہے۔ خواہ شب بسری کی جگہ نہ ہو گویا یہ بَیْت سے اخص ہے۔

(۳) دَار : کا استعمال بہت عام ہے۔ گھر کے معنی میں ہو تو اس سے گھر کی خارجی حیثیت مراد ہوتی ہے جیسے کسی ایک دار (حویلی۔ کٹڑی) کے اندر کئی بَیْت ہو سکتے ہیں۔

(۴) اَھْل : گھر اور گھر والے، اہل و عیال سب اس کے معنی میں شامل ہیں۔

۲۳ــــــ گھڑی

کے لیے سَاعَۃ (س و ع) أَنَاء (انی) اور زُلَف کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ سَاعَۃ : وقت کا ایک معیّن حصّہ۔ گھڑی (ج ساعات) اہلِ عرب نے رات اور دن کو بارہ بارہ گھڑیوں میں تقسیم کرکے اُن کے الگ الگ نام تجویز کیے ہیں جن کی تفصیل "دن اور "رات" میں گزر چکی ہے۔ آج کل بھی رات اور دن کے مکمل وقت کو ۲۴ گھنٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ گویا سَاعَۃ سے مراد ایک گھنٹہ بھی لیا جا سکتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ (۴۶/۳۵) وہ (دنیا میں) نہیں رہے مگر دن میں سے ایک گھڑی۔

اور گھڑی جسے انگریزی میں (WATCH) کہتے ہیں کے لیے بھی سَاعَۃ کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے اور ساعاتی بمعنی گھڑیوں کی دکان کرنے والا اور گھڑی ساز۔ اور کبھی سَاعَۃ سے مدت یا اوقات بھی مراد لی جاتی ہے۔ جو ایک پُورا دن تو کجا کئی دنوں بلکہ مہینوں اور سالوں پر بھی مشتمل ہو سکتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَد تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (۹/۱۱۷) بیشک اللہ نے پیغمبرؐ پر مہربانی کی اور انصار و مہاجرین پر بھی جنھوں نے مشکل گھڑی میں بھی اس کی فرمانبرداری کی۔

اور اَلسَّاعَۃ سے بالعموم قیامت مراد لی گئی ہے۔ جیسے فرمایا:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً (۶/۳۱) یہاں تک کہ جب قیامت ان پر ناگہاں آموجود ہوگی۔

۲۔ أَنَاء، أَنٰی بمعنی وقت کا کچھ حصّہ (ج أَنَاء) اور اَنَیٰ یا اِنْیٌ بمعنی کسی چیز کا وقت آجانا اور اس کا انتہا کو پہنچنا (مف) نیز آنی بمعنی پُورا دن یا اس کا کچھ حصّہ (منجد) لیکن قرآن کریم میں أَنَاء کا لفظ تین بار استعمال ہوا ہے (۳/۱۱۳)، (۲۰/۱۳۰) اور (۳۹/۹) اور تینوں جگہ أَنَاء کے ساتھ لَيْل کا لفظ آیا ہے۔ دن کے ساتھ اس لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ لہٰذا اس سے یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ أَنَاء کا لفظ رات کی گھڑیوں سے مختص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ (۳/۱۱۳) وُہ اللہ کی آیات رات کو پڑھتے ہیں اور اسکے آگے سجدے کرتے ہیں۔

۳۔ زُلَف بمعنی رات کا ابتدائی حصّہ یا پہلی گھڑیاں (ف ل ۳۴) زُلَف کے بنیادی معنی مرتبہ اور قرب کے ہیں۔ رات کے ابتدائی حصّہ کو زُلَف اس لیے کہا جاتا ہے کہ وُہ ساری رات کا نزدیکی اور قریب کا حصّہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ (۱۱/۱۱۴) دن کے دونوں سروں (صبح و شام) اور رات کی پہلی ساعات میں نماز قائم کیا کرو۔

ماحصل: (۱) سَاعَۃ: دن اور رات کی گھڑیوں میں سے کوئی ایک گھڑی۔ زمانہ۔ قیامت۔
(۲) اٰنَاء: رات کی گھڑیاں اور (۳) زُلَف: رات کا ابتدائی حصہ یا گھڑیاں۔

۲۴ — گھُسنا

کے لیے وَلَجَ اور جَاسَ (جوس) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- وَلَجَ: کسی تنگ جگہ میں داخل ہونا۔ گھُسنا (مف) قرآن میں ہے:

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷/۴۰) — اور وُہ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اونٹ سُوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو۔

۲- جَاسَ: بمعنی کسی چیز کے درمیان تک جا پہنچنا (م-ل) اور بمعنی کسی چیز کی طلب میں انتہا کو پہنچ جانا (مف) اور جَاسَ فِي الْبَيْتِ بمعنی وُہ فساد اور لُوٹ کے لیے گھر میں گھس آیا (م-ق) اور جَوَّاس بمعنی قوم میں گھس کر فساد برپا کرنے والا (منجد) قرآن میں ہے:

بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ (۱۷/۵) — ہم نے اپنے جنگجو بندے تم پر مسلط کر دیے جو تمہارے شہروں میں گھس گئے۔

ماحصل: وَلَجَ: تنگ جگہ میں داخل ہونے کے لیے اور جَاسَ، لُوٹ اور فساد کے لیے گھسنے کے لیے آتا ہے۔

۲۵ — گھسیٹنا

کے لیے تین الفاظ جَرَّ[۱]، سَحَبَ[۲] اور عَتَلَ[۳] قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں اور تینوں کا معنی زمین پر کھینچنا اور گھسیٹنا ہے، صرف کیفیت میں فرق ہے۔

۱- جَرَّ: میں کھینچنا کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور گھسیٹنا کا کم۔ افقی سمت میں یا کسی کھڑی چیز کو اس طرح کھینچنا کہ اسے اپنے پاؤں پر قابو نہ رہے اور وُہ گھسٹنے لگے تو یہ جَرَّ ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ (۷/۱۵۰) — اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی کا سر پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچنے لگے۔

اور جَيْشٌ جَرَّارٌ اُس بڑے لشکر کو کہتے ہیں جو وسیع رقبے میں پھیلا آگے بڑھتا جاتا ہے۔ جیسا کہ کھچتا یا گھسٹتا ہُوا آگے بڑھ رہا ہے۔

۲- سَحَبَ: میں گھسٹنے کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور کھینچنے کا کم۔ اور امام راغب کے نزدیک اس کا معنی کسی کو منہ کے بل گھسیٹنا ہے (مف) جب کوئی چیز کھڑی کی بجائے پڑی سمت میں یا رسی کی بجائے افقی سمت میں ہو اور اسے گھسیٹا جائے تو یہ سَحَبَ ہے۔ اور سَحَاب بمعنی بادل کو سَحَاب اس لیے کہتے ہیں کہ (۱) ہوا اسے کھینچ کرلے چلتی ہے اور (۲) وُہ خود اس طرح آگے بڑھتا ہے جیسے گھسٹتا چلا جا رہا ہے (مف) قرآن میں ہے:

يَوۡمَ يُسۡحَبُوۡنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ۔ جس دن وُہ (دوزخ کی) آگ میں منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے۔

(۵۴/۴۸)

۳۔ عَتَلَ: عتل میں جرّ کی نسبت سے سختی اور بیدردی کا تصوّر پایا جاتا ہے (م۔ق) اور صاحب فقہ اللّغۃ کے نزدیک گردن میں کوئی چیز ڈال کر نہایت سختی سے آگے کھینچنا (فل ۱۸۸) قرآن میں ہے:

خُذُوۡهُ فَاعۡتِلُوۡهُ اِلٰى سَوَآءِ الۡجَحِيۡمِ۔ اسے پکڑ لو اور کھینچتے ہوئے جہنم کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔

(۴۴/۴۷)

ماحصل: جرّ: کسی کھڑی چیز کو اس طرح کھینچنا کہ وُہ گھسٹنے لگے۔ اور جب اس جرّ میں سختی اور بیدردی بھی ہو تو یہ عتل ہے۔ اور جب کسی پڑی چیز کو کھینچا جائے تو یہ سحب ہے۔

۲۶ ـــــــ گھوڑا

کے لیے خَيۡل، صٰفِنٰت، جِيَاد (جود) اور عٰدِيٰت (عدو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَيۡل: خیل اسم جنس ہے۔ یعنی ہر قسم کے گھوڑے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے خواہ وُہ نر ہو یا مادہ (مف) پھر اس کا استعمال گھوڑوں کے گلہ یا گروہ پر بھی ہوتا ہے جیسے غنم بمعنی بکریوں کا ریوڑ۔ اور اس کے علاوہ گھڑسوار پر بھی (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً (۱۶/۸) اور گھوڑے، خچر اور گدھے (بھی بنائے) تاکہ تم اُن پر سواری کرو۔ اور (یہ چیزیں تمہارے لیے باعثِ) زینت (بھی ہیں)

اس آیت میں خیل کا استعمال بطور اسم جنس آیا ہے اور درج ذیل آیت میں خیل کا استعمال گھڑسوار یا گھڑسوار اور گھوڑے کے لیے مجموعہ کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَجۡلِبۡ عَلَيۡهِمۡ بِخَيۡلِكَ وَرَجِلِكَ۔ اور اُن پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ۔

(۱۷/۶۴)

اور خیل کا بنیادی معنی اقسام قسم کے تصوّرات کا دماغ میں حرکت کرنا ہے (م۔ل) اس سے خیال کا لفظ مشتق ہے۔ اور الخیلاء اس کبر و نخوت کو کہتے ہیں جو گھڑسوار گھوڑے پر سوار ہو کر پیدل کے مقابلہ میں محسوس کرتا ہے۔ اسی سے لفظ تخیل ہے۔ بمعنی فراست سے کوئی بات معلوم کرنا (منجد) بلند پروازی

۲۔ صٰفِنٰت: (صافن کی جمع) صَفَنَ (الفرس) بمعنی گھوڑے کا تین ٹانگوں پر اس طرح کھڑا ہونا کہ چوتھے کھر کا صرف سرا زمین پر ٹکا رہے (منجد۔مف) اور اس سے چاک و چوبند گھوڑا مراد لیا جاتا ہے۔

۳۔ جِيَاد: (جیّد کی جمع) جُوۡد بمعنی کسی چیز میں وسعت ہونا۔ اور جوّاد سخی مرد یا عورت کو کہتے ہیں اور جادَ الفرس بمعنی گھوڑے کا سُبک اور تیز رفتار ہونا (م۔ل) اور جیّد کا لفظ کسی چیز کی عمدگی پر بھی دلالت کرتا ہے۔ صاحب فقہ اللّغۃ کے نزدیک جیاد بمعنی تیز رفتار اور عمدہ گھوڑے ہے (فل ۵۶) قرآن میں ہے:

اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ (۳۸/۳۱) — جب شام کے وقت سلیمانؑ پر چاک و چوبند اور سبک رفتار گھوڑے پیش کیے گئے۔

۴۔ عَادِیَات: عَادِیَة کی جمع ہے اور عَادِیَة، عَادِی کا مؤنث ہے اور عَادِی بمعنی وُہ جماعت جو قتل و قتال کے لیے تیار ہو۔ لوٹنے والے گھوڑے۔ اور عَدَا الْفَرَس بمعنی گھوڑے نے ایک دوڑ لگائی۔ اور تَعَادَی الْقَوْمُ بمعنی لوگوں نے دَوڑ میں مقابلہ کیا (منجد) گویا عَادِیَات سے مراد وُہ جنگ پر جانے والے گھوڑے ہیں جو مقابلہ کی دَوڑ میں حِصّہ لیتے رہے ہوں۔ ارشادِ باری ہے :

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا (۱۰۰/۱) — ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ اٹھتے ہیں۔

ماحصل : (۱) خَیْل، اسم جنس۔ اس کا استعمال عام ہے۔ گھوڑے کے لیے بھی اور گھڑ سوار کے لیے بھی اور مجموعہ کے لیے بھی۔

(۲) صٰفِنٰت: تین ٹانگوں پر کھڑا ہونے والے چاک و چوبند گھوڑے۔

(۳) جِیَاد: سبک رفتار اور عمدہ قسم کے گھوڑے۔

(۴) عَادِیَات، وُہ گھوڑے جو گھڑ دوڑ میں حصّہ لیتے اور جنگ کے لیے تیار کیے گئے ہوں۔

گھومنا کے لیے دیکھیے "پھرنا"

۲۷ — گھیرنا

کے لیے حَفَّ، اَحَاطَ (حوط) حَصَرَ اور حَاقَ (حیق) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ حَفَّ: بمعنی کسی چیز کو دونوں جانب سے گھیرنا (مف) اور حَفَّهٗ بکذا بمعنی احاطہ کر لینا (منجد) اور مِحَفَّة بمعنی ڈولی۔ تختِ رواں جس پر چاروں طرف سے پردہ ڈالا گیا ہو (م۔ ق) قرآن میں ہے :

وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا (۱۸/۳۲) — اور ہم نے ان دونوں باغوں کے گرداگرد کھجور کے درخت لگا دیے تھے اور ان کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی۔

دوسرے مقام پر ہے :

وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (۳۹/۷۵) — اور تُو دیکھے گا کہ فرشتے عرش کے اردگرد گھیرا ڈالے ہُوئے ہیں۔

۲۔ اَحَاطَ، بمعنی احاطہ کرنا۔ چار دیواری بنانا۔ کسی چیز کو اس طرح گھیرنا کہ اس چیز کی حفاظت رہے۔ (مف) اس طرح کہ نہ تو وُہ چیز خود باہر نکل سکے نہ اس میں سے کچھ کوئی دوسرا باہر لے جا سکے۔ جیسے گھر کا احاطہ چار دیواری سے کر لیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے :

وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ (۱۰/۲۲) — اور ہر طرف سے لہریں اُن پر آنے لگتی ہیں اور انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ وُہ لہروں میں گِھر چکے۔

اس لفظ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ — کیوں نہیں۔ جس نے بُرے کام کیے اور اُس کے گناہوں نے

خَطِیۡٓـئَتُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ (۲/۸۱) اسے گھیر لیا تو یہی لوگ دوزخی ہیں۔

۳۔ اَحۡصَرَ: بمعنی محاصرہ کرنا۔ گھیراؤ کرنا۔ کسی چیز کے گرد اس طرح گھیرا ڈالنا کہ وہ وہیں بند ہو کر رہ جائے اور باہر نہ نکل سکے (م۔ ل۔ مف) محبوس کر لینا اور باہر سے کسی طرح کی رسد، کمک یا امداد انہیں نہ پہنچنے دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاحۡصُرُوۡهُمۡ وَاقۡعُدُوۡا لَهُمۡ كُلَّ مَرۡصَدٍ (۹/۵) اور ان (مشرکین) کا محاصرہ کرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ پر بیٹھو۔

۴۔ حَاقَ: بمعنی کسی چیز کا کسی چیز پر نازل ہونا (م ل) اور بمعنی کسی چیز کا کسی چیز پر نازل ہو کر اسے گھیر لینا۔ (مف) گویا ایسا محاصرہ جو محصور کی اپنی ذات پر واقع ہوتا ہے۔ کسی پر مصیبت، آفت یا عذاب کا نازل ہونا جس سے وہ گھر جائے۔ اور حَيۡق بمعنی مکافاتِ عمل۔ برے کام کا برا نتیجہ (منجد) گویا یہ لفظ برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ۔ (۳۹/۴۸) اور جس (عذاب کی) وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ۔ (۳۵/۴۳) اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔

مذکورہ آیت کا یہ حصہ بطور محاورہ بھی استعمال ہوتا ہے، بمعنی ع چاہ کن را چاہ درپیش۔

ماحصل: (۱) حَفَّ: سے مراد صرف گھیرنا یا گھیرا کرنا ہے۔

(۲) اَحَاطَ: بمعنی گھیرا کرنا جس کا مقصد حفاظت ہو۔

(۳) اَحۡصَرَ: گھیراؤ اور حبس یعنی کسی چیز کو بند کر دینا۔

(۴) حَاقَ: بمعنی کسی آفت کا کسی کو آگھیرنا۔

۱۔۔۔۔۔۔لاٹھی

کے لیے عصا (عصو) اور مِنسَأَۃَ (نسأ) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَصَا: بمعنی چرواہے کا ڈنڈا۔ سونٹا (ف ل ۲۳۱) (ج عِصِیّ) (۳۰/۶) قرآن میں ہے:

فَأَلْقَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ۔ (۷/۱۰۶) پھر موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ ناگہاں صریح اژدھا بن گئی۔

۲۔ مِنسَأَۃَ: مریض یا ضعیف کی لاٹھی (ف ل ۲۳۱) قرآن میں ہے:

مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ (۳۴/۱۴) سلیمانؑ کی موت پر جنوں کو (گھن کے) کیڑے کی وجہ سے آگاہی ہوئی جو آپ کے سونٹے کو (اندر ہی اندر) کھا رہا تھا۔

اور ایسی لاٹھی جس کا سرا مڑا ہوا ہو۔ اسے مِحجَن کہتے ہیں (ف ل ۲۳۱) عَصَا اور مِنسَأَۃَ دونوں کا سرا مڑا ہوا نہیں ہوتا۔ عَصَا موٹا اور مضبوط سونٹا ہے۔ اور مِنسَأَۃَ نسبتاً کم موٹی اور خوش شکل قسم کی لاٹھی ہوتی ہے۔

لالچ کے لیے دیکھیے "طمع رکھنا"۔

۲۔۔۔۔۔۔لانا

کے لیے جَاءَ بِ، اَتَى بِهٖ۔ هَلُمَّ، هَاتُوا، اَجَاءَ اور اَجْلَبَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں اور ان میں سے اکثر کی تفصیل "آنا" کے تحت دی جا چکی ہے۔ جَاءَ اور اَتَى کا صلہ اگر ب سے ہو تو لانا کا معنی دیتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ جَاءَ بِ: فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ (۳/۱۸۴) سو تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے جو واضح دلائل لے کر آئے تھے۔

۲۔ اَتَى بِهٖ: فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (۲/۲۳) تو اس جیسی تم بھی کوئی سورت بنا لاؤ۔

ان کا ذیلی فرق آنا میں دیکھیے۔

۳۔ هَلُمَّ: اسم فعل ہے۔ هَلُمَّ بمعنی پکار۔ یعنی کسی کو پکار پکار کر بلانا (م ل) یہ لفظ لازم و متعدی دونوں

طرح استعمال ہوتا ہے۔ لازم ہو تو آنا کا معنی دے گا جیسے ھَلُمَّ اِلَیْنَا (۳۳/۱۸) یعنی ہمارے پاس چلے آؤ اور بطور متعدی استعمال ہو تو لانا کا معنی دے گا۔ قرآن میں ہے:

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ (۶/۱۵۰) — آپ کہہ دیجئے کہ اپنے گواہ لے آؤ۔

۴۔ هَاتُوا: اہل لغت کے نزدیک یہ لفظ اصل میں اٰتُوْا ہی ہے جو اَتٰی سے امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اور یہ لفظ اسم امر کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی بھی چیخ کر پکارنا ہے۔ "یَدُلُّ عَلَی الصَّیْحَۃِ" (م ل) مگر بعض کے نزدیک اس کے معنی ادھر لانے یا جلدی لاؤ کے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲/۱۱۱) — آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

۵۔ اَجَآءَ: مجبور اور لاچار کر کے لانا (مف) اضطراراً لانا یا لانے کا باعث بننا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹/۲۳) — پھر دردِ زہ حضرت مریمؑ کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔

۶۔ اَجْلَبَ: جَلَبَ بمعنی کسی چیز کو چلانا اور ہنکانا۔ اور اجلب علیہ بمعنی کسی کو چلا کر اسے زبردستی آگے بڑھانا ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ (۱۷/۶۴) — اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا کر لاتا رہ۔

ماحصل:

(۱) جَآءَ بِ: اس کا استعمال عام ہے۔
(۲) اَتٰی بِ: کسی بات کے نتیجہ کے طور پر لانا۔
(۳) هَلُمَّ: جب پکار کر لانے کو کہا جائے۔
(۴) هَاتُوا: بمعنی ادھر لاؤ۔ یہاں لاؤ۔
(۵) اَجَآءَ: کسی چیز کو اضطراراً لانا۔ لانے کا باعث بننا۔
(۶) اَجْلَبَ: پیچھے سے کسی کو زبردستی ہنکا کر لانا۔

۳ ——— لائق ہونا

کے لیے يَنْبَغِىْ، اَجْدَرُ، اَوْلٰى اور حُقَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ يَنْبَغِىْ: اِنْبَغٰى بمعنی سہل اور آسان ہونا۔ اور ینبغی بمعنی لائق ہونا۔ مناسب ہونا (منجد) اور یہ لفظ کسی ایسے فعل کے لیے آتا ہے جس کے لیے وہ مسخر ہو۔ کہتے ہیں اَلنَّارُ يَنْبَغِىْ اَنْ تُحْرِقَ الثَّوْبَ یعنی کپڑے کو جلا ڈالنا آگ کا خاصہ ہے (مف) صرف یہی واحد مذکر غائب مضارع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ اور ان امور کے متعلق آتا ہے جو فطرت میں داخل یا شامل ہوں۔ لغوی اعتبار سے یہ نفی اور اثبات دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ اثبات کی مثال قرآن میں نہیں ہے۔ تاہم اوپر دی جا چکی ہے۔ منفی کی مثال قرآن میں یوں ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِىْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (۳۶/۴۰) — سورج کے لیے یہ نا مناسب ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۔ (۳۶/۶۹)	ہم نے پیغمبرؐ کو شعر کہنا نہیں سکھلایا اور نہ ہی یہ اس کے لائق ہے۔

۲۔ اَجْدَر: جَدَرَ بمعنی لائق اور مناسب ہونا۔ اور اجدر اسم مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ اختیاری امور کے لیے آتا ہے۔ جَدِيْرٌ الذِّكْرِ بمعنی قابلِ ذکر۔ اور جَدِيْرُ الثَّنَاء بمعنی قابلِ ستائش) اور اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی بات کسی کے مناسب حال اور شایانِ شان ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (۹/۹۷)	دیہاتی لوگ کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں اور اسی لائق ہیں کہ وہ اللہ کے نازل کردہ حدود و احکام کو نہ سمجھیں۔

۳۔ اَوْلٰى: ولی بمعنی حامی، دوست اور موالی کا ایک معنی ترکہ کا وارث۔ اور ولاء بمعنی آزاد کردہ غلام کا ترکہ۔ اور حق تولیت۔ اور اَوْلٰى بمعنی لائق تر۔ مناسب تر۔ زیادہ حقدار۔ اختیاری امور کے لیے آتا ہے۔ اور صرف اثبات کے لیے آتا ہے۔ اور يَنْۢبَغِيْ سے زیادہ ابلغ ہے (مف) اس کا بھی صرف یہی صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا صلہ ب سے آئے گا۔ اور اس کا معنی ہوگا۔ وہی اُس کا اہل ہے، وہی زیادہ مناسب یا حقدار ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا (۱۹/۷۰)	پھر ہم ان لوگوں سے بھی خوب واقف ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (۳۳/۶)	پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔

اور اَوْلٰى کا صلہ اگر لِ سے ہو تو یہ کلمہ نفرین و تہدید بن جائے گا۔ بمعنی خرابی، ہلاکت وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى (۷۵/۳۵)	تیرے لیے ہلاکت ہو، پھر تیرے لیے ہلاکت ہو۔

۴۔ حُقَّ: حَقَّ بمعنی ثابت ہونا۔ واجب ہونا۔ اور حُقَّ اَنْ يَّفْعَلَ كَذَا یعنی ایسا کرنا ہی اس کے لیے واجب اور سزاوار ہے (منجد) یعنی اس کا یہی حق تھا کہ وہ ایسا کرتا۔ اس کا استعمال بھی صرف اثبات کے طور پر ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (۸۴/۲)	جب آسمان پھٹ جائے اور اپنے رب (کے حکم) پر کان دھرے اور اسے واجب بھی یہی ہے۔

ماحصل: (۱) يَنْۢبَغِيْ صرف تسخیری امور کے لیے۔

(۲) اَجْدَر، اختیاری امور کے لیے۔ کسی کے مناسب حال امر پر۔ شایانِ شان بات کے لیے۔

(۳) اَوْلٰى: یہ اَجْدَر سے زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اختیاری امور میں صرف اثبات کے لیے آتا ہے۔

(۴) حُقّ: جب کسی کے لیے وُہی بات ہی سزاوار ہو۔

۴ — لپیٹنا — لپٹنا

کے لیے طَوٰی،[1] لَفّ[2] اور کَوَّرَ[3] کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱- طَوٰی: بمعنی تہہ کرکے لپیٹنا۔ بساط لپیٹنا۔ دستر خوان تہہ کرنا۔ طویت الثوب والکتاب یعنی جیسے کپڑا یا کتاب لپیٹی یا بند کی جاتی ہے (م-ل)۔ کہتے ہیں نَشَرْتُ الکِتَابَ ثُمَّ طَوَیْتُہٗ یعنی میں نے کتاب کھولی پھر بند کردی۔ ارشادِ باری ہے:

یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ (۲۱/۱۰۴) — جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے، جیسے تحریروں کا رجسٹر لپیٹ لیتے ہیں۔

۲- لَفّ: بمعنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ ملا دینا اور مدغم کردینا (مف) ایک چیز کی تہہ لگانا۔ پھر اس کے اوپر دوسری چیز کی تہہ لگا کر ملانا۔ پھر اس کے بعد اس کے اوپر تیسری تہہ کو (م-ل) ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ جِئْنَا بِکُمْ لَفِیْفًا (۱۷/۱۰۴) — پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے۔

اور لپٹنا کے لیے اِلْتَفَّ استعمال ہوگا۔ بمعنی ایک چیز پر دوسری چیز کا لگ کر چمٹ جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۔ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ (۷۵/۲۹) — اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے۔ اس دن تجھے اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہے۔

۳- کَوَّرَ: کسی چیز کو عمامہ یا پگڑی کی طرح لپیٹنا اور اوپر تلے گھمانا۔ اور اکتارا الفرس بمعنی گھوڑے کا اپنی دم گھمانا (مف) اور پگڑی کی طرح لپیٹنے کے لیے لَفّ بھی استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں لَفَفْتُ عَمَامَتِیْ عَلٰی رَأْسِیْ یعنی میں نے اپنے سر پر پگڑی لپیٹی۔ وُہ اس لحاظ سے ہے کہ ایک تہہ پر دوسری تہہ جمتی جاتی ہے۔ اور پگڑی لپیٹنے کے لیے کَوَّرَ کا لفظ زیادہ ابلغ ہے۔ کیونکہ کَوَّرَ میں تجمع اور گولائی کے دونوں تصور موجود ہوتے ہیں جو پگڑی میں پائے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّہَارِ وَیُکَوِّرُ النَّہَارَ عَلَی الَّیْلِ (۳۹/۵) — وہی ذات ہے جو رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ (۸۱/۱) — جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔

ماحصل: (۱) طَوٰی: بمعنی کسی چیز کو تہہ کرنا جیسے دستر خوان لپیٹنا۔

(۲) لَفّ: ایک چیز پر دوسری رکھ اسے مدغم کردینا۔

(۳) کَوَّرَ: گولائی میں لپیٹنا اور جماتے جانا۔

۵۔ لٹکنا ۔۔۔۔۔ لٹکانا

کے لیے اَدْلٰی، تَدَلّٰی، عَلَّقَ، تَرَدَّدَ اور ذَبْذَبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَدْلٰی: دَلٰی بمعنی سہولت اور نرمی کے ساتھ کسی چیز کا قریب ہونا (م۔ل) دَلَاہُ بمعنی کسی سے نرمی اور مدارات کا سلوک کرنا۔ اور دَلْو بمعنی خالی ڈول۔ اور دَلَی الدَّلْوَ بمعنی ڈول کو کنوئیں میں ڈالنے اور نکالنے کے لیے کھینچنا۔ اور اَدْلٰی دَلْوَہٗ بمعنی اس نے خالی ڈول پانی سے بھرنے کیلیے کنوئیں میں لٹکایا۔ قرآن میں ہے:

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ	اور ایک قافلہ آیا جس نے پانی لانے کے لیے اپنا آدمی
فَأَدْلٰى دَلْوَهٗ (۱۲/۱۹)	(اس کنویں پر) بھیجا۔ تو اس نے اپنا ڈول لٹکایا۔

تَدَلّٰی: بمعنی خود سہولت اور نرمی سے نیچے لٹکنا۔ کہتے ہیں تَدَلَّی الثَّمَرُ مِنَ الشَّجَرِ درخت کا پھل لٹک آیا (منجد) قرآن میں ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (۵۳/۸)	پھر جبریل نزدیک ہوا پھر لٹک آیا۔

۲۔ عَلَّقَ: عَلِقَ بمعنی کسی چیز میں پھنس جانا کہتے ہیں عَلِقَ الصَّیْدُ فِی الْجُعَالَۃِ یعنی شکار جال میں پھنس گیا اور عَلَّقَ بمعنی لٹکانا۔ پھنسانا۔ اور عَلَقٌ بمعنی لٹکائی ہوئی چیز۔ ارشاد باری ہے:

فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا	پس تم ایک ہی (بیوی کی) طرف نہ جھک جاؤ اور اس
كَالْمُعَلَّقَةِ (۴/۱۲۹)	(دوسری) کو لٹکتا چھوڑ دو۔

۳۔ تَرَدَّدَ: رَدَّ بمعنی واپس کرنا۔ لوٹانا۔ موڑنا۔ اور تَرَدَّدَ بمعنی ایک خیال کا آنا۔ پھر اس کی بجائے دوسرا خیال آنا۔ وہ بھی نکل جانا پھر کوئی اور خیال آجانا۔ اور تردّد فی الامر بمعنی شک وشبہ میں پڑنا (منجد) حیران رہ جانا۔ اور کوئی فیصلہ نہ کر پانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ (۹/۴۵)	سو وہ اپنے خلجان میں ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں۔

۴۔ ذَبْذَبَ۔ اَلذَّبْذَبَۃُ: اصل میں معلق چیز کے ہلنے کی آواز کو کہتے ہیں۔ پھر بطور استعارہ ہر قسم کی حرکت اور اضطراب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (مف) اور اَلذَّبْذَبَۃ بمعنی ہوا میں حرکت کرنے والی چیز۔ وہ چیز جو پالکی کی زینت کے لیے لٹکائی جائے۔ اور ذبذب الرجل بمعنی کسی شخص کا حیران ومتردد ہونا (منجد) گویا ذَبْذَبَ میں مختلف راہوں میں سے کسی راہ کا فیصلہ نہ کر پانے کی وجہ سے اضطراب کے ساتھ خود درمیان میں لٹکے رہنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ	بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف (ہوتے
وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ (۴/۱۴۳)	ہیں) نہ ان کی طرف۔

ماحصل: (۱) اَدْلٰی: کسی چیز کو آہستہ آہستہ اور نرمی سے لٹکانا۔

(۲) عَلَّقَ: کسی چیز کو لٹکائے اور پھنسائے رکھنا۔

(۳) تردّد: خیالات کے اختلاف کی بنا پر ڈانواں ڈول اور لٹکے رہنا۔

(۴) ذبذب: ایسا تردّد جس میں اضطراب بھی شامل ہو۔

۶۔ لحاظ رکھنا

کے لیے رَقَبَ اور رَعٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَقَبَ: کسی کی گردن پر نظر رکھنا۔ کڑی نگہداشت کرنا (مف) اور بمعنی نگرانی کرنا۔ نگہبانی کرنا۔ انتظار کرنا (منجد) پاسداری کرنا۔ قرآن میں ہے:

لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ (۹/۱۰) یہ منافق کسی مسلمان کے لیے نہ تو قرابت کا لحاظ رکھتے ہیں اور نہ عہدو پیمان کا۔

۲۔ رَعٰی، بمعنی کسی چیز کی حفاظت اچھّے طور پر کرنا اور اس کا دھیان رکھنا (مف) کسی عہد یا ذمہ داری کو نباہنا اور اس کی فکر رکھنا۔ اور رَاعِیْ بمعنی چرواہا جو اپنے ریوڑ کی حفاظت پر مامور ہوتا ہے اور بمعنی کسی چیز کی حفاظت کرنا اور بیرونی خطرات کے دُور کرنے کے اسباب کو دور کرنا ضد اہمال یعنی بغیر چرواہا کے ریوڑ کا چرنا) (فق ل ۱۵) قرآن میں ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (۲۳/۸) اور وہ لوگ جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

ماحصل: (۱) رقب کا لفظ محض کسی چیز پر کڑی نظر یا بہ کراہت دھیان رکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ رعٰی میں اس چیز کی بطیب خاطر حفاظت بھی مقصود ہوتی ہے۔

لرزنا ـــ دیکھیے ـــ "کانپنا" ـــ لڑکا ـــ دیکھیے ـــ "بچہ"، لڑائی ـــ لڑائی کرنا ـــ دیکھیے ـــ "جنگ"

۷۔ لشکر

کے لیے جُنْد، فَوْج، حِزْب، نَفِیْر، فِئَة اور ثُبَات کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ جُنْد: فوجی لشکر کے لیے کثیر الاستعمال اور معروف لفظ جس کا استعمال عام ہے۔ جُنْدِیّ بمعنی فوجی اور جَنَّدَ بمعنی فوج میں بھرتی کرنا (منجد) (ج جنود) (جُنْد کے علاوہ لشکر کے لیے ایک اور عام لفظ جیش ہے جس کی جمع جیوش ہے۔ اس کا استعمال قرآن میں نہیں ہوا اور دوسرا لفظ عسکر ہے ج عساکر۔ یہ بھی قرآن میں نہیں ہے۔ عساکر اور جیوش عام طور پر ان لشکروں کو کہا جاتا ہے جو اعلانِ جہاد پر مختلف پہلوؤں سے جمع ہونے شروع ہو جاتے ہیں خواہ ان کے پاس سامانِ حرب ہو یا نہ ہو) اور جُنْد صرف مسلّح لشکر کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ (۲/۲۴۹) جب طالوت فوجیں لے کر روانہ ہوا۔

۲۔ فَوج: بمعنی تیزی سے گزر جانے والی جماعت۔ جنگی دستہ (مف) (ج افواج) طائفہ سے بڑی جماعت (فل ۲۰۵) لیکن قرآن میں یہ لفظ بالعموم "ایک جماعت" کے معنوں میں ہی آیا ہے۔ جنگی دستہ کے معنوں میں نہیں آیا۔ گویا جو تصوّر آج کل فوج کے لفظ سے پیدا ہوتا ہے قرآن سے یہ مفہوم نہیں نکلتا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا (۲۷/۸۳)
اور جس دن ہم ہر امت میں سے اس گروہ کو جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے۔

۳۔ حِزْب: بمعنی گروہ۔ پارٹی۔ جتھا۔ ہم خیال لوگوں کا گروہ۔ اور احزاب ایسے لوگ جن کے دل اور اعمال مناسبت رکھتے ہوں اگرچہ آپس میں نہ ملیں۔ اور حَازَبَ بمعنی کسی پارٹی میں داخل ہونا۔ مدد کرنا۔ قوت پہنچانا۔ اور حَزَّبَ بمعنی قوم کے گروہ گروہ بنا کر جمع کرنا (منجد) اور حِزْب بمعنی وہ جماعت جس میں سختی اور شدت پائی جائے (مف) اور حِزْب دراصل سیاسی پارٹی کو کہتے ہیں۔ اور قرآن کی رُو سے بڑے حزب صرف دو ہی ہیں۔ ایک حزب اللہ دوسرے حزب الشیطٰن۔ جن میں ہر وقت محاذ آرائی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور حزب الشیطٰن پھر کئی چھوٹے احزاب میں منقسم ہو جاتا ہے جیسے جنگِ خندق کے موقعہ پر کفار کے کئی احزاب مل کر مقابلہ پر اتر آئے تھے۔ نیز حزب بمعنی ایک جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ (م۔ق) قرآن میں ہے:

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَائِكُمْ (۳۳/۲۰)
(خوف کے مارے) خیال کرتے ہیں کہ ابھی تک فوجیں گئی نہیں۔ اور اگر لشکر آجائیں تو تمنا کریں کہ (کاش) دیہاتوں میں جا رہیں اور (صرف) تمہاری خبریں پوچھ لیا کریں۔

۴۔ فِئَة: فَاَى الرَّاْسَ فُلَانٌ بمعنی کسی کے سر کو تلوار سے پھاڑ دینا (منجد) فِئَة بمعنی ایسی جنگی جماعت جس کے افراد باہمی تعاون کے لیے آپس میں رابطہ قائم رکھتے ہوں (مف) ارشاد باری ہے:

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (۲/۲۴۹)
بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے۔

۵۔ نَفِير: نَفَرَ بمعنی جنگ یا کسی مہم پر روانہ ہونا۔ اور نفیر بمعنی لڑائی کی طرف کوچ کرنیوالے لوگ اور (۲) نفیر بمعنی دس سے کم آدمیوں کا گروہ (منجد)۔

۶۔ ثبات: بمعنی ایسے بہادر شہسوار جن کا حملہ خطا نہ جاتا ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انْفِرُوا جَمِيعًا (۴/۷۱)
اے ایمان والو، اپنے ہتھیار اور بچاؤ کا سامان سنبھالو اور خواہ دستے دستے ہو کر یا سب مل کر لڑائی پر روانہ ہو جاؤ

ماحصل: (۱) جند: بھرتی شدہ مسلح لشکروں کا دستہ۔ (۲) فوج: تیزی سے گزر جانے والی جماعت۔ (۳) حِزْب: پارٹی: سیاسی فرقہ۔ (۴) فِئَة: ایسی جنگجو جماعت جن کا آپس میں تعاون ہو۔

(۵) نفیر: کسی مہم یا جنگ پر روانہ ہونے والے لوگ۔ (۶) ثبات: بہادر شہسواروں کا چھوٹا دستہ۔

۸۔۔۔ لکڑی

کے لیے حَطَبٌ اور خَشَبٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ حَطَب: ایسی لکڑی جو صرف جلانے کے قابل ہو۔ ایندھن (م۔ل) قرآن میں ہے:

وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۱۱۱/۴) اور ابولہب کی بیوی بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔

۲۔ خشب: ایسی لکڑی جو کارآمد ہو۔ عمارت میں کام آسکنے والی لکڑی۔ ابن الفارس کے الفاظ میں سخت اور موٹی لکڑی (ج خُشُب) (TIMBER) (م۔ل) قرآن میں ہے:

كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ (۶۳/۴) گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو دیواروں سے لگائی گئی ہیں۔

۹۔۔۔ لکھنا

کے لیے خَطَّ، سَطَرَ، رَقَمَ اور کَتَبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَطَّ: بمعنی لکیریں کھینچنا۔ نشان لگانا اور انھیں لمبائی میں لمبا کرنا۔ مُخَطَّط بمعنی دھاری دار کپڑا اور خَطَّاط بمعنی بہت لکھنے والا (منجد) گویا خَطَّ سے مراد محض لمبائی کے رُخ کچھ لکھ دینا ہے۔ وہ تحریر جیسی بھی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (۲۹/۴۸) اس سے پیشتر نہ تو آپؐ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔

۲۔ سَطَرَ: سَطْر بمعنی لکیر۔ قطار۔ تحریر کی سطر (منجد) اور سَطَّرَ بمعنی سطر بندی کرنا۔ سطریں بنا کر لکھنا۔ سیدھی سطور لکھنا۔ قرآن میں ہے:

وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (۶۸/۱) قلم کی اور جو (اہل قلم) لکھتے ہیں، اس کی قسم۔

۳۔ رقم: بمعنی کتاب پر اعراب اور نقطے لگانا۔ لکھنا (کپڑے پر) نقش و نگار بنانا۔ اور مِرقم بمعنی نقش کرنے کا آلہ اور مرقوم بمعنی واضح لکھی ہوئی (منجد) اور رَاقَمَ بمعنی ایسی تحریر کرنا جو واضح اور موٹے خط میں لکھی گئی ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ (۸۳/۲۰) وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی جہاں مقرب فرشتے موجود ہوتے ہیں۔

۴۔ کَتَبَ: ایسے لکھنا جو اپنا مفہوم ادا کرنے میں مکمل ہو (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (۲/۲۸۲) اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اسے لکھ لیا کرو۔

ماحصل: (۱) خَطَّ: محض لمبائی کے رُخ کچھ لکھ دینا۔

(۲) سَطَرَ: سطور بنا کر لکھنا۔

(۳) رَقَمَ: ایسے لکھنا کہ تحریر واضح اور موٹی ہو۔

(۴) کَتَبَ: ایسی تحریر جو اپنا مفہوم ادا کرنے میں مکمل ہو۔

۱۰ ——— لکھوانا

کے لیے اِسْتَنْسَخَ[۱]، اَمَلَّ (مَلَّ)[۲] اور اِکْتَتَبَ[۳] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتَنْسَخَ: نَسَخَ الْکِتَابَ بمعنی کتاب کی کاپی کرنا اور نسخہ وُہ کتاب جس سے نقل کی جائے نقل شدہ کتاب اور اِسْتَنْسَخَ بمعنی لکھنے یا نقل کرنے کو کہنا (منجد) کتاب کو حرف بحرف نقل کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ — یہ ہماری کتاب تمہارے متعلق ٹھیک ٹھیک بولے گی

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۴۵/۲۹) — ہم وہ سب کچھ لکھواتے جاتے تھے جو تم عمل کرتے تھے۔

۲۔ اَمَلَّ: بمعنی تحریر لکھوانا۔ اس طرح کہ ایک آدمی بولتا جائے اور دوسرا لکھتا جائے۔ لکھوانا۔ لکھنے کے بعد پڑھ کر سنانا (تفصیل پڑھنا میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ (۲/۲۸۲) — اور چاہیے کہ وُہ شخص لکھوائے جس نے قرضہ لیا ہے۔

۳۔ اِکْتَتَبَ، لکھنا۔ املا کرانا۔ لکھانا۔ لکھنے کی درخواست کرنا (منجد) اِکْتَتَبَ کا لفظ عموماً جھوٹی اور جعلی تحریر کے متعلق استعمال ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا — اور (کافر) کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں

فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (۲۵/۵) — جسے اس نے لکھوا رکھا ہے۔ اور وُہ صبح و شام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔

ماحصل: (۱) اِسْتَنْسَخَ، کسی کو کوئی چیز نقل کرنے کو دینا۔ لکھوانا۔

(۲) اَمَلَّ: ایک شخص کا بولتے اور دوسرے کو لکھتے جانا۔

(۳) اِکْتَتَبَ: کا استعمال عموماً جھوٹی اور جعلی نقل سازی کے لیے ہوتا ہے۔

۱۱ ——— لکھنے والا

کے لیے کَاتِبٌ اور سَفَرَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَاتِبٌ: ہر وُہ شخص جو کوئی چیز لکھتا ہے وُہ کاتب ہے یہ لفظ معروف اور اس کا استعمال عام ہے ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ — اور اگر تم سفر میں ہو اور کاتب نہ مل سکے تو رہن باقبضہ

مَّقْبُوضَةٌ (۲/۲۸۳) رکھ کر (قرض لے لو)

۲- سَفَرَۃ :(سافِر کی جمع) اَلسِّفْرُ بمعنی وہ کتاب جو حقائق کو بے نقاب کرتی ہو (م-ل) اور اسفار بمعنی تورات کی شروح و تفاسیر- اور سافِر وہ شخص جو ایسی تحریر کرتا یا لکھتا ہو- نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے- الہامی تحریر لکھنے والے- ارشادِ باری ہے:

فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ (۸۰/۱۶) وُہ (نصیحت) عزت والے اوراق میں ہے جو اونچے رکھے ہوئے اور نہایت پاکیزہ ہیں- انھیں بہت عزت والے اور نیک لکھنے والوں کے ہاتھوں نے لکھا۔

ماحصل: کاتب: عام ہے- سفرۃ: متبرک اور پاکیزہ تحریریں لکھنے والے۔

۱۲ ---- لگاتار پے در پے

کے لیے تَتْرَا، عَلٰی فَتْرَةٍ، حُسُوْم، رَدِفَ، دَأْبٌ، مُتَتَابِع اور وَصَّلَ کے الفاظ قرآن مجید میں آئے ہیں۔

۱- تَتْرَا بمعنی ایک کے بعد دوسرا آنا اس طرح کہ درمیان میں وقفہ نہ ہو (منجد) تواتر اور متواتر مشہور الفاظ ہیں یعنی بیک وقت کئی ایک تو ہو سکتے ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی وقت کوئی بھی نہ ہو- ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا (۲۳/۴۴) پھر ہم پے در پے اپنے پیغمبر بھیجتے رہے۔

۲- عَلٰی فَتْرَةٍ، فَتَرَ بمعنی کام کرتے کرتے کسی چیز کی رفتار کا کم ہونا اور اس میں ضعف واقع ہونا- (م-ل مف) ارشادِ باری ہے:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ- (۵/۱۹) اے اہل کتاب، تمہارے پاس ہمارا پیغمبر اس وقت آیا جب (پہلے) رسولوں (کی تعلیم کا) سلسلہ ماند پڑ چکا تھا- یہ رسول تمہارے لیے (احکامِ الٰہی کی) وضاحت کرتا ہے۔

۳- حُسُوْمًا: حَسَمَ بمعنی کسی چیز کے نشان کو زائل کرنا اور مٹا دینا- اور حَسَمَ الدَّاءَ بمعنی مسلسل داغ دے کر زخم اور اس کے نشان کو مٹا دینا- اور نَالَهٗ حُسُوْمًا بمعنی نحوست نے اس کا نام و نشان مٹا ڈالا (مف) اور حَسَمَ بمعنی جڑ سے کاٹنا- حَسَمَ الْعِرْقَ بمعنی رگ کاٹ کر اس کو داغ دینا تاکہ خون بند ہو جائے- اور حُسُوْم بمعنی نامبارک- منحوس (منجد) گویا حُسُوْم میں تین باتوں کا تصور پایا جاتا ہے- (۱) تکلیف اور نحوست (۲) تسلسل (۳) قلع قمع- ارشادِ باری ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَی الْقَوْمَ رہے عاد، تو ان کا سناٹے کی سرد ہوا سے ستیاناس کر دیا گیا- اللہ نے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن اس طوفان کو لگاتار چلائے رکھا، تو اب تم اس قوم کو مرے

فِيهَا صَرْعَىٰ (۶۹/۷) — پڑے دیکھو۔

اس آیت میں حُسُوم کا لفظ تینوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۴۔ رَدِفَ: بمعنی کسی کے پیچھے سوار ہونا۔ اور اَرْدَفَ بمعنی کسی کو اپنے پیچھے سوار کرنا۔ یکے بعد دیگرے آنا۔ پے درپے ہونا۔ اور تَرَادَفَ ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ ایک دوسرے کے پیچھے سوار ہونا (منجد) اور اردافُ الملوک بمعنی بادشاہوں کے جانشین (مف) قرآن میں ہے:

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ (۹/۸) — جب تم اللہ سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریادرسی کی (اور فرمایا) میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔

۵۔ دَأَبَ: بمعنی کوشش اور مشقت سے برابر کسی کام کو کرتے جانا (منجد) مسلسل اور بغیر وقفہ کے چلتے رہنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ۔ (۳۳/۱۴) — اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا۔ دونوں ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

۶۔ مُتَتَابِع: بمعنی دو چیزوں کا آپس میں اس طرح آگے پیچھے آنا یا ہونا کہ ان میں کوئی تیسری چیز حائل نہ ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ (۹۲/۴) — تو جس کو غلام آزاد کرنا میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے۔

۷۔ وَصَّلَ: وَصَلَ بمعنی ملانا اور جوڑنا (م س ل) یعنی کسی چیز کو اس طرح ملانا کہ وہ جڑ جائے۔ اور وَصَّلَ میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور واصل الشیٔ یا واصل بالشیٔ بمعنی ہمیشگی کے ساتھ کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (۵۱/۲۸) — اور ہم پے درپے ان کے پاس (ہدایت کی) باتیں بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

ماحصل: (۱) تَتْرًا: متواتر۔ لگاتار۔ بلا انقطاع۔

(۲) عَلَىٰ فَتْرَةٍ: پہلے کا اثر ماند پڑنے پر سلسلہ جاری رکھنا۔

(۳) حُسُوم: لگاتار مصیبت اور نحوست جو قلع قمع کر دے۔

(۴) رَدِفَ: ایک کے بعد دوسرا جبکہ وہ سب ایک دوسرے کے ممد و معاون بھی ہوں۔

(۵) دَأَبَ: کوشش اور مشقت سے لگاتار چلتے جانا۔

(۶) مُتَتَابِع: دو ہم جنس چیزوں کا اس طرح آگے پیچھے ہونا کہ درمیان میں کوئی تیسری چیز حائل نہ ہو۔

(۷) وَصَّلَ: ایک چیز کو دوسری سے ملا کر اس طرح جوڑنا کہ وقفہ کا امکان ہی ختم ہو جائے۔

۱۳۔ لوٹنا۔ لوٹانا۔ رجوع کرنا

کے لیے رَجَعَ، اَبَ (اوب)، تَابَ (توب) اَنَابَ (نوب) بَاءَ (بوء) فَاءَ (فیٔ)، صَدَرَ، صَارَ (صیر) اور اِرْتَدَّ (ردّ)، انقلبَ، افاضَ اور ھَادَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَجَعَ: بمعنی کسی چیز کا اپنے مبداء کی طرف لوٹنا۔ خواہ یہ چیز کوئی جاندار ہو یا بے جان، قول ہو یا فعل نیز اس لوٹنے کے فعل میں لوٹنے والے کے ارادہ کو دخل ہو یا نہ ہو (مف) مشہور مقولہ ہے کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ گویا اس لفظ کا استعمال ہر لحاظ سے عام ہے۔ قرآن میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (۲/۱۵۶) — اُن لوگوں پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں، کہ ہم خدا ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اور اَرْجَعَ بمعنی لوٹانا۔ جیسے فرمایا:

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۲/۲۱۰) — اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

۲۔ اَبَ: یہ رَجَعَ سے اخص ہے۔ اور صرف جاندار کے لیے آتا ہے۔ اور مَاٰب بمعنی مرجع۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا (مف۔ منجد) اور ایاب بمعنی بازگشت یا واپسی کا سفر۔ اور ذِھَاب و اِیَاب بمعنی جانا اور واپس آنا۔ اَبَ میں یہ ضروری نہیں کہ لوٹنے والے کے ارادہ کو دخل ہو۔ ارشادِ باری ہے،

اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ (۸۸/۲۶) — بیشک ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے اور پھر ہم ہی نے ان سے حساب لینا ہے۔

اور جب یہ فعل ثلاثی مزید فیہ میں جائے گا مثلاً اَوَّبَ اور اَوَّبَ تو اس صورت میں لوٹنے والے کے ارادہ کو بھی دخل ہوگا۔ اَوَّاب بمعنی لوٹنے والا۔ ہر آن رجوع کرنے والا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا (۱۷/۲۵) — بیشک اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں کے لیے بخشنے والا ہے۔

۳۔ تَابَ: بمعنی گناہ کے کاموں سے لوٹنا۔ گناہ کا اعتراف اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا۔ توبہ کرنا (مف) اور اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو توبہ قبول کرنا۔ گناہ معاف کر دینا یا مہربان ہونا کے معنی میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (۲/۱۶۰) — مگر جو لوگ توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کر لیتے اور (احکام الٰہی) کو صاف صاف بیان کر دیتے ہیں تو میں اُن کے قصور معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا (اور) رحم والا ہوں۔

۴۔ اَنَابَ: نَابَ اِلَیْهِ: بمعنی کسی طرف بار بار آنا۔ اور نَوْبَةٌ بمعنی باری۔ دفعہ۔ موقعہ۔ فرصت اور

اَنَابَ بمعنی نائب ہونا۔ قائم مقام ہونا۔ اور اناب الی اللہ بمعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بار بار متوجہ ہونا اور رجوع کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا ‎(۶۰/۴) — اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ ہی پر بھروسہ کرتے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۵۔ بَاءَ: بوءٌ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) لوٹنا اور (۲) برابر ہونا (م۔ل) یعنی اس حال میں لوٹنا کہ ان کے اعمال کا عوض ان کے سامنے آجائے۔ یہ عموماً برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی اچھی حالت سے بری حالت کو لوٹنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ‎(۲/۶۱) — اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات سے انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔

یعنی ان کی حالت ایسی تھی کہ وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہونے کے مستحق ہو گئے تھے۔

۶۔ فَاءَ: بمعنی اچھی حالت کی طرف لوٹنا (مف) یعنی اپنی اصلاح کر لینا۔ اور بری حالت سے اچھی کی طرف واپس آنا۔ اور بمعنی قریب سے ہی لوٹ آنا (فق ل ۲۴۹) ارشادِ باری ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ‎(۴۹/۹) — تو زیادتی کرنے والے فریق سے لڑو تاآنکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔

۷۔ صَدَرَ اور اَصْدَرَ بمعنی پانی سے سیر ہو کر واپس لوٹنا۔ کہتے ہیں صَدَرَتِ الْاِبِلُ مِنَ الْمَاءِ یعنی اونٹ پانی سے سیر ہو کر واپس آئے۔ قرآن میں ہے:

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ‎(۲۸/۲۳) — وہ دونوں لڑکیاں کہنے لگیں، ہم اس وقت پانی نہیں پلا سکتیں جبتک کہ چرواہے پانی پلا کر واپس چلے جائیں۔

اور صَدَرَ کی ضد وَرَدَ ہے۔ یعنی پانی پینے کے لیے گھاٹ پر پہنچنا (مف) اور وِرْدٌ بمعنی گھاٹ بھی۔ ‎(۱۱/۹۸) اور بمعنی پیاسا بھی آتا ہے۔ اور وَارِدٌ بمعنی وہ شخص جو پانی لانے کے کنویں یا گھاٹ پر جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ‎(۱۲/۱۹) — اور ایک قافلہ آیا جس نے اپنا پانی لانے والا بھیجا۔ جس نے اپنا ڈول (کنوئیں میں) لٹکایا۔

۸۔ صَارَ (صیر) کے معنی میں دو بنیادی باتیں ہیں (۱) رجوع (۲) انجام (م۔ل) تفصیل انجام میں دیکھیے۔ بمعنی آخری بازگشت۔ قرآن میں ہے:

اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ‎(۴۲/۵۳) — دیکھو سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

۹۔ رَدَّ اور اِرْتَدَّ: رَدَّ بمعنی کسی چیز کے ناقابلِ قبول ہونے کی وجہ سے اس کو لوٹا دینا۔ پھیر دینا (م۔ق) اور رَدٌّ بمعنی مردود بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ (۱۲/۶۵) — اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ ان کی پونجی انھیں واپس موڑ دی گئی ہے۔

اور ارْتَدَّ بمعنی کسی چیز کے ناقابلِ قبول ہونے کی وجہ سے خود پیچھے ہٹ جانا یا واپس لوٹ جانا۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى (۴۷/۲۵) — وہ لوگ جو راہِ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے۔

پھر رَدَّ اور ارْتَدَّ کا استعمال عام ہوا تو محض لوٹانے اور لوٹنے کے معنوں میں بھی آنے لگا جیسے فرمایا:

فَلَمَّا أَن جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا (۱۲/۹۶) — جب خوشخبری دینے والا آیا تو کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈال دیا تو وہ بینا ہو گئے۔

۱۰۔ اِنْقَلَبَ، قَلَبَ بمعنی رُخ یا حالت کو پلٹنا۔ اوپر کے حصہ کو نیچے کرنا اور اس کے برعکس۔ باہر کے حصہ کو اندر کرنا اور اس کے برعکس۔ اور اِنْقَلَبَ بمعنی اپنی حالت یا رُخ میں ایسی تبدیلی کرنا جو پہلی صورت کے برعکس ہو۔ الٹ جانا۔ پلٹنا۔ مڑنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ (۹/۹۵) — جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو تمہارے روبرو خدا کی قسمیں کھائیں گے۔

۱۱۔ اَفَاضَ: فَاضَ الْمَاءَ بمعنی پانی کا کسی جگہ سے اچھل کر بہہ نکلنا۔ اور اَفَاضَ الْاِنَاءَ کا معنی برتن کو اتنا لبالب بھر دینا کہ پانی اوپر سے بہنے لگے۔ اسی فیضان الماء سے تشبیہ دے کر ہجوم کے ریلے کے بہاؤ کے ساتھ بہنے پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ (۲/۱۹۹) — پھر جہاں سے دوسرے لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس مڑو۔

۱۲۔ ھَادَ (ھود) بمعنی نرمی کے ساتھ رجوع کرنا۔ اور ھَوَّدَ بمعنی آہستگی اور نرمی سے چلنا اور رینگنا (مف) اور ھَادَ بمعنی حق کی طرف رجوع کرنا۔ اور ھاد فی المنطق بمعنی نرمی اور آہستگی سے بولنا اور ھَوَّدَ بمعنی گلے میں آہستہ آہستہ آواز پھرانا۔ گانا۔ آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر چلنا (منجد) گویا ھَادَ کے معنی نرمی کے ساتھ اور آہستہ آہستہ حق کی طرف رجوع کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ (۷/۱۵۶) — اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ لے اور آخرت میں بھی۔ ہم تیری طرف رجوع ہو چکے۔

ماحصل: (۱) رَجَعَ: کسی چیز کا اپنے مبدا کی طرف لوٹنا۔ عام ہے۔

(۲) اَبَ: کسی جاندار کا لوٹنا۔ بلا ارادہ یا بالارادہ۔

(۳) تاب: گناہ کے کاموں سے رجوع کرنا۔

(۴) اَنَابَ: بار بار رجوع کرتے رہنا۔

(۵) بَاءَ: بُری حالت کی طرف لوٹنا۔

اَوَّبَ: کسی جاندار کا اپنے ارادہ کے ساتھ بکثرت رجوع کرنا (۶) فَاءَ: اچھی حالت کی طرف لوٹنا۔ قریب سے لوٹ آنا۔

(۷) صَدَرَ: گھاٹ یا کنویں سے سیر ہو کر لوٹنا۔

(۸) صَارَ: آخری بازگشت۔

(۹) رَدَّ: ناقابلِ قبول ہونے کی وجہ سے لوٹانا۔ قبول نہ کرنا۔

اِرْتَدَّ: کسی چیز کے ناقابلِ قبول ہونے کی وجہ سے خود اس سے لوٹ جانا۔

(۱۰) انقلب: رخ یا حالت کا اس طرح پلٹنا کہ وہ پہلی کے بالکل برعکس ہو۔

(۱۱) اَفَاضَ: ریلے کے ساتھ لوٹنا۔ بہتے چلے آنا۔

(۱۲) ھَادَ: آہستہ آہستہ اور نرمی سے رجوع کرنا۔

۱۴ لوح محفوظ اور اس کے مختلف نام

کے لیے لَوحِ مَحفُوظ[۱]، کِتَابٌ مَّکنُون[۲]، اُمُّ الْکِتَاب[۳] اور اِمَامٌ مُّبِین[۴] کے نام قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ لَوحِ مَحفُوظ: کا لغوی معنی صرف "محفوظ تختی" ہے۔ اس کا مکمل ادراک تو انسان کے احاطہ سے باہر ہے البتہ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک تختی یا کتاب ہے جس میں کائنات کی تقدیر کے متعلق تمام امور پہلے سے لکھ دیے گئے ہیں اور ان میں ردوبدل نہیں ہوتا۔ قرآنی آیات میں اس کے مختلف ناموں سے جو روشنی پڑتی ہے وہ درج ذیل ہے:

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ (۲۲-۸۵) بلکہ یہ عظیم الشان قرآن ہے۔ لوح محفوظ میں (لکھا ہوا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم لوح محفوظ ہی سے ماخوذ ہے۔

۲۔ اُمُّ الْکِتَاب: ارشادِ باری ہے:

إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ (۴۳-۳، ۴) ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم لوگ اسے سمجھ سکو۔ اور درحقیقت یہ امّ الکتاب میں ثبت ہے جو ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب ہے۔

قرآن کریم کے متعلق یہ فرما کر کہ یہ ام الکتاب میں ہے۔ ایک اہم حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف زمانوں میں مختلف ملکوں اور قوموں کی ہدایت کے لیے مختلف انبیاء پر جو کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ ان سب میں ایک ہی عقیدہ کی دعوت دی گئی ہے۔ خیر و شر کا ایک ہی معیار اور اخلاق و تہذیب کے اصول یکساں ہیں۔ یعنی دین ایک ہی رہا ہے۔ رہی شریعت یا احوال و ظروف کے مطابق شرعی احکامات میں تغیر و تبدل تو اس کے متعلق فرمایا:

يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِندَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (۱۳-۳۹) اللہ جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔ اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں شرعی احکامات میں تغیر و تبدل کا ریکارڈ بھی اس کتاب میں

موجود ہے۔

۳- اِمَامٌ مُّبِیْن: چنانچہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ۔ (۳۶/۱۲) — اور ہم نے امام مبین (لوح محفوظ) میں ہر چیز کا ریکارڈ رکھا ہوا ہے۔

۴- کِتَابٌ مَّکْنُوْن: نیز فرمایا:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۔ (۵۶/۷۸) — یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے جو کتاب محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مندرجات کا اللہ کے سوا کسی کو، حتیٰ کہ جبرئیل تک کو بھی علم نہیں جو انبیاء تک وحی پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔

ماحصل: لوح محفوظ سے مراد وہ تختی یا کتاب ہے جو ہر طرح کی دستبرد سے محفوظ ہے۔ وہ ام الکتاب اس لحاظ سے ہے کہ تمام احکام وفرامین اور کلمات الٰہی کا مصدر ہے۔ اور امام مبین اس لحاظ سے ہے کہ اس میں سب کچھ پہلے سے ہی لکھ رکھا گیا ہے۔ اور مکنون اس لحاظ سے ہے کہ اس کے مندرجات کی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر تک نہیں۔

۱۵ ــــ لونڈی ــــ غلام

کے لیے عَبْد، اَمَة (اَمو)، رَقَبَة اور مِلْكُ يَمِيْن کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عَبْد: بمعنی بندہ - غلام - عبودیّت بمعنی ذلت اور انکسار کا اظہار کرنا - اور عبادۃ کا لفظ عبودیّت سے زیادہ ابلغ ہے بمعنی انتہائی ذلت اور انکساری کا اظہار کرنا - اور عبادت صرف خدا کے لیے سزاوار ہے۔ گو تسخیری طور پر ساری مخلوق ہی اللہ کی عبد ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ اس بندے کو عَبْد قرار دیتے ہیں جو اپنے اختیار سے اس کا مخلص بندہ بن جائے۔ اور یہ اختیار صرف انسان اور جن کو ہے۔ عَبْد کی جمع عِبَاد بھی آتی ہے اور عَبِیْد بھی۔ اور عَبْد کا دوسرا معنی کسی چیز کا بھی غلام بن جانا ہے۔ اس کا معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عبدالدرہم اور عبدالدینار بمعنی مال و دولت کا غلام یا پرستار یا عبد الطاغوت اور عَبْد بمعنی کسی شخص کا غلام بھی ہے (ضد حُرّ) خواہ یہ زر خرید ہو یا ورثہ میں ملا ہو یا غنیمت میں ہاتھ لگا ہو۔ اور عَبَّدَ بمعنی کسی دوسرے شخص کو غلام بنالینا (۲۶/۲۲) ارشاد باری ہے:

اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى (۲/۱۷۸) — آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائیگا) غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

۲- اَمَة: عَبْد کا مونث - بمعنی لونڈی - یہ لفظ بھی ان سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے جن معنوں میں عبد کا ہوتا ہے۔ اور امۃ کی جمع اِمَاء ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (۲۴/۳۲) — اور تم بیوہ عورتوں یا رنڈے مردوں کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ (۲/۲۲۱) — اور مومن لونڈی مشرک آزاد عورت سے بہتر ہے، خواہ تمہیں وُہ (مشرک عورت) بھلی ہی کیوں نہ لگے۔

۳۔ رَقبۃ: بمعنی گردن یا اس کے پیچھے کا حصّہ یا گدّی۔ اور رَقَبَ بمعنی کسی کے گلے میں رسی یا پھندا ڈالنا۔ اہلِ عرب عموماً جزء اشرف بول کر اس سے کل مراد لے لیتے ہیں۔ اس طرح رَقَبَۃ سے مراد غلام لیا جاتا ہے، کیونکہ اس کے گلے میں غلامی کا پھندا ہوتا ہے ج رقاب (مف۔ منجد) اور رَقَبَۃ کا لفظ مذکر و مؤنث یعنی لونڈی یا غلام دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ (۲/۱۷۷) — اور جو لوگ اپنا مال اس کی محبت کے باوجود رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے میں خرچ کریں) (جالندھری)

۴۔ مِلْكُ يَمِيْن: يمين بمعنی داہنا ہاتھ یا داہنی جانب۔ چونکہ قوت اور کارکردگی کا مظاہرہ عموماً ہاتھوں سے ہی کیا جاسکتا ہے، اور ہاتھوں میں بھی داہنا ہاتھ بائیں سے اس لحاظ سے بھی افضل اور بہتر ہے۔ لہٰذا یمین کا لفظ بول کر اس سے انسان ہی مراد لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اہلِ عرب جزء اشرف بول کر اس سے کل مراد لے لیتے ہیں۔ اور مِلک بمعنی وُہ چیز جس پر کسی کا قبضہ بھی ہو اور اختیار بھی۔ اور مِلکِ یمین ہر وُہ چیز ہے جس پر کسی کا قبضہ و اختیار ہو مگر عرفِ عام میں اس لفظ کا استعمال بھی زیادہ تر اس لونڈی یا غلام پر ہونے لگا جو جنگ کے بعد بطور غنیمت حصّہ میں ملا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۴/۲۴) — اور شوہر والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں، مگر وُہ جو (اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضہ میں آجائیں۔

ماحصل: (۱) عَبْد: غلام۔
(۲) اَمَۃ: لونڈی۔
(۳) رَقَبَۃ: غلام یا لونڈی۔ خواہ کسی طور سے ہاتھ آئے
(۴) مِلْكُ يَمِيْن: وُہ لونڈی یا غلام جو بطور غنیمت ملا ہو۔

لیٹنا ——— دیکھئے "سونا"

۱۶ ——— لینا

کے لیے اَخَذَ اور تَلَقّٰی اور هَآؤُمُ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَخَذَ: بمعنی کسی چیز کو حاصل کر لینا۔ احاطہ میں لے لینا۔ پکڑنا (مف) اور اس کا استعمال حسی اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ (۳/۸۱) — اور جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ — اور جب موسیٰ کا غصّہ فرو ہوا تو (تورات کی) تختیاں

اَلْاَلْوَاحَ (۷/۱۵۴)	اٹھالیں۔

۲- تَلَقّٰی : لَقِیَ بمعنی ملنا۔ ملاقات کرنا۔ اور تلقی الشیٔ بمعنی ملنا۔ استقبال کرنا (منجد) گویا تَلَقّٰی کا معنی کسی چیز کو جاکر اور مل کر لینا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ	ان نیک لوگوں کو (اس دن کی) گھبراہٹ غمگین نہیں کریگی
الْمَلٰٓىِٕكَةُ (۲۱/۱۰۳)	اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے۔

۳- هَاؤُمُ (ھوء) اسم فعل ہے۔ بمعنی خُذْ لو یا پکڑو صرف امر کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کی گردان یوں آتی ہے۔ هَاءَمَ۔ هَاءُمَا۔ هَاؤُمُوا (مف) اور صاحب منجد کے نزدیک صرف لفظ هَا کا معنی بھی لینا ہے هَا الْكِتَاب بمعنی کتاب لو۔ اور هَاءَ (ھوء) کا معنی بھی یہی ہے۔ اور ھاء یا رجل بمعنی اے مرد کتاب لے لو۔ (منجد) گویا یہ لفظ کسی کو پکار کر اپنے پاس بلانے اور اُسے کسی چیز کے لینے کے مطالبہ کیلیے بولا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ	تو جس کا اعمالنامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ
هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ (۶۹/۱۹)	کہے گا لیجئے میرا اعمالنامہ پڑھیے۔

ماحصل : (۱) اخذ : کوئی چیز لینا۔ پکڑنا۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ (۲) تَلَقّٰی : کسی چیز کے پاس پہنچ کر اسے لینا۔ (۳) هَاؤُمُ : کسی کو بلانا اور کسی چیز کے لینے کا مطالبہ کرنا۔

لین دین کرنا

کے لیے تَدَایَنَ اور اَدَارَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- تَدَایَنَ : دَیْن بمعنی قرضہ۔ اُدھار (تفصیل اُدھار میں دیکھیے) اور تَدَایَنَ بمعنی ایک دوسرے سے اُدھار مانگنا۔ ادھار پر لین دین کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے :

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ	اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی میعادِ معین تک کیلیے
اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاكْتُبُوْهُ (۲/۲۸۲)	اُدھار کا لین دین کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

۲- اَدَارَ (دور) دَارَ بمعنی گھومنا۔ چکر لگانا۔ اور اَدَارَهٗ بمعنی گھمانا۔ چکر دینا۔ اور اَدَارَ الشَّیْءَ بمعنی کسی چیز کا لینا۔ دینا۔ ارشادِ باری ہے :

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا	ہاں اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے
بَیْنَكُمْ (۲/۲۸۲)	ہو تو (لکھنے کی ضرورت نہیں)۔

ماحصل : دست بدست لین دین کے لیے اَدَارَ اور ادھار لین دین کرنے کے لیے تَدَایَنَ آیا ہے۔

---

۱ ــــ مارنا

کے لیے ضَرَبَ، وَکَزَ، صَكَّ، دَعَّ، دَمَغَ، رَجَمَ، وَقَذَ، نَطَحَ اور جَلَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ضَرَبَ: عموماً اس کا صلہ ب ہوتا ہے۔ کسی کو ہاتھ یا اور کسی چیز سے مارنا۔ اور صلہ ب کے بعد وُہ چیز مذکور ہوتی ہے جس سے مارا جائے۔ یعنی آلہ ضرب۔ مارنا کے لیے اس لفظ کا استعمال عام ہے (ف ل ۱۸۹)

ارشادِ باری ہے:

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲/۶۰) تو ہم نے موسیٰ سے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔

۲۔ وَکَزَ: مکّہ مارنا۔ اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک سینہ یا پہلو پر ہتھیلی یا مکّہ مارنا (ف ل ۱۸۸) قرآن میں ہے:

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ (۲۸/۱۵) تو موسیٰؑ نے اسے مکّہ مارا جس سے وُہ مر گیا۔

۳۔ صَكَّ: بمعنی دو چیزوں کا آپس میں شدّت اور قوت سے ٹکرانا کہ آواز پیدا ہو۔ صَكَّ الْبَابَ دروازے کے تاکوں کا آپس میں ٹکرانا (م ل) اور بمعنی منہ پر مارنا۔ طمانچہ مارنا۔ منہ پیٹنا (ف ل ۱۸۸)

قرآن میں ہے:

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ (۵۱/۲۹) اس (عورت نے) اپنا منہ پیٹا اور کہا کیا بوڑھی اور بانجھ؟ (کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا؟)

۴۔ دَعَّ: دھکّے مارنا۔ سختی سے دفع کرنا (ف ل ۱۸۸) ارشادِ باری ہے:

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ (۱۰۷/۲) سو ایسا ہی آدمی یتیم کو دھکّے مارتا ہے۔

۵۔ دَمَغَ: بمعنی کسی کو دماغ پر یا سر پر چوٹ لگانا (مف) ارشادِ باری ہے:

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ (۲۱/۱۸) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وُہ اس کا سر توڑ دیتا ہے۔

۶۔ رَجَمَ: دُور سے کسی کو پتھر، کنکر مارنا اور (۲) دُور سے کسی پر پتھر کنکر مار کر اسے مار ڈالنا۔ سنگسار کرنا۔ دونوں معنوں میں آتا ہے۔ اور مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ رَجْمًا بِالْغَيْبِ (۱۸/۲۲) بمعنی بغیر نشانہ دیکھے پتھر پھینکنا بھی اور ظن کی بنیاد پر کلام کرنا بھی ہے (م۔ ق) قرآن میں ہے:

وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ (۱۱/۹۱) — اور (اے شعیبؑ!) اگر تمہارے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔

۷۔ وَقَذَ: بمعنی لاٹھی یا پتھر سے شدید ضرب پہنچانا جس سے وُہ مر جائے۔ اور وَقْذ بمعنی ضرب شدید (مف) اور وَقَذَ بمعنی مہلک ضرب لگانا (منجد)۔

۸۔ نَطَحَ (الثور) بیل کا سینگ سے مارنا۔ تَنَاطَحَ الْكِبَاشُ مینڈھوں کا ایک دوسرے کو ٹکریں مارنا۔ اور نَطِيح بمعنی سینگ مارا ہوا سینگ لگنے سے مرا ہوا جانور (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ (۵/۳) — جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے، چوٹ لگ کر مر جائے، گر کر مر جائے یا سینگ لگ کر مر جائے (یہ سب تم پر حرام ہیں)۔

۹۔ جَلَدَ۔ جِلْد (ج جُلُوْد) بمعنی بدن کی کھال۔ چمڑہ۔ اور جَلَدَ بمعنی چمڑے پر مارنا۔ اور جَلْدَة بمعنی کوڑا جس کی مار کا اثر جلد تک محدود رہے اور کوئی زخم نہ کرے۔ درّے سے مارنا —— (مف) ارشادِ باری ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (۲۴/۲) — زانی مرد ہو یا عورت ان میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو۔

ماحصل:

(۱) ضَرَب: اس کا استعمال عام ہے۔
(۲) وَكَزَ: مکہ مارنا۔
(۳) صَكَّ: منہ پر ہاتھ سے پیٹنا۔
(۴) دَعَّ: دھکے مارنا۔
(۵) دَمَغَ: سر پر چوٹ لگانا۔
(۶) رَجَمَ: دُور سے پتھر مارنا۔ سنگسار کرنا۔
(۷) وَقَذَ: لاٹھی یا پتھر سے شدید ضرب پہنچانا۔
(۸) نَطَحَ: کسی چوپائے کا سینگ مارنا۔
(۹) جَلَدَ: کوڑے مارنا۔

۲ —— مار ڈالنا —— مرنا

کے لیے مَاتَ[۱] اور اَمَاتَ، قَتَلَ[۲] اور قَتَّلَ، صَلَبَ[۳] اور صَلَّبَ۔ هَلَكَ[۴] اور اَهْلَكَ، ذَبَحَ[۵]، رَجَمَ[۶]، اِنْخَنَقَ[۷]، تَوَفّٰى[۸] اور شَهَادَتْ[۹] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَاتَ، مَوْت (ضد حَيَات) بمعنی کسی جاندار سے رُوح یا قوت کا زائل ہو جانا (م۔ل) جسم سے رُوح کا جُدا ہونا۔ مرنا۔ اس کی خواہ کوئی صورت ہو۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ (۲/۱۶۱) — جو لوگ کافر تھے اور مر گئے۔ درآنحالیکہ وُہ کافر ہی تھے۔

اور اَمَاتَ بمعنی کسی دوسرے کو موت دینا۔ اس کی زندگی ختم کر دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ — پھر تم کو مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ (۲/۲۸) تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

۲۔ قَتَلَ: بمعنی کسی جاندار کا دوسرے جاندار پر غالب آکر اُس کی زندگی ختم کر دینا۔ اور ابن فارس کے الفاظ میں کسی کو ذلّت کی حالت میں مار دینا (م۔ل) قرآن میں ہے:

قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ۔ (۱۸/۷۴) موسیٰؑ نے خضرؑ سے کہا کیا تو نے ایک پاکیزہ جان کو بغیر قصاص کے مار ڈالا۔

اور قَتَّلَ کا معنی کسی کو دُکھ پہنچا پہنچا کر اور ایذائیں دے دے کر مارنا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيِ نِسَآءَهُمْ (۷/۱۲۷) فرعون نے کہا کہ ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے۔

۳۔ هَلَكَ: بمعنی فنا ہونا (منجد) جاندار اور بے جان سب کے لیے آتا ہے۔ اور جاندار کی صورت میں اس کے معنی ہیں بے بسی کی موت مرنا۔ ابن الفارس کے الفاظ میں يَدُلُّ عَلٰى كَسْرٍ وَّسُقُوْطٍ (م ل) بُری موت مرنا۔ کسی حادثہ کا شکار ہو کر مر جانا۔ قرآن میں ہے:

اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ (۴/۱۷۵) اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (۲۸/۸۸) اس (اللہ) کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے۔

اور اَهْلَكَ کے معنی کسی کو ایسی ہی بُری یا بے بسی کی موت سے دوچار کرنا۔ ہلاک کر دینا۔ فنا کر دینا۔ قرآن میں ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ (۶۷/۲۸) آپ کہہ دیجئے کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے۔

۴۔ صَلَبَ: بمعنی سولی پر لٹکانا۔ یا سُولی چڑھانا۔ اور صلیب لکڑی کے اس تختہ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ کسی مجرم کو سولی پر چڑھا کر اسے مار ڈالا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (۴/۱۵۷) اور انہوں نے عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا، نہ انھیں سولی پر چڑھایا بلکہ اُن کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔

اور صَلَّبَ کے معنی کسی کو مزید اذیت پہنچانے کے لیے الٹے رُخ لٹکا کر مارنا یا سولی دیتے وقت مزید دُکھ پہنچانا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (۲۰/۷۱) (فرعون نے ایمان لانے والے جادوگروں سے کہا) سو میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں (جانب) خلاف سے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھا دوں گا۔

۵۔ ذَبَحَ: ذَبَحَ بمعنی کسی جانور کا شرعی طریقہ سے خون نکالنا۔ اور ذَبَّحَ بمعنی دکھ پہنچا کر ذبح کرنا یا ذبح کرنے میں مبالغہ کرنا (منجد) اور ذَبَّحَ اور قَتَّلَ اس لحاظ سے دونوں ہم معنی الفاظ بن جاتے ہیں

قرآن میں ہے:
يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ (۲۸/۴) فرعون بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔

۶۔ رَجَمَ: کا معنی دُور سے پتھر وغیرہ پھینکنا یا پتھر پھینک کر اسے مار دینا ہے۔ اور رجم حدود اللہ میں سے ایک حد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ شادی شدہ زانی مرد یا عورت کو دُور سے پتھر پھینک کر اور مار مار کر اسے ہلاک کر دیا جائے۔ سنگسار کرنا۔ قرآن میں ہے:
لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ (۱۹/۴۶) (آذر نے ابراہیم سے کہا) اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔

۷۔ اِنْخَنَقَ: خَنَقَ بمعنی گلا گھونٹنا اور خِنَاق اس رسی کو کہتے ہیں جس سے گلا گھونٹا جائے اور خُنَّاق وُہ بیماری ہے جس میں گلا گھٹ جاتا اور سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے (منجد) اور خَنَقَ بمعنی سخت گلا گھونٹنا یہاں تک کہ وُہ مر جائے (م۔ق) مُنْخَنِقُ بمعنی وُہ جانور جو گلا گھٹ جانے کی وجہ سے مر جائے۔
قرآن میں ہے:
وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ۔ (۵/۴) اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے (یہ سب حرام ہیں)۔

۸۔ تَوَفّٰی: وَفٰی کا لفظ کسی چیز کے اتمام اور کمال پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) اور تَوَفّٰی کے معنی ہیں زندگی کی میعاد پوری ہونے پر رُوح کو بدن سے نکال لینا، اٹھا لینا، اور یہ کام اللہ کا ہے یا اس کے مامور فرشتوں کا لہٰذا اس معنی میں اس کی نسبت انسان یا کسی دوسرے جاندار کی طرف نہیں ہو سکتی۔ قرآن میں ہے:
تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (۱۲/۱۰۰) (اے اللہ!) مجھے اس حال میں وفات دے کہ میں مسلمان ہوں اور (آخرت میں) مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل کر۔

۹۔ شَہادت: شَہِدَ بمعنی گواہی دینا۔ خواہ یہ شہادت علمی ہو یا قلبی طرزِ عمل سے ہو اور شَاهِدٌ و شَهِيْدٌ دونوں گواہ کے معنوں میں آتے ہیں۔ اور شَہِیْد کا لفظ راہِ خدا میں اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر جان دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے شہادت بمعنی راہ خدا میں جان دینا ہے کیونکہ عقیدۂ آخرت اور جزا و سزا پر اتنا پختہ یقین ہوتا ہے کہ وُہ اپنی جان دے کر اس کی شہادت پیش کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (۴/۶۹) تو یہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ۔

ماحصل: (۱) مَاتَ: رُوح کا تن سے جدا ہونا۔ عام ہے۔
(۲) قَتَلَ: کسی جاندار کا غالب آ کر دوسرے جاندار کو مار دینا۔ قَتَّلَ: بُری طرح سے مار ڈالنا۔

(۳) هَلَكَ: فنا ہونا۔ بے بسی کی موت مرنا۔ غیر جاندار کے لیے بھی آتا ہے۔
(۴) صَلَبَ: سولی پر لٹکا کر مار ڈالنا۔ صَلَّبَ: ایذائیں دے کر سولی پر لٹکانا۔
(۵) ذَبَّحَ: وقفوں سے ایذائیں پہنچا کر مارنا۔
(۶) رَجَمَ: سنگسار کرنا۔ پتھر مار مار کر مار دینا۔
(۷) اِنْخَنَقَ: کسی جاندار کا گلا گھٹ کر مر جانا۔
(۸) تَوَفّیٰ: زندگی کی میعاد پوری کر دینا۔ رُوح کو جسم سے اٹھانا۔ اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے یا اسکے فرشتوں کا۔
(۹) شَهَادَت: اللہ کی راہ میں جان دینا۔

۳۔ مال و دولت، عطا کرنا

کے لیے مَال، دَوْلَة، رِزْق اور رَزَق، خَيْر، اَفَاءَ، مَغَانِم اور اَنْفَال کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَال (مول) اہل دیہہ کے نزدیک اس لفظ کا اطلاق مویشی پر ہوتا ہے کہ یہی ان لوگوں کی بڑی جائیداد ہوتی ہے۔ کہتے ہیں خَرَجَ اِلٰی مَالِهٖ یعنی وُہ اپنی جائداد یا اونٹوں کی طرف گیا۔ اور رَجُلٌ مَالٌ بہت مالدار آدمی۔ اور مَالَ یَمُوْلُ بمعنی مالدار ہونا۔ اور تَمَوَّلَ بمعنی مال جمع کرنا یا حاصل کرنا یا بہت مالدار ہونا۔ اور مَیِّل بمعنی بہت مالدار اور مُوَیِّل بمعنی تھوڑی دولت (منجد) اور عرفِ عام میں مال کا اطلاق یا تو زرِ نقد پر ہوتا ہے یا قابل خرید و فروخت مال پر (ج۔ اَمْوَال) ارشادِ باری ہے:

اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (۵۷/۲۰)	دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ ہونے کی خواہش ہے۔

۲۔ دَوْلَة، (دول) دَال کی ضد دَارَ (دور) ہے۔ اور دَوْر اور دائرہ کا لفظ تنگ دستی بدحالی اور گردشِ ایام کے لیے آتا ہے۔ اور دَوْلَة اور دُوْلَة بُرے دنوں سے خوشحالی کے ایام پھرنے کو کہتے ہیں (مف) اور دَاوَلَ خوشحالی کے دنوں کا لوگوں پر باری باری یا پھر پھر کر لانا۔ اور دَوْلَة وُہ شے جو لوگوں پر بدل بدل کر آتی رہے۔ آج کسی کے لیے ہو اور کل کسی اور کے لیے (منجد) جیسا کہ محاورہ ہے کہ دولت ڈھلتی چھاؤں ہے اور اربابِ سیاست کے نزدیک دَوْلَة کا معنی بادشاہ و وزرار حکومت۔ گورنمنٹ۔ ریاست ہے۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (۵۹/۷)	ایسا نہ ہو کہ (فے کا مال) تم میں سے دولتمندوں کے ہاتھوں میں ہی پھرتا رہے۔

۳۔ رِزْق: کا بنیادی معنی روزی یا ہر وُہ چیز ہے جو جسمانی یا روحانی لحاظ سے انسان کی تربیت و اصلاح کا سبب بنے (مف) مادی لحاظ سے اس کا معنی وُہ چیز ہے جو پیٹ میں پہنچ کر غذا بنتی ہے۔ رِزْق بمعنی

نصیبہ بھی ہے۔ اور مَرْزُوق بمعنی خوش قسمت (منجد) اور رُزِقْتُ عِلْمًا بمعنی مجھے علم عطا ہوا۔ پھر رِزْق ہر اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو انسان کی روحانی یا جسمانی غذا کا سبب بنے۔ اس لحاظ سے بارش بھی رِزق ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے، وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ (۵۱/۲۲) یعنی تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ اور رَزَقَ بمعنی رزق یا روزی دینا۔ کھلانا پلانا یا کچھ مال و دولت دے دینا۔ رَزَّاق تو دراصل صرف خدا کی ذات ہی ہے لیکن کھلانے پلانے کی نسبت دوسروں کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ	اور جب میراث کی تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار
وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم	اور یتیم اور محتاج آجائیں تو اُن کو اس میں سے کچھ دے دیا کرو
مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا۔ (۴/۸)	اور شیریں کلامی سے پیش آیا کرو۔

۴۔ خَیْر: بمعنی بھلائی اور ہر وہ چیز بھی جو سب کو بھلی معلوم ہو۔ مال و دولت بھی اپنے اصل کے لحاظ سے خیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو مال و دولت عطا کرنا اس کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کے صحیح استعمال اور شرعی احکام کے مطابق خرچ کرنے سے انسان بہت سی بھلائیاں اور نیکیاں کما سکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ	آپ کہہ دیجیے کہ جو مال تم خرچ کرنا چاہو تو وہ اپنے والدین
وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ	قریبی رشتہ داروں، یتیموں غریبوں اور مسافروں کو دو۔
وَابْنِ السَّبِيلِ (۲/۲۱۵)	

لیکن مال کی محبت انسان کی فطرت میں رچی ہوئی ہے جیسے کہ ارشادِ باری ہے: وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (۱۰۰/۸) یعنی انسان مال سے سخت محبت کرنے والا ہے۔ تو انسان جب کمائی میں حرام حلال کی تمیز چھوڑ دے یا اسے شرعی احکام کے مطابق خرچ نہ کرے تو یہی مال و دولت جو سراسر خیر ہے۔ انسان کے لیے فتنہ اور آزمائش بن جاتا ہے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (۸/۲۸)	تمہارے مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے۔

۵۔ أَفَاءَ: فَيْءٌ وہ مال و دولت ہے جو بغیر لڑے بھڑے مسلمان مجاہدین کو حاصل ہو جائے۔ یعنی کافر اگر لڑنے سے پیشتر ہی راہِ فرار اختیار کر لیں تو ان کی املاک سے جو کچھ حاصل ہو گا وہ مالِ فَے ہے۔ اور أَفَاءَ بمعنی کسی کو فے کا مال عطا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ	جو مال خدا نے (لڑائی بھڑائی کے بغیر) اپنے پیغمبر کو
الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي	دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے، اللہ کے
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ	پیغمبر کے (پیغمبر کے قرابت والوں کے، یتیموں کے، حاجتمندوں
السَّبِيلِ (۵۹/۷)	اور مسافروں کے لیے ہے۔

۶۔ مَغَانِم: غَنَم بمعنی بکریوں کا ریوڑ۔ اور اَلْغُنْمُ بمعنی بکریوں کا کہیں سے ہاتھ لگ جانا یا اُن کو حاصل کرنا۔ پھر یہ لفظ ہر اُس مال پر بولا جانے لگا جو دشمن یا غیر دشمن سے حاصل ہو۔ اور مَغْنَم (ج مغانم)

بمعنی مالِ غنیمت ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں غنیمت یا مَغْنَم صرف وُہ مال ہے جو دشمن پر فتح حاصل کرنے کے نتیجہ میں ملے۔ سابقہ امتوں کے لیے ایسا مال ناجائز تھا مگر شریعتِ محمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے جائز قرار دیا۔ ارشادِ باری ہے:

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (۸/۶۹) تو جو مالِ غنیمت تمہیں ملا ہے اسے کھاؤ کہ وُہ تمہارے لیے) حلال و طیب ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ (۴/۹۴) تم دُنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو جبکہ خدا کے نزدیک بہت سی غنیمتیں ہیں۔

۷۔ اَنْفَال: نَفَل بمعنی مالِ غنیمت۔ ہبہ۔ بخشش۔ زیادتی (ج انفال) اور نَفْل بمعنی واجبات اور ضروریات سے زائد کام (منجد) اَنْفَال کا اطلاق اموالِ غنیمت پر بھی ہوتا ہے اور اموالِ فے پر بھی۔ یہ لفظ صرف اس پہلو پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اموال امتِ محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے زائد عطیہ ہیں۔ جو پہلی امتوں کے لیے جائز نہ تھے۔ ارشادِ باری ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (۸/۱) آپ سے لوگ مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ اموالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

ماحصل: (۱) مال: زرِ نقد اور ہر وُہ چیز جس سے زرِ نقد حاصل ہو سکتا ہو۔

(۲) دَوْلَت: خوشحالی کے دور کا لوٹنا۔

(۳) رِزْق: ہر وُہ چیز جو جسمانی یا روحانی غذا یا اس کا سبب ہو۔

(۴) خَیْر: مال و دولت کا بہتر پہلو یعنی جو مال احکامِ شرعیہ کے مطابق حاصل اور خرچ کیا جائے۔

(۵) فَیْء: ایسا مال جو لڑائی بھڑائی کے بغیر مسلمان مجاہدین کے ہاتھ لگ جائے۔

(۶) مَغَانِم: ایسا مال جو دشمن پر فتح پانے کے بعد حاصل ہو۔

(۷) اَنْفَال: غنیمت یا فَے۔ یہ لفظ صرف ایسے اموال کے جواز اور اس کے خدا کی طرف سے زائد عطیہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

۴ —— مالک

کے لیے مَالِك، رَبّ اور اَهْل کے لفظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَالِك: مِلْك ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے قبضہ میں ہو اور کسی دوسرے کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو (م ع) اور مالك بمعنی کسی چیز پر قابض اور مختار متصرف۔ ارشادِ باری ہے:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱/۴) وُہ اللہ جزا کے دن کا مالک ہے۔

۲۔ رَبّ: بمعنی آقا اور مالک۔ یہ لفظ عموماً بطور اسم فاعل استعمال ہوتا ہے لیکن اصل میں رَبٌّ مصدر ہے جس کے معنی کسی کو پرورش کرکے حدِ کمال تک پہنچانا اور اس کی جملہ ضرورتوں کا خیال

رکھنا ہے (مف) گو حقیقت میں ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تاہم اس کی نسبت ایسے شخص کی طرف ہو سکتی ہے جو مالک بھی ہو اور اس کی تربیت کا ذمہ دار بھی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا (۱۲/۴۱) — اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔

۳۔ اَهْل بمعنی کنبہ۔ رشتہ دار۔ اور بمعنی گھر والے۔ اہل وعیال۔ بیوی اور بچے۔ اور اَهَلَ الرَّجُل بمعنی بیوی اور اَهَلَ الرَّجُل بمعنی شادی کرنا (منجد) اور اَهْل بمعنی ہم نسب یا ہم دین لوگ (مف) اور اَهْل بمعنی گھر والے بھی اور گھر بھی (دیکھیے "گھر") اور درج ذیل آیت میں قرآن نے اہل کا لفظ استعمال کر کے اس سے گھر کے مالک مراد لیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ۔ (۴/۲۵) — تو ان لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کر لو۔

ماحصل: (۱) مالك: قبضہ اور تصرف کا اختیار رکھنے والا۔

(۲) رَبّ: جو مالک بھی ہو اور تربیت بھی کرے۔ (۳) اَهْل: گھر والے۔ گھر اور گھر کا مالک۔

۵ ـــــ ماں

کے لیے وَالِدَة اور اُمّ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ وَالِدَة: وہ عورت جس نے بچہ جنا ہو۔ ماں۔ یہ لفظ محدود اور معروف معنوں میں مستعمل ہے۔ اور جب ماں باپ دونوں کا ذکر مقصود ہو تو والدین (تثنیہ مذکر) کا لفظ استعمال ہوگا (ج والدات) ارشادِ باری ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (۲/۲۳۳) — اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔

۲۔ اُمّ: کا لفظ بڑے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اُمّ بمعنی حقیقی والدہ بھی اور ہر وہ چیز بھی جو کسی دوسری چیز کے وجود میں آنے یا اس کا مبدا ہونے یا اس کی اصلاح و تربیت کا سبب بنے (مف) لفظ اُمّ کا استعمال درج ذیل صورتوں میں ہوتا ہے:

(۱) بطور حقیقی والدہ، ارشادِ باری ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ (۲۸/۷) — اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اُسے دودھ پلاؤ۔

(۲) جس طرح اَبّ کا لفظ حقیقی والد کے علاوہ دادا، پردادا اور اُوپر کی نسلوں تک استعمال ہوتا ہے اسی طرح اُمّ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت آدمؑ ابوالبشر ہیں اسی طرح حوّا بھی اُمّ البشر ہیں۔

(۳) بمعنی اصل یا جڑھ۔ جیسے ام الکتاب (۲۹/۱۳) بمعنی اصل کتاب یا لوحِ محفوظ۔ اور اُمُّ الْقُرٰی (۶/۹۲) بمعنی مرکزی بستی یا کنایۃً شہر مکہ۔ نیز اُمّ الخبائث بمعنی شراب اور اُمّ الامراض بمعنی قبض۔ اُمّ الطریق بمعنی شارع عام۔ اور ام النجوم بمعنی کہکشاں۔

(۴) بطور عزت و احترام۔ ارشادِ باری ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ (۳۳/۶) پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

(۵) بطور کنیت۔ پھر اس کنیت میں کبھی تو کوئی تعلق واضح ہوتا ہے جیسے ام اربع و اربعین بمعنی کنکھجورا اور کبھی کوئی ادنیٰ تعلق بھی نہیں ہوتا جیسے نومولود بچی کا نام ام کلثوم رکھ دیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن میں ایسی کنیت کا ذکر نہیں۔

۶۔۔۔ مانگنا

کے لیے طَلَبَ، سَأَلَ، اِدَّعَ (دعو) حَفَا (حفو) اور اِعْتَرَّ (عرّ) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ طَلَبَ: طَلَبَ الشَّیْءَ کوئی چیز مانگنا (م۔ق) اور بمعنی کسی چیز کے لیے کوشش کرنا (فق ل ۲۲۹) طِلْبٌ اور طِلْبَۃٌ بمعنی مانگی ہوئی چیز (منجد) اور بمعنی کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے اس کی تلاش و جستجو کرنا (مف) یہ لفظ مانگنا، چاہنا اور ڈھونڈنا سب معنوں میں آتا ہے۔ اور یہ مانگنے کی ابتدائی کیفیت ہوتی ہے۔ قرآن میں ہے:

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ (۲۲/۷۳) چاہنے والا اور جس کو وہ چاہتا ہے دونوں کمزور ہیں۔

۲۔ سَأَلَ: کا لفظ دو معنوں میں آتا ہے (۱) کسی سے کوئی چیز پوچھنا تاکہ اس کا جواب ملے (۲) کسی سے کوئی چیز ضرورت کی مانگنا یعنی مال یا کسی دوسری ضرورت کی چیز کے لیے استدعا کرنا۔ اور سُؤْل بمعنی ایسی حاجت جس پر نفس حریص ہو اور زبان سے اس کا اظہار بھی کیا جائے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِھْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَکُمْ مَّا سَاَلْتُمْ۔ (۲/۶۱) شہر کی طرف نکل جاؤ۔ پھر جو کچھ تم نے مانگا ہے وہاں ملے گا۔

۳۔ اِدَّعَ: دعا بمعنی مانگنا، پکارنا، دُعا کرنا۔ اور اِدَّعَ میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ یعنی کسی چیز کو پکار کر مانگنا (مف) ارشادِ باری ہے:

لَھُمْ فِیْھَا فَاکِھَۃٌ وَّلَھُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ۔ (۳۶/۵۷) ان کے لیے جنت میں میوے بھی ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے وہ بھی (موجود ہو گا)۔

۴۔ حَفَا: بمعنی کسی چیز کی طلب میں مبالغہ سے کام لینا۔ بہت کدو کاوش کرنا (مف۔م ل) ارشادِ باری ہے:

اِنۡ يَّسۡـَٔلۡكُمُوۡهَا فَيُحۡفِكُمۡ تَبۡخَلُوۡا (۴۷/۳۷) — اگر پیغمبر تم سے مال طلب کرے اور تمہیں تنگ کرے تو تم بخل کرنے لگو۔

دوسرے مقام پر ہے:

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنۡهَا (۷/۱۸۷) — وُہ آپ سے (قیامت کے متعلق) پوچھتے ہیں گویا آپ ہر وقت اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے ہیں۔

۵۔ اِعۡتَرّ: عَرّ اور اِعۡتَرّ دونوں ایک ہی معنٰی میں آتے ہیں یعنی بخشش طلب کرنا اور اس کے لیے کسی کے سامنے آنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ وَالۡمُعۡتَرَّ (۲۲/۳۶) — اور (اس قربانی کے گوشت سے) نہ مانگنے والوں کو بھی کھلاؤ اور مانگنے والوں کو بھی۔

ماحصل: (۱) طَلَبَ: کسی حاجت پر نفس کا حریص ہونا اور اس کی جستجو کرنا۔

(۲) سال: کسی حاجت پر نفس کا حریص ہونا اور اس کا کسی دوسرے سے اظہار۔

(۳) ادّع: کسی حاجت پر نفس کا حریص ہونا اور پکار کر مانگنا۔

(۴) حفو: کسی حاجت پر نفس کا حریص ہونا اور اس کے لیے تقاضا کرنا۔ اور

(۵) اعتر: بمعنی بخشش مانگنے کے لیے لوگوں کے سامنے آنا۔

مائل ہونا ـــــ "جھکنا" ـــــــــــــ "مایوس ہونا" کے لیے دیکھیے "ناامید ہونا"

مٹانا

کے لیے طَمَسَ، مَحَقَ اور مَحَا (محو) اور نَسَخَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طمس: رگڑ رگڑ کر اس طرح مٹانا کہ کچھ اثرات باقی رہ جائیں۔ طمس کا لفظ بالعموم آنکھ، ستارے اور چہرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ آنکھوں اور ستاروں کا طمس یہ ہے کہ وُہ بے نور ہو جائیں اور چہرے کا طمس یہ ہے کہ وُہ مسخ ہو جائے یعنی بدصورت بن جائے۔ ارشادِ باری ہے:

اٰمِنُوۡا بِمَا نَزَّلۡنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّطۡمِسَ وُجُوۡهًا (۴/۴۷) — ہماری نازل شدہ کتاب جو تمہاری کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے، پر ایمان لے آؤ۔ اس سے پیشتر کہ ہم تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں (یعنی آنکھ ناک وغیرہ کو مٹا ڈالیں۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

فَاِذَا النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ (۷۷/۸) — جب ستاروں کی چمک جاتی رہے۔

۲۔ مَحَقَ: کسی چیز کو کمزور اور مضمحل بنا دینا۔ باطل کر دینا۔ بے برکت اور بے جان بنا دینا (م۔ ل) اور محق بمعنی گھٹنا اور کم ہونا (مف) اور اس کی ضد ربو یا ربی ہے۔ بمعنی پالنا پوسنا۔ تربیت کرنا اور

پروان چڑھانا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (۲/۲۷۶) — اللہ سود کو نابود یعنی بے برکت کرتا اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے۔

۳۔ محو : کسی چیز کو یوں مٹانا کہ اس کے نشانات بھی نہ رہنے پائیں۔ کہتے ہیں مَحَتِ الرِّيحُ السَّحَابَ۔ ہوا بادلوں کو اڑا لے گئی۔ یعنی بادلوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہ گیا۔ اور اس کی ضد اَثْبَتَ بمعنی برقرار رکھنا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ۔ (۱۳/۳۹) — اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے اسے برقرار رکھتا ہے۔

۴۔ نَسَخَ : بمعنی زائل کرنا۔ باطل کرنا۔ مسخ کرنا۔ مٹانا (منجد) اور بمعنی ایک چیز کو زائل کر کے دوسری چیز کو اس کی جگہ پر لانا (مف) اور پہلی چیز جو زائل ہوئی یا مٹائی گئی وہ منسوخ ہے اور دوسری چیز جو اس کی جگہ لائی گئی وہ ناسخ ہے۔ پھر کبھی یہ لفظ محض زائل کرنا یا مٹانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ (۲۲/۵۲) — تو اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔

اور کبھی پہلی چیز کو ختم کر کے یا زائل کر کے دوسری چیز لانے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (۲/۱۰۶) — ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا فراموش کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں۔

ماحصل : (۱) طمس : اس طرح مٹانا کہ کچھ اثرات باقی رہ جائیں۔

(۲) محق : کسی چیز کا زور ختم کر دینا۔ اسے بے جان اور مضمحل بنا دینا۔

(۳) محو : ایسے ختم کرنا کہ کوئی نشان باقی نہ رہے۔

(۴) نسخ : کسی چیز کو مٹا کر اس کی جگہ دوسری چیز لانا۔

۸ — مٹی اور اس کی مختلف حالتیں

کے لیے تُرَاب[۱]، طِيْن[۲]، لَازِب[۳]، حَمَا[۴]، صَلْصَال[۵]، فَخَّار[۶]، صَعِيْد[۷]، سُلَالَة[۸] اور ثَرٰی[۹] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ تُرَاب : بمعنی خاک، خشک مٹی جس میں نمی نہ ہو (ف ل ۲۱) جسے ہوا اڑائے پھرتی ہے۔ مٹی کے لیے عام لفظ ہے۔ قرآن میں ہے :

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا۔ (۷۸/۴۰) — اور کافر (قیامت کے دن) کہے گا، اے کاش میں مٹی ہو چکا ہوتا۔

۲۔ طِیْن: بمعنی گیلی مٹی مگر اس میں بھوسہ نہ ہو (ف ل ۳۱) خواہ اس سے پانی کی رطوبت ختم ہو جائے تو بھی اس سوکھے کیچڑ کو طین ہی کہا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ (۳۲/۷) اور اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش گیلی مٹی سے شروع کی۔

۳۔ لَازِب: ہاتھ سے چپک جانے والی مٹی (منجد) چپکدار اور لیسدار مٹی (ف ل ۲۶۸) ارشادِ باری ہے:

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ (۳۷/۱۱) ہم نے انھیں چپکتے گارے سے بنایا ہے۔

آیت بالا میں لازب کا لفظ محض طین کی صفت کے طور پر نہیں آیا۔ بلکہ لازب کے معنی ہی چپکدار اور لیسدار مٹی ہے جیسا کہ حوالہ سے ظاہر ہے۔

۴۔ حَمَاٍ: بمعنی بدبودار کیچڑ۔ جب کیچڑ سیاہی مائل رنگت اختیار کرنے لگے اور اس سے بدبو آنے لگے (ف ل ۲۶۸) حَمَا الْبِئْرَ اس نے کنوئیں میں سے سڑی ہوئی سیاہ مٹی نکالی۔ اور حَمَا الْمَاء بمعنی پانی سیاہ مٹی میں مل گیا (م۔ ق)

۵۔ صَلْصَال: جب سیاہ بدبودار کیچڑ بالکل خشک ہو جائے اور تھوڑی سی ضرب سے آواز دینے یا بجنے لگے تو یہ صلصال ہے (ف ل ۲۶۸) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (۱۵/۲۶) اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے پیدا کیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (۵۵/۱۴) اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھنانے والی مٹی سے پیدا کیا۔

۶۔ فَخَّار: بمعنی ٹھیکرا۔ پکی ہوئی مٹی (منجد) یعنی ایسی پکی ہوئی مٹی یا مٹی کے برتن جو کھنکھنانے اور بجانے سے ٹن سے بجیں۔ اور فخاری بمعنی کمہار جو مٹی کے برتن وغیرہ بنا کر پھر آوہ میں پکا کر انھیں تیار کرتا یا بیچتا ہے (منجد) انسان کی پیدائش بالآخر ایسی ہی مٹی سے ہوئی جیسا کہ آیت بالا سے ظاہر ہے۔

۷۔ صَعِيْد: صَعَدَ بمعنی اوپر چڑھنا۔ اور صعید بمعنی زمین کا بالائی حصہ اور اس پر موجود گرد و غبار جو اوپر چڑھ جاتا ہے (مف) ہر ہموار زمین صَعِيْد ہے (فل ۱۶) اور بمعنی وجہ الارض یعنی زمین کی اوپر کی مٹی اور گرد و غبار وغیرہ (م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (۵/۶) پھر اگر تمھیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

۸۔ سُلَالَة: بمعنی خلاصہ۔ نچوڑ۔ کار آمد حصہ۔ کسی شے سے نکالی ہوئی چیز (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ (۲۳/۱۲) اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔

۹۔ ثَرٰى: زمین کے انتہائی گہرے حصہ کی گیلی مٹی۔ نمدار مٹی (ف ل ۳۱، ۲۶۷) ارشادِ باری ہے:

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَہُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی (۲۰/۶) — جو کچھ آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ ثرٰی کے بھی نیچے ہے سب اسی کا ہے۔

ماحصل: (۱) تُرَاب: خشک مٹی اور ہر طرح کی مٹی کے لیے عام لفظ۔

(۲) طِیْن: نمدار مٹی بغیر بھوسہ کے۔

(۳) لَازِب: لیسدار اور چپکدار مٹی۔

(۴) حَمَأ: سیاہ سڑا ہوا بدبودار کیچڑ۔

(۵) صَلْصَال: خشک کھنکھناتا ہوا کیچڑ۔

(۶) فَخَّار: کھنکھنانے یا بجنے والی پکی ہوئی مٹی۔

(۷) صَعِیْد: زمین کی اوپر کی سطح در سطح پر کا گرد و غبار۔

(۸) سُلٰلَۃ: خلاصہ۔ نچوڑ۔

(۹) ثَرٰی: زمین کے انتہائی گہرے حصہ کی نمدار مٹی۔

۹۔ مجامعت کرنا

کے لیے قرآن کریم میں جتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ سب کنایۃً استعمال ہوئے ہیں۔ ایک بھی لفظ ایسا نہیں جس کا معنی مجامعت ہو۔ اور یہی شرم و حیا کا تقاضا تھا۔ اور جو لفظ استعمال ہوئے وہ یہ ہیں: بَاشَرَ، قَضٰی، وَطَرًا، تَغَشّٰی، رَفَثٌ، مَسَّ، لَامَسَ، طَمَثَ اور قَرُبَ۔

۱۔ بَاشَرَ: بَشَرَ بمعنی کھال چھیلنا۔ بَشَرَۃ بمعنی کھال کے اوپر کا رخ۔ اور بَاشَرَ بمعنی ایک جسم کی جلد دوسرے جسم کی جلد سے لگنا باشر المراۃ بمعنی جماع کرنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ (۲/۱۸۷) — اور تم عورتوں سے مجامعت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو۔

۲۔ قَضٰی وَطَرًا: وطر بمعنی حاجت اور اہم ضرورت (مف) اور قَضٰی وَطَرًا بمعنی حاجت کو پورا کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْہَا وَطَرًا (۳۳/۳۷) — پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا۔

۳۔ تَغَشّٰی: بمعنی ایک چیز کا دوسری کو ڈھانپ لینا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا تَغَشّٰہَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا۔ (۷/۱۸۹) — پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا تو اس عورت کے ہلکا سا حمل رہ گیا۔

۴۔ رَفَثٌ: ہر وہ کلام جس کے اظہار میں شرم محسوس ہو (م-ل) بمعنی بے حجاب ہونا۔ جماع اور اس فعل سے متعلقہ بات چیت کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ — تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں سے

اِلٰی نِسَآءِکُمْ (۲/۱۸۷) — مجامعت حلال کر دی گئی ہے۔

۵۔ مَسّ: بمعنی کسی چیز کو چھونا یا کسی چیز کا جسم سے لگنا (مف) قرآن میں ہے:

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ (۳/۴۷) — مریم نے کہا، اے میرے پروردگار! میرے ہاں بچہ کیسے ہو گا جبکہ مجھے کسی آدمی نے چھوا تک نہیں۔

۶۔ لَامَسَ، لَمَسَ بمعنی کسی چیز کو انگلیوں سے ٹٹولنا۔ انگلیوں یا جسم کے کسی دوسرے حصہ سے تلاش کرنا (مف) قرآن میں ہے:

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (۴/۴۳) — یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو۔

۷۔ طَمَثَ: طَمْثٌ بمعنی حیض کا خون (فل ۱۱۵) اور طَمِثَ یَطْمِثُ کے معنی عورت کا حیض والی ہونا بھی ہے (منجد) اور مرد کا عورت کے پردۂ بکارت کو زائل کرنا بھی (مف) گویا یہ لفظ پہلی بار کی مجامعت سے مخصوص ہے۔ قرآن میں ہے:

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (۵۵/۷۴) — ان (حوروں) کو اس سے پیشتر نہ کسی انسان نے چھوا ہو گا نہ کسی جن نے۔

۸۔ قَرُبَ، بمعنی نزدیک ہونا۔ پاس جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ (۲/۲۲۲) — جب تک وُہ (عورتیں) پاک نہ ہو جائیں، ان کے پاس نہ جاؤ۔

مجبور کرنا کے لیے دیکھیے "زبردستی کرنا" اور ــــ مجبور ہونا کے لیے دیکھیے "بے قرار ہونا"

۱۰ــــ مجلس

کے لیے مَجْلِس اور نَادِیْ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مجلس (ج مجالس) ہر وُہ جگہ جہاں چند آدمی کسی غرض سے اکٹھے ہو بیٹھیں۔ گھروں میں تقریبات کی مجلس (ف ل ۳۲-۲۷۲) معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا (۵۸/۱۱) — جب تمہیں مجلسوں میں کھل کر بیٹھنے کو کہا جائے تو کھل بیٹھو۔

۲۔ نَادِی: لوگوں کا ایسا اجتماع جس میں گفتگو اور قصے کہانیوں کا شغل ہو (ف ل ۲۷۲) کلب۔ بزم۔ تفریح گاہیں۔ فحاشی کے مرکز۔ اور النّدوۃ بمعنی فلاح و بہبود۔ ملی یا دینی مشاورت گاہیں۔ (فل ۳۲) قرآن میں ہے:

وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ (۲۹/۲۹) — اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔

ماحصل: مجلس: اہل خانہ۔ گھر کے افراد اور دوست احباب کے عام اجتماع۔ نادی: مخصوص جگہیں مثلاً کلب۔ بزم۔ تفریح گاہ۔ جہاں اجتماعات میں عموماً ناپسندیدہ شغل ہی اختیار کیے جاتے ہیں۔

۱۱۔ مچھلی

کے لیے حُوت اور نُون کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حُوت: اسم جنس۔ ہر قسم کی مچھلی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (ج حِیتَان) (۷/۱۶۳) اور بڑی مچھلی کو سمک کہتے ہیں (م ۔ ل) یہ لفظ قرآن میں نہیں ہے۔ اور سب سے بڑی یعنی وہیل مچھلی کو نون (مف) حضرت یونس کے سلسلہ میں حوت اور نون دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں جیسے فرمایا:

وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ (۶۸/۴۸) — اور مچھلی والے (یونسؑ) کی طرح نہ ہو جب اس نے (اللہ کو) پکارا اور وہ غم وغصہ میں بھرے ہوئے تھے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا (۲۱/۸۷) — اور مچھلی والے (یونسؑ) جب وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر چل دیے۔

ان دونوں آیات کا مطلب ایک ہی ہے۔ یعنی وہ (وہیل) مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تھے۔

۱۲۔ محبت ۔ محبت کرنا

کے لیے حَبَّ اور مَحَبَّۃ، وَدَّ اور وُدًّا، اَلِفَ، شَغَفَ اور عُرُبًا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَبَّ اور مَحَبَّۃ: بمعنی کسی چیز کو اچھا سمجھ کر اس کا ارادہ کرنا اور چاہنا اور اس کے حصول میں حکمت سے کام لینا (فق ل ۹۹) خواہ یہ عورت اور اولاد سے ہو یا مال وزر سے۔ اور حَبّ اور حَبَّۃ دانہ (گندم یا جو وغیرہ) کو کہتے ہیں۔ اور حَبَّۃُ القلب سویدائے دل کو (مف) قرآن میں ہے:

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّي حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (۳۸/۳۲) — حضرت سلیمانؑ کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال کی محبت اختیار کی یہانتک کہ (آفتاب) پردے میں چھپ گیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي (۲۰/۳۹) — اور (اے موسیٰؑ!) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔

۲۔ وَدَّ: بمعنی کسی چیز کی تمنا کرنا۔ دوستی کرنا۔ محبت کرنا (منجد) اور یہ لفظ کبھی صرف چاہنے اور تمنا کرنے کے معنی میں آتا ہے (فق ل ۹۹) جیسے فرمایا:

رُّبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (۱۵/۲) — کسی وقت کافر یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

اور جب یہ محبت کے معنوں میں استعمال ہو تو اس سے انتہائی محبت مراد ہوتی ہے۔ مؤدۃ باہمی

پیار و محبت۔ شفقت۔ اور وَدُوْد بمعنی بہت محبت کرنے والا۔ اور وُدّ پیار و محبت کے معنوں میں آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (۱۹/۹۶) — اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ اُن کی محبت (مخلوقات کے دل میں) پیدا کر دے گا۔

دوسرے مقام پر ہے:

اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ (۱۱/۹۰) — بے شک میرا پروردگار رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

گویا وَدّ کا لفظ جب محبت کرنا کے معنوں میں آئے تو یہ حَبّ سے ابلغ ہوتا ہے (مف)

۳۔ اَلَّفَ: بمعنی کسی چیز کے منتشر اجزاء کو جوڑنا۔ اسی سے لفظ تالیف ہے یعنی ہم آہنگی پیدا کرنا اور اُلفت بمعنی ایسی محبت جو ہم آہنگی کی وجہ سے ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ (۸/۶۳) — اگر تم (اے پیغمبرؐ) دُنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان (مسلمانوں) کے دلوں میں محبت پیدا نہ کر سکتے۔

۴۔ شَغَفَ: شَغَفَۃُ الْقَلْبِ بمعنی دل کا اندرونی حصہ (مف) اور بمعنی دل کا غلاف (م۔ل) اور شَغَفَ بمعنی اس کے دل کے پردہ پر چوٹ لگائی۔ اور شَغَفَ حُبًّا بمعنی ایسی محبت جو دل کے اندرونی حصہ تک سرایت کر چکی ہو (مف) (ف ل ۱۶۸) محبت میں دیوانہ ہونا (م۔ق) قرآن میں ہے:

قَدْ شَغَفَھَا حُبًّا (۱۲/۳۰) — اس (یوسفؑ) کی محبت اس (عورت) کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

۵۔ عُرُبًا: عَرُوْب کی جمع ہے۔ اور عَرُوْب کے معنی اپنے خاوند سے محبت کرنے والی عورت (ف ل ۱۴۶) اور بمعنی بہت ہنسنے ہنسانے والی خوش ذوق عورت (م۔ل منجد) قرآن میں ہے:

فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا (۵۶/۳۷) — پھر ہم نے ان (حوروں) کو کنواریاں بنایا۔ شوہر سے پیار کرنے والیاں اور ہم عمر۔

ماحصل: (۱) حُبّ: کسی چیز کا ارادہ کرنا اور چاہنا۔ (۴) شَغَفَ حُبًّا: عشقیہ محبت۔
(۲) وَدّ: حب سے ابلغ ہے زیادہ محبت کرنا۔ پیار کرنا۔ (۵) عُرُب: خاوند سے پیار کرنے والی عورت۔
(۳) اَلَّفَ: ہم آہنگی کی بناء پر پیدا شدہ محبت۔

محتاج اور محتاجی کے لیے دیکھیے "تنگ دستی"

۱۲۔ محل

کے لیے قَصْر اور صَرْح کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قَصْر: قیاصر روم کی اقامت گاہ کو قصر کہا جاتا تھا۔ پھر اس لفظ کا اطلاق ہر بلند و بالا اور عالیشان

عمارت پر ہونے لگا ـــــ (مف) (ج قصور) قرآن میں ہے :

فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ (۲۲/۴۵) اور وُہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی اور کنوئیں اور پلستر شدہ محل سب ویران پڑے تھے۔

۲۔ صَرْح : صَرَحَ بمعنی خالص اور آمیزش سے پاک ہونا (منجد) اور صَرْحٌ بمعنی منقش اور مزین بلند مکان جو ہر طرح کے عیب سے پاک ہو (مف) قرآن میں ہے :

فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ (۲۷/۴۴) جب بلقیس نے اسے دیکھا تو خیال کیا کہ گہرا پانی ہے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا۔ یہ تو محل ہے جس میں شیشے جڑے گئے ہیں۔

ماحصل : (۱) قَصر : کوئی بھی عالیشان اور بلند و بالا عمارت۔

(۲) صَرح : ایسی عمارت جو نقش و نگار سے مزین اور نقائص سے پاک ہو۔

۱۴ ـــ محنت مشقّت ـ کرنا ـ اٹھانا

کے لیے عَمِلَ، جَهَدَ، نَصَبَ، كَلَّفَ، كَدَحَ، كُرْهٌ، شِقٌّ اور شُقَّةٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَمِلَ : عَمَلٌ ہر وُہ کام ہے جو کوئی جاندار اپنے اختیار و ارادہ کرے خواہ یہ کام اچھا ہو یا بُرا (مف) اور عَمِلَ کا لفظ "کوئی کام" کرنے کے علاوہ محنت مزدوری کرنے یا بالفاظِ دیگر روزی کمانے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ (۱۸/۷۹) اور جو کشتی تھی وُہ غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت (کشتی رانی) کرکے روزی کماتے تھے۔

۲۔ جَهَدَ : بمعنی کسی کام کے کرنے میں تمام وسائل و ذرائع کو بروئے کار لانا۔ سعیِ بلیغ کرنا (م۔ ل) ارشادِ باری ہے :

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ (۲۹/۶) اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے محنت کرتا ہے۔

اور جُهْد معنی وُہ مقدور بھر محنت جو ایک انسان کر سکتا ہے۔ قرآن میں ہے :

وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ (۹/۷۹) اور وُہ لوگ جو نہیں کما سکتے مگر اپنی محنت۔

۳۔ نَصَبَ : اتنی محنت جو انسان کو تھکا دے (۱) محنت مشقت کرنا (۲) تھکاوٹ ہونا۔ پھر یہ لفظ الگ الگ معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے :

لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا (۱۸/۶۲) اس سفر سے ہم کو بہت تھکاوٹ ہو گئی ہے۔

دوسرے مقام پر ہے :

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ پھر جب آپ فارغ ہوں تو محنت کیجئے اور اپنے

فَارْغَبْ (۹۴/۸) پروردگار کی طرف رغبت کیجیے۔

۴۔ کَلَّفَ: بمعنی تکلیف دینا۔ اتنی محنت کرنے کو کہنا جو کسی کے لیے قابلِ برداشت ہو اور اس کے مقدور اور قوت سے زیادہ نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (۲/۲۸۶) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا

۵۔ کَدَحَ: تکلیف سہہ سہہ کر اور بہ مشقت کوئی کام کرتے جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (۸۴/۶) اے انسان تجھے تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب کے پاس پہنچنے میں کھپ کھپ کر پھر اس سے ملنا ہے۔

۶۔ کُرْه: بمعنی جبریہ مشقت۔ ایسی مشقت جس میں انسان کے اپنے ارادہ و اختیار کو کچھ دخل نہ ہو اور اس مشقت کو وہ ناپسند کرتا ہو (کرہ ضد رضا و المحبۃ) (مف) قرآن میں ہے:

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا (۴۶/۱۵) اس کی ماں نے اسے تکلیف سہہ کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف سہہ کر جنا۔

اور اَکْرَہَ بمعنی کسی کو کسی ایسے کام یا محنت پر مجبور کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ جیسے فرمایا:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ (۲۴/۳۳) اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔

۷۔ شِقّ: ایسی محنت یا مشقت جو تنگ و دوسے بدن یا نفس کو لاحق ہوتی ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ (۱۶/۷) اور چارپائے شہروں تک تمہارے بوجھ اٹھاتے ہیں، جنھیں تم محنت شاقہ کے بغیر پہنچا نہیں سکتے۔

۸۔ شُقَّة: شِقّ اور شُقَّة میں وہی فرق ہے جو حَمْل اور حِمْل یا وَقْر اور وِقْر میں ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے "بوجھ") یعنی وہ منزل جہاں تک بہ مشقت پہنچا سکے (مف) قرآن میں ہے:

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ (۹/۴۲) اگر فائدہ (مالِ غنیمت) قریب نظر آتا اور سفر بھی ہلکا ہوتا تو یہ لوگ تمہارے ساتھ چل دیتے۔ لیکن یہ منزل اُن کو دور نظر آئی۔

ماحصل: (۱) عَمِلَ: محنت مزدوری کرنا۔ لفظ بھی عام اور اس کا استعمال بھی عام۔

(۲) جَهَدَ: کسی کام کے کرنے میں تمام رسائل بروئے کار لانا۔

(۳) نَصَبَ: ایسی محنت جو تھکا دے یا تھکاوٹ کا باعث ہو۔

(۴) تَكْلِيْفًا: کسی کی قوت اور برداشت کے مطابق محنت۔

(۵) كَدَحَ: دکھ سہہ سہہ کر بھی کوئی کام کرتے جانا۔

(۶) كُرْه: جبریہ مشقت۔

(۷) شِقّ: محنت کرنے کی کوفت۔

(۸) شُقَّة: وہ منزل جہاں تک بہ مشقت کوئی پہنچ سکے۔

۱۵۔ مخالفت ــ مخالفت کرنا

کے لیے خَالَفَ، ضَدَّ، شَاقَّ، حَادَّ، تَعَاسَرَ، عَنَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَالَفَ: بمعنی مخالفت کرنا۔ اعراض کرنا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کا خلاف کرنا اور اختلاف کرنا۔ بتلائی ہوئی بات کے علاوہ کوئی دوسرا کام کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْہُ (۱۱/۸۸)	میں نہیں چاہتا کہ خود اس بات کے خلاف کروں جس سے تم کو منع کرتا ہوں۔

۲۔ ضَدَّ: بمعنی مخالفت کرنا۔ اور ضِدّ بمعنی مخالف۔ مقابل (ج اضداد) مقابل کی دو چیزوں کو ضِدَّین کہتے ہیں۔ امام راغب کے نزدیک ضدّین کی تعریف یہ ہے کہ وُہ دو چیزیں جو ایک دوسرے کے مقابل ہوں اور ایک ہی جنس سے ہوں اور کبھی جمع نہ ہو سکتی ہوں جیسے سفیدی اور سیاہی (مف) کہ ان کی جنس رنگت یا رنگ ہے۔ اور ابن الفارس کے نزدیک ضدّین کی تعریف یہ ہے کہ ایسی دو مقابل اشیا۔ جن کا ایک ہی وقت میں اجتماع ناممکن ہو جیسے دن اور رات (م۔ل) گویا یہ لفظ خلاف سے اخص ہے۔ یعنی ہر ضد خلاف ضرور ہے لیکن ہر خلاف ضد نہیں ہوتا۔ قرآن میں ہے:

کَلَّا سَیَکْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِھِمْ وَیَکُوْنُوْنَ عَلَیْھِمْ ضِدًّا (۱۹/۸۲)	ہرگز نہیں وُہ (معبودانِ باطل) اُن کی پرستش سے انکار کریں گے اور اُن کے دشمن و مخالف بن جائیں گے۔

اور ضِدّ کا لفظ بذاتِ خود لغتِ اضداد سے ہے۔ یعنی ضدّ بمعنی مخالف اور مقابل۔ اور ضِدّ بمعنی مثل اور نظیر (م۔ق) بھی۔

۳۔ شَاقَّ: بمعنی مخالفت کرنا۔ عداوت رکھنا (منجد) اور شَقّ بمعنی شگاف اور شِقَاق بمعنی افتراق۔ اَن بَن مخالفت۔ ایسی مخالفت جس میں ہر فریق جانب مخالف کو اختیار کر لیتا ہے (مف) یعنی جو بات ایک کو ناپسند ہو وہی بات دُوسرا فریق اختیار کرے۔ ارشادِ باری ہے:

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللہَ وَرَسُوْلَہٗ وَمَنْ یُّشَآقِّ اللہَ فَاِنَّ اللہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (۵۹/۴)	یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۴۔ حَادَّ: حَدَّ (النظر) بمعنی تیز نظر سے گھورنا۔ اور حَدَّ السَّیْفَ بمعنی تلوار کی دھار۔ اور حَدَّ السِّکِّیْنَ بمعنی چھری کو تیز کرنا۔ اور حَادَّ دشمنی رکھنا۔ غضبناک ہونا (منجد) گویا حَادَّ سے مراد ایسی مخالفت اور دشمنی ہے جس سے انسان غضبناک ہو کر مقابلہ اور انتقام پر اتر آئے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیْھَا (۹/۶۳)	کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ جو شخص خدا اور اس کے رسول سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی آگ تیار ہے۔

۵۔ تعَاسَرَ: عُسْر بمعنی تنگی۔ اور عَسَّرَ الْاَمْرَ بمعنی اس نے کسی پر کام کو دشوار کر دیا۔ اور اسے تنگ کر دیا۔ اور تعَاسَرَ بمعنی ایک دوسرے کی اس طرح مخالفت کرنا کہ دوسرے کے لیے معاملہ دشوار ہو جائے (منجد) تعَاسَرَ میں مخالفت اور دشمنی میں شدت نہیں ہوتی بلکہ ایک فریق کوئی ایسی بات اختیار کرتا ہے جس سے دوسرے پر تنگی واقع ہو جائے۔ ارشادِ باری ہے :

وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى (۶۵/۶) اور تم میاں بیوی آپس میں بھلے طریقے سے مشورہ کرو پھر اگر ضد کرنے لگو تو پھر کوئی دوسری عورت (نومولود کو) دودھ پلائے۔

۶۔ عَنَدَ: بمعنی جان بوجھ کر حق اور راہِ حق کی مخالفت کرنا (مف۔ منجد) عَنِيْد بمعنی وہ شخص جو راہِ حق سے عناد رکھے اور مخالفت کرے۔ اور عَنُوْد بمعنی وہ شخص جو صحیح راہ سے ہٹ جائے (مف) ارشادِ باری ہے :

اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا (۷۴/۱۶) بلاشبہ وہ ہماری آیتوں کا مخالف رہا ہے۔

ماحصل : (۱) خَالَفَ : بمعنی خلاف کرنا۔ اعراض کرنا۔

(۲) ضِدّ : خالف سے اخص ہے۔ خلاف اور مقابل ہونا۔

(۳) شاقّ : مخالف اور دشمن ہونا۔

(۴) حادّ : ایسی دشمنی جس سے کوئی مقابلہ پر اُتر آئے۔

(۵) تعاسر : ایسی ناچاکی جس میں ایک فریق دوسرے پر تنگی پیدا کر دے۔

(۶) عَنَدَ : حق اور راہِ حق کی مخالفت کرنا۔

۱۶۔ مختلف

کے لیے مُخْتَلِف اور شَتّٰی (شَتَّ) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مُخْتَلِف : (اختلاف ضد اتفاق) چیزوں کا الگ الگ ہونا۔ طرح طرح یا قسم قسم کا ہونا۔ نوع جدا ہونا۔ کسی معاملہ میں اختلاف (رائے) ہونا۔ ارشادِ باری ہے :

يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ (۱۶/۶۹) اُن (شہد کی مکھیوں) کے پیٹ سے مشروب (شہد) نکلتا ہے۔ جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ (۶/۱۴۱) اور کھجوریں اور کھیتی اللہ نے پیدا کی جن کے پھل طرح طرح کے ہیں۔

۲۔ شَتّٰی : (شَتَّ) بمعنی کسی چیز کا شیرازہ بکھرنا۔ پراگندہ ہونا ضد اَلَّفَ (م۔ ل) بمعنی کسی چیز کے منتشر اجزاء کو اکٹھا اور مربوط کرنا۔ اور شتیت بمعنی متفرق پھٹا ہوا ج شَتّٰی (م۔ ق) قرآن میں ہے :

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (۵۹/۱۴) تم (ان منافقوں کے متعلق) خیال کرتے ہو کہ وہ اکٹھے (اور یکجان ہیں) مگر ان کے دل

دوسرے مقام پر فرمایا:

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ (۹۹/۶) — اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھلا دیے جائیں۔

۳۔ اَزْوَاج: زوج بمعنی جوڑا اور جوڑے کا ہر فرد۔ مثلاً شوہر بیوی کا زوج ہے اور بیوی شوہر کی زوج ہے۔ اور میاں بیوی دونوں مل کر بھی ایک ہی زوج ہے۔ جس مخلوق میں نر اور مادہ کا وجود ہے اس میں زوج کا تصور بھی موجود ہے۔ حیوانات اور نباتات میں تو نر و مادہ کا تصور انسانی علم میں آ چکا ہے مگر یہ تصور جمادات میں بھی پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (۵۱/۴۹) — اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے ہیں۔

چونکہ زوج میں مصاحبت یا ساتھی ہونے کا تصور بھی موجود ہے لہٰذا چند ہم جنس جاندار چیزوں کے اکٹھا ہو جانے پر بھی زوج کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس صورت میں زوج کا معنی قسم، تقسیم یا فرقہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً (۵۶/۷) — اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔

اور اَزْوَاج کا لفظ مختلف قسم کے ہم جنس مجموعوں پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک مجموعہ کو ایک اکائی تصور کر کے ازواج کا معنی ہو گا۔ کئی قسم کے ایسے مجموعے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (۲۰/۱۳۱) — اور آپ ان مختلف قسم کے لوگوں پر نگاہ نہ کیجیے جنھیں ہم نے (سامانِ دنیا) سے بہرہ مند کیا ہے۔

ماحصل: (۱) مُخْتَلِف: اشیا کی نوعیت جُدا ہو تو اس کے لیے اور —
(۲) اگر ایک ہی چیز کے منتشر اجزا کا اظہار مقصود ہو تو شَتّٰی۔ اور اگر
(۳) ہم جنس کئی طرح کے مجموعوں کا اظہار کرنا ہو تو اَزْوَاج آئے گا۔

---

۱۷ — مدّت

کے لیے مُدَّت، اَمَد، عِدَّت، اُمَّة، مَلِيًّا، مَهْل اور عُمُر کے الفاظ آئے ہیں۔ (علاوہ ازیں اَجَل، حِيْن اور مِيقَات "وقت" کے تحت دیکھیے)

۱۔ مُدَّت: مَدَّ (بمعنی کھینچنا اور کھینچ کر لمبا کرنا) سے مدّت مصدر ہے۔ بمعنی وقت کی لمبائی۔ معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ (۹/۴) — تو ان مشرکین سے اُن کا عہد ان کی (مقررہ) مدت تک پورا کرو۔

۲۔ اَمَد: اَمَد کا لفظ مدتِ دراز کے لیے آتا ہے اور مدت کی نہایت اور غایت کے لیے بولا جاتا ہے (مف) یہ لفظ ظرف زمان اور مکان دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور مکان کی صورت میں فاصلہ کا معنی دیتا ہے (فق ل ۲۴۲) ارشادِ باری ہے:

(۱) اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا (۱۸/۱۲) — دونوں جماعتوں میں سے کونسی جماعت خوب شمار کر سکتی ہے کہ وہ (اصحاب کہف) کتنی مدت (غار میں) رہے۔

(۲) تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَہَا وَ بَیْنَہٗٓ اَمَدًا بَعِیْدًا (۳/۳۰) — وہ آرزو کرے گا کہ اے کاش! اس میں اور اس بُرائی میں دُور کی مسافت ہو جاتی۔

۳۔ عِدَّت: عَدَّ بمعنی شمار کرنا سے مصدر ہے۔ یعنی وہ مدت جو شمار کر کے گزاری جائے اور اس لفظ کا اطلاق اس مدت پر ہوتا ہے جس میں کوئی مطلقہ یا بیوہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی اور اپنے سابقہ خاوند کے گھر میں یہ مدت گزارتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُہُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْہُرٍ (۶۵/۴) — اور تمہاری (مطلقہ) عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تم کو (ان کی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

۴۔ اُمَّۃ: اُمّ بمعنی ماں اور ہر وہ چیز جس کے اندر اس کے جملہ متعلقات منضم ہو جائیں (مف) اور اُمَّۃ بمعنی مدت کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ گزر چکی ہو (مف) قرآن میں ہے:

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْہُمَا وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّۃٍ (۱۲/۴۵) — اور دونوں قیدیوں میں سے جس نے رہائی پائی تھی اسے ایک مدت کے بعد (بھولی ہوئی) بات یاد آ گئی اور کہنے لگا۔

۵۔ مَلِیًّا: ملی میں درازی اور وسعت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مَلِیٌّ مِنَ الدَّھْرِ بمعنی عرصہ دراز المَلا (الف مقصورہ) بمعنی وسیع ریگستان اور مَلَّاکَ اللہُ بمعنی خدا تیری عمر دراز کرے (منجد) اور مَلِیًّا بمعنی طویل مدت۔ قرآن میں ہے:

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَہِ لَاَرْجُمَنَّکَ وَاھْجُرْنِیْ مَلِیًّا (۱۹/۴۶) — (آزر نے کہا اے ابراہیمؑ!) اگر تو باز نہ آیا تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا اور طویل مدت کے لیے تو مجھ سے دور چلا جا۔

۶۔ مَہَلَ: (مصدر مُہلت) اور اَمْہَلَ اور مَہَّلَ بمعنی ڈھیل دینا۔ مدت کو آہستہ آہستہ اور نرمی سے بڑھاتے جانا اور جلدی نہ کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَۃِ وَمَہِّلْہُمْ قَلِیْلًا (۷۳/۱۱) — اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو دولتمند ہیں چھوڑ دو اور انہیں تھوڑی مہلت دے دو

۷۔ عُمُر: عَمَرَ بمعنی آباد رہنا اور آباد کرنا اور عُمُر بمعنی رُوح کے جسم کے اندر آباد رہنے کی مدت۔ کسی جاندار کی پیدائش سے لے کر حال تک کی مدت۔ قرآن میں ہے:

وَلٰکِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْہِمُ — لیکن ہم نے (موسٰی کے بعد) کئی امتوں کو پیدا کیا پھر

الْعُمُرُ (۲۸/۴۵) ان پر طویل مدت گزر گئی۔

ماحصل: (۱) مُدّت: زمانہ کی طوالت۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) اَمَدٌ: عرصہ دراز اور اس کی انتہا یا فاصلہ اور بُعد مکانی۔

(۳) عِدّت: ایسی مدت جس کا شمار کرنا مطلقہ کے لیے ضروری ہو۔ یہ شرعی اصطلاح ہے۔

(۴) اُمّۃ: وہ مدت جو ماضی میں گزر چکی ہو۔

(۵) مَلِیّ، طویل مدت خلود کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۶) مُہلت: آہستہ آہستہ مدت کو نرمی سے بڑھاتے جانا۔ ڈھیل دینا۔

(۷) عُمُر: کسی جاندار کی پیدائش سے حال تک کی مدت۔

۱۸۔۔۔ مدد دینا۔ کرنا اور چاہنا

کے لیے اَعَانَ اور اِسْتَعَانَ (عون) نَصَرَ اور اِسْتَنْصَرَ۔ اَیَّدَ۔ عَزَّرَ۔ عَزَّزَ، ظَاھَرَ۔ رَفَدَ رِدْاً اور اَمَدَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَعَانَ، عَوْن بمعنی مددگار (مف) اور اَعَانَ بمعنی کسی کا ہاتھ بٹانا۔ ساتھ دینا اور تَعَاوَنَ بمعنی ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانا اور ساتھ دینا ہے۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے؛

فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ اَجْعَلْ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَہُمْ رَدْمًا (۱۸/۹۵) تم مجھے قوت (بازو) سے مدد دو۔ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا۔

اور اِسْتَعَانَ بمعنی کسی سے مدد اور تعاون طلب کرنا۔ قرآن میں ہے؛

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (۱/۴) (اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

۲۔ نَصَرَ: بمعنی کسی کی تکلیف یا ظلم و زیادتی دور کرنے کے لیے اس کی مدد کرنا (محیط)۔ اور یہ اعانت سے اخص ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ (۳/۱۲۳) اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بدر کے میدان میں تمہاری مدد کر چکا ہے جبکہ تم کمزور تھے۔

اور اِسْتَنْصَرَ بمعنی اپنے آپ پر ظلم و زیادتی کو رفع کرنے کے لیے کسی سے مدد طلب کرنا۔ ارشادِ باری ہے؛

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ (۸/۷۲) اور اگر وہ (مسلمان جنھوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی) تم سے دین کے معاملے میں مدد مانگیں تو اُن کی مدد کرنا تم پر لازم ہے!

۳۔ اَیَّدَ، الاید بمعنی سخت قوت (مف) اور اَیَّدَ بمعنی کسی کی امداد کر کے اسے قوت بہم پہنچانا۔

تائید کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (۹/۴۰) — پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی جنھیں تم نہیں دیکھتے تھے۔

۴۔ عَزَّرَ: بمعنی کسی کی جذبۂ تعظیم کے ساتھ مدد کرنا (مف۔ م ل) ارشادِ باری ہے:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (۴۸/۹) — تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اُسے بزرگ سمجھو۔

۵۔ عَزَّزَ: بمعنی کسی کی اتنی مدد کرنا جس سے اس کی کمزوری رفع ہو جائے (تفصیل "عزت دینا" میں دیکھئے) ارشادِ باری ہے:

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ (۳۶/۱۴) — ہم نے ان کی طرف دو پیغمبر بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے تیسرے سے تقویت دی۔

۶۔ ظَاهَرَ: ظہر میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) ظاہر ہونا۔ سامنے آنا۔ نمایاں ہونا۔ اور ظہر بمعنی پشت اور ظَاهَرَ بمعنی ایسی قوت دینا جس کے بل بوتے پر کوئی کام کرے۔ پشت پناہی کرنا ارشادِ باری ہے:

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ (۳۳/۲۶) — اور اہل کتاب میں سے جنھوں نے ان کی مدد کی تھی اللہ انھیں ان کے قلعوں سے اتار لایا۔

۷۔ رَفَدَ: کسی مفلس و نادار کو عطیہ و خیرات کے ذریعہ امداد دینا (تفصیل "دینا" میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ (۱۱/۹۹) — اور فرعون والوں کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی لگائی جائے گی۔ بُرا ہے انعام جو انھیں ملتا رہے گا۔

۸۔ رَدَاَ (الحائط) بمعنی دیوار کو پشتہ لگانا اور رَدَاَ الرجل بمعنی کسی کا پشتی بان بننا۔ مددگار بننا۔ اور رِدْءٌ بمعنی پشتی بان۔ مددگار (منجد۔ م ق) یعنی ایسا مددگار جو ہر وقت ساتھ رہتا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ (۲۸/۳۴) — اور میرے بھائی ہارون کو، جو مجھ سے زیادہ فصیح زبان ہے، میرا مددگار بنا کر مبعوث فرما تاکہ وہ میری تصدیق کرے۔

۹۔ اَمَدَّ: مَدَّ بمعنی کسی چیز کو کھینچنا۔ پھیلانا۔ دراز کرنا۔ اس طرح کہ اس کا اتصال قائم رہے (مف) اور اَمَدَّ بمعنی کسی چیز کی مقدار یا تعداد میں اضافہ کر کے مدد دینا۔ کمک بہم پہنچانا۔ ارشادِ باری ہے:

يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ۔ (۷۱/۱۲) اور بڑھادے گا تم کو مال میں اور بیٹوں میں (عثمانی)
اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا (جالندھری)

دوسرے مقام پر فرمایا،

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (۳/۱۲۵) تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتے، جن پر نشان ہوں گے، تمہاری مدد کو بھیجے گا۔

ماحصل:

(۱) اعان، کسی کی مدد کرنا۔ ہر طرح کی مدد۔ عام ہے۔
(۲) نَصَرَ، دفع مضرت کے لیے کسی کی مدد کرنا۔
(۳) اَیَّدَ، کسی کی مدد کرکے اسے تقویت بہم پہنچانا۔
(۴) عَزَّرَ، جذبۂ تعظیم کے ساتھ کسی کی مدد کرنا۔
(۵) عَزَّزَ: کسی کی اس قدر مدد کرنا کہ اس کی کمزوری رفع ہو جائے۔
(۶) ظَاهَرَ، پشت پناہی کرنا۔
(۷) رفد، کسی مفلس کی عطیہ دخیرات سے مدد کرنا اور کرتے جانا۔
(۸) ردأ، پشتہ لگانا۔ ہر وقت کی مدد مہیا کرنا۔
(۹) اَمَدَّ: کمک بہم پہنچانا۔

۱۹ ـــــ مدد گار

کے لیے ناصِر، نَصِیر اور اَنْصار، حَوارِی، وَلی اور مَولیٰ، شَہید، ظَہِیر، وَزِیر اور عَضُد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ناصر اور نَصِیر، نَصَرَ بمعنی کسی پر زیادتی یا ظلم کو روکنے کے لیے اس کی مدد کرنا۔ (محیط) اور ناصر ایسا مددگار ہے جو کسی ایسے ہی موقعہ پر مدد کرے۔ اور اس کی جمع نصر اور انصار آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے،

اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ (۴۷/۱۳) ہم نے انھیں ہلاک کر دیا تو کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہوا۔

اور نَصِیر وُہ ہے جو ہر ایسے موقعہ پر مدد کو پہنچنے والا ہو (ج نُصَرَاء اور انصار) اور اس لفظ کا اطلاق قرآن کریم میں عموماً اللہ تعالیٰ ہی پر ہوا ہے۔ اور نصیر بمعنی قوت کے ساتھ مدد کرنے والا (فق ل ۱۵۶) ارشادِ باری ہے؛

وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا (۴/۴۵) اور اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے۔

۲۔ حواری: حُوَارِی بمعنی سفید کلر جس سے کپڑے وغیرہ صاف کیے جاتے ہیں (م۔ ق) اور بمعنی نصیحت کرنے والا۔ رشتہ دار۔ مددگار۔ حواری دراصل حضرت عیسیٰؑ کے اُن انصار کو کہتے ہیں جنھوں نے آڑے وقت میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ اور رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہر نبی کا کوئی حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔ قرآن میں ہے؛

قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ (۶۱/۱۴) — عیسیٰ نے حواریوں سے کہا کون ہیں جو اللہ کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں۔ حواریوں نے کہا، ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔

۳۔ وَلِیّ اور مَوَالِی: اَلْوِلَاءُ بمعنی محبت۔ دوستی۔ نزدیکی۔ رشتہ داری (مف) اور قرابت۔ (م۔ل) اور وِلَایَۃ بمعنی وراثت اور مَوَالِی بمعنی وارث بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (۴/۳۳) — اور جو مال ماں باپ یا رشتہ دار چھوڑ مریں۔ تو ہم نے ہر ایک کے وارث مقرر کر دیے ہیں۔

عرب میں ولایت کا دستور عام تھا یعنی لوگ اپنے رشتہ داروں کے علاوہ کسی دوست کو اپنا ولی بنا لیتے تھے۔ پھر یہ ولی اس کی میراث کا وارث اور رشتہ داروں سے فائق سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے ابتداءً یہ دستور بحال رکھا۔ انصار اور مہاجرین میں یہ سلسلہ قائم تھا۔ فتح مکہ کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے وراثت میں حصے مقرر فرما دیے تو یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ گویا ولی اور موالی کے لفظ میں ناصر اور نصیر سے کئی پہلوؤں میں زیادہ جامعیت ہے۔ اور اس کے معنی حمایتی دوست اور مددگار کے بھی ہیں۔ اور ولی بمعنی اخلاص اور محبت سے مدد کرنے والا جو لوگوں کو دکھانے یا سنانے کے لیے نہ ہو۔ (فق ل ۱۵۶)

وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (۲/۱۰۷) — اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰہَ مَوْلٰىکُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ (۸/۴۰) — اور اگر وہ روگردانی کریں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے۔ اور وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔

۴۔ شَہِیْد: شَہِدَ بمعنی گواہی دینا خواہ یہ گواہی عینی ہو یا قلبی یعنی خواہ وہ بصارت سے تعلق رکھتی ہو یا بصیرت سے اور نیز معنی حاضر ہونا (مف۔ منجد) اور شہید اس گواہ کو بھی کہتے ہیں جو حاضر ہو کر کسی کے حق میں قاضی کے سامنے گواہی دے (مف) اور اس کی مدد اور تقویت کا ذریعہ ثابت ہو۔

وَادْعُوْا شُہَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۲/۲۳) — اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہیں انھیں بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔

۵۔ ظَہِیْر: ظَہْرٌ بمعنی پشت۔ پیٹھ اور بمعنی سواری۔ پشت پناہ۔ مددگار (مف) اور ظہیر بمعنی مددگار۔ ایسا مددگار جس پر کوئی شخص تکیہ رکھتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا تَکُوْنَنَّ ظَہِیْرًا لِّلْکٰفِرِیْنَ (۲۸/۸۶) — تو تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہونا۔

۶۔ وَزِیْر: وِزْرٌ بمعنی بوجھ (ج۔ اوزار) اور وزیر وہ ممد و معاون شخص ہے جو کام کی زیادتی یا سختی

میں بوجھ بٹانے والا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ (۲۰/۲۹) — اور میرے گھر والوں سے (ایک کو) میرا وزیر (مددگار) مقرر فرما۔ (جالندھری)

ایک کو کام بنانے والا میرے گھر کا (عثمانیؒ)

۷۔ عَضُد: بمعنی بازو کندھے سے لے کر کہنی تک کا حصہ اور عَضَدَهٗ بمعنی کسی کا بازو پکڑنا اور اسے سہارا دینا۔ اسی لحاظ سے عَضُد کا لفظ استعارۃً مددگار کے معنی میں آتا ہے (مف) (ج اعضاد۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا (۱۸/۵۱) — اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔

ماحصل: (۱) ناصر اور نصیر: ظلم اور زیادتی کے وقت مدد کرنے والا۔

(۲) حواری: انبیاء کے مددگاروں کا خاص ٹولہ۔

(۳) ولی اور مولیٰ: حمایتی اور قریبی دوست اور مددگار۔

(۴) شہید: موقعہ پر حاضر ہو کر کسی کے حق میں گواہی دے کر مدد کرنے والا۔

(۵) ظہیر: ایسا مددگار جس پر تکیہ کیا جا سکے۔ پشت پناہ۔

(۶) وزیر: کام کی زیادتی میں ہاتھ بٹانے والا۔

(۷) عضد: دست و بازو ثابت ہونے والا مددگار۔

۲۰ —— مذاق اڑانا

کے لیے اِسْتَهْزَاءَ (هزء) اور سَخِرَ، تَنَدَّدَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ استہزاء: الھزء بمعنی کسی کا اندرونی طور پر مذاق اڑانا (مف) اور استہزاء بمعنی خلافِ عقل سمجھ کر کسی آدمی کا ایسے فعل پر مذاق اڑانا جو اس سے سرزد بھی نہ ہوا ہو (فق ل ۲۱۲) قرآن میں ہے:

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (۲/۱۴) — جب یہ منافق اپنے شیطان ساتھیوں سے علیحدگی میں گفتگو کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو محض ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۲۔ سخر، مسخر میں ذلت اور حقارت کا پہلو پایا جاتا ہے (م۔ل) سَخَرَ بمعنی کسی سے بیگار لینا اور سَخَّرَ بمعنی کسی کو ذلیل کرنا۔ مغلوب کرنا (منجد) اور بمعنی کسی کا عیب بیان کر کے اس کا مذاق اڑانا جس سے کسی کی تحقیر و تذلیل مقصود ہو (فق ل ۲۱۱) ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ (۴۹/۱۱) — اے ایمان والو! کوئی گروہ دوسرے کا مذاق نہ اڑائے ہو سکتا ہے کہ وہ اس (مذاق اڑانے والے گروہ) سے بہتر ہوں۔

۳۔ فَنَّدَ: فَنَد بمعنی رائے کی کمزوری اور فَنَّدَ بمعنی کسی کو کمزور رائے یا فاتر العقل بتلانا (مف) اور فَنِدَ بمعنی سٹھیانا۔ بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف العقل ہونا اور بہکی بہکی باتیں کرنا۔ اور فَنَّدَ بمعنی کسی بوڑھے شخص کی باتوں پر ملامت کرنا۔ خطا کار ٹھہرانا۔ ملامت کرنا۔ قرآن میں ہے:

قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ (۱۲/۹۴) — ان کے باپ (یعقوبؑ) نے کہا کہ اگر تم مجھے یہ نہ کہو کہ بوڑھا سٹھیا گیا (تو حقیقت یہ ہے کہ) میں یوسفؑ کی بُو محسوس کر رہا ہوں۔

ماحصل: (۱) استہزاء، کسی چیز کو خلافِ عقل اور عجیب سمجھ کر مذاق اڑانا۔

(۲) سخر: کسی کے عیب بیان کرکے ازراہِ حقارت مذاق اُڑانا۔

(۳) فَنَّد: کسی بوڑھے کی باتوں کو ان ہونی سمجھ کر مذاق اُڑانا۔

مراد پانا کے لیے دیکھیے ـــــ "کامیاب ہونا"

۲۱ ـــــ مرد

کے لیے رَجُلٌ، اِمْرَءٌ، مَرْءٌ اور ذَكَرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَجُلٌ (بمعنی مرد) کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب قوت، بہادری اور مردانگی کا اظہار مقصود ہو۔ رَجُوْلِيَّة مصدر بمعنی قوتِ مردانگی قوتِ مردمی (منجد) ج رِجَالٌ (مونث نِسَاء اور نِسْوَة) ارشادِ باری ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۴/۳۴) — مرد عورتوں پر فائق ہیں بدیں وجہ کہ خدا نے ایک کو دوسرے سے افضل بنایا ہے۔

۲۔ اِمْرَءٌ یا مَرْءٌ (بمعنی مرد) شخص۔ اس لفظ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب انسانیت سے متعلق اخلاق کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو۔ مُرُوْءَت یا مُرُوَّت مصدر بمعنی انسانیت انسانی ہمدردی (مونث اِمْرَاَةٌ یا اَلْمَرْءَة) اس کی بھی جمع رِجَالٌ ہی آئے گی (منجد) قرآن میں ہے:

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ (۲/۱۰۲) — لوگ ان (دونوں) سے وہ کچھ سیکھتے جو میاں بیوی میں جدائی ڈال دے۔

۳۔ ذَكَرٌ: بمعنی نر (ضد انثیٰ) ہر وہ چیز جس کی پیدائش زوجین کے ذریعہ ہو ان میں سے نر خواہ یہ چیز انسان ہو یا حیوانات اور چرند پرند یا درخت وغیرہ۔ لیکن جب اس لفظ کا تعلق انسان سے ہو تو اس سے مراد مرد ہوتا ہے خواہ کسی بھی عمر کا ہو (ج ذکور اور ذکران

ضد اناث) ارشادِ باری ہے :

(۱) قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ (۶/۱۴۴) — ان سے پوچھیے کیا اللہ نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادائیں ؛

(۲) لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى (۳/۳۶) — بیٹا (اس) بیٹی (مریم) کے برابر نہیں۔

(۳) لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (۴/۱۱) — مرد کا حصہ (وراثت) دو عورتوں کے برابر ہے۔

ماحصل : رَجُل ، اس وقت آتا ہے جب بہادری اور قوتِ مردی کا اظہار مقصود ہو۔ اور امرءٌ جب مروت اور انسانیت اور اخلاقی اقدار ظاہر کرنا ہو۔ اور اگر جنس کا اظہار مقصود ہو تو ذَکَر آتا ہے۔

مردود کے لیے دیکھیے "دھتکارنا" ——— مرنا کے لیے دیکھیے " مارنا۔ مرنا"

۲۲ ——— مزا

کے لیے ذائقۃ۔ طَعْم۔ لَذَّۃ۔ ھَنَّا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ذَائِقَۃ : ذَاقَ بمعنی چکھنا۔ لیکن یہ لفظ عموماً زبان سے مزا چکھنا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ذائقۃ بمعنی چکھنے والی قوت بھی ہے جو زبان میں ہوتی ہے۔ اور مزا اور ذواق اور مذاق مزا کے معنوں میں آتے ہیں (منجد) اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ مادی معنوی ہر طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (۳/۱۸۵) — ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے۔

۲۔ طَعْم : طَعَمَ بمعنی غذا یا روٹی یا کھانا کھانا اور اس کھانے کے مزہ کو طَعْم کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے :

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ (۴۷/۱۵) — اس جنت میں دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزا کبھی نہ بدلے گا۔

۳۔ لَذَّۃ ، لَذَّ بمعنی کسی چیز کا اچھے مزا والا ہونا یا لذیذ ہونا۔ اور لَذَّۃ بمعنی مزا کی خوشگواری۔ یا ایسا مزا جو طبیعت کو مرغوب ہو۔ خواہ یہ مزا میٹھا ہو یا نمکین ، کھٹا ہو بلکہ اگر کڑوہ بھی طبیعت کو بھا جائے تو یہ لذیذ ہے۔ اور اس کا استعمال مادی اور معنوی دونوں طرح سے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (۴۷/۱۵) — اور جنت میں شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ (۴۳/۷۱) — اور جنت میں ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کے لیے جی چاہے اور آنکھوں کو خوشگوار ہو۔

۴۔ هَنَا: الھنیٔ وہ چیز ہے جو بغیر مشقت کے حاصل ہو جائے اور نتائج کے لحاظ سے خوش کن ہو۔ اس لفظ کا استعمال عموماً کھانے کے خوشگوار ہونے پر ہوتا ہے (مف) اور ھَنَأَ بمعنی خوش ہونا اور ھنیٔ الطعام کھانے کو مزیدار پانا۔ اور ھَنُؤَ بمعنی بغیر رنج و مشقت کے حاصل ہونا۔ اور ھنّأ بمعنی مبارکباد دینا۔ اور ھَنِيْئٌ بمعنی خوشگوار بلا مشقت مفت ہاتھ لگنے والی چیز (منجد) اور ھَنِیٔ بمعنی ایسا خوش منظر کھانا جس میں گدلا پن قطعاً نہ ہو (فق ل ۲۴۵) پھر اس کا استعمال آسانی سے حاصل شدہ مال پر ہونے لگا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓــًٔا مَّرِيْٓــًٔا (۴/۴)	پھر اگر عورتیں اپنی خوشی سے مہر میں سے تم کو کچھ چھوڑ دیں تو اسے ذوق و شوق سے کھا لو۔

ماحصل:
(۱) ذائقہ: عام ہے بمعنی چکھنا۔ مزا چکھنا۔
(۲) طعم: انسانی کھانے کا مزا۔
(۳) لذّت: خوشگواری۔ خوش مزگی۔
(۴) ھَنَاَ: مفت راچہ گفت۔ بغیر محنت ہاتھ آنے والے مال کی خوشگواری۔ کسی چیز کا خوش منظر اور مزیدار ہونا۔

۲۳ ــــــــ مزیّن کرنا

کے لیے زَيَّنَ، زُخْرُفٌ اور سَوَّلَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زَيَّنَ: بمعنی کسی چیز کو زینت دینا۔ آراستہ کرنا۔ سنوارنا۔ خوشنما بنانا۔ یہ لفظ عام مستعمل ہے۔ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ۔ (۶۷/۵)	اور ہم نے آسمانِ دنیا کو (تاروں کے) چراغوں سے مزیّن کیا۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (۶/۴۳)	اور جو کام وہ کرتے تھے شیطان ان کو ان کے لیے آراستہ کر کے دکھاتا تھا۔

۲۔ زُخْرُفٌ: زخرف بمعنی سونا (GOLD) اور وہ زینت جو ملمع کرنے سے حاصل ہو۔ اور زخرف القول بمعنی ملمع کی ہوئی بات (مف) اور زخرف الکلام بمعنی جھوٹ سے سجایا ہوا کلام (منجد) اور زَخْرَفَ اور تَزَخْرَفَ بمعنی کسی چیز کو ملمع کر کے خوشنما بنانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ (۶/۱۱۲)	اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا۔ وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے۔

۲- سَوَّلَ: سَوِلَ بمعنی پیٹ کا ناف کے نیچے سے ڈھیلا ہونا (مف) اور سَوَّلَ بمعنی (نفس یا شیطان کا) کسی گناہ کی بات کو کمزور اور ڈھیلا کر کے دکھانا کہ اسے گناہ کا احساس نہ رہے یا کسی بُری بات کو خوبصورت کر کے اور مزین بنا کر پیش کرنا تاکہ انسان اس سے رکنے کی بجائے اس کے کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اَلتَّسْوِیْل بمعنی نفس کا ایسی چیز کو مزین کرنا جس پر اسے حرص بھی ہو اور اس کے قبح کو خوشنما بنا کر پیش کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا (۱۲/۱۸)

اور برادرانِ یوسف، یوسفؑ کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا لہو بھی لگا لائے۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا (اصل بات یہ نہیں) بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو۔

ماحصل:

زَيَّنَ، زینت دینا۔ آراستہ کرنا۔ عام مستعمل ہے۔

زُخْرَفَ، ملمع سازی سے خوش نما بنانا اور آراستہ کرنا۔ جھوٹ بنا کر بات کو مزین کرنا۔

سَوَّلَ: شیطان یا نفس کا کسی ایسے بُرے کام کو خوشنما بنا کر پیش کرنا جس پر انسان حرص بھی رکھتا ہو۔

۲۴ ــــــ مسافر

گو سفر بذاتِ خود عربی لفظ ہے اور اس کا استعمال قرآن کریم میں ہوا ہے۔ تاہم سَافَرَ یا مُسَافِر کے الفاظ نہیں آئے۔ ان کے بجائے ابْنُ السَّبِيْل، عَابِرِیْ سَبِيْل، مُقْوِیْن اور سَيَّارَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- ابن السّبیل (رستے کا بیٹا۔ یہ مسافر کی کنیت ہے) مسافر جب تک واپس گھر نہ پہنچے، وہ ابن السّبیل ہی ہے خواہ وہ سفر کر رہا ہو یا دورانِ سفر کسی جگہ عارضی طور پر اقامت پذیر ہو۔ قرآن میں ہے:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ (۲/۱۷۷)

اور خدا کی محبت کی خاطر قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو مال دیا۔

۲- عابری سبیل: عابر بمعنی عبور کرنے والا۔ طے کرنے والا۔ اور عابری السّبیل بمعنی راہ چلتے راہ گیر۔ جس کا سفر جاری ہو۔ قرآن میں ہے:

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا (۴/۴۳)

اور نہ ہی جنبی (نماز کے قریب جائے) مگر راہگیر (جسے پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت ہے) یہاں تک کہ تم غسل کر لو۔

۳- مُقْوِیْن: القَوٰی بمعنی بھوک اور بَاتَ الْقَوٰی بمعنی بھوکا رہ کر رات گزاری اور القاویة بمعنی کم بارش کا سال (منجد) اور تقاوی بمعنی بارش کی قلت یا افراط جس سے فصل تباہ ہو جائے

اور قحط نمودار ہو جائے (م۔ق) تقاوی قرضے وہ ہیں جو حکومت زمینداروں کو ایسے قحط کے سال میں بالاقساط ادائیگی کی شرط پر دیتی ہے۔ اور تقاوی بمعنی بھوکے رات بسر کرنا (منجد) اور قوت لایموت بمعنی خوراک کی اتنی کم مقدار جس سے انسان زندہ رہ سکتا ہو۔ اور مقوین بمعنی قوت کی احتیاج میں سفر کرتے پھرتے لوگ۔ خانہ بدوش جو رزق کی تلاش میں ادھر ادھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے :

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ (۵۶/۷۳) — ہم نے اس (درخت اور اس کی پیدائش) کو تمہارے لیے لمحہ فکریہ اور مسافروں کے برتنے کو بنایا ہے۔

۴۔ سَیَّارَۃٌ : سَارَ بمعنی سفر کرنا۔ چلنا۔ اور سیّار اسم مبالغہ ہے بمعنی بہت چلنے والا۔ اور سیّارہ بمعنی ہم سفر لوگوں کا قافلہ (۲) ہر دم گھومنے والی اشیاء۔ سیارے، اجرام فلکی اور موٹر کار وغیرہ۔ قرآن میں یہ لفظ پہلے معنوں میں آیا ہے۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ (۱۹/۱۲) — اور ایک قافلہ وہاں پہنچا جنھوں نے اپنا پانی لانے والا آدمی بھیجا۔

ماحصل :
(۱) ابن السبیل : مسافر کی کنیت جب تک گھر واپس نہ آئے۔
(۲) عابری سبیل : راہ گیر، راہ چلتے مسافر، جو حالتِ سفر میں ہوں۔
(۳) مقوین : تلاشِ معاش میں ادھر ادھر نقل و حرکت کرنے والے۔
(۴) سیّارۃ : ہم سفر لوگوں کا قافلہ۔

۲۵ — مسخّر کرنا

کے لیے سَخَّرَ، ذَلَّلَ اور ذَلُوْل کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سَخَّرَ : اضطراری اطاعت کے لیے آتا ہے یعنی کسی چیز کا وہی کام کرنا جس کے لیے وہ پیدا کی گئی ہے۔ اس میں اطاعت کرنے والے (خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان) کی مرضی یا اختیار و ارادہ کو کچھ دخل نہیں ہوتا (مف) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "زبردستی کرنا") ارشادِ باری ہے :

وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ (۱۳/۴۳) — اور (جب تم سواری پر بیٹھ جاؤ تو) کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے لیے مطیع و مسخر کر دیا، ورنہ ہم تو اسے قابو میں نہ لا سکتے تھے۔

۲۔ ذَلَّلَ : ذَلَّ بمعنی کمزور اور زیر دست ہونا۔ اور ذَلَّلَ بمعنی کسی کو عاجز و ناتوان بنانا۔ ایسی اطاعت جس میں ذلت اور عاجزی کا پہلو شامل ہو (م۔ل) ارشادِ باری ہے :

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ (۷۲/۳۶) — اور ان چوپایوں کو ہم نے ان کے قابو میں کر دیا۔ کسی پر یہ سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں۔

اور ذَلُولٌ بمعنی کسی چیز کا طوعاً اپنی سرکشی چھوڑ کر مطیع و منقاد ہو جانا (مف۔ فق ل ۲۰۸)۔

ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا۔ (۶۷/۱۵) — وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے پست اور نرم بنا دیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ (۲/۷۱) — وہ بیل کام میں لگایا ہوا نہ ہو۔ نہ تو زمین جوتتا ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتا ہو۔

ماحصل: سخر کا لفظ کسی چیز کے فقط اضطراری پہلو کو نمایاں کرتا ہے جبکہ ذلول کا لفظ انسان کا اپنی محنت سے کسی چیز کو تابع فرمان بنانے اور اس چیز کے تابع فرمان ہونے کے پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۶ ـــــــ مسلّط کرنا

کے لیے سَلَّطَ اور قَیَّضَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَلَّطَ: سَلِطَ بمعنی زبان دراز ہونا۔ اور سَلَّطَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) قدرت (۲) قہر (م۔ق) یعنی غلبہ اور اس کے ساتھ ہی دباؤ بھی ہو۔ اور سلطن بمعنی بادشاہ۔ اقتدار اور کھلی دلیل (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ (۵۹/۶) — لیکن اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے، مسلط کر دیتا ہے۔

۲۔ قَیَّضَ: قیض انڈے کے چھلکے کو کہتے ہیں۔ اور قَیَّضَ بمعنی کسی چیز پر اس طرح غالب اور مستولی ہونا جیسے انڈے کے مواد پر اس کا چھلکا ہوتا ہے (مف) غالب ہو کر کسی کو بے بس کر دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا (۴۳/۳۶) — اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کر لے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔

ماحصل: قَیَّضَ میں سَلَّطَ کی نسبت دباؤ کا پہلو زیادہ ہمہ گیر ہوتا ہے۔

مسلط ہونا ــــ دیکھیے "قابو پانا"

۲۷ ـــــــ مشغول ہونا

کے لیے شَغَلَ، خَاضَ، اَفَاضَ اور سَبَحَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شَغَلَ: ایسی مصروفیت جس کی وجہ سے انسان دوسرے کاموں کی طرف توجہ نہ دے سکے (مف) (ضد فَرَغَ م۔ل) قرآن میں ہے:

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا (۴۸/۱۱) — جو گنوار پیچھے رہ گئے وہ اب تم سے کہیں گے کہ ہم اپنے اموال اور اہل و عیال کے کاموں میں لگے رہ گئے۔

۲- خاض: بمعنی گھسنا اور کسی چیز کے درمیان تک داخل ہونا (م-ل) خاض فی الماء بمعنی پانی میں گھس جانا اور خاض فی الحدیث بمعنی باتوں میں مشغول ہونا (منجد) یعنی کسی کام یا بات میں پورے انہماک سے مشغول ہونا۔ قرآن میں اس لفظ کا استعمال عموماً برے مفہوم میں ہوا ہے۔ یعنی فضول باتوں یا فضول کاموں میں لگے رہنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (۹/۶۹) — اور جس طرح وہ (پہلے لوگ) باطل میں ڈوبے رہے، تم بھی ڈوب گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ (۶/۶۸) — جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں (کے بارے) میں بیہودہ بکواس کر رہے ہیں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔

۳- اَفَاضَ: فاض (فیض) بمعنی کسی چیز کا بسہولت جاری ہونا (م-ل) یا پانی کا کسی جگہ سے اچھل کر بہنا (مف) کسی چیز کا کثرت سے ہونا (منجد) کہتے ہیں فاض السَّیل یعنی پانی کا کثرت سے ہونا اور ندی نالے کے کناروں سے بہ نکلنا۔ اور فَاضَتْ عَيْنُہٗ بمعنی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور اَفَاضَ اِنَاءَہٗ بمعنی اس نے اپنا برتن اتنا بھرا کہ پانی کناروں سے نیچے گرنے لگا۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔ (۲/۱۹۹) — پھر تم بھی وہاں سے واپس لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں۔

سے مراد ہجوم کے ریلے اور بہاؤ کے ساتھ ساتھ آنے کے ہیں۔ یعنی اسی ریلے کے بہاؤ میں تم بھی بہتے چلے آؤ۔ اور صاحب منجد کے نزدیک افاض القوم من مکان کے معنی متفرق و منتشر ہو جانا ہے (منجد) اور اَفَاضَ فِي الْحَدِيْثِ بمعنی باتوں میں پورے انہماک سے دیر تک مشغول رہنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ (۱۰/۶۱) — اور تم جو کام بھی کر رہے ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں جب تم اس میں لگے ہوتے ہو۔

ابن الفارس کے نزدیک تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ کے معنی اِنْدفعوا فيه ہے (م-ل) یعنی تم اس قدر محو ہوتے ہو کہ اور سب کچھ بھول جاتے ہو۔

۴- سَبَحَ: بمعنی تیرنا یا پیرنا۔ اور امام راغب کے مطابق کسی چیز کا پانی یا ہوا میں تیزی سے گزر جانا یا تیرتے ہوئے گزر جانا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (۳۶/۴۰) اور یہ سب سیارے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔

پھر اس لفظ کا استعمال کسی کام کو تیزی اور سرگرمی سے سرانجام دینے پر بھی ہونے لگا (مف) جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (۷۳/۷) دن کے وقت تو آپ کو اور بھی بہت سے شغل ہوتے ہیں۔

ماحصل: (۱) شغل، عام ہے۔ کسی کام میں مشغول ہونا۔

(۲) خَاضَ، انہماک سے مشغول ہونا کے معنوں میں آتا ہے۔

(۳) اَفَاضَ، ایسی مشغولیت جو خود کو بھی فراموش کر دے۔

(۴) سَبْحًا، ایسی مشغولیت جس میں کاموں کی بھرمار کی وجہ سے تیز رفتاری کا پہلو نمایاں ہو۔

مشقّت کے لیے دیکھیے "محنت مشقت"

۲۸ ـــــ مشقت میں ڈالنا

کے لیے اَعْنَتَ اور اِقْتَحَمَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَعْنَتَ: عنت بمعنی کسی شخص کا ایسے معاملہ میں پھنس جانا جس میں اس کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو (مف) اور اَعْنَتَ بمعنی کسی دوسرے کو ایسی تکلیف یا مصیبت میں ڈال دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ (۲/۲۲۰) اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔

۲۔ اِقْتَحَمَ، قَحَمَ (فی الامر) بمعنی بلا سوچے سمجھے کسی معاملہ میں داخل ہو جانا۔ اور اِقْتَحَمَ (الامر) بمعنی اپنے آپ کو مشقت کے ساتھ کسی معاملہ میں پھنسا دینا (منجد) اور اِقْتَحَمَ بمعنی کسی خوفناک جگہ میں گھس جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ (۳۸/۵۹) یہ ایک فوج ہے جو تمہارے ساتھ دھنسی چلی آ رہی ہے۔

ماحصل: اَعْنَتَ کسی دوسرے کے لیے اور اِقْتَحَمَ اپنے آپ کو کسی مہلک اور مشکل کام میں ڈالنے کے لیے آتا ہے۔

مشکل دیکھیے "بوجھل ہونا"

۲۹ ـــــ مشورہ کرنا

کے لیے شَاوَرَ، بَيَّتَ، تَنَاجٰى (نجو) اور اِئْتَمَرَ (امر) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شَاوَرَ، بمعنی مشورہ کرنا۔ کسی معاملہ کے متعلق چند آدمیوں کا مل کر اس کے مختلف پہلوؤں کو

سامنے رکھ کر غور کرنا اور ایک دوسرے کی رائے لینا(م-ل-مف)اس لفظ کا استعمال عام ہے ارشادِ باری ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (۳/۱۵۹) — اور ان مسلمانوں سے مشورہ کر لیا کرو اور جب (کسی کام کا) عزم مصمم کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔

۲- بَيَّتَ: بَاتَ بمعنی رات گزارنا۔ شب بسری کرنا۔ اور بَيَّتَ بمعنی رات کا کچھ حصہ گزارنے پر گھر پر جمع ہو کر کسی معاملہ میں مشورہ کرنا(م-ل) (اس کا دوسرا معنی شبخون مارنا بھی ہے) ارشادِ باری ہے:

فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ (۴/۸۱) — پھر جب آپ کے ہاں سے اُٹھ کر باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک فرقہ رات کو مشورہ کرتا ہے جو اس کے سراسر خلاف ہوتا ہے۔ جو تم کہتے ہو۔

بَيَّتَ شبخون مارنے کے معنی میں بھی آیا ہے (۲۷/۴۹) مگر یہاں یہ معنی زیر بحث نہیں۔

۳- تَنَاجَى: نجو بمعنی دو آدمیوں کے درمیان کا بھید(م-ل-منجد) اور نجوی بمعنی راز کی بات۔ بھید۔ رازدار۔ ہمراز اور تَنَاجَى بمعنی سرگوشی کرنا۔ سرگوشی کے لیے خاص کرنا۔ اپنا رازدار بنانا(منجد) اور نَجِيًّا بمعنی رازداری کا مشورہ (۱۲/۸۰) قرآن میں ہے:

وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ (۵۸/۸) — وہ آپس میں گناہ کی بات یا سرکشی یا رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں۔

۴- اِئْتَمَرَ: اَمَرَ بمعنی حکم دینا اور اِئْتَمَرَ آپس میں مشورہ کے بعد کسی بات پر متفق ہو جانا اور حکم بجا لانا(مف) اور اِئْتَمَرَ بفلان بمعنی کسی کے قتل کی سازش کرنا(منجد) قرآن میں ہے:

قَالَ يَا مُوسَى إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ (۲۸/۲۰) — اس شخص نے کہا، اے موسیٰ! فرعون کے درباری تمہارے متعلق یہ مشورہ کر رہے ہیں کہ تمہیں قتل کر دیں۔

ماحصل: (۱) شَاوَرَ: مشورہ کرنا۔ عام ہے۔ (۲) بَيَّتَ: رات کا خفیہ مشورہ۔ (۳) تَنَاجَى: دو یا قلیل آدمیوں کے درمیان خفیہ کانا پھوسی۔ (۴) ائتمر: کسی مشورہ پر متفق ہونا یا کسی کے قتل کی سازش کرنا۔

۳۰ — مشہور کرنا

کے لیے شَاعَ (شیع) اَذَاعَ (ذیع) اَرْجَفَ اور اَهَلَّ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱- شَاعَ: شَاعَ الْخَبَرُ بمعنی خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی۔ شاع القوم بمعنی قوم منتشر ہو گئی اور زیادہ ہو گئی اور الشیاع بمعنی منتشر ہونا اور تقویت دینا(مف) گویا شاع کا لفظ کسی اچھی یا بری بات کے لوگوں میں پھیلنے اور اس کے ساتھ ہی عام ہو جانے کے لیے آتا ہے۔ اسی سے اشاعت مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ (۲۴/۱۹)	جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بےحیائی (یعنی تہمت، بدکاری کی خبر) پھیلے ان کو دنیا و آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

۲۔ اَذَاعَ : ذَاعَ بمعنی کسی چیز کا ظاہر ہونا اور (۲) پھیلنا۔ اور ذاع الخبر بمعنی خبر ظاہر ہوئی اور پھیل گئی۔ اور رَجُلٌ مِذۡیَاعٌ بمعنی ایسا شخص جو راز کی بات کو چھپا نہ سکے (م۔ل) گویا اَذَاعَ ایسی بات کو ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے جو ظاہر نہ ہونا چاہیے تھی۔ اور اِذَاعَۃ ریڈیو کو کہتے ہیں۔ کیونکہ ریڈیو بھی بعض ممالک کی ایسی خبریں نشر کرتا ہے جن کا اظہار ان کو ناگوار ہوتا ہے۔ خبر اڑانا۔

ارشادِ باری ہے :

وَاِذَا جَآءَہُمۡ اَمۡرٌ مِّنَ الۡاَمۡنِ اَوِ الۡخَوۡفِ اَذَاعُوۡا بِہٖ (۴/۸۳)	اور منافقین کو جب کوئی خطرہ یا امن کی خبر ملتی ہے تو اسے اڑا دیتے ہیں۔

۳۔ اَرۡجَفَ : رَجَفَ بمعنی اضطراب شدید (م۔ل) اور رَجۡفَۃ بمعنی زلزلہ کی انتہائی کیفیت۔ زبردست جھٹکے اور بَحۡرٌ رَجَّافٌ بمعنی متلاطم سمندر (منجد) اور اَرۡجَفَ بمعنی جھوٹی افواہیں وغیرہ پھیلا کر لوگوں میں اضطراب اور سنسنی پیدا کرنا۔ اور اَرَاجِیۡف بمعنی بے بنیاد خبریں۔ افواہیں (م ق)

ارشادِ باری ہے :

لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِہِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَکَ فِیۡہَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا۔ (۳۳/۶۰)	اگر منافق لوگ اور وہ جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو مدینہ میں بری خبریں اڑاتے ہیں اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہ تمہارے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن۔

۴۔ اَہَلَّ : بمعنی کسی چیز کا نام لے کر آواز بلند کرنا۔ اور ھِلَال بمعنی نیا چاند جس کی طرف لوگ دیکھ کر ایک دوسرے کو بلاتے اور آواز بلند کرتے ہیں (م۔ل مف) اور تَہۡلِیۡل بمعنی باآواز بلند لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا۔ قرآن میں ہے :

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُہِلَّ بِہٖ لِغَیۡرِ اللہِ (۲/۱۷۳)	تم پر صرف یہ کچھ حرام ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام مشہور کیا جائے۔

ماحصل :

(۱) اشاع : کسی اچھی یا بری خبر کا عام مشہور کرنا۔ اشاعت کرنا۔

(۲) اذاع : خبر اڑانا۔ رازکی اور خفیہ امور سے متعلقہ بات کو ظاہر کرنا اور پھیلانا۔

(۳) اَرۡجَفَ : کسی ایسی بات کا پھیلانا جس سے اضطراب اور بےچینی پیدا ہو۔

(۴) اَہَلَّ : کسی چیز کا نام لے کر آواز بلند کرنا اور اسے مشہور کر دینا۔

۳۱ ـــــ مضبوط

کے لیے ثَابِت، رَاسِخ، مَتِیْن، مُحْکَم، قَیِّمَة (قوم) اور وُثْقٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ثَابِت: ثَبَتَ بمعنی برقرار رہنا۔ قرار پکڑنا اور ثبت علی الامر بمعنی کسی کام پر مداومت کرنا (منجد) ضد (زلّ) بمعنی اپنی بنیاد پر قائم یا جم کر نہ رہنا، پھسل جانا۔ ارشادِ باری ہے:

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۔ (۱۴/۲۴)

پاکیزہ کلمہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی سی ہے جس کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہیں۔

۲۔ راسخ، رَسَخَ بمعنی اپنی جگہ پر گڑ جانا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کا محکم اور جائے گیر ہونا (مف) رَسَخَ الْحِبْرُ فی الصحیفة بمعنی سیاہی کتاب میں جم گئی۔ اور رَسَخَ الْعِلْمُ فِي الْقَلْبِ بمعنی علم دل میں رچ گیا (منجد) یعنی رسخ میں اثبات کے ساتھ تمکّن بھی پایا جاتا ہے (م۔ق) اور بمعنی کسی چیز کو بہت سے دلائل کے ساتھ یا حسبِ ضرورت جاننا جن کا ازالہ ممکن نہ ہو (فق ل ۶۵) ارشادِ باری ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ (۳/۷)

اور اس سے حقیقی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں وُہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔

۳۔ مَتِیْن: متن بمعنی کسی چیز کا اپنی ذات میں مضبوط اور ٹھوس ہونا اور اس میں صلابت کا پھیل جانا۔ (م۔ل) حَبْلٌ مَّتِیْنٌ مضبوط رسی اور رَأْیٌ مَتِیْنٌ بمعنی پختہ رائے (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (۶۸/۴۵)

اور میں انہیں مہلت دیے جاتا ہوں۔ میری تدبیر مضبوط ہے۔

۴۔ مُحْکَم: اَحْکَمَ بمعنی کسی چیز کو دانائی اور تجربہ سے مضبوط بنانا (منجد) اور امام راغب کے نزدیک ایات محکمات سے مراد وہ آیات ہیں جن میں لفظی اور معنوی اعتبار سے کسی قسم کا اشتباہ نہ پایا جاتا ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (۳/۷)

وہی ذات ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری۔ اس میں کچھ آیات محکم ہیں اور وُہی اصل کتاب ہیں اور بعض دوسری متشابہ بھی ہیں۔

۵۔ قَیِّمَة: قَامَ بمعنی کھڑا ہونا۔ اور قام الامر بمعنی کسی معاملہ کا اعتدال پر آنا۔ اور اَقَامَ المائل بمعنی ٹیڑھے کو سیدھا کرنا (منجد) اور قیام اور قوام اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کے سہارے کوئی چیز قائم رہ سکے (مف) جیسے فرمایا:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (۴/۵) — اور بے عقلوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لیے سببِ معیشت بنایا ہے مت دو۔

اور قَيِّمٌ (مؤنث قَيِّمَة) یعنی وہ چیز جس پر دوسری چیزیں قائم ہوں۔ یعنی قائم و برقرار رکھنے والا اور وہ چیز بھی جو حق و باطل میں امتیاز کے لیے معیار کی حیثیت رکھتی ہو۔ قرآن میں ہے،

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (۹۸/۲) — اللہ کا رسول جو پاکیزہ اوراق پڑھتا ہے جن میں مستحکم (آیتیں) لکھی ہوئی ہیں۔

۶۔ وُثْقٰى، وَثِقَ يَثِقُ ثِقَةً بمعنی اعتبار کرنا، بھروسہ کرنا۔ اور وَثُقَ يَوْثُقُ وَثَاقَةً ثابت و قوی ہونا۔ مضبوط ہونا۔ اور اَوْثَقَ بمعنی رسی سے مضبوط باندھنا۔ اور ثِقَةٌ قابلِ اعتماد، قابلِ بھروسہ اور اَوْثَقُ (مؤنث وُثْقٰى) بمعنی مضبوط اور قابلِ اعتماد چیز۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (۲/۲۵۶) — پھر جس نے طاغوت کا کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے ایسے مضبوط حلقہ کو ہاتھ میں پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔

ماحصل:

(۱) ثابت: اپنی بنیاد پر قائم۔

(۲) راسخ: ثابت اور متمکن۔ ناقابلِ تزلزل۔

(۳) متین: کسی چیز کا اپنی ذات میں پائیدار ہونا۔

(۴) محکم: حکمت اور تجربہ سے ثابت شدہ۔ مضبوط۔

(۵) قیمۃ: ایسی مضبوط جو دوسروں کا سہارا بن سکے یا دوسروں کے لیے معیار کا کام دے۔

(۶) وثقی: ایسا مضبوط جس پر اعتماد کیا جا سکے۔

۳۲ ــــــ مضبوط بنانا۔ کرنا

کے لیے مندرجہ بالا افعال میں سے ثَبَّتَ سے ثَبَّتَ اور اَحْكَمَ اور وَثُقَ سے اَوْثَقَ اور وَاثَقَ کی تفصیل تو اوپر گزر چکی۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ثَبَّتَ: بمعنی کسی چیز کو اپنی جگہ پر جما دینا۔ مضبوط کر دینا۔ ثابت قدم رکھنا۔ ارشادِ باری ہے،

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (۱۴/۲۷) — اللہ تعالیٰ مضبوط بات سے ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔

۲۔ اَحْكَمَ: حکمت، دانائی اور تجربہ سے کسی چیز کو اس کی ساخت میں مضبوط بنانا۔ اور حکیم بمعنی العالم باحکام الامور (ق ل ۷۷) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ (۲۲/۵۲) — پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔

اور آیاتِ محکمات وہ ہیں جن میں کوئی لفظی یا معنوی اشتباہ نہ ہو۔

۳۔ اَوْثَقَ: بمعنی کسی عہد و پیمان وغیرہ کو مضبوط اور قابلِ اعتماد بنانا۔ یا کسی کو رسیوں وغیرہ سے مضبوط جکڑنا۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ (۸۹/۲۶) — اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا۔

دوسرے مقام پر ہے؛

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ (۷/۵) — اور خدا نے جو تم پر احسان کیے ہیں انہیں یاد کرو۔ اور اس عہد کا بھی جس کا تم سے مضبوط اقرار لیا تھا۔

ان کے علاوہ قرآن کریم میں درج ذیل الفاظ بھی انہی معنوں میں آئے ہیں؛ شَدَّ، اَتْقَنَ، رَبَطَ، اَزَرَ، عَقَدَ، وَكَّدَ، سَنَّدَ، رَصَّ، شَيَّدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۴۔ شَدَّ: کسی چیز کا فی نفسہ قوی اور مضبوط ہونا (م ۔ ل) لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور شدید بمعنی سخت اور اَشُدّ بمعنی جوانی کی عمر جس میں قوت اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ (۲۸/۷۶) — ہم نے انھیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے۔

۵۔ اَتْقَنَ الْاَمْرَ: بمعنی کام کو مضبوطی سے بنانا۔ اور تَقَّنَ الْاَرْضَ بمعنی زمین کو کیچڑ والے پانی سے سیراب کرکے طاقتور بنانا۔ اور رَجُلٌ تِقْنٌ کام کو بھروسے کے ساتھ سرانجام دینے والا۔ کام میں ماہر (منجد) اور بمعنی کام میں عقلمند، کام کو درست کرنے والا (م ۔ ق) گویا اتقن کے معنی کسی چیز کو مہارت کے ساتھ مضبوط بنانا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ (۸۸/۲۷) — (سب مخلوق) اللہ کی کاریگری (کا نمونہ) ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔

۶۔ رَبَطَ: بمعنی مضبوط باندھنا محاورہ ہے۔ ربط اللّٰہُ علی قلبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا فرمایا۔ اور رِبَاط بمعنی وُہ چیز جس سے کوئی چیز باندھی جائے۔ اور رَابِطَہ بمعنی تعلق۔ ملاپ (منجد) ارشادِ باری ہے؛

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا (۲۸/۱۰) — اور موسٰیؑ کی ماں کا دل بیقرار ہو گیا۔ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وُہ اس بات کو ظاہر کر دے۔

۷۔ اَزَرَ: اَلْاِزْرُ بمعنی جڑ۔ تہبند۔ اور الازار بمعنی چادر۔ تہبند۔ پردہ۔ پُشتہ۔ دیوار۔ اور اَزَرَ النبات بمعنی نباتات کا گُتھ جانا۔ اور آزَرَہٗ بمعنی قوت پہنچانا۔ مضبوط کرنا (منجد) گویا اَزَرَ کسی کو قوت دے کر اسے آہستہ آہستہ مضبوط کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ — اس کھیتی کی طرح جس نے اپنی سُوئی نکالی،

فَآزَرَهٗ (۴۸/۲۹) پھر اُسے مضبوط کیا۔

۸۔ وَكَدَ: وِكَاد اس رسی کو کہتے ہیں جس سے دودھ دوہتے وقت گائے وغیرہ کی ٹانگیں باندھ لیتے ہیں۔ اور وَكَّدَ یا اَكَّدَ یا اَوْكَدَ السَّرْج اَوِالْعَهْد بمعنی زین کو مضبوطی سے کسنا یا معاہدہ کو مضبوط کرنا (مف۔منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا (۱۶/۹۱) جب تم اپنی قسمیں مضبوط کر لو پھر انھیں مت توڑو۔

۹۔ عَقَدَ: عَقَدَ بمعنی گرہ لگانا۔ اور عقدۃ بمعنی گرہ۔ گانٹھ۔ پیچیدہ امر۔ اور عَقَدَ البیع و الیمین بمعنی بیع یا قسم کو پکا کرنا (منجد) اور عَقْد بمعنی عہد و پیمان۔ اقرار (ج عقود) ارشادِ باری ہے:

لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ (۵/۸۹) اللہ تمہاری بیہودہ قسموں پر گرفت نہیں کرتا۔ ہاں جو قسمیں تم نے مضبوط کر رکھی ہیں ان پر ضرور گرفت کرے گا۔

۱۰۔ سَنَدَ: سَنَدَ اعتماد کرنا۔ بھروسہ کرنا۔ سہارا لینا۔ اور سَنَّدَ بمعنی سہارا دینا اور مضبوط کرنا (منجد) جیسے چھت کی کڑیاں کمزور ہوں تو ان کے نیچے ایک اور لکڑی کھڑی کر کے چھت کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ (۶۳/۴) گویا وہ (منافقین) لکڑیاں ہیں (جو دیواروں سے) لگائی گئی ہیں۔ (بزدل ایسے کہ) ہر زور کی آواز کو سمجھیں کہ ان پر (بلا آئی)۔

۱۱۔ رَصَّ: بمعنی ایک چیز کو دوسری سے ملانا۔ جوڑنا اور پیوستہ کرنا اور رصاص بمعنی سیسہ بھی ہے۔ لہٰذا رَصَّهٗ کے معنی کسی چیز کو سیسہ پلا کر اسے مضبوط بنانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (۶۱/۴) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں یوں قطار باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

۱۲۔ شَیَدَ: شَادَ الْحَائِط بمعنی دیوار پر چونے کا پلستر کرنا (منجد) اور شَیَّدَ بمعنی چونے یا کسی دوسرے مسالہ سے پلستر کر کے عمارت کو مضبوط کرنا۔ بنانا مف ارشادِ باری ہے:

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ (۴/۷۸) تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تم کو آ کے رہے گی۔ خواہ تم مضبوط اور بلند قلعوں میں ہو۔

ماحصل:
(۱) ثبت: کسی چیز کو اپنی جگہ پر ثابت اور مضبوط رکھنا۔
(۲) احکم: حکمت و تجربہ سے کسی بات کو اشتباہ سے پاک کرنا۔

(۳) اَوْثَقَ : کسی چیز کو کسی دوسری چیز کے ذریعہ مضبوط اور قابلِ اعتماد بنانا۔

(۴) شَدَّ : کسی چیز کو قوت دے کر فی نفسہٖ مضبوط بنا دینا۔

(۵) اَتْقَنَ : فنی مہارت سے کسی چیز کو مضبوط بنانا

(۶) ربط اللّٰہ علی القلب : اللہ کا دل کو صبر دے کر مضبوط کرنا۔

(۷) اٰزَرَ : قوت بہم پہنچا کر آہستہ آہستہ مضبوط کرتے جانا۔

(۸) اکّد : عہد و پیمان اور قسموں کو مضبوط کرنا۔

(۹) عَقَّدَ : بیع، نکاح اور دیگر ہر قسم کے عہد و پیمان کو مضبوط بنانے کے لیے آتا ہے اور اکّدَ سے اعم ہے۔

(۱۰) سَدَّدَ : سہارا دے کر مضبوط کرنا۔

(۱۱) رَصَّ : سیسہ پلا کر کسی چیز کو مضبوط کرنا۔

(۱۲) شَیَّدَ : چونے وغیرہ کا پلستر کر کے عمارت کو مضبوط کرنا۔

(مضبوطی سے پکڑنا — کے لیے دیکھیے پکڑنا)

۳۳۔ معاف کرنا بخشنا۔ درگزر کرنا۔ معافی چاہنا

کے لیے عَفَا (عفو) اَصْفَحَ، غَفَرَ، تَصَدَّقَ، تَجَاوَزَ (عن) کَفَّرَ (عن) اور حِطَّۃٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَفَا : عقوبت یا کسی سے بدلہ لینے سے دستبردار ہو جانا (م-ل) جو شخص سزا کا مستحق ہو اسے چھوڑ دینا۔ اس کے قصور کا بدلہ نہ لینا۔ خواہ یہ قصور چھوٹا ہو یا بڑا (عَفْو کا دوسرا معنی "زائد" میں ملاحظہ فرمائیے) ارشاد باری ہے:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (۹/۴۳) اللہ آپ کو معاف فرمائے۔ آپ نے ان منافقین کو اجازت کیوں دی؟

۲۔ اَصْفَحَ : درگزر کرنا۔ جانے دینا۔ کسی کو اس کے قصور کا احساس نہ ہونے دینا۔ اس سے بازپرس بھی نہ کرنا۔ یہ کام معاف کرنے سے مشکل ہے۔ اور اَصْفَحَ، عَفَا سے ابلغ ہے۔ عَفَا ترک عقوبت ہے اور اَصْفَحَ ترک ملامت (مف) (م-ل) کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (۲/۱۰۹) سو انھیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو۔ تاآنکہ اللہ اپنا حکم بھیجے۔

۳۔ غَفَرَ : بمعنی کسی چیز پر کوئی ایسی چیز پہنا دینا جو اسے میل کچیل یا کسی دوسری مضرت سے محفوظ رکھے (مف) کہتے ہیں غفر الشباب بالخضاب اس نے خضاب سے بالوں کی سفیدی

کو چھپا دیا۔ اور مِغْفَرٌ بمعنی خود جو دورانِ جنگ سپاہی سر پر رکھ لیتے ہیں۔ اسے الغفارۃ بھی کہتے ہیں۔ اور الغفارۃ اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جسے عورتیں اپنے دوپٹہ کو تیل سے بچانے کے لیے اس کے نیچے سر پر رکھ لیتی ہیں اور اس کپڑے کو بھی جس سے کمان کے گوشے کو لپیٹتے ہیں (منجد) اور اللہ کی طرف سے عفوان کے معنی یہ ہیں کہ وہ گناہوں کی عقوبت سے انسان کو چھپالے۔ اور غَفَرَ بمعنی اللہ تعالیٰ کا بندوں کو ان کے گناہوں کی عقوبت سے بچانا اس کا صلہ ل سے آتا ہے۔ اور غُفْرَان عذاب کے ساقط ہونے کا مقتضی ہے اور یہی بات ثواب کو واجب کر دیتی ہے (فق ل ۱۹۵) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ (۳/۱۳۵) اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو بخش بھی کون سکتا ہے؟

اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش چاہنے کے لیے اِسْتَغْفَرَ آئے گا اور اس کی نسبت اللہ ہی کی طرف ہوگی خواہ اللہ کا نام مذکور ہو یا نہ ہو۔ جیسے فرمایا:

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (۶۳/۶) تم ان کے لیے بخشش مانگو یا نہ مانگو ان کے حق میں برابر ہے۔

۴۔ تَصَدَّقَ: بمعنی اپنے حق سے دستبردار ہو جانا اور اپنا حق دوسرے کو معاف کر دینا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (۲/۲۸۰) اگر مقروض تنگدست ہے تو اسے اس کی گنجائش تک مہلت دو اور اگر معاف ہی کر دو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔

۵۔ تَجَاوَزَ (عن) جَازَ بمعنی کسی کام کا جائز ہونا۔ ممنوع نہ ہونا (م۔ق) اور جاوز (المکان) بمعنی کسی جگہ سے آگے نکل جانا۔ بمعنی تَجَاوَزَ عَنْهُ بمعنی چشم پوشی کرنا، معاف کرنا اور تَجَاوَزَ فِي الْاَمْرِ بمعنی کسی کام میں افراط کرنا (منجد) اور بمعنی تقصیر زیادہ ہونا لیکن ازراہِ لطف و کرم اس کا محاسبہ نہ کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ (۴۶/۱۶) یہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول کر لیں گے اور ان کی برائیوں سے درگزر کریں گے۔

۶۔ كَفَّرَ (عن) كَفَرَ بمعنی چھپانا۔ اور كُفْرَةٌ بمعنی رات کی سیاہی اور كَفَّارَةٌ وہ عمل ہے جس کی ادائیگی پر گناہ سے پردہ پوشی ہو جائے۔ اور كَفَّرَ عَنْهُ بمعنی برائیاں دور کر دینا۔ ان کا مواخذہ نہ کرنا۔ اور كَفَّرَ عَنْ اِثْمِهٖ بمعنی گناہ کا کفارہ ادا کرنا (منجد) اور معنی ابطال السَّيِّاٰتُ بِالْحَسَنَاتِ (فق ل ۱۹۶) ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری

لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ (۵/۶۵) — کرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں دور کر دیتے۔

۷۔ حِطَّۃٌ: حَطَّ بمعنی اترنا۔ نازل ہونا۔ حَطَّ السَّعْر بھاؤ کا گر جانا۔ اور حَطُّ الْحَمْلَ جانور کی پیٹھ سے بوجھ اتارنا۔ اور انحطاط بمعنی بھاؤ یا اقدار کا گر جانا (منجد) اور حَطَّ بمعنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے اُتارنا ہے ــــ کہتے ہیں حَطَطْتُ الرحل میں نے سواری سے پالان اتار کر نیچے رکھ دیا۔ اسی سے حِطَّۃٌ ہے بمعنی گناہوں کا بوجھ اتارنے کی درخواست (مف) قرآن میں ہے:۔

وَقُوْلُوْا حِطَّۃٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ (۲/۵۸) — اور تم گناہوں کی معافی کی درخواست کرنا تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے۔

ماحصل:

(۱) عَفَا: ترکِ عقوبت کے لیے۔

(۲) اَصْفَح: ترکِ ملامت اور عقوبت کے لیے۔

(۳) غفر، (ل) گناہ کی عقوبت پر پردہ ڈالنے کے لیے۔

(۴) تَصَدَّقَ، اپنا حق معاف کر دینے کے لیے۔

(۵) تجاوز (عن) سیئات، ازراہِ کرم سے درگزر کرنے کے لیے۔

(۶) کَفَّرَ (عن) سیئات کو حسنات کے ذریعہ ختم اور معاف کرنے کے لیے۔

(۷) حِطَّۃٌ: گناہوں کی معافی کی درخواست کے لیے آیا ہے۔

۳۴ ــــــ معبود

کے لیے اِلٰہ اور اللہ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِلٰہ: ہر وہ چیز ہے جس کو انسان اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر اس کی پرستش شروع کر دے خواہ یہ چیز کوئی بُت ہو یا مقام اور آستانہ۔ یا حیوانات یا شجر و حجر یا مظاہر قدرت (ج اٰلِھَۃ) اور اِلٰہ کی مؤنث الاھۃ (بمعنی دیوی ہے) چنانچہ سُورج پرست سورج کو، (جو عربی میں مؤنث استعمال ہوتا ہے) اِلٰھَۃٌ کہتے ہیں (مف) انبیاء کا مشن ہی یہ رہا ہے کہ انسان کو اس فاسد عقیدہ سے پاک کریں۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ (۱۱/۱۰۱) — پھر جب تیرے پروردگار کا حکم (عذاب) آپہنچا تو وہ معبود جنھیں وُہ اللہ کے سوا پکارتے تھے ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔

نوٹ: جن معبودانِ باطل کا ذکر قرآن میں ہوا ہے وُہ (ض ۱/۵) میں دیکھیے!

۲۔ اَللّٰہ، دراصل اَلْاِلٰہ ہے بمعنی معبودِ حقیقی۔ اِلٰہ کا پہلا ہمزہ حذف کر کے اور اس پر تعریف کا الف لام داخل کر کے اَللّٰہ کا لفظ بنا ہے۔ یہی توجیہ سب سے بہتر ہے جس کا مطلب ہے کہ حقیقت میں انسان

کے نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے اور وہی پرستش ونیاز کے لائق ہے جیسے فرمایا:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (۲/۱۶۳) — اور تمہارا معبود صرف ایک ہی حقیقی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

اور دوسرے مقام پر یُوں بیان فرمایا:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (۲/۲۵۵) — اللہ ہی معبودِ برحق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں!

اور لفظ اللہ پر یا (حرف ندا) داخل نہیں ہوتا بلکہ اَللّٰهُمَّ (بمعنی اے اللہ) آتا ہے جیسے فرمایا:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳/۲۶) — کہو کہ اے اللہ تو ہی بادشاہی کا مالک ہے جسے چاہتا ہے بادشاہی بخشتا ہے۔

ماحصل: اَللّٰہ: کائنات کی ہر چیز کا خالق۔ رب اور ان پر لامحدود اقتدار و اختیار ہونے کی وجہ سے عبادت کے لائق۔

اِلٰہ: ہر وُہ چیز جو کسی کے عقیدہ کے مطابق اس کے لیے دفعِ مُضرت یا جلبِ منفعت کی قدرت رکھتی ہو۔ اور اسی وجہ سے وُہ اسے عبادت کے لائق سمجھے۔

۳۵ — مقدُور حیثیت

کے لیے وُجد، سَعَۃ اور قَدَر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ اور یہ تینوں الفاظ کسی شخص کی معاشی حالت یا گزران کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

۱۔ وُجد: وَجَدَ بمعنی پانا۔ اور وُجد بمعنی موجود۔ موجودات یعنی ضروریاتِ زندگی میں سے جو کچھ کسی کے پاس موجود ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (۶۵/۶) — (مطلقہ) عورتوں کو (ایامِ عدت میں) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو۔

۲۔ سَعَۃ: بمعنی فراخی۔ گنجائش۔ آسُودہ حالی۔ یہ لفظ انسان کی آسودہ حالی کا درجہ متعین کرنے کے لیے آتا ہے۔ اس میں تنگدستی کا تصور نہیں پایا جاتا۔ ارشادِ باری ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ (۶۵/۷) — صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔

۳۔ قَدَر: یہ لفظ اپنی اصل کے لحاظ سے تنگدستی کی حالت اور اس کا درجہ متعین کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (۱۳/۲۶) — اللہ تعالیٰ جس کا رزق چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

لیکن یہ لفظ تنگدستی اور آسودگی دونوں کے درجات متعین کرنے کے بھی قرآن کریم نے استعمال

کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (۲/۲۳۶)	فراخی والا اپنے مقدور کے موافق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔

ماحصل: (۱) وُجد: موجودہ سامان کے لیے یہ عام ہے۔
(۲) سَعَة: آسودگی اور اس کا درجہ متعین کرنے کے لیے۔
(۳) قَدَر: بالعموم تنگی اور اس کا درجہ متعین کرنے کے لیے آتا ہے۔

۳۶ ---- مقرر کرنا

کے لیے فَرَضَ، وَكَّلَ اور اَجَّلَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- فَرَضَ: بمعنی کسی سخت چیز کو کاٹنا۔ چھیدنا اور (۲) سخت چیز پر نشان ڈالنا (م۔ل۔مف) پتھر پر لکیر اور فَرَضَ الْخَشَبَةَ بمعنی لکڑی میں سوراخ کرنا اور فَرَضَ الْاَمْرَ بمعنی کسی چیز کا لازم و واجب ٹھہرانا۔ اور اَلْفَرْض بمعنی اللہ تعالیٰ کا بندوں کے لیے مقرر کیا ہوا قانون یا اپنے اوپر لازم کی ہوئی چیز (منجد) اور فَرِيْضَةً بمعنی لازم ٹھہرائی ہوئی یا مقررہ یا طے شدہ معاملہ۔ عورتوں کا مہر (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً (۲/۲۳۶)	اگر تم ایسی عورتوں کو طلاق دے دو جنھیں نہ تو تم نے چھوا اور نہ مہر مقرر کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔

۲- وَكَّلَ: وَكَلَ بمعنی اپنے معاملہ میں کسی دوسرے پر اعتماد کرنا (م۔ل) اور وَكَّلَ بمعنی کسی دوسرے پر اعتماد کر کے اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دینا۔ اپنا وکیل بنانا یا نائب مقرر کرنا (مف، منجد) ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ۔ (۶/۸۹)	سو اگر یہ لوگ (کفارِ مکہ) اس قرآن کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس پر ایمان لانے کے لیے ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں جو اس کے منکر نہیں۔

۳- اَجَّلَ، اَجَل بمعنی کسی چیز کی مقررہ مدت۔ پھر انسان کی زندگی کے لیے جو مدت مقرر ہوئی ہے اسے بھی اَجَل کہتے ہیں۔ محاورہ ہے دَنَا اَجَلُهٗ بمعنی اس کی موت کا وقت قریب آپہنچا اور اَجَّلَ بمعنی کسی چیز کی مدت مقرر کر دینا (مف) قرآن میں ہے:

وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا (۶/۱۲۸)	اور (آخر) ہم اس مدت معین (موت کا وقت) کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔

ماحصل: (۱) فَرَضَ: کسی کام کو لازم و واجب ٹھہرانا۔ مقرر کرنا (۲) وَكَّلَ: کسی شخص کو اپنا نائب

مقرر کرنا۔ (۳) اَجَّلَ: مدت مقرر کرنا۔

۳۷ ـــــــ مکھی

کے لیے دو الفاظ آئے ہیں ذُبَاب اور نَحْل۔

۱۔ ذُبَاب: بمعنی عام چھوٹی مکھی۔ اور ذَبَّ عَنْهُ بمعنی کسی سے مکھیوں کو دور کرنا۔ مکھیاں اُڑانا یا الزامات کو دُور کرنا۔ اور مِذَبَّة بمعنی مورچھل۔ چنوری جس سے مکھیاں اڑائی جاتی ہیں۔ (ج ذُبٌّ وَ اَذِبَّة) ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ (۲۲/۷۳) — اور اگر ان (خداؤں) سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اُسے اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔

۲۔ نَحْل: شہد کی مکھی اسم جنس ہے۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے (واحد نَحْلَةٌ) ارشادِ باری ہے:

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ (۱۶/۶۸) — اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور (اونچی اونچی) چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں اپنا گھر بنا۔

ملامت کرنا ـــــــ دیکھیے بُرا بھلا کہنا

۳۸ ـــــــ مِلنا

کے لیے لَقِيَ، لَحِقَ، وَلِيَ، اَصْنَا، اِخْتَلَطَ، تَجَاوَرَ (جوڑ) اور رَتَقَ، تَحَيَّزَ، اِشْتَمَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَقِيَ: دو چیزوں کا آمنے سامنے سے ایک دوسرے کو ملنا (م۔ل) ملاقات کرنا۔ سامنے سے آکر ملنا۔ ارشاد باری ہے:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ (۲/۱۴) — اور جب یہ منافق ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔

۲۔ لَحِقَ: کسی چیز کا اپنے جیسی پہلی چیز کو جاملنا (م۔ل) لَاحِق پہلے کے ساتھ ملنے والی چیز پہلے کے بعد دوسری بار کا پھل (منجد) ارشادِ باری ہے:

(۱) وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ (۳/۱۷۰) — اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے (اور مصروفِ جنگ ہیں مگر ابھی شہید نہیں ہوئے اور) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں۔

(۲) وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا — اور ان میں سے اُن لوگوں کی طرف بھی (آپ کو

بہمعہ (۶۲/۴) رسول بنا کر بھیجا ہے) جو ابھی مسلمان ہو کر ان سے جا نہیں ملے۔

۳۔ وَلِیَ اور وَلِیَ یَلِی وَلْیًا بمعنی قریب و نزدیک ہونا۔ متصل ہونا۔ بغیر فاصلہ کے پیچھے پیچھے جانا (منجد) نزدیک ہونے کی وجہ سے ملا ہوا ہونا۔ یہ لفظ زمانی اور مکانی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ قرب بلحاظ نسب ہوتا ہے۔ یا بلحاظ دین اور دوستی (مف) مکانی کی مثال یہ ہے:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ (۹/۱۲۳) اے ایمان والو! اپنے نزدیک کے (رہنے والے) کافروں سے جنگ کرو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ساتھ والے کافروں سے جنگ کرو۔ پھر اگر وہ مسلمان ہو جائیں یا اطاعت قبول کر لیں تو پھر ان کے ساتھ والوں سے اور پھر ان کے ساتھ رہنے والوں سے اور زمانی کی مثال غالباً قرآن میں نہیں۔ البتہ رسولِ اکرمؐ کے درج ذیل ارشاد سے واضح ہے:

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ۔ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر ان کا جو اُن سے ملنے والے ہیں۔ پھر ان کا جو ان سے ملنے والے ہیں!

اور اس سے مراد رسول اکرمؐ کا زمانہ، پھر صحابہؓ کا اور پھر تابعین کا زمانہ ہے۔

۴۔ اَصْنٰی (النخل) بمعنی کھجور کے دو درختوں کا ایک جڑ سے پیدا ہونا (م ۔ل) اور صِنْو اس گہری جگہ کو بھی کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو اور جہاں دونوں کا پانی بہتا ہو اور ایک جڑ سے دو یا زیادہ کھجوریں پیدا ہوں تو ہر ایک دوسرے کی صنو ہے۔ اسی طرح حقیقی بھائی بھی ایک دوسرے کے صنو ہیں (م ۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ (۱۳/۴) اور کھجوریں جڑ ملی اور بن ملی جو ایک ہی پانی سے سیراب ہوتی ہیں۔

۵۔ اِخْتَلَطَ: کئی مختلف اشیاء کا آپس میں رَل مِل جانا (خلط کی ضد خلص ہے م ۔ل) خلط ملط ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ (۱۸/۴۵) بارش کی طرح جسے ہم نے آسمان سے اتارا۔ پھر اس پانی کے ساتھ زمین سے ملا جلا سبزہ نکلا۔

۶۔ تَجَاوَرَ، جار بمعنی ہمسایہ۔ پڑوسی اور جَاوَرَ اور تَجَاوَرَ بمعنی فاصلہ کی نزدیکی کی بنا پر متصل ہونا۔ قرب و جوار میں ہونا۔ ایک دوسرے کے پڑوس میں رہنا (منجد) پاس پاس ہونا۔ پڑوس میں ہونا۔ قرآن میں ہے:

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ (۱۳/۴) اور زمین میں کھیت ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔

۷۔ رَتَقَ، بمعنی دو چیزوں یا کئی چیزوں کا مل کر جُڑ جانا اور چسپیدہ ہونا (مف منجد) اور رَتْقَاء اس عورت کو کہتے ہیں۔ جس کی شرمگاہ کے دونوں کنارے اس طرح جُڑ جائیں کہ اس سے ہمبستری

نہ ہو سکے (مف) ارشادِ باری ہے :

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (۲۱/۳۰)	کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان آپس میں ملے ہوئے اور منہ بند تھے تو ہم نے انھیں جدا کر دیا۔

۸۔ تَحَيَّزَ : لغت اضداد۔ دیکھیے ص ۳) بمعنی الگ ہونا اور پھر جا ملنا۔

۹۔ اِشْتَمَلَ : اَلشَّمْل بمعنی مجتمع امر۔ متفرق امر (لغت اضداد) جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهُمْ بمعنی اللہ ان کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دے۔ اور فَرَّقَ اللّٰهُ شَمْلَهُمْ بمعنی اللہ ان کی جمعیت کو تتر بتر کر دے۔ اور شَمِلَ بمعنی چادر میں لپیٹنا۔ اور شَمَلَ اور شَمِلَ بمعنی سب کو شامل ہونا۔ عام ہونا (منجد) اور اِشْتَمَلَ بمعنی کسی چیز کے بکھرے ہوئے جزو کو اصل چیز میں ملا لینا۔ شامل کر لینا۔ قرآن میں ہے :

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ (۶/۱۴۳)	یا جو بچہ ان مادینوں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو (جالندھری) جس پر مشتمل ہیں (عثمانی)

ماحصل : (۱) لَقِیَ : دو چیزوں کا آمنے سامنے سے ملنا۔

(۲) لَحِقَ : ایک چیز کا اپنے جیسی پہلی چیز کو جا ملنا۔

(۳) وَلِیَ : دو جاندار چیزوں کا بغیر فاصلہ زمانی یا مکانی ملا ہوا ہونا۔

(۴) اَصْنٰی : ایسی ملنے والی چیزیں جن کی جڑ ایک ہو۔

(۵) اَخْتَلَطَ : رل مل جانا۔ گڈ مڈ ہونا۔

(۶) تَجَاوَرَ : ایک چیز کا دوسری کے قرب و جوار میں ہونے کی وجہ سے ملنا۔

(۷) رَتَقَ : ملنا اور جڑ جانا۔ منہ بند ہو جانا۔

(۸) تَحَيَّزَ : الگ ہونا اور پھر جا ملنا۔

(۹) اِشْتَمَلَ : کسی چیز کے بکھرے ہوئے اجزاء کا جمعیت میں ملنا۔ شامل ہونا۔

۳۹ ــــــ ملانا

کے لیے خَلَطَ اور اَلْحَقَ کی وضاحت اوپر ہو چکی۔ ان کے علاوہ وَصَّلَ، اَلَّفَ، لَبَّسَ، رَكَّبَ، ضَمَّ، مَشَجَ، مَرَجَ، شَابَ اور صَنَعَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ خَلَطَ : (ضد خَلَصَ) دو یا دو سے زیادہ مختلف چیزوں کو آپس میں ملا دینا۔ خلط ملط کر دینا گڈ مڈ کر دینا۔ ارشادِ باری ہے :

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا (۹/۱۰۲)	اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ انھوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا۔

۲- اَلْحَقَ : بمعنی پیچھے سے جا ملنا۔ قرآن میں ہے :

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (۱۲/۱۰۱) — (اے اللہ) مجھے اطاعت (کی حالت) میں وفات دینا اور (آخرت میں) مجھے نیک بندوں سے ملانا۔

۳- وَصَلَ : دو چیزوں کو آپس میں اس طرح ملانا کہ وہ جڑ جائیں (م-ل) وصال ضد ھجران) اور (اتصال ضد انفصال) ملانا۔ جوڑنا۔ یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی صورت ہو تو اس سے مراد کسی چیز تک پہنچنا ہو گی۔ اور معنوی ہو تو تعلقات وغیرہ کو آپس میں جوڑنا اور وابستہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے :

وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ (۲/۲۷) — اور وہ تعلق کو توڑتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے انھیں ملانے کا حکم دیا تھا۔

۴- اَلَّفَ : بمعنی ایک ہی چیز کے منتشر اجزا کو ملانا۔ بکھرے ہوئے شیرازہ کو درست اور مربوط کرنا (اور اس کی ضد شَتَّتَ ہے) وہ ہم آہنگی ہیں ۔ اور تالیفِ قلوب یعنی دلوں کے اختلافات دور کر کے ان کو ملانا اور محبت پیدا کرنا۔ اور اُلفت بمعنی دلی محبت۔ اور تالیف ایسے محاورہ کو کہتے ہیں جس کے مختلف اجزاء کو تقدیم و تاخیر کا لحاظ رکھ کر صحیح جگہ پر جمع کر دیا گیا ہو۔ (مف) ارشادِ باری ہے :

وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ (۸/۶۳) — اور اللہ نے ان مسلمانوں کے دلوں میں اُلفت ڈال دی اگر آپ ساری دنیا کا مال و دولت خرچ کر دیتے تو بھی ان میں الفت نہ ڈال سکتے۔

۵- لَبِسَ، یَلْبَسُ بمعنی کپڑا پہننا اور بدن کو چھپانا۔ اور لَبَسَ یَلْبِسُ بمعنی کسی چیز کو دوسری میں ملا کر اصل چیز کو مشتبہ اور مشکوک بنا دینا۔ اور تلبیس بمعنی حقیقت کو چھپا کر خلافِ حقیقت ظاہر کرنا (منجد) اور لبس شبہ کے معنوں میں آتا ہے (دیکھیے "شک و شبہ") لبس کا استعمال صرف اعراض میں اور صرف کلام میں ہوتا ہے۔ جیسے جھوٹ یا سچ یا حق و باطل کو ملا دینا (فق ل ۲۴۹) ارشادِ باری ہے :

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۲/۴۲) — اور حق و باطل کو آپس میں نہ ملاؤ۔

۶- رَکَبَ : رَکِبَ بمعنی سوار ہونا یعنی ایک چیز پر دوسری کا چڑھ بیٹھنا اور تَرَاکَبَ ایک چیز پر دوسری کو رکھ کر ملا دینا۔ اور رَکَّبَ بمعنی ایک چیز کو دوسری سے، پھر تیسری سے، پھر چوتھی سے۔ اسی طرح کئی چیزوں کو ملا کر ایک چیز بنا دینا۔ ترکیب مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے :

اَلَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ (۸۲/۸) — اسی ذات نے تجھے پیدا کیا، تیرے اعضاء کو درست کیا اور ان میں توازن قائم کیا۔ پھر جس صورت میں اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔

۷۔ ضَمَّ: کسی ایک ہی چیز کے کسی متعلقہ حصے کو اس کے ساتھ لگا دینا۔ شامل کرنا (منجد) ضمیمۃ الکتاب مشہور لفظ ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ (۲۰/۲۲) — اور (اے موسیٰ) تم اپنا ہاتھ بغل سے ملاؤ تو وہ بالکل سفید نکلے گا۔

۸۔ مَشَجَ: بمعنی ملانا۔ خلط ملط کرنا اور مشج اور مشیج بمعنی ملا ہوا مخلوط (ج امشاج) (منجد) یعنی دو ہم جنس چیزوں کا آپس میں مل کر ایک ہو جانا —— ارشادِ باری ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ (۷۶/۲) — اور ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ (یعنی عورت اور مرد دونوں کا) سے پیدا کیا جسے ہم اُلٹ پلٹ کرتے رہے۔

۹۔ مَزَجَ: الشراب بمعنی مشروب میں کوئی چیز ملانا۔ اور جو چیز کسی مشروب میں ملائی جائے اسے مِزج اور مِزاج کہتے ہیں (مف منجد) اور اطباء کی اصطلاح میں بدن کی مختلف خلطوں کے باہم ملنے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے مزاج کہتے ہیں۔ طبیعت۔ حال (م۔ق) قرآن میں ہے:

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا (۷۶/۱۷) — اور وہاں انھیں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔

قرآن میں ایسے دو مزاج کافور اور تسنیم کا بھی ذکر آیا ہے۔

۱۰۔ مَرَجَ: دو چیزوں کا آپس میں اس طرح ملنا کہ ان کی انفرادی حیثیت بھی برقرار رہے۔ غُصْنٌ مَرِيجٌ باہم گتھی ہوئی ٹہنی۔ اور امر مریج بمعنی پیچیدہ اور گڈمڈ معاملہ جس میں دو یا زیادہ نظریات آپس میں اُلجھ رہے ہوں (مف) ارشادِ باری ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (۵۵/۱۹) — اس نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ (جالندھری)
ملے ہوئے چلائے دو دریا (عثمانیؒ)

۱۱۔ شَابَ: بمعنی ملانا۔ دھوکہ دینا۔ خیانت کرنا (منجد) (شوب) اور بمعنی شہد۔ اور ہر وہ خوردنی چیز جو کسی دوسری چیز میں ملائی جائے۔ اور شہد کو بھی اس لیے شوب کہتے ہیں کہ وہ عموماً ہر مشروب میں ملائی جاتی ہے۔ اسی سے لفظ شائبہ مشہور ہے جو ملاوٹ اور کھوٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ (۳۷/۶۷) — پھر اس کھانے کے ساتھ ان کو گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔

۱۲۔ ضَغَثَ: (الحدیث) گفتگو کو ملانا۔ خلط ملط کرنا۔ اور ضغث من الخبر او الامر بمعنی مخلوط خبر یا معاملہ جس کی کوئی حقیقت و بنیاد نہ ہو۔ اور أَضْغَثَ الرُّؤْيَا بمعنی خواب کو شک سے بیان کرنا۔ اور أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بمعنی ڈراونے خواب۔ مخلوط قسم کے خواب جن کی حقیقت بیان

نہ ہو سکے (منجد) قرآن میں ہے :

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ (۱۲/۴۴) کہنے لگے یہ تو مخلوط قسم کے خواب ہیں اور ہمیں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔

ماحصل : (۱) خَلَطَ : مختلف اشیاء کو ملا کر خلط ملط کر دینا۔

(۲) اَلْحَقَ : پیچھے سے ملانا۔

(۳) وَصَلَ : ملانا اور جوڑنا۔

(۴) اَلَّفَ : منتشر اجزاء میں ہم آہنگی پیدا کر کے ملانا۔

(۵) لَبَسَ : دھوکہ دینے کے لیے کسی چیز کو دوسری سے ملانا۔ اس کا استعمال اعراض میں اور کلام کی صورت میں ہوتا ہے۔

(۶) رَكَّبَ : ایک چیز کو دوسری سے پھر تیسری سے ملا کر ایک کر دینا۔

(۷) ضَمَّ : ایک ہی چیز کے متعلقہ حصہ کو اس کے ساتھ ملانا۔

(۸) مَشَجَ : دو ہم جنس چیزوں کا مخلوط ہو جانا۔

(۹) مَزَجَ : کسی مشروب میں کوئی چیز ملانا۔

(۱۰) مَرَجَ : دو ہم جنس چیزوں کا اس طرح ملانا کہ ان کی انفرادی حیثیت برقرار رہے۔

(۱۱) شَوْبٌ : ہر خوردنی چیز جو دوسری میں ملا کر کھائی یا پی جائے۔

(۱۲) ضَغَثَ : گفتگو کو گڈ مڈ کرنا۔ خلط مبحث۔

منتشر ہونا ، دیکھیے "بکھرنا" من گھڑت دیکھیے "اٹکل پچو"

منت ماننا ، " "نذر و نیاز" منع کرنا " "روکنا"

۴۰ـــــ مُنہ پھیرنا

کے لیے اَعْرَضَ عَنْ اور تَوَلّٰی (عن) اور صَدَفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَعْرَضَ (عن) ۔ عَرَضَ کے معنی کسی کے سامنے کوئی چیز پیش کرنا۔ اور عَرَضَ بمعنی التجا۔ گزارش (منجد) اَعْرَضَ عَنْ سامنے سے ہٹ جانا۔ منہ پھیر لینا۔ ارشادِ باری ہے :

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (۲۰/۱۲۴) اور جو کوئی میری نصیحت سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔

۲۔ تَوَلّٰی عَنْ : تَوَلّٰی بمعنی کسی کو دوست بنانا۔ اور تَوَلّٰی (عن) بمعنی دوستی سے دستبردار ہو جانا' منہ پھیرنا۔ دور ہونا۔ چھوڑ دینا (منجد) ارشادِ باری ہے :

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ (۳۷/۱۷۸) تو ایک وقت تک ان سے اعراض کیے رہو۔

۳- صَدَفَ : بمعنی اَعْرَضَ عَنْہُ وَ صَدَّ (م-ل) سخت اعراض کرنا۔ اور صَدَف بمعنی سیپ، پہاڑ کا کنارا، اور اونٹ کی ٹانگوں میں کجی کو کہتے ہیں۔ اور ان تینوں میں سختی اور کجی بھی پائی جاتی ہے (مف) اس کا صلہ کبھی عَنْ سے ہوتا ہے لیکن اس صلہ کے بغیر بھی یہ اپنے معنی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ (۶/۱۵۷)
جو لوگ ہماری آیتوں سے (اپنا منہ یا دوسرے لوگوں کو) پھیرتے ہیں اس پھرنے کے سبب ہم ان کو برے عذاب کی سزا دیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ (۶/۴۶)
دیکھو ہم کس کس طرح اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں پھر بھی یہ لوگ روگردانی کیے جاتے ہیں۔

ماحصل: اَعْرَضَ (من) صرف سامنے سے ہٹ جانے یا منہ پھیر لینے کے معنے میں آتا ہے تَوَلّٰی عَنْ دوستانہ تعلقات ختم کرنے کے لیے، اور صدف شدتِ اعراض کے لیے آتا ہے۔

منہ کے بل گرنا ـــــ دیکھئے "اوندھا ہونا"

۴۱ ـــــ موافقت کرنا

کے لیے وَفَقَ اور وَطَأَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱- وَفَقَ: اَلْوَفْقُ بمعنی دو چیزوں کے درمیان موافقت اور ہم آہنگی۔ اور وَفَّقَ (توفیقا) بمعنی اللہ تعالیٰ کا حالات کو کسی کام کے سازگار مطابق بنا دینا۔ یہ لفظ برے مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا (مف) ارشاد باری ہے:

اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا (۴/۳۵)
اگر دونوں (ثالث) زوجین میں صلح کرا دینا چاہیں تو خدا ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔

۲- وَطَأَ کے معنی کسی چیز کو پاؤں سے کچلنا، روندنا اور مسلنا ہے۔ اور وَطَأَ عَلَى الْاَمْرِ بمعنی کسی کام کو اپنی مرضی کے موافق آسان بنا لینا ہے (منجد) اور یہ کام انسان کا ہے اور عموماً برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (۹/۳۷)
(امن کے مہینوں کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے۔ اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ کسی مہینہ کو ایک سال تو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ خدا کے مقرر کردہ ادب کے مہینوں کی گنتی موافق بنا لیں (پوری کر لیں)

ماحصل: (۱) وَفَّقَ : اللہ تعالیٰ کا حالات کو کسی کے لیے سازگار بنا دینا (اچھے مفہوم کے لیے آتا ہے)۔
(۲) وَطَّأَ (علی الامر) انسان کا خود کسی کام میں تبدیلی کر کے اس کو اپنی مرضی کے مطابق بنا لینا (بُرے مفہوم میں آتا ہے)

۴۲ ـــــ موڑنا

کے لیے ثَنٰی اور لَوٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ثَنٰی: اِثْنَیْنِ بمعنی دو اور ثانی بمعنی دوسرا اور ثَنٰی (یَثْنِی) بمعنی دوہرا کرنا۔ موڑنا۔ تہہ کرنا (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے،

اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ (۱۱/۵) دیکھو! یہ لوگ اپنے سینوں کو (موڑ کر) دوہرا کرتے ہیں۔

۲۔ لَوٰی: لوی الحبل بمعنی رسی بٹنا اور لوی یدہ۔ بمعنی اس نے اس کا ہاتھ موڑا یا مروڑا (مف) اور لِیًّا بِدَیْنِہٖ بمعنی قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا اور لِوَاء بمعنی جھنڈا (جو کبھی ادھر پھڑپھڑاتا ہے کبھی اُدھر) اور الالواء بمعنی وادی کا موڑ (منجد) ارشادِ باری ہے،

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ (۳/۷۸) اور ان (اہل کتاب) میں بعض ایسے ہیں کہ کتاب (تورات) کو زبان مروڑ مروڑ کر پڑھتے ہیں۔

ماحصل: (۱) ثَنٰی، کسی چیز کو ایک ہی طرف موڑنا خواہ وہ دہری ہو جائے۔
(۲) لَوٰی، کسی چیز کو موڑنا یا مروڑنا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔

۴۳ ـــــ مہربان

کے لیے رحمٰن، رحیم، رءوف، لطیف اور حنّان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ رحمٰن } یہ دونوں الفاظ رحم سے اسم مبالغہ کے صیغے ہیں بمعنی بہت زیادہ رحم کرنے والا اور
۲۔ رحیم } رحم میں رقت، لطف اور رافت تین باتیں پائی جاتی ہیں (م۔ل) لفظ رحمان میں زیادہ مبالغہ ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں رحم کی صفت زیادہ پائی جاتی ہے رحمٰن بمعنی اپنی تمام مخلوق پر (خواہ کافر و مشرک یا انسان کے علاوہ دوسرے جاندار یا اشیاء ہی کیوں نہ ہوں) یکساں عنایت کرنے والا۔ اور اس سے مراد خدا کی ایسی عنایات ہیں جن سے ساری مخلوق یکساں بہرہ اندوز ہوتی ہے جیسے سورج، چاند، تارے، ہوا، روشنی، پانی، زمین اور اس کی قوتِ روئیدگی وغیرہ۔ اور یہ تمام عنایت صرف اللہ تعالیٰ ہی سے متعلق ہو سکتی ہے۔ لہٰذا رحمان صرف اللہ تعالیٰ ہے دوسرا کوئی انسان یا کوئی مخلوق بھی رحمان نہیں ہو سکتی جبکہ رحیم انسان بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال رسول اکرمؐ کے لیے بھی قرآنِ کریم میں ہوا ہے اور صحابہ کے لیے بھی۔ اور رحیم کی نسبت جب اللہ کی طرف ہو تو اس کے معنی بعض کے

نزدیک "دنیا اور آخرت میں اپنے نیک بندوں پر رحم کرنے والا" ہے۔ لیکن اس تعریف میں اتنا حصر مناسب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر مجبور و بیکس کی پکار سنتا ہے اور اس پر رحم فرما کر اس تکالیف کا ازالہ کرتا ہے خواہ یہ پکارنے والا مومن ہو یا کافر و مشرک۔ ارشادِ باری ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (۱/۱) اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم کرنیوالا ہے

۳۔ رَءُوۡف: رَأۡفَۃ بمعنی کسی کی تکلیف دیکھ کر دل بھر آنا۔ رقت طاری ہونا اور اس پر ترس کھانا ارشادِ باری ہے:

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ وَّلَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِہِمَا رَاۡفَۃٌ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ (۲۴/۲) زانی مرد اور زانی عورت ان میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو اور اس اللہ کے قانون میں تمہیں ان پر ہرگز ترس نہ آئے۔

اور رءوف بمعنی رقیق القلب جس کا کسی کا دکھ دیکھ کر جی بھر آتا ہو۔ اور اس دکھ کے دور ہونے کی فکر دامنگیر ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ۔ (۹/۱۲۸) لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں تمہاری تکلیف ان کو گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔

۴۔ لطیف: لُطۡف کے بنیادی معنی میں دو باتیں ہیں (۱) دِقّتِ نظر (۲) نرمی (م۔ل) اور بمعنی دَقَّ ورَقَّ یعنی پتلا اور نرم یا چھوٹا ہونا (م ق) اور لطیف کے معنی میں کبھی صرف ایک ہی بات یعنی دقتِ نظر یا باریک بینی یا راز اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے آگاہی پائی جاتی ہے جیسے فرمایا:

لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ وَہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ وَہُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ (۶/۱۰۳) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ باریک بین خبردار ہے۔

اور کبھی دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی مخلوق کی چھوٹی چھوٹی تکالیف کا علم رکھنا اور پھر ازراہِ مہربانی ان کا ازالہ کرنا۔ اس صورت میں لطیف کا معنیٰ مہربان کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰہُ لَطِیۡفٌۢ بِعِبَادِہٖ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ (۴۲/۱۹) خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔

۵۔ حَنَّان، اَلۡحَنِیۡن بمعنی کسی چیز کی طرف مشفقانہ طور پر کھنچ جانا۔ کہتے ہیں حَنَّتِ الۡمَرۡاَۃُ اَوِ النَّاقَۃُ لِوَلَدِھَا یعنی عورت یا اونٹنی اپنے بچہ کی طرف کھنچ گئی یا اس کی مشتاق ہوئی (مت) اور حَنَّ بمعنی مہربان و شفیق ہونا اور حنان بمعنی رحمت و مہربانی اور حَنَّان بمعنی مہربان۔ اسماء الله الحسنیٰ میں سے ایک نام (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا (۱۹/۱۳)
اور (ہم نے یحییٰؑ کو) اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی (دی تھی) اور وہ پرہیزگار تھے۔

ماحصل:
(۱) رَحْمَان: بہت زیادہ رحیم اور یہ صرف خدا کی ذات ہے۔
(۲) رَحِیْم: بہت مہربان۔ یہ صفت رحمان سے دوسرے درجہ پر ہے۔
(۳) رَءُوْف: وہ جس کا تکلیف دیکھ کر دل بھر آئے۔
(۴) لَطِیْف: چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنے اور ان کا ازالہ کرنے والا
(۵) حَنَّان: ایسی رحمت اور شفقت جیسی ماں کو بچہ سے ہوتی ہے۔

۴۴ ـــــ مہر لگانا

کے لیے طَبَعَ اور خَتَمَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طَبَعَ بمعنی کسی چیز کا انتہا کو پہنچنا اور بھر جانا تَطَبَّعَ النَّھْرُ بمعنی نہر بھر گئی (م ـ ل) اور نیز طَبَعَ بمعنی چھاپ لگانا۔ اور طَبَعَ الدَّرَاھِمَ بمعنی سکہ ڈھالنا۔ اور مَطْبَع بمعنی چھاپ لگانے کی مشین۔ اور مَطْبُوْع بمعنی چھپی ہوئی چیز (منجد) اور طَوَابِع بمعنی ڈاک کے ٹکٹ (ق ـ ج)
گویا کسی چیز کے اختتام یا مکمل ہونے پر چھاپ یا مہر لگا دینے کو طبع کہتے ہیں اور اس کا تعلق کسی چیز کی اثر پذیری اور اس کے ثابت و لازم رہنے سے ہوتا ہے (فق ل ۵۶)

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (۴/۱۵۵)
بلکہ ان کے کفر کے سبب خدا نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے تو یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

۲۔ خَتَمَ: بمعنی مہر لگانا۔ سر بمہر کرنا کہ اس میں نہ کچھ داخل ہو سکے (خواہ داخل ہونے کی گنجائش ہو) اور نہ کچھ نکل سکے۔ اور خَتَمَ الْاِنَاءَ بمعنی برتن کے منہ کو مٹی وغیرہ سے بند کرنا۔ اور ختام بمعنی مہر لگانے کی چیز۔ لاکھ (منجد) اور خَتَمَ القراٰن بمعنی اس نے قرآن ختم کیا۔ گویا ختم کا تعلق کسی شے کے پورا ہونے اور عمل یا فعل کے انقطاع سے ہوتا ہے (فق ل ۵۶) ارشاد باری ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ (۲/۷)
اللہ تعالیٰ نے ان (کافروں) کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔

ماحصل:
(۱) طَبَعَ، کسی چیز میں اثر پذیری اور اس اثر کا ثابت و لازم ہونا۔ چھاپ لگانا۔ پرنٹ کرنا۔
(۲) خَتَمَ، کسی چیز کا پورا ہونا اور مزید عمل یا فعل کا ختم ہونا۔ کسی چیز کو سربمہر کر دینا۔

۴۵ ـــــ مہلت دینا

کے لیے مَھَّلَ اور اَمْھَلَ دونوں الفاظ ہم معنی ہیں۔ مَھَلَ بمعنی ڈھیل دینا یا آہستہ آہستہ کوئی کام

کرنا۔ سَارَ عَلٰی مَهَلٍ بمعنی خراماں خراماں چلنا (منجد) اور مَهَّلَ بمعنی کسی کے لیے آہستہ آہستہ اور نرمی سے مدت بڑھاتے جانا اور جلدی نہ کرنا (مف) اور یہ مدت مبہم ہوتی ہے (فق ل ۵۹) ارشادِ باری ہے؛

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۔ (۸۶/۱۷) سو ان کافروں کو مہلت دو۔ بس چند ہی روز مہلت دو۔

اس آیت میں مَهَّلَ اور اَمْهَلَ ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

۲۔ اَمْلٰی: مَلَا (الف مقصورہ سے) بمعنی عمر دراز کرنا۔ کہتے ہیں مَلَاكَ اللہ خدا تیری عمر دراز کرے۔ اور مَلَا بمعنی وسیع ریگستان اور بمعنی دیر تک فائدہ اٹھاتے رہنا۔ اور مَلِيٌّ مِنَ الدَّهْرِ بمعنی عرصہ دراز (منجد) اور مَلِيًّا بمعنی طویل مدت (۱۹/۴۶) گویا ملی میں درازی اور وسعت دونوں معنی پائے جاتے ہیں اور اَمْلٰی بمعنی کسی کو تا دیر مہلت دینا طویل مدت کے لیے مہلت دینا (ظالم کی) رسی دراز کرنا۔ ارشادِ باری ہے؛

وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ۔ (۷/۱۸۳) اور میں ان کو مہلت دیے جاتا ہوں۔ میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

۳۔ نَظِرَةٌ، نَظَرَ بمعنی دیکھنا۔ نگاہ ڈالنا۔ اور نَظَرَ فُلَانًا الْمَدِيْنَ کے معنی کسی مقروض کے لیے نرمی اختیار کر کے قرضہ کی ادائیگی کے لیے نگاہ ڈالتے رہنا (منجد) اور انظار بمعنی کسی چیز کے طلب کرنے کے لیے موزوں وقت تک ٹھہرنا۔ اور یہ مدت مشروط ہوتی ہے (فق ل ۵۹) ارشاد باری ہے؛

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ (۲/۲۸۰) پھر اگر مقروض تنگدست ہو تو اسے کشائش تک مہلت دو۔

ماحصل: (۱) مَهَّلَ اور اَمْهَلَ: آہستہ آہستہ اور نرمی سے مہلت بڑھائے جانا (غیر معین مدت) (۲) اَمْلٰی، رسی کو دراز چھوڑنا اور (۳) نظرۃ نرمی کے ساتھ مشروط وقت تک انتظار کے معنوں میں آتا ہے۔

نیز اَخَّرَ، اَرْجٰى اور اَرْجَأَ "پیچھے ڈالنا" میں دیکھیے۔

۴۶ــــــ مہمان

کے لیے ضَيْف اور وَفْد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ضَيْف: یعنی مہمان۔ معروف لفظ ہے (ج ضیفان اور ضیوف) ضیف کا لفظ واحد اور جمع دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ (۱۱/۷۸) اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔

۲۔ وَفَد: وَفَدَ بمعنی لوگوں کا وفد بن کر بادشاہ یا کسی حاکم کے پاس جانا (مف) اور وفد بمعنی

شاہی مہمان۔ارشادِ باری ہے ؛

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا (۱۹/۸۵)	جس دن ہم پرہیزگاروں کو اللہ کے سامنے (بطور مہمان جمع کریں گے۔

۴۷۔۔۔مہینے

کے لیے شُہُوْر اور اَشْهُر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں (اور یہ دونوں لفظ شَهْر بمعنی مہینہ کی جمع ہیں۔یعنی ایک ہلال سے لے کر دوسرے ہلال تک کی درمیانی مدت)

۱۔ شُہُوْر: بمعنی کل مہینے۔مہینوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد۔ارشاد باری ہے؛

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ (۹/۳۶)	جس دن سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا اسی وقت سے اللہ کے مقررہ قانون کے مطابق اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔

۲۔ اَشْهُر: بمعنی مقررہ مدت کے مہینے۔ان کی تعداد بہرحال بارہ سے کم ہی ہوگی۔جب عدد مذکور اور مفرد ہو تو اشہر استعمال ہوگا۔اَشْهُر جمع قلت کا وزن ہے جس کا اطلاق ۳ سے ۱۰ تک ہوتا ہے۔ارشادِ باری ہے؛

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ (۲/۲۲۶)	ان لوگوں کے لیے جو اپنی بیویوں سے جدا رہنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں۔چار ماہ انتظار کرنا ہوگا۔

۴۸۔۔۔۔۔۔میخ

کے لیے دُسُر اور اَوْتَاد کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ دُسُر (واحد دِسَار) دَسْر بمعنی نیزہ مارنا یا کیل ٹھونکنا۔اور دِسَار بمعنی جہاز وغیرہ کی درز بند کرنے کے لیے پرانی رسیوں کی سَن۔یا میخ (منجد) ارشادِ باری ہے ؛

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (۵۴/۱۳)	اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر، جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی سوار کیا۔

۲۔ اَوْتَاد: (وَتَد کی جمع) وَتَد بمعنی کھونٹی، بڑی میخ (پنجابی کلّہ) لکڑی کا ہو یا لوہے کا یا کسی دوسری چیز کا۔اور وَتَدَان بمعنی کندھوں کے ابھرے ہوئے حصے (مف۔منجد) یعنی وَتَد وہ چیز ہے جس کا کچھ حصّہ باہر بھی نکلا ہوا ہو۔اور وَتَدَ بمعنی مضبوط کلہ گاڑا اور وَتْد بمعنی لکڑی کی میخ اور اَوْتَادُ الْاَرْضِ بمعنی پہاڑ (م ق) ارشاد باری ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝	کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو اس کی میخیں

وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا (۷۸:۷)   نہیں بنایا۔

ماحصل : دِسَار : وہ چھوٹی میخ ہے جو کسی چیز کی درز بند کرنے یا مضبوط بنانے کے لیے ٹھونکی جاتی ہے اور وتد اس بڑی میخ یا کلہ کو کہتے ہیں جس کا کچھ حصہ باہر بھی ہو۔ اور زیادہ حصہ زمین یا کسی چیز کے اندر ہو۔

میدان کے لیے دیکھیے ــــ "زمین اور اس کی اقسام"

میوے کے لیے دیکھیے ــــ "پھل"

۱۔ نا اُمید ہونا

کے لیے یَئِسَ اور اِسْتَایْئَسَ، قَنَطَ اور اَبْلَسَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ یَأْسَ ، بمعنی قطع الرّجا۔ (م ل) بمعنی کسی معاملہ کے متعلق امید کا ختم ہوجانا یا مایوس ہوجانا ہے اور یہ کسی آرزو کے وقت سے پہلے بھی ہوسکتی ہے اور بعد میں بھی (فق ل ۲۰۲) ارشادِ باری ہے،

اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (۱۲/۸۷) — خدا کی رحمت سے کافر لوگ ہی نا اُمید ہوا کرتے ہیں۔

اور اِسْتَيْئَسَ بمعنی کسی معاملہ سے متعلق آہستہ آہستہ توقعات کا ختم ہوجانا ہے۔ تجربہ کے بعد بالآخر مایوس ہوجانا۔ ارشاد باری ہے؛

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا۔ (۱۲/۱۱۰) — حتیٰ کہ جب رسول نا امید ہو گئے اور انھیں یقین ہوگیا کہ (فتح و نصرت کے بارے میں) وہ سچے ثابت نہیں ہوئے۔ تو اس وقت ان کے پاس ہماری مدد آپہنچی۔

۲۔ قَنَطَ : بمعنی بھلائی سے مایوس ہونا۔ آس توڑ بیٹھنا (مف) اور قنوط بمعنی اَشَدُّ مُبَالِغَۃٍ مِنَ الْیَأْس (فق ل ۲۸۲) یعنی انتہائی مایوسی کو کہتے ہیں۔ اور قنوط صفت یا قنوطی ایسے شخص کو کہتے ہیں جو ہر معاملہ میں تاریک پہلو اور اس کے نقصانات کو مدِنظر رکھنے کا عادی ہو اور اچھے پہلوؤں پر کم ہی غور کرتا ہو۔ ارشادِ باری ہے،

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ۔ (۴۱/۴۹) — انسان بھلائی کی دعائیں کرتا تو تھکتا نہیں۔ اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو نا امید ہوجاتا اور آس توڑ بیٹھتا ہے۔

۳۔ اَبْلَسَ ، بمعنی سخت مایوسی کے باعث غمگین ہونا (مف) اور بمعنی بے خبر ہونا۔ غمگین اور شکستہ دِل ہونا (منجد) جب مایوس ہوجانے کی وجہ سے غم لاحق ہوجائے تو اس لفظ کا استعمال ہوگا ۔ اور شیطان کو بھی ابلیس اسی لیے کہا گیا کہ وُہ خدا کی رحمت سے مایوس اور شکستہ دِل ہو چکا ہے ۔

ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ — اور بارش کے نزول سے پہلے تو وُہ نا امید ہو

مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ (۳۰/۴۹) چکے تھے۔

ماحصل: (۱) یاس: مایوس ہونا، نا امید کے معنوں میں عام ہے۔ استیائس: آہستہ آہستہ امید منقطع ہو جانا۔
(۲) قنط: بھلائی کے پہلو سے ناامید ہونا یا رہنا۔ یاس سے اگلا درجہ، سخت مایوسی۔
(۳) ابلس: ایسی نا امیدی جو غم میں مبتلا کر دے۔

نا انصافی کرنا کے لیے دیکھیے ـــــ "بے انصافی کرنا"

۲ـــــ ناپاک

کے لیے رِجْس، خَبِیْث اور نَجَس کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ رِجْس: گندگی کے معنوں میں بھی آتا ہے (تفصیل "گندگی" کے تحت دیکھیے) اور ناپاک کے معنوں میں بھی۔ اور اس سے مراد ایسی چیزوں کی نجاست ہے جسے شریعت نے حرام یا ناپاک قرار دیا ہے خواہ یہ مادی ہوں یا معنوی۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ (۹/۹۵) — سو ان منافقوں کی طرف التفات نہ کرو وہ ناپاک لوگ ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۲۔ خبیث: بمعنی ناپاک اور گندہ (ضد طیب) یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی معنوں میں اس سے مراد ردی اور ناکارہ چیز ہے۔ خبث الحدید بمعنی لوہے کا میل۔ علاوہ ازیں یہ لفظ غلاظت، گلی سڑی اور بدبودار چیزوں کے لیے بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ (۲/۲۶۷) — اور جو تم (خدا کی راہ میں) خرچ کرو تو اس میں کسی گندی اور ردی چیز کا قصد نہ کرو جسے تم خود بھی لینا گوارا نہ کرو الا یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔

اور معنوی استعمال ہو تو خبیث سے مراد وہ شخص ہے جس کی طبیعت فحاشی کی جانب مائل ہو، یا شرارت پسند ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ (۲۴/۲۶) — ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے۔

۳۔ نَجَسٌ: یہ لفظ بھی ظاہری اور باطنی نجاست دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے دَاءٌ نَجَسٌ وَّ نَاجِسٌ بمعنی لاعلاج بیماری۔ اور نَجَّسَ الصَّبِیَّ نظر بد سے بچانے کے لیے بچے کے گلے میں تعویذ وغیرہ لٹکانا۔ اور نُجُسٌ بمعنی تعویذ کرنے والے لوگ (منجد) اس لفظ کا مادی استعمال (ضد طاہر اور طہور) قرآن میں نہیں ہے۔ اور جب معنوی استعمال ہو تو اس سے مراد کفر و شرک کی ایسی پلیدی ہے جو لاعلاج مرض کی صورت اختیار کر جائے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (۹/۲۸)

اے ایمان والو! یہ مشرک لوگ ناپاک ہیں۔سو یہ لوگ اس سال رواں کے بعد مسجدِ حرام کے قریب نہ پھٹکیں۔

ماحصل:

(۱) رِجْسٌ، شریعت کی بتلائی ہوئی ناجائز چیزیں

(۲) خَبِيْث، ردّی اور گندی چیزیں۔اور ایسے لوگ جن کی طبیعت فحاشی کی جانب مائل ہو۔

(۳) نَجَس، کفروشرک کے عقائد میں ملوث لوگ جن کا مرض لاعلاج ہو چکا ہو۔اور وہ چیزیں جن کی نجاست صریح طور پر شریعت نے بتلا دی ہے۔

۳ــــــ ناپسندیدہ

کے لیے مکروہ، اِدّ، مُنکَر، اِمر، مذموم اور مذءوم اور اُفّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مکروہ، کَرِہَ بمعنی کسی چیز کو ناپسند کرنا۔اور مکروہ بمعنی ہر وہ بات جو سلیم طبیعت کو ناگوار ہو اور طبیعت اس سے بیزار ہو (غیر مقبول) ارشادِ باری ہے؛

اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (۴۹/۱۲)

کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔یقیناً تم اس سے کراہت کرو گے!

پھر کچھ باتیں ایسی ہیں جو بظاہر قابلِ نفرت معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقتاً وہ مبنی بر مصلحت ہوتی ہیں۔ایسی باتوں کی نشاندہی شریعت نے کر دی ہے جیسے فرمایا؛

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (۲/۲۱۶)

تم پر قتال (فی سبیل اللہ) فرض کیا گیا جو تمہیں ناگوار ہے کچھ عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بُری لگے مگر وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔

گویا مکروہ وہ چیز ہے جو عقل اور شریعت دونوں کی رُو سے ناپسندیدہ ہو۔(مف) قرآن میں ہے؛

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا (۱۷/۳۸)

ان سب (بیان کردہ عادتوں) کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہے۔

۲۔ اِدّ، بمعنی نہایت ہی ناپسندیدہ بات جس سے ہنگامہ برپا ہو جائے۔اور اَدِيد بمعنی شور، ہنگامہ (مف) اور ادّ الامر بمعنی کام کا بوجھل اور دشوار ہونا۔ادید بمعنی شور اور اِدّ بمعنی مصیبت ہولناک واقعہ۔دشوار کام (منجد) یعنی ایسی ناپسندیدہ بات جو ہنگامہ خیز ہو۔ارشادِ باری ہے؛

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا (۱۹/۸۸-۸۹)

اور کہتے ہیں کہ خدا کا بیٹا ہے یہ تو تم بہت ہی بُری بات (زبان پر) لاتے ہو۔

۳۔ منکر، ہر انوکھی، اجنبی بات (انکار کی ضد عرفان اور منکر کی ضد معروف ہے) یعنی منکر ہر وہ بات ہے جسے معاشرہ قبیح خیال کرتا ہو۔ارشادِ باری ہے؛

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو

وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳/۱۰۴) نیکی کی طرف بلائے۔ اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔

پھر شریعت نے منکرات کو بھی محض معاشرہ کی پسند اور ناپسند پر نہیں چھوڑا بلکہ جہاں کہیں کوئی غلط اور ناجائز بات معاشرہ میں رواج پاگئی ہو اور معاشرہ اسے قبیح خیال نہ کرتا ہو اس کی بھی شریعت نے اصلاح فرما دی۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَأْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ (۲۹/۲۹) اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔

۴۔ اِمْر: بمعنی ہر خلاف عقل اور خلاف شرع بات (منجد) بمعنی مُنْكَرًا عَظِيْمًا (م-ق) اَمِرَ الْاَمْر کسی معاملہ یا بات کا حد سے بڑھ جانا (مف) انتہائی غیر معقول بات۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا (۱۸/۷۱) موسیٰؑ نے کہا کیا آپ نے کشتی کو اس لیے توڑ پھوڑ کیا کہ سواروں کو غرق کر دیں تو آپ نے بہت ناپسندیدہ کام کیا۔

۵۔ مَذْمُوم اور مَذْءُوْم، ذَمّ اور ذَءَمَ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں بمعنی کسی چیز کو حقیر اور مذموم گردانتا (مف) ذَءَمَ میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کراہت اور (۲) عیب (م-ل) اور بمعنی عیب لگانا۔ حقارت کرنا۔ رسوائی کرنا۔ اور ذَمّ (ضد حَمَدَ اور مَدَحَ) بمعنی کسی کے عیب بیان کرنا، خواہ وہ اختیاری ہوں یا اضطراری (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ (۷/۱۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا نکل جا یہاں سے پاجی مردود۔

۶۔ اُفّ، اصل میں ہر گندی اور قابلِ نفرت چیز کو کہتے ہیں مثلاً میل کچیل اور ناخن کا تراشہ وغیرہ۔ مگر محاورۃً یہ لفظ کسی بُری چیز سے اظہارِ نفرت کے لیے بولا جاتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۲۱/۶۷) تف ہے تم پر اور ان پر بھی جنھیں تم خدا کے سوا پوجتے ہو۔

ماحصل:

(۱) مَكْرُوْه: وہ بات جسے سلیم طبیعت ناپسند کرے۔
(۲) اِدّ: سخت ناپسندیدہ بات جو ہنگامہ برپا کر دے۔
(۳) مُنْكَر: وہ بات جسے معاشرہ قبیح خیال کرے۔
(۴) اِمْر: انتہائی غیر معقول بات۔
(۵) مَذْءُوْم: بمعنی کسی عیب کی بناء پر ناپسندیدہ۔
(۶) اُفّ: کلمۂ کراہت ونفرت۔

۴ ـــــ نادان

کے لیے جَاهِل اور سُفَهَآء کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَاھِل (ضد عَالِم) بے علم۔ ناواقف جَھْل بمعنی انسان کا ذہن علم سے خالی ہونا۔ اس کی وجہ خواہ کچھ ہو (مف) یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲/۲۷۳) — ان کے مانگنے سے پرہیز کی وجہ سے ناواقف آدمی انھیں غنی خیال کرتا ہے۔

۲۔ سُفَهَاء: (واحد سَفِيْهَه) سَفَه ضد حِلم بمعنی (۱) کم عقل اور (۲) پست اخلاق والا ہونا (م۔ل) اور سَفِيْه یعنی ایسا جاہل جو عقل کی کمی کی وجہ سے کچھ سیکھنے یا علم حاصل کرنے سے قاصر رہے۔ اور اخلاق کا بھی پست ہو۔ یعنی نہ جاننے یا سمجھنے کے باوجود اعتراض کرنا اس کا شعار ہو۔ عدیم الحلم (م۔ق) احمق۔ ارشادِ باری ہے:

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا (۲/۱۴۲) — اب احمق لوگ کہیں گے کہ مسلمان جس قبلے پر (پہلے سے چلے آتے) تھے اب اس سے کیوں منہ پھیر بیٹھے۔

ناراض کرنا ۔۔۔ دیکھیے "غصّہ دلانا"

۵ ۔۔۔ ناراضگی

کے لیے سَخَط، ضِغْن اور غِلّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَخَط: بمعنی نارضامندی۔ ناپسندیدگی (ضد رضوان بمعنی رضامندی اور خوشنودی) اور سخط بمعنی مرضی کے خلاف کام پر ناخوش ہونا۔ خفا ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ (۹/۵۸) — اگر اس (مال) میں سے انھیں (خاطرخواہ) مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر (اس قدر) نہ ملے تو جھٹ خفا ہو جاتے ہیں۔

۲۔ ضِغْن: بمعنی حِقْد یا کینہ (منجد) یعنی ایسی ناراضگی جس کو انسان دل سے نہ نکالے۔ ارشادِ باری ہے:

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ (۴۷/۲۹) — کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ خدا ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا؟

۳۔ غِلّ: بمعنی (۱) کینہ کی شدت ـ بیر۔ پوشیدہ دشمنی (مف) اور غَلّ بمعنی (۲) چوری اور خیانت کرنا۔ خفیہ طور پر کسی چیز کو اٹھا کر اپنے اسباب میں رکھ لینا (م۔ق) اور غِلّ بمعنی کینہ۔ کھوٹ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ (۷/۴۳) — اور جو کینے ان کے دلوں میں ہوں گے ہم سب نکال ڈالیں گے۔

ماحصل: (۱) سخط: ناراضگی ۔۔۔ (۲) ضِغن: ایسی ناراضگی جو کوئی دل میں چھپائے رکھے۔
(۳) غِلّ: ناراضگی جو دشمنی کی حد تک پہنچ جائے اور دل میں چھپائی جائے۔

۶۔ ناشکرا

کے لیے کَفُوْر اور کَنُوْد کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ کَفُوْر: کَفَرَ (۱) خدا سے انکار کرنا (۲) خدا کی نعمتوں سے انکار کرنا۔ کفرانِ نعمت کرنا۔ خدا کا انکار کرنے والے کے لیے کَافِر اور اس کی نعمتوں کا انکار کرنے والے کے لیے کَفُوْر یا کَفَّار کے الفاظ بالعموم استعمال ہوتے ہیں (ضد شَاکِر اور شَکُوْر) ارشادِ باری ہے؛

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (۷۶/۳)	ہم نے انسان کو راستہ سمجھا دیا ہے اب چاہے تو شکرگزار بن جائے اور چاہے تو ناشکرا۔

۲۔ کَنُوْد: کَنَدَ بمعنی ناشکری کرنا اور کَنُوْد ایسے ناشکرے کو کہتے ہیں جو مصائب و مشکلات کا تو ہر دم ذکر کرتا رہے مگر خدا کے انعامات کا کبھی نام تک نہ لے۔ ناشکرگزار، بخیل۔ نمک حرام (منجد۔ م۔ ق) ارشادِ باری ہے؛

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ (۱۰۰/۶)	بیشک انسان اپنے پروردگار کا احسان ناشناس (اور ناشکرا) ہے۔

ماحصل؛ کَفُوْر: احسان ناشناس ہے جبکہ کَنُوْد احسان ناشناس ہونے کے علاوہ ہر وقت شاکی بھی رہتا ہے۔

۷۔ نافرمانی کرنا

کے لیے عَصٰی، فَسَقَ اور فَجَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَصٰی: بمعنی حکم نہ ماننا۔ نافرمانی کرنا (منجد) کسی بھلائی کی بات کی تعمیل نہ کرنا (مف) خواہ یہ دانستہ ہو یا نادانستہ۔ اور عِصْیَان بمعنی نافرمانی (۴۹/۷) اور عَاصِی بمعنی نافرمان۔ اور عِصِیًّا بمعنی بہت نافرمان (۱۹/۴۴) قرآن میں ہے؛

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (۲۰/۱۲۱)	آدم ؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو وہ بے راہ ہو گیا۔

۲۔ فَسَقَ: بمعنی حق و اصلاح کے راستہ سے ہٹ جانا۔ بدکار ہونا (منجد) اطاعت سے باہر نکل جانا (م۔ل) فَاسِق کا لفظ عادی نافرمان کے لیے بولا جاتا ہے۔ اور فسق کا لفظ ہر چھوٹے بڑے گناہ کے ارتکاب پر بولا جاتا ہے۔ شرعی احکام کا خیال نہ رکھنے والا (مف) تاہم ایسا شخص گناہ کو گناہ ضرور سمجھتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے؛

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا۔ (۳۲/۱۸)	بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو۔؟

۳۔ فَجَرَ: بمعنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا اور فاجر بمعنی دین کی پردہ دری اور نافرمانی کرنے والا

بدکار۔ بدکردار۔ جو گناہ کرتا جائے اور تائب نہ ہو (مف) بدمعاش۔ اور فجور بمعنی گناہوں میں منہمک زانی (منجد) اور فَجَرَ بمعنی ڈھٹائی کرنا۔ اور فاجر ایسا گنہ گار ہے جو گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے۔ قرآن میں ہے:

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۷۱/۲۷)
(اے اللہ) اگر تو انھیں چھوڑ دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہوگی۔

ماحصل: (۱) عاصی، جو کبھی کبھار کسی حکم کی تعمیل نہ کرے۔ خواہ یہ دانستہ طور پر ہو یا نادانستہ۔
(۲) فاسق، جو گناہوں کو اپنا شعار بنالے اور توبہ نہ کرے۔ تاہم گناہوں کے کاموں کو گناہ سمجھتا ضرور ہو۔
(۳) فاجر، وہ شخص ہے جو پوری طرح گناہوں میں ڈوب جائے۔ اور گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے نہ توبہ کی طرف مائل ہو۔

ناقص۔ دیکھیے ___ ردی

۸ ___ ناک

کے لیے اَنْف اور خُرْطُوْم کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَنْف، بمعنی ناک۔ معروف عضو بدن۔ ناک چونکہ باہر نکلی ہوئی ہے اس لیے کسی چیز کے باہر نکلے حصے کو بھی انف کہہ دیتے ہیں۔ جیسے انف الجبل بمعنی پہاڑ کا باہر نکلا ہوا حصہ (مف) قرآن میں ہے:

وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ (۵/۴۵)
آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک۔

۲۔ خُرْطُوْم، بمعنی ہاتھی کی سونڈ۔ اور بمعنی لمبی ناک جس کا اگلا حصہ نیچے تک آتا ہو۔ اور اِخْرَنْطَمَ بمعنی ناک اونچی کرنا۔ غضبناک ہونا۔ تکبر کرنا (ج خراطیم) اور خراطیم القوم بمعنی قوم کے سردار اور متکبر لوگ (منجد م۔ ق) ارشاد باری ہے:

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ۔ (۶۸/۱۵-۱۶)
جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں۔ ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔

ماحصل: (۱) انف۔ ناک۔ معروف عضو بدن (۲) خرطوم۔ لمبی اور نیچے کو بڑھی ہوئی ناک یا کسی بڑے اور متکبر آدمی کی ناک۔

ناگوار ___ دیکھیے "برا لگنا"

۹ ___ نام ___ نام رکھنا

کے لیے اور اِسْم اور سمّٰی، لَقَب، نَبَزَ اور فُلَان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اِسْم (سمو) بمعنی کسی چیز کا نام۔ سمو بمعنی بلندی۔ اور اسم کو اسم اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے اس چیز کی معرفت حاصل ہوتی اور اس کا ذکر بلند ہوتا ہے (مف) (ج اسماء) ارشادِ باری ہے ؛

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا (۲/۳۱) — اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سب چیزوں کے نام سکھا دیے۔

۲۔ اور سَمّٰی بمعنی نام رکھنا۔ اور اس نام رکھنے میں اس چیز کی صفات کو ملحوظ رکھنا یا اسم با مسمّٰی ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ قرآن میں ہے ؛

اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ (۷/۷۱) — کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔

اور سَمِیًّا بمعنی ہم نام۔ ارشادِ باری ہے ؛

اِسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا (۱۹/۷) — اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔

۲۔ لقب، اصل نام کے علاوہ ایسا نام جس میں مسمّٰی کی صفات کو ملحوظ رکھا گیا ہو (مف) جیسے مسیح حضرت عیسٰیؑ کا لقب ہے جنھوں نے ساری زندگی سیاحت میں گزار دی اور متاہل زندگی کو اختیار نہ کیا۔ ارشادِ باری ہے ؛

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ (۳/۴۵) — اور جب فرشتوں نے مریمؑ سے کہا۔ خدا تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسٰی بن مریم ہوگا۔

اس آیت میں مسیح لقب ہے۔ عیسٰی اصل نام اور ابن مریم نسب ہے۔ جو باپ نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ماں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

۳۔ نَبَز : اَلنَّبْز بھی لقب ہی قسم ہے مگر اس میں کسی شخص کی بُری صفات کو پیش کیا جاتا ہے خواہ وہ اس میں موجود ہوں یا نہ ہوں اور خواہ یہ نسب سے تعلق رکھتی ہوں یا اخلاق سے۔ اور نبز بمعنی کسی کا بُرا نام یا لقب رکھ دینا (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے ؛

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (۴۹/۱۱) — اور ایک دوسرے کا بُرا نام نہ رکھو۔

۴۔ فُلَانٌ (مؤنث فُلَانَةٌ) اسم کے قائم مقام آتا ہے۔ لہٰذا جب ذوی العقول کے لیے آئے تو ال داخل ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں رَکِبْتُ الْفُلَانَ میں نے فلاں جانور (نر) پر سواری کی اور حَلَبْتُ الْفُلَانَةَ میں نے فلاں جانور (مادہ) کا دودھ دوہا۔ قرآن میں ہے ؛

یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا (۲۵/۲۸) — ہائے شامت! کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا۔

ماحصل : (۱) اسم : کسی چیز کا نام جو تعارف کے لیے رکھا جائے۔ (۲) لقب : صفاتی اور تشریفی نام۔ (۳) نبز : کسی کا بُرا نام رکھ دینا۔ (۴) فلان : کسی شخص کا نام لینے کی بجائے فلاں کہہ دینا۔

۱۰ــــــ نامبارک

کے لیے مَشْئَمَةٌ، نَحْسٌ اور حُسُوْمٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَشْئَمَةٌ، شئم بمعنی نامبارک اور منحوس ہونا اور شَاءَمَ بمعنی بائیں طرف لینا (منجد) شُئْم کی ضد یُمْنٌ ہے۔ یمن کا معنی دائیں طرف یا دایاں ہاتھ ہے اور برکت بھی۔ شَآمَ سے مصدر شامت ہے۔ اور شامتِ اعمال معروف لفظ ہے۔ اور مَشْئَمَةٌ یعنی نامبارک اور بائیں جانب والا گویا شئم وہ نامبارکی ہے جو انسان کے اپنے اعمال کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (۹۰/۱۹) اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا وہی نامبارک (بدبخت) ہیں۔

۲۔ نحس (ضد سعد) اور سَعَد بمعنی خوش نصیبی اور حصولِ خیر میں امورِ الٰہیہ کا انسان کے لیے ممد و معاون ہونا ہے (مف۔م ل) اور نحس ایسی نامبارکی کو کہتے ہیں جو مشیّتِ الٰہی کے تحت ہو ــــ اور نَحَسَ بمعنی بدقسمت یا بدبخت ہونا۔ اہل نجوم کی اصطلاح میں نَحْسَان زحل اور مریخ کو کہتے ہیں اور سَعْدَان مشتری اور زہرہ کو (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (۵۴/۱۹) اور ہم نے قومِ عاد پر ایک سخت منحوس دن میں سناٹے کی سرد ہوا چلائی۔

۳۔ حُسُوْمٌ: ایسی نحوست جو لگاتار جاری رہے یہاں تک کہ کسی چیز کا نام و نشان مٹا دے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے لگاتار) ارشادِ باری ہے:

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى (۶۹/۶) اللہ تعالیٰ نے ان پر (بادِ صرصر کو) سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار چلائے رکھا۔ تو (اے مخاطب) تو اس قوم کو مرا پڑا دیکھے۔

ماحصل: (۱) شَامَت، وہ نحوست یا نامبارکی یا بدبختی ہے جس میں انسان کے اپنے اعمال کو زیادہ دخل ہو۔ (۲) نحوست، وہ جس میں مشیّت الٰہی کو زیادہ دخل ہو۔ اور (۳) حسوم ایسی نحوست ہے جو لگاتار جاری رہے تا آنکہ نام و نشان مٹا دے۔

نیز دیکھیے ــــ بدبختی

۱۱ــــــ نجات پانا

کے لیے نَجّٰی اور فَازَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَجّٰی: بمعنی کسی مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنا۔ رہائی پانا۔ کسی بھی صورت میں ہو۔ اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ (۱۲/۴۵) — اور دونوں قیدیوں میں سے جسے رہائی ملی تھی کہنے لگا اور اسے مدت کے بعد بات یاد آگئی۔

۲۔ فَازَ: بمعنی کسی مصیبت سے نجات پانا اور محبوب چیز تک پہنچنا (فق ل ۲۷۲) سلامتی کے ساتھ بھلائی حاصل کر لینا (مف) ارشادِ باری ہے؛

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (۳/۱۸۵) — جو شخص آگ (دوزخ) سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ نجات پا گیا۔

پھر فَازَ کا لفظ لغت اضداد سے بھی ہے۔ فوز بمعنی نجات پانا بھی اور ہلاک ہونا بھی فَوَّزَ الرَّجُل بمعنی آدمی مرگیا۔ اور مفازۃ بمعنی نجات کا سبب، کامیابی کی جگہ یا کامیابی کا سبب، ہلاکت کی جگہ یا ہلاکت کا سبب (منجد۔م۔ل) ارشادِ باری ہے؛

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ (۳/۱۸۸) — ان کی نسبت یہ خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے اور ان کے لیے بُرا عذاب ہے۔

اس آیت میں مفازۃ کا لفظ ہلاکت کی جگہ اور اس کے سبب کا معنی دے رہا ہے۔

ماحصل: نجات کا لفظ صرف کسی مصیبت کے چھوٹنے کے لیے آتا ہے جبکہ فاز کا لفظ کسی مصیبت سے چھوٹنے کے ساتھ ساتھ کسی مرغوب چیز سے ہمکنار بھی ہونے کے لیے آتا ہے۔

۱۲ ـــــ نذر و نیاز

کے لیے نَذْر اور قُرْبَان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَذْر (ج نُذُوْر) ـــ بمعنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اُوپر واجب کر لینا۔ اور نَذَرَ بمعنی نذر یا منت ماننا۔ اگرچہ ایسی نذر عموماً حالات سے مشروط ہوتی ہے۔ تاہم اس نذر یا منت کی ادائیگی لازم اور واجب ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (۲۲/۲۹) — (حاجی لوگ قربانی کرنے کے بعد) چاہیئے کہ اپنا میل کچیل دُور کریں اور نذریں پوری کریں۔

۲۔ قُرْبَان، قربان الملک بمعنی بادشاہ کا ندیم۔ اور قربان ہر وُہ چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا مقصود ہو خواہ یہ ذبیحہ ہو یا اور کچھ (منجد) اور ہر قسم کی نذر و نیاز و قربانی غیر اللہ کے لیے حرام ہے کیونکہ یہ بھی مالی عبادت ہوتی ہے (لیکن مشرکین اللہ کے سوا دوسروں کو بھی، جنھیں وہ قابل احترام سمجھیں، نذر و نیاز اور قربانی وغیرہ پیش کرتے ہیں) قرآن میں ہے؛

إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا — جب دونوں (ہابیل اور قابیل) نے (خدا کی جناب میں)

وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ (۵/۲۷) — کچھ نیازیں چڑھائیں تو ایک کی نیاز تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔

ماحصل: ۱۔ نذر: اپنے اوپر واجب کی ہوئی مشروط نیاز۔ منت۔
۲۔ قربان: جو نیاز محض اللہ کی خوشنودی اور تقرب کے لیے دی جائے۔

۱۴۔۔۔ نرم ہونا ۔۔۔ کرنا

کے لیے لَانَ (لین) اور اَلَانَ، اَدْهَنَ، اٰهٌ (اوہ) اور تَلَطَّفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ لَانَ: یعنی نرم ہونا۔ لین کی ضد خشونت ہے (م۔ ل) یعنی کسی چیز کا لچکدار ہونا۔ اور قَوْلًا لَّيِّنًا بمعنی نرم بات (۲۰/۴۴) گویا اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (۳۹/۲۳) — پھر ان کی جلدیں اور ان کے دل نرم ہو (کر) خدا کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں۔

اور نرم کرنا کے لیے اَلَانَ آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ (۳۴/۱۱) — اور داؤد کے لیے ہم نے لوہا نرم کر دیا کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازہ سے جوڑو۔

۲۔ اَدْهَنَ: دُهْن بمعنی تیل، روغن، چکنائی۔ اور اَدْهَنَ بمعنی تیل لگا کر کسی چیز کو نرم کرنا۔ اور جب اس کا معنوی استعمال ہو تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ دل میں تو کچھ اور بات ہو مگر بہ تکلف زبان سے نرمی اختیار کر کے مخاطب کو دھوکا دیا جائے۔ ڈھیلا پڑنا۔ چاپلوسی کرنا۔ منافقت برتنا (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ (۶۸/۹) — یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ نرمی اختیار کریں تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔

۳۔ اٰهٌ: یعنی آہیں بھرنا (بیماری میں) اور افسوس کا اظہار کرنا۔ اور اَوَّاهٌ بمعنی نرم دل۔ رقیق القلب۔ دعا کے ساتھ آہ و زاری کرنے والا (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (۹/۱۱۴) — بلاشبہ ابراہیمؑ بڑے نرم دل اور بڑے بردبار تھے۔

۴۔ تَلَطَّفَ: لَطَفَ بمعنی (۱) چھوٹی چھوٹی باتوں کو جاننا اور اس کا خیال رکھنا اور (۲) اس کے مضر پہلو کا ازالہ کرنا (دیکھیے مہربان) اور تَلَطَّفَ بمعنی کسی کام کے کرنے میں احتیاط اور نرمی کا پہلو اختیار کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا (۱۸/۱۹) — تو اس میں سے تمہارے پاس کھانا لائے اور نرمی سے آجائے اور تمہارے حال سے کسی کو کچھ نہ جتائے۔

ماحصل: (۱) لَانَ: کسی چیز کا نرم اور لچکدار ہونا۔ (۲) اَدْهَنَ: مداہنت یا چاپلوسی کرنا۔ از راہِ تصنع بخلافِ باطن

نرمی برتنا۔

(۳) اَلَہ: دل کا نرم یعنی رقیق القلب ہونا

(۴) تَلَطَّفَ: کسی کام کے کرنے میں احتیاط اور نرمی کا پہلو اختیار کرنا۔

۱۴۔ نزدیک ہونا۔ کرنا

کے لیے کَادَ (کود) قَرُبَ، دَنٰی، اَزِفَ اور زَلَفَ، قَابَ، اِقْتَرَنَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ کَادَ: بمعنی کسی کام کے کرنے کے قریب ہونا (مف) اور بمعنی کوئی کام کرنے پر آمادہ تو ہوا مگر کیا نہیں (م۔ق) یہ افعال مقاربہ سے ہے اور اپنے ساتھ ایک اور فعل چاہتا ہے۔ صرف ماضی اور مضارع استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ (۲/۲۰) — قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں (کی بصارت) کو اچک لے جائے۔

۲۔ قَرُبَ: نزدیک ہونا (ضد بَعُدَ) اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ یعنی فاصلہ، مدت، نسب اور منزلت سب چیزوں کی نزدیکی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) فاصلہ کی نزدیکی کے لیے:

اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِھِمْ (۱۳/۳۱) — یا (کوئی آفت) ان کے مکانات کے قریب نازل ہوتی رہے گی۔

(۲) فاصلہ کی نزدیکی کے لیے:

وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ۔ (۲/۲۲۲) — جب تک تمہاری عورتیں (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔

(۳) نسب کی نزدیکی کے لیے:

لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی۔ (۵/۱۰۶) — ہم اس شہادت کا کچھ عوض نہیں لیں گے اگرچہ ہمارا رشتہ دار ہی ہو۔

(۴) منزلت کی نزدیکی کے لیے:

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (۲/۲۳۷) — اگر معاف کر دو تو قریب ہے پرہیزگاری سے۔

منزلت اور وقت کی نزدیکی کے لیے اِقْتَرَبَ کا لفظ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (۹۶/۱۹) — سجدہ کرو اور نزدیک ہو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (۵۴/۱) — قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

اور منزلت کی نزدیکی کے لیے قَرَّبَ کا لفظ خصوصاً استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ کسی کو قریب کرنا کے

معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (۳/۴۵) — حضرت عیسیٰ دنیا اور آخرت میں با آبرو اور (اللہ کے) مقرب لوگوں میں سے ہوگا۔

۲۔ دَنیٰ: بالعموم فاصلہ کی نزدیکی کے لیے استعمال ہوتا ہے (فق ل ۲۵) اور دُنیا بمعنی نزدیک کا عالم ۔ موجودہ کائنات (ضد آخرت) قرآن میں ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (۵۳/۸) — پھر نزدیک ہوا پھر لٹک آیا۔

اور کبھی قدر و منزلت کے گر جانے کے لیے بھی آتا ہے۔ اَدْنیٰ بمعنی خسیس کمتر۔ کہتر (ضد اعلیٰ) ارشادِ باری ہے:۔

أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ (۲/۶۱) — کیا تم بہتر چیز کے بدلے ناقص چیز بدلنا چاہتے ہو۔

اور وقت کی نزدیکی کے لیے اَدْنیٰ کا استعمال تقریباً تقریباً یا اندازاً کے معنوں میں ہوتا ہے جیسے فرمایا:۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ (۷۳/۲۰) — تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہو۔

۴۔ اَزِفَ: وقت کی نزدیکی کے لیے آتا ہے اور اس میں وقت کی تنگی کا مفہوم پایا جاتا ہے، کہتے ہیں اَزِفَتِ الشُّخُوصُ بمعنی کوچ کا وقت قریب آ پہنچا (مف) اور قیامت کو اٰزِفَة کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کہ اس کی آمد میں وقت تھوڑا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ (۴۰/۱۸) — اور انہیں نزدیک آنے والے دن سے ڈرائیے

۵۔ زُلْفیٰ: درجہ اور مرتبہ میں نزدیکی کے لیے آتا ہے (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ (۳۸/۴۰) — اور سلیمان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔

اور قریب کرنا۔ قریب لانا۔ پاس پہنچانا کے لیے اَزْلَفَ آتا ہے اور اس میں قدر و منزلت کا مفہوم ضروری نہیں ہوتا۔ جیسے فرمایا:

وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ (۸۱/۱۳) — اور جب جنت قریب لائی جائے۔

۶۔ قَابَ (الارض) بمعنی زمین کو گول کھودنا اور قَاب بمعنی مقدار۔ اندازہ۔ کمان کے کونہ سے قبضہ تک کا فاصلہ۔ محاورہ ہے ھو علی قاب قوسین بمعنی وُہ نہایت قریب ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ (۵۳/۹) — تو (ہوا وُہ) دو کمان کے فاصلے پر یا اس سے بھی کم (جالندھری)

۷۔ اِقْتَرَنَ: قَرَن اس رسی کو بھی کہتے ہیں جس کے ساتھ دو اونٹوں کو باندھا جائے۔ اور قرین بمعنی ہم نشین (مف) اور قَرَنَ بمعنی ایک چیز کو دوسری کے قریب رکھا اور قَرَنَ الثَّوْرَيْنِ بمعنی ایک

پنجابی میں دو بیلوں کو ساتھ ملا دینا۔ اور اِقْتَرَنَ میں مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی بالکل قریب کر دیا (م۔ق) اور اِقْتَرَنَ میں ایک کے بعد فوراً دوسرا پھر تیسرا، پھر چوتھا۔ اس طرح تسلسل، پے در پے یا لگاتار کا مفہوم بھی اسی نزدیکی کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَوْجَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۔ (۴۳/۵۳) یا (یہ ہوتا) کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے (جالندھری)
آتے اس کے ساتھ فرشتے پرا باندھ کر (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) کَادَ: کرنے کے قریب ہونا مگر نہ کرنا۔

(۲) قُرْبٌ: ہر لحاظ سے جامع لفظ ہے۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۳) دَنیٰ: فاصلہ کی نزدیکی کے لیے اور قدر و منزلت میں گراوٹ کے لیے۔

(۴) اَزِفَ: وقت کی تنگی کے اظہار کے لیے۔

(۵) زَلَفَ: قدر و منزلت کی نزدیکی کے لیے آتا ہے۔

(۶) قَابَ: فاصلہ میں انتہائی نزدیکی۔ جیسے کمان کے ایک کونہ سے قبضہ تک کا فاصلہ۔ قاب قوسین محاورۃً استعمال ہوتا ہے

(۷) اِقْتَرَنَ: وقت یا فاصلہ میں اتنی نزدیکی گویا دو چیزیں ساتھ مل گئی ہیں۔

۱۵۔ نشان ۔ نشانی

کے لیے اَثَر۔ علامت۔ اٰیت۔ مُبصِرۃ۔ شَرط۔ نُصُب۔ سِیما۔ شَعَائِر کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَثَر (ج آثار) بمعنی کسی ایسی چیز کا حاصل ہونا جو اصل چیز کے وجود پر دلالت کرتی ہو (مف) اور بمعنی کسی چیز کے باقی چھوڑے ہوئے نشانات جن سے وہ چیز یاد آ جاتی (م۔ل) آثارِ قدیمہ اور علم الآثار مشہور الفاظ ہیں۔ یعنی ایسی چیزوں کا علم جن سے ان بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی ہو جن سے یہ چیزیں متعلق تھیں۔ اور آثار کا لفظ بعض دفعہ نقش پا یا کسی گزرنے والے کے پاؤں کے نشانات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے فرمایا:

فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۸/۶۴) تو وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشان پہچانتے پہچانتے واپس لوٹ گئے۔

۲۔ علامت (ج علامات) ہر ایسی نشانی جو خود تو واضح نہ ہو مگر اس سے کسی اور حقیقت کا علم حاصل ہو (مف) مثلاً رات کے وقت ستاروں کو دیکھ کر وقت اور سمت معلوم کرنا یا دھوپ اور سایہ سے وقت اور سمت کا اندازہ لگانا۔ یا مریض کی علامات سے مرض کی تشخیص کرنا۔ علامت مطلوب چیز سے پہلے ہوتی ہے جیسے بادل بارش کی علامت ہے جبکہ اثر کا تعلق کسی چیز کے بعد سے ہوتا ہے (فق ل ۵۵) قرآن میں ہے:

وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (۱۶/۱۶) اور (رستوں میں) نشانات بنا دیے اور لوگ ستاروں سے

بھی راہ معلوم کرتے ہیں۔

۲۔ آیَۃ : ہر ایسی نشانی جس میں غور کرنے پر اس چیز کا بھی علم حاصل ہو اور اس کے مصالح کا بھی۔ (مف) مثلاً کسی شخص کو یہ علم ہو کہ فلاں راستے پر فلاں فلاں قسم کے نشان ہیں۔ اور وہ نشان مل جائیں تو اسے یقین ہو جائے گا کہ اس نے رستہ پا لیا اور وُہ ٹھیک راستے پر چل رہا ہے۔ قرآنِ کریم میں آیت کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے (۱) قرآن کریم کا کوئی جملہ (۲) بمعنی نشانی جس کی اوپر تعریف مذکور ہوئی (۳) معجزہ جو انبیاء کو دیا جاتا ہے۔ قرآن کا کوئی جملہ بھی ہو اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کسی ما فوق الورٰی ہستی کا کلام ہے۔ اس لحاظ سے بھی ہر جملہ ایک نشانی ہے اور باقی معنوں میں تو بہر حال یہ آیات تعریف مذکورہ کے تحت آ ہی جاتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے :

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (۴۱/۵۳)

ہم عنقریب ان کو اطرافِ عالم میں بھی اور خود اُن کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ (قرآن) حق ہے۔

۴۔ مُبْصِرَۃٌ : بمعنی روشن اور واضح نشانی جس سے کسی کی آنکھ کھل جائے (مف) اور اس لفظ کا اطلاق بالعموم معجزہ پر ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ (۲۷/۱۳)

جب اُن (فرعون اور اس کی قوم) کے پاس ہماری روشن نشانیاں پہنچیں تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً (۱۷/۵۹)

اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی (نبوتِ صالح کی کھلی نشانی کے طور پر دی۔

اور آیت کے لفظ کے بعد اگر کفار کا تکرار ثابت ہو۔ خواہ قرآن میں مذکور ہو یا احادیث میں تو اس وقت آیت کے معنی بھی معجزہ ہی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا :

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ وَإِن يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (۵۴/۲)

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے ہمیشہ سے چلا آتا۔

۵۔ شرط : اَشْرَطَ الْاِبِلَ بمعنی اونٹ فروخت کرنے کے لیے اونٹ کو نشان لگا کر علیحدہ کرنا اور شرط (ج اشراط) بمعنی علامت۔ نشان۔ ہر چیز کا شروع (منجد) بمعنی وہ معین حکم جس کا وقوع کسی دوسرے امر پر معلق ہو۔ وہ دُوسرا امر اس کے لیے بمنزلہ علامت ہوتا ہے اور اشراط الساعۃ بمعنی علاماتِ قیامت (مف) قرآن میں ہے :

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم

اب یہ لوگ تو قیامت ہی کو دیکھتے ہیں کہ ناگہاں اُن پر

بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا (۴۷/۱۸) آواقع ہو۔ سواس کی نشانیاں (وقوع میں) آچکی ہیں۔

۶۔ نُصُب: نَصَبَ الشَّیْءَ بمعنی کسی چیز کو سیدھا کھڑا کرنا۔ گاڑنا۔ اور اَلنَّصَب بمعنی کھڑا کیا ہوا جھنڈا۔ کھڑی کی ہوئی علامت اور نُصُب اور نُصْب بمعنی کھڑی کی ہوئی علامت۔ نشانِ راہ۔ (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّهُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ (۷۰/۴۳) اس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی نشانی پر دوڑے آتے ہیں۔

۷۔ سِیْمَا: (سوم) بمعنی علامت۔ نشان اور سَوَّمَ بمعنی ایسا نشان لگانا کہ دوسروں سے امتیاز ہو سکے (مف) گویا سِیما علامتی نشان یا امتیازی نشان کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (۴۸/۲۹) (کثرتِ) سجود کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوتے ہیں۔

۸۔ شَعَائِر: (واحد شَعِیْرَة بمعنی اعلامِ دینیہ۔ یعنی ایسی علامات جنھیں دینی لحاظ سے حرمت کا مقام حاصل ہو۔ ادب کی چیزیں۔ مقامات اور علامات۔ شعائرِ حج۔ بمعنی حج کے ارکان اور مقامات۔ شعائر اللہ۔ وُہ علامات جنھیں اللہ نے قابلِ احترام قرار دیا ہے۔ اور شعائر اللہ سے مراد وُہ قربانی کے جانور بھی ہیں جو بیت اللہ کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ (۲/۱۵۸) بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ وَلَا الْقَلَآئِدَ۔ (۵/۲) اے ایمان والو! اللہ کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور نہ ادب کے مہینے کی اور نہ ان جانوروں کی جو خدا کی نذر کر دیے گئے ہوں اور) ان کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں۔

ماحصل: (۱) اَثَر: ایسی بقیہ چھوڑی ہوئی چیز جس سے کوئی دوسری حقیقت معلوم ہو۔ اصل کے بعد کی چیز۔

(۲) عَلَامَة: ایسی نشانی جو خود تو واضح نہ ہو مگر دوسری چیز کی وضاحت کرتی ہو اور پہلے موجود ہو۔

(۳) اٰیَة: ایسی چیز جس میں غور کرنے سے اس کا علم بھی حاصل ہو اور اس کے صانع کا بھی۔

(۴) مُبْصِرَة: روشن اور واضح نشانی جس سے آنکھ کھل جائے۔ معجزہ۔

(۵) شَرْط: ایسی علامت جو کسی دوسرے امر سے متعلق ہو۔

(۶) نُصُب: راستہ پر گاڑے ہوئے نشان یا پتھر وغیرہ۔

(۷) سِیْمَا: امتیازی نشان۔

(۸) شَعَائِر: اعلامِ دینیہ۔ ایسی علامات جن کا دین سے تعلق ہو۔

۱۶ ـــــــــــ نشان لگانا

کے لیے سَوَّمَ اور وَسَمَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سَوَّمَ: سِیْمَاء بمعنی علامت۔ امتیازی نشان۔ اور سَوَّمَ بمعنی نشان زد کرنا۔ علامتی نشان لگانا۔ ایسا نشان کرنا کہ دوسروں سے امتیاز ہو سکے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ۔ (۱۱/۸۲)	اور ہم نے اس (لوطؑ کی بستی) پر تہ بر تہ کنکریاں برسائیں جن پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے۔

۲۔ وَسَمَ: بمعنی نشان لگانا۔ داغ لگانا (مف) اور بمعنی جسم پر نقش و نگار اور تل وغیرہ کھودنا (م۔ل) اور وَسَّمَ بمعنی خضاب لگانا۔ اور وِسَام اور وَسْمَہ وہ چیز ہے جس سے داغ لگایا جائے یا رنگا جائے۔ اور وَسِیْم بمعنی خوبصورت (م۔ق) قرآن میں ہے:

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (۶۸/۱۶)	ہم عنقریب اس کی سونڈ (لمبوتری ناک) پر داغ لگائیں گے

ماحصل: (۱) سَوَّمَ: امتیازی نشان لگانے کے لیے اور (۲) وَسَمَ نقش و نگار بنانے یا خوبصورتی کے لیے نشان یا داغ لگانے کے لیے آتا ہے۔

۱۷ـــ نصیحت کرنا ـ حاصل کرنا

کے لیے نَصَحَ ۔ ذَكَّرَ ۔ وَعَظَ ۔ وَصّٰى ، عِبْرَة اور اِعْتَبَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَصَحَ: کسی کی خیر خواہی کرنا۔ اور نَصِیْحَۃ ہر وہ قول یا فعل ہے جس میں دوسرے کی خیر خواہی مطلوب ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ (۱۱/۳۴)	اگر میں یہ چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور خدا یہ چاہے کہ تمہیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تم کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔

۲۔ ذَكَرَ: ذَكَرَ بمعنی یاد کرنا اور یاد آنا (ضد نَسِیَ) اور ذِکْر بمعنی دل میں یا زبان پر کسی چیز کا حاضر ہونا۔ اور تذکرہ بمعنی ہر وہ چیز جس سے اپنی کوئی حاجت یاد آ جائے۔ سرٹیفکیٹ۔ پاسپورٹ ٹکٹ وغیرہ (منجد) اور قرآنِ کریم کو بھی ذکر اور تذکرہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان میں بھلائی کے فطری داعیہ اور عہدِ الست کی یاد دلاتا ہے۔ اور ذکر سے مراد ہر ایسی نصیحت بھی ہے جو اللہ کی یاد کا سبب بنے اور خدا کی یاد تازہ کرنے والی ہر بات ذکر ہے۔ اور ذَكَّرَ نصیحت کرنا اور توجہ دلانا کے معنوں میں آتا ہے۔ ذَكَّرَ الْقَوْمَ بمعنی اس نے قوم کو نصیحت کی (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (۵۱/۵۵) اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔

اور نصیحت قبول کرنے یا حاصل کرنے کے لیے تَذَكَّرَ آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ (۲/۲۲۱) اور اللہ لوگوں کو اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

۳۔ وَعَظَ: بمعنی ایسی بھلائی کی بات کہنا جس سے دل میں رقت پیدا ہو (م سل) ترہیب و ترغیب کے ذریعہ تقویٰ کی طرف مائل کرنا۔ زجر و توبیخ جس میں خوف کی آمیزش ہو۔ خدا کی عقوبت ڈرا کر اجر و ثواب کی تحریص دلانا (مف۔منجد) ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ (۵۷/۱۰) اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نصیحت آئی ہے جس میں دلوں کے روگ کی شفا ہے۔

۴۔ وَصّٰی: الوصیۃ بمعنی واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنا (مف) قرآن میں ہے:

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ۔ (۴/۱۲) یہ تقسیم ترکہ (میت کی) وصیت (کی تعمیل) کے بعد ہو گا جو اس نے کی ہو یا قرض کے (ادا کرنے کے) بعد۔

اور جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کے معنے تاکید کرنا یا حکم کرنا ہو گا۔ جیسے فرمایا:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ (۴/۱۱) اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد میں ترکہ کی تقسیم کے بارے) میں حکم دیتا ہے۔

۵۔ عِبْرَۃ اور اِعْتَبَرَ۔ عَبُوْر کا لفظ بنیادی طور پر پانی کو پار کرنے کے لیے مختص ہے خواہ تیر کر کیا جائے یا کشتی، جالور یا پُل کے ذریعہ۔ اور عَبْرُ النَّهْرِ وہ جگہ ہے جہاں سے پانی میں اتر کر نہر کو پار کیا جائے۔ اسی چیز سے مشابہت رکھتے ہوئے عَبْرُ الْعَيْنُ کا معنی ہے آنکھ سے آنسو جاری ہونا (مف) اور عَبْرَۃ بمعنی آنسو (ج عبرات) اور عَبَرَ بمعنی غمزدہ ہونا۔ آنسو بہانا۔ اور عبر العین بمعنی آنکھ کا آنسوؤں سے ڈبڈبانا۔ اور عبرۃ بمعنی کسی واقعہ میں غور و فکر سے نصیحت حاصل کرنا۔ کہتے ہیں لَكَ بِفُلَانٍ عِبْرَةٌ یعنی اس شخص کے احوال میں غور و فکر کر کے وہ اصل تلاش کرنا جو اس واقعہ کا اصل سبب ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (۲۴/۴۴) خدا ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔ اہلِ بصارت کے لیے اس میں بڑی عبرت ہے۔

اور اعتبر بمعنی کسی اندوہناک اور غمزدہ کرنے والے واقعہ میں غور و فکر کر کے اس سے نصیحت حاصل کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ (۵۹/۲) اور ان (یہود) کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مومنوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے۔ تو اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو

ماحصل: (۱) نَصَحَ: کسی کی خیر خواہی کی بات کہنا یا کام کرنا۔
(۲) ذَکَّرَ: ایسی نصیحت جس سے خدا کی یاد تازہ ہو۔
(۳) وَعَظَ: ترغیب و ترہیب کے ذریعہ نصیحت کرنا۔
(۴) وَصّٰی: واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنا۔
(۵) اِعْتَبَرَ: کسی اندوہناک واقعہ کے اسباب میں غور و فکر کرکے نصیحت حاصل کرنا۔

۱۸۔ نعمت

کے لیے نِعْمَۃ اور نَعْمَۃ اور اٰلَآء (الی) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نِعْمَۃ: بمعنی احسان، نوازش۔ مہربانی۔ فضل (منجد) ایسی نوازش جو دوسرے پر کی جائے (فق ل ۱۵۸) (ج نِعَمٌ) اور اَنْعُمٌ) نعمۃ اسم جنس ہے اور اس لفظ کا اطلاق ہر طرح کی نعمت پر، چھوٹی ہو یا بڑی، تھوڑی ہو یا زیادہ سب پر یکساں ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ (۳/۱۷۱) وُہ خدا کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں۔

۲۔ نَعْمَۃ: بمعنی ہر وُہ چیز جو معیشت میں اصلاح اور آسودگی کا باعث بنے (م۔ل) عیش و آرام کا سامان اور اس کے لوازمات۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ (۴۴/۲۷) اور آرام کی چیزیں جن میں عیش کیا کرتے تھے۔

۳۔ اٰلَآء: (اِلًی کی جمع) بمعنی نعمت (مف) اَلٰی۔ یَاْلُوْ۔ بمعنی کمی کرنا۔ کسر اٹھا رکھنا۔ کوتاہی کرنا۔ کسر چھوڑنا (مف۔م ل) جیسے فرمایا:

لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا (۳/۱۱۸) وُہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔

اور اٰلَآء سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انسان کی ضروریات مہیا کرتی ہیں اور پے در پے آتی رہتی ہیں اور اسے زندگی بسر کرنے کے لیے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی (فق ل ۱۶۰) اور یہ بالعموم جمع ہی استعمال ہوتا ہے کیونکہ ایسی نعمت ایک تو ہے نہیں۔ لہٰذا اٰلَآءِ ہی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۝ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (۵۵/۱۰-۱۳)

اور اسی نے خلقت کے لیے زمین بچھائی۔ اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں اور اناج جس کے ساتھ بھُس ہوتا ہے اور خوشبودار پھول۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ماحصل: (۱) نِعْمَۃ: احسان۔ مہربانی جو دوسرے پر کی جائے۔
(۲) نَعْمَۃ: آسودگی اور مرفہ الحالی کے لوازمات۔
(۳) اٰلَآء: ضروریاتِ زندگی کے بنیادی لوازمات۔

۱۹۔ نعمت عطا کرنا

کے لیے اَنْعَمَ اور نَعَّمَ، خَوَّلَ، اَتْرَفَ، اَغْنٰی اور اَقْنٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَنْعَمَ بمعنی احسان کرنا۔ انعام کرنا۔ یہ لفظ غیر انسان کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ اَنْعَمَ عَلٰی فَرَسِہٖ کبھی نہیں آئے گا (م ۔ ق) اور نہ ہی اپنی ذات کے لیے استعمال ہو سکتا ہے (فق ل ۱۵۸) ارشادِ باری ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۱/۵) — ہم کو سیدھے رستے چلا۔ ان لوگوں کے رستے جن پر تُو اپنا فضل واکرام کرتا رہا۔

اور نَعَّمَ بمعنی کسی کو نعمت سے نوازنا۔ جیسے فرمایا:

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ (۸۹/۱۵) — مگر انسان کا یہ حال ہے کہ جب اس کا پروردگار اسے آزماتا ہے اور عزت بخشتا اور نعمت عطا کرتا ہے۔

۲۔ خَوَّلَ: بمعنی عطا کرنا۔ بخشنا۔ مالک بنانا (منجد) اور بمعنی حشم وخدم عطا کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ (۶/۹۴) — اور جو مال ومتاع ہم نے تمہیں عطا فرمایا تھا وہ سب اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے۔

۳۔ اَتْرَفَ، اَلتُّرْفَۃُ بمعنی عیش وآرام کی فراوانی۔ نعمتوں کی کثرت جو انسان کو بہکا دے۔ اور مُتْرِفٌ بمعنی وُہ آسودہ حال جو کثرتِ دولت کی وجہ سے بدمست ہو (مف)

وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (۱۱/۱۱۶) — اور جو ظالم تھے وہ انہی باتوں کے پیچھے لگے رہے جن میں عیش وآرام تھا اور وُہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

۴۔ اَغْنٰی (اللہ) بمعنی اللہ تعالیٰ کو کسی شخص کو اتنا مال ودولت دینا کہ وُہ دوسروں کی احتیاج سے بے نیاز ہو جائے۔ عام لفظ ہے۔

۵۔ اَقْنٰی: بمعنی غنی کرنا اور راضی کرنا (مف ۔ منجد) یعنی اتنا مال ودولت دینا کہ اس کی احتیاج پوری کرنے کے علاوہ وُہ خوش بھی ہو جائے۔ اور بمعنی غنی کرنا پھر اس مال کو بڑھانا خزانہ عطا کرنا (م ۔ ق) اور بعض اہل لغت کے نزدیک اَقْنٰی اَغْنٰی کی ضد ہے۔ بمعنی مفلس بنا دینا۔ اَقْنٰی لغت اضداد سے ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى (۵۳/۴۸) — اور یہ کہ اسی (اللہ) نے دولت دی اور خزانہ دیا (مثانی)

وُہی دولت مند بناتا اور مفلس کرتا ہے (جالندھری)

ماحصل: (۱) اَنْعَمَ: احسان واکرام کرنا۔ عام ہے (صرف انسان کے لیے آتا ہے) (۲) خَوَّلَ: جاہ وحشم عطا کرنا۔ اور (۳) اِتْرَفَ: آسودہ حالی کی وجہ سے بدمست ہونا۔

(۴) اَغْنٰی : اتنی دولت دینا جو بے نیاز کر دے۔

(۵) اَقْنٰی : غنی کرنا اور راضی کرنا۔ خزانہ دینا۔ اور بعض کے نزدیک مفلس بنانا۔

۲۰۔ نقصان ہونا

کے لیے ضَرّ اور ضَیْر، خَسَارًا، کَسَاد، بَخْس، بَوَار اور مَغْرَم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ضَرّ: بمعنی تکلیف۔ نقصان (ضد نفع) عام لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (۷/۱۸۸)
کہہ دیجیے کہ میں تو اپنے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو کچھ اللہ چاہے۔

اور ضَیْر کے معنی بھی مضرت، گزند اور نقصان ہے۔ اور امام راغب کے نزدیک ضَارَّۃ اور ضَرَّۃ کے معنی ایک ہی ہیں (مف) قرآن میں ہے:

قَالُوْا لَا ضَیْرَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ۔ (۲۶/۵۰)
جادوگر فرعون سے کہنے لگے کچھ نقصان (کی بات) نہیں۔ ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

۲۔ خَسَارًا، بمعنی راس المال میں کمی واقع ہونا (مف) کسی سودے میں نفع کی بجائے اُلٹا نقصان ہو جانا۔ ٹوٹا۔ گھاٹا (خَسِرَ ضد رَبِحَ) ارشادِ باری ہے:

وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا (۳۵/۳۹)
اور کافروں کو ان کا کفر نقصان ہی زیادہ کرتا ہے۔

۳۔ کَسَاد: بمعنی کسی چیز کے خریدنے کی رغبت نہ رہنا۔ (م۔ل) مندا ہونا۔ تجارت کا مال فروخت نہ ہونا۔ کساد بازاری مشہور لفظ ہے بمعنی بازار کا سرد پڑ جانا۔ قرآن میں ہے:

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا (۹/۲۴)
اور تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو۔

۴۔ بَخْس، بمعنی حقیر اور ناقص چیز۔ اور بَخَس ظلم سے کوئی چیز کم کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ یُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا (۷۲/۱۳)
اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے تو اسے نقصان یا زبردستی کا کوئی خطرہ نہیں۔

۵۔ بَوَار: بُوْر اور بَوَار بمعنی کسی چیز کا بہت زیادہ مندا پڑنا اور ہلاکت کے قریب پہنچنا (مف) خسارہ ہوتے ہوتے آہستہ آہستہ راس المال کا ختم ہو جانا اور تباہ ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ (۳۵/۲۹)
اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت (کے فائدہ) کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہ ہوگی۔

۶۔ مَغْرَم: اَلْغُرْم: وہ مالی نقصان جو کسی قسم کی خیانت یا جنایت (جرم) کا ارتکاب کیے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔ تاوان (مف) اور غَرِمَ بمعنی کسی کا قرض ادا کرنا۔ اور غَرِیْم بمعنی قرض خواہ بھی

اور مقروض بھی (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ (9/60) (زکوٰۃ کا مال) غلاموں کو آزاد کرانے، قرضداروں کا قرضہ بیباک کرنے، اللہ کی راہ اور مسافروں پر خرچ کرنا چاہیے۔

اور مَغْرَم اور غُرْم دونوں ہم معنی ہیں۔ اور مُغْرَم وہ شخص ہے جس پر تاوان پڑ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ (56/65-66) اگر ہم چاہیں تو اس (کھیتی) کو چُورا چُورا کر دیں۔ پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ گے کہ (ہائے) ہم تو مفت تاوان میں پھنس گئے۔

ماحصل: (۱) ضَرًّا: نقصان۔ عام ہے۔

(۲) خَسَارا: تجارت میں گھاٹا۔ راس المال میں کمی ہونا

(۳) کَسَاد: اشیائے فروختنی کی مانگ کم ہونا یا ختم ہونا۔

(۴) بَخْس: اچھی چیز کے بدلے ناقص اور ردی چیز ملنا۔

(۵) بَوَار: خسارہ ہوتے ہوئے تباہ ہو جانا۔

(۶) مَغْرَم: تاوان۔ جو رقم بلاوجہ ادا کرنی پڑے۔

۲۱۔ نکاح کرنا۔ کرانا

کے لیے نَكَحَ، أَنْكَحَ اور زَوَّجَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَكَحَ: النكاح وہ عقد ہے جو زوجین میں قرار پاتا ہے (مف) اور اس کا تعلق صرف مکلف مخلوق سے ہے یعنی انسانوں اور جنوں سے۔ اور نَكَحَ بمعنی اپنا نکاح کرنا۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (4/3) عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں انھیں نکاح میں لاؤ۔

اور أَنْكَحَ بمعنی کسی دوسرے کا نکاح کرنا۔ یا دوسرے کو نکاح میں دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا (2/221) مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں مومن عورتوں کو ان کے نکاح میں نہ دینا۔

۲۔ زَوَّجَ: زَوج بمعنی جوڑا۔ شوہر۔ بیوی۔ ساتھی۔ اور زَوَّجَ بمعنی جوڑا بنانا۔ جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زَوج کہلاتا ہے۔ اور حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں جفت کو زَوج کہا جاتا ہے (مف) اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہے، کہ اگر نکاح کے بعد رخصتی نہ ہو تو بھی زَوج استعمال نہ ہو گا۔ لہٰذا زَوَّجَ کا صحیح مفہوم نکاح اور رخصتی یا شادی کرنا اور جوڑا بنانا ہے۔ اور اسی طرح اس کا معنی خود شادی کرنا نہیں بلکہ نکاح میں دینا ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي پھر جب زید نے اس (زینب) سے خواہش پوری کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا تاکہ

اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ (۳۳/۳۷) مومنوں کے لیے منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ بیویوں سے نکاح کرنے میں تنگی نہ رہے۔

ماحصل (۱) نکح صرف مکلف مخلوق کے لیے اور عقد نکاح کے لیے (۲) زوّج جوڑا بنانا۔ عام ہے۔ نیز اس میں نکاح کے ساتھ رخصتی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔

امام راغب کہتے ہیں کہ اگر زوّج کا صلہ ب سے آئے تو اس کا معنیٰ محض جوڑا بنانا ہے جنسی تعلقات قائم کرنا نہیں۔ اور زَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ میں یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ وُہ محض رفیق اور ساتھی ہوں گی، ورنہ قرآن زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ کی بجائے زَوَّجْنٰهُمْ حُوْرًا کہتا۔ جیسا کہ زَوَّجْتُهُ اِمْرَأَةً محاورہ ہے (مف) واللہ اعلم!

۲۲ ــــــ نکلنا

کے لیے خَرَجَ، بَرَزَ، نَفَرَ، غَزٰی، زَهَقَ اور نَفَذَ، سَلَّ اور لَوَاذًا، دَفَقَ، شَرَقَ، طَلَعَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَرَجَ: نکلنا۔ باہر آنا (ضد دَخَلَ) مشہور لفظ ہے اور اس کا استعمال بھی عام ہے۔ قرآن میں ہے،

لَئِنْ خَرَجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ (۵۹/۱۱) اگر تم نکلے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے۔

۲۔ بَرَزَ: بمعنی نکل کر کھلے میدان میں آجانا۔ سامنے آنا۔ گمنامی و پوشیدگی کے بعد ظاہر ہونا (منجد) اور بَرَزَ بمعنی فضا اور کھلا میدان۔ اور دَعْوَتِ مُبَارَزَت بمعنی میدانِ جنگ میں کسی شخص کا آگے بڑھ کر دشمن کے کسی آدمی کو مقابلہ کے لیے للکارنا ہے۔ قرآن میں ہے،

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ۔ (۲/۲۵۰) اور جب وُہ لوگ جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابلہ میں نکل آئے۔

۳۔ نَفَرَ: بمعنی کسی مہم یا جنگ پر روانہ ہونا۔ اَلنَّفَرُ جنگ جوؤں کا دستہ۔ تین سے دس تک کی جماعت۔ اور نفیر بمعنی لڑائی کی طرف کوچ کرنے والے لوگ۔ اور نفیر العام بمعنی عوام کا دشمن کے مقابلہ کے اُٹھ کھڑا ہونا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے،

اِنْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْا جَمِيْعًا (۴/۷۱) دستے دستے ہو کر نکلو یا سب جمع ہو کر۔

۴۔ غَزٰی (غزو) بمعنی دشمن سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلنا (مف) اور بمعنی لڑنے کے لیے نکلنا۔ لوٹ کے لیے حملہ کرنا۔ اور غَزّٰی بمعنی لڑائی کے لیے روانہ کرنا یا تیار کرنا (منجد) اور غَزّٰی اور اَغْزٰی بمعنی لڑائی کے لیے روانہ کرنا اور سامانِ حرب دینا (م ق) ارشادِ باری ہے،

اَوْكَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا (۳/۱۵۶) یا جہاد کو نکلیں اور مارے جائیں تو کہتے ہیں) اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے۔

۵۔ زَهَقَ: نکل بھاگنا (مف) زَهَقَ النَّفْسُ روح کا جسم سے خارج ہونا۔ اور زَهَقَ الْبَاطِلُ بمعنی

باطل کا فرار ہو جانا (م-ل) اور زاھق بمعنی ہزیمت خوردہ۔ شکست خوردہ مقابلے میں آکر شکست کھانے اور نکل بھاگنے والا۔ نیز زھق لغت اضداد سے ہے۔ زاھق بمعنی بہت موٹا جانور بھی اور بہت دبلا اور کمزور جانور بھی (م-ا-منجد) لہٰذا زھق کسی چیز کو شکست دے کر بھگانے یا کمزور و مضمحل کرکے بھگانے دونوں معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (۱۷/۸۱) — اور کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا۔ بیشک باطل نکل بھاگنے والا ہے۔

۶۔ نَفَذَ: بمعنی آر پار نکل جانا۔ اور نفاذ بمعنی قوت سے کسی بات کا اجراء ہونا۔ کسی چیز کا پھٹ کر بسرعت داخل ہونا اور آر پار ہو جانا (مف) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا (۵۵/۳۳) — اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل جاؤ۔

۷۔ سَلَّلَ: آرام سے چوری چھپے نکل جانا (م-ل) کھسک جانا۔

۸۔ لِوَاذًا: لَاذَ بِالْجَبَلِ بمعنی پہاڑ کی اوٹ میں ہونا۔ چھپنا۔ اور لَوْذ بمعنی پہاڑ کا کنارا اور مَلَاذ جائے پناہ یا قلعہ (م-ق) لِوَاذًا اوٹ کی تلاش میں نکل جانا۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا (۲۴/۶۳) — بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو آنکھ بچا کر کھسک جاتے ہیں۔

۹۔ دَفَقَ: بمعنی کسی چیز کا زور اور قوت سے آگے کو بڑھنا۔ اچھل کر نکلنا (م-ل) ارشادِ باری ہے:

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ (۸۶/۶) — تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے۔ وہ اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

۱۰۔ شَرَقَ: شَرْق بمعنی آفتاب۔ سورج۔ سورج نکلنے کی جگہ۔ اور شَرْق بمعنی دروازے کی دراڑ سے نکلنے والی روشنی۔ اور شَرَقَتِ الشَّمْسُ بمعنی سورج کا نکلنا۔ اور مشرق بمعنی سورج کے نکلنے کی جگہ (منجد) گویا شَرَقَ کا لفظ سورج کے نکلنے یا طلوع ہونے سے مخصوص ہے یا کسی ایسی چیز سے جو عام سیاروں سے بہت زیادہ روشن اور منور ہو۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا (۳۹/۶۹) — اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی۔

اور أَشْرَقَ طلوعِ آفتاب کے وقت کوئی کام کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَأَتْبَعُوهُم مُّشْرِقِينَ (۲۶/۶۰) — تو انہوں (آلِ فرعون) نے سورج نکلتے ہی ان (بنی اسرائیل) کا تعاقب کیا۔

۱۱۔ طَلَعَ: عام سیارات وغیرہ کا طلوع ہونا (منجد) اور ان میں سورج بھی شامل ہے۔ گویا طَلَعَ کا لفظ عام ہے۔ جبکہ شَرَقَ صرف سورج کے نکلنے کے لیے آتا ہے۔ بنی نجار کی لڑکیاں

رسول اللہ کی آمد پر جو گیت گاتی تھیں اس کا پہلا مصرع یہ تھا طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا۔ قرآن میں سیاروں کے نمودار ہونے کے لیے طَلَعَ کا لفظ نہیں آیا۔ البتہ فجر کے متعلق آیا ہے (یا پھر سورج کے متعلق) اور فجر کی روشنی سورج سے بہر حال بہت کم ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۹۷/۵) یہ (رات) طلوع صبح تک (امان اور) سلامتی ہے۔

ماحصل ؛

(۱) خَرَجَ : نکلنا۔ عام استعمال ہے۔

(۲) بَرَزَ : میدان میں نکلنا سامنے آجانا۔

(۳) نَفَرَ : جنگ یا کسی مہم پر نکلنا۔

(۴) غَزٰی : یہ لفظ جہاد پر روانہ ہونے کیلئے مخصوص ہے۔

(۵) زَهَقَ : ہزیمت خوردہ یا مضمحل ہو کر نکل بھاگنا۔

(۶) نَفَذَ : آر پار نکل جانا۔

(۷) سَلَّ : کھسک جانا۔

(۸) لَاذَ : اوٹ کی تلاش میں نکلنا۔

(۹) دَفَقَ : قوت اور زور سے آگے بڑھنا۔ اچھل کر نکلنا۔

(۱۰) شَرَقَ : سورج کا نکلنا۔

(۱۱) طَلَعَ : نجوم و کواکب (سورج سمیت) کا نکلنا۔ عام ہے۔

۲۳ ـــــ نکالنا

کے لیے اَخْرَجَ، بَرَّزَ اور طَرَدَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَخْرَجَ : نکالنا۔ اس کا استعمال عام ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (۹/۴۰) اگر تم رسولؐ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس وقت مدد کی جب اسے کافروں نے نکال دیا تھا۔

۲۔ بَرَّزَ : بمعنی سامنے لانا (تفصیل اوپر دیکھیے) قرآن میں ہے ؛

وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ۔ (۷۹/۳۶) اور دوزخ دیکھنے والے کے لیے سامنے رکھ دی جائے گی۔

۳۔ طَرَدَ : کسی کو حقیر اور ذلیل سمجھ کر دُور کر دینا۔ ہٹا دینا (مف) سختی سے دفع کرنا (ف ل ۱۸۸)

ارشادِ باری ہے ؛

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ (۶/۵۲) اور ان لوگوں کو مت نکال جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔

ماحصل ؛

(۱) اَخْرَجَ : "نکالنا" کے لیے عام ہے۔

(۲) بَرَّزَ : کسی چیز کو نکال کر سامنے کھلی جگہ میں لے آنا۔

(۳) طَرَدَ : حقیر و ذلیل سمجھ کر کسی کو نکال دینا۔

۲۴ ـــــ نگاہ

کے لیے بَصَر اور طَرْف کے الفاظ قرآن میں آتے ہیں۔

۱۔ بَصَر : بمعنی آنکھ بھی اور آنکھ کا عمل یعنی نظر یا نگاہ اور دیکھنا بھی ہے۔ اور اس لفظ سے صرف دیکھنے کا عمل واضح ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (۵۰/۲۲) سو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

۲- طَرْف : کا اصل معنی کسی چیز کا کنارا یا اس کی حد ہے۔ طَرْفُ الْعَيْن بمعنی آنکھ کی جھپک اور طَرْفَةُ عَيْنٍ بمعنی اتنا عرصہ یا وقفہ یا مدت جو ایک بار آنکھ جھپکنے میں لگتا ہے۔ گویا طَرْف میں دیکھنے کے عمل کی وضاحت مطلوب نہیں ہوتی بلکہ انتہائی قلیل مدت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ (۲۷/۴۰) میں اس (بلقیس کے تخت) کو تمہاری آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے تمہارے پاس لا سکتا ہوں۔

پھر یہ لفظ اپنے کثرتِ استعمال سے بَصَر کا ہم معنی بن گیا جیسے طَرْفٌ خَفِيٌّ دزدیدہ نگاہ۔ اور قٰصِرٰتُ الطَّرْف (۳۷/۴۸) بمعنی نگاہیں نیچی رکھنے والیاں۔

ماحصل : بَصَر : کا لفظ نظر یا نگاہ کے لیے عام ہے جبکہ طَرْف کا لفظ آنکھ جھپکنے کی قلیل مدت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

نگاہ ــــ نگاہ ڈالنا ــ کے لیے دیکھیے "دیکھنا"

۲۵ ــــ نگہبان

کے لیے حَافِظ اور حَفِيْظ، رَقِيْب، مُقِيْت (قوۃ)، حَرَس اور مُهَيْمِن (همن) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱- حَافِظ : (اَحْفَظ (ضد اَضَاع) بمعنی کسی چیز کو ضائع ہونے اور تلف ہونے سے بچانا (منجد) نگہبانی کرنا (م-ا) کسی چیز کو بیرونی خطرات سے بچانے کی کوشش کرنا۔ اور حَافِظ اسم فاعل ہے بمعنی حفاظت کرنے والا اور حَفِيْظ میں مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی ہر آن حفاظت کرنے والا ارشادِ باری ہے :

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا (۱۲/۶۴) اللہ ہی بہتر محافظ ہے۔

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (۱۱/۸۵) اور میں تمہارا نگہبان تو نہیں۔

۲- رَقِيْب : رقبۃ بمعنی گردن۔ اور رَقَبَ بمعنی کسی گردن پر نظر رکھنا یا اس کی نگرانی اور نگہبانی کرنا (مف) اور رَقْبَةٌ بمعنی احتیاط، نگہبانی، بچاؤ اور خوف ہے (منجد) لہٰذا رَقِيْب کے معنی ایسا نگہبان ہے جو خود بھی ہر وقت چوکس رہے۔ اور جس پر رَقِيْب ہے اس کا کوئی فعل اس سے مخفی نہ رہے (فق ل ۱۰۷) قرآن میں ہے :

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (۵/۱۱۷) پھر جب اے اللہ تو نے مجھے (عیسٰیؑ کو) اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان کا نگران تھا۔

۳- مُقِيْت : (قوۃ) قَاتَ بمعنی روزی دینا۔ رزق دینا۔ کفالت کرنا۔ اور اَقَاتَ بمعنی قدرت

رکھنا۔حفاظت کرنا۔ روزی عطا کرنا۔اور مُقِیت بمعنی صاحب اقتدار۔نگران ومحافظ (منجد) گویا مُقِیت ایسا نگران ہے جو خود صاحب اقتدار بھی ہو۔اورابن فارس کے نزدیک مُقِیت میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں (۱) کسی چیز پر قدرت (۲) حفاظت اور (۳) امساک (م۔ل) یعنی مُقِیت وہ مقتدر ہستی ہے جو حفاظت کرنے پر پوری قوت رکھتا ہو۔ارشادِ باری ہے:

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا (۴/۸۵) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہے۔

۴۔ حَرَسَ: حَرَس بمعنی حفاظت میں لینا۔حراست میں لینا۔پہرہ لگانا۔ملزم کی نگرانی کرنا۔ابن فارس کے نزدیک حرس میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) حفاظت (۲) زمانہ (م۔ل۔فق ل ۱۶۹) یعنی کچھ مدت کے لیے نگرانی کرنا۔اور حرس الملک بمعنی شاہی محافظ۔باڈی گارڈ (منجد) قرآن میں ہے:

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا (۷۲/۸) اور ہم نے آسمانوں کو ٹٹولا تو اسے مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا۔

۵۔ مُهَيْمِن: ابن الفارس اور بعض دوسرے اہل لغت اسے امن کے تحت لائے ہیں بمعنی امن دینے والا (م۔ل) اور هَيْمَنَ الطَّائِرُ عَلٰى فِرَاخِهٖ بمعنی پرندے نے اپنے پر اپنے بچے پر بچھا دیے۔اور مہیمن وُہ ہے جو (۱) کسی کو خوف سے امن دے (۲) کسی کا کوئی حق ضائع نہ ہونے دے (م۔ل) قرآن میں یہ لفظ دو بار استعمال ہوا ہے اور ان دونوں معنوں میں آیا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

(۱) بمعنی پناہ میں لینا اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ (۵۹/۱۲) وہ بادشاہ (حقیقی اور ہر عیب سے) پاک، سلامتی اور امن دینے والا اور نگہبان۔

(۲) حق ضائع نہ ہونے دینا۔ارشادِ باری ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (۵/۴۸) اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان سب کو محیط ہے۔

ماحصل:

(۱) حَافِظ: کسی چیز کو تلف ہونے سے بچانے والا۔

(۲) رَقِيْب: جو محافظ خود بھی چوکس رہتا ہو اور دوسری چیز کی ہر ہر حرکت سے آگاہ بھی رہے۔

(۳) مُقِيْت: ایسا محافظ جو حفاظت پر پوری قدرت رکھتا ہو۔

(۴) حَرَس: پہرہ دار۔چوکیدار۔حراست میں لینے والا۔حفاظت + زمانہ

(۵) مُهَيْمِن: اپنی پناہ میں لے کر حفاظت کرنے والا۔حفاظت + تدبیر۔نیز دیکھیے "حفاظت کرنا"

۲۶ ـــــــ نگلنا

کے لیے بَلَعَ، مَرِئَ، سَاغَ، غَصَّ، لَقِفَ اور اِلْتَقَمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَلَعَ : بَلْعَم یا بُلْعُوْم بمعنی حلق۔ کھانا کھانے کی نالی۔ اور بَلَعَ بمعنی نگلنا۔ حلق سے نیچے اُتارنا۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

وَقِيلَ يَآ أَرْضُ ابْلَعِي مَآءَكِ (۱۱/۴۴) اور زمین کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنا پانی نگل لے۔

۲۔ مَرَءَ : اَلْمَرِئُ اس نالی کو کہتے ہیں جو حلق سے معدہ تک جاتی ہے جس کے ذریعہ کھانا معدہ میں پہنچتا ہے۔ اور مَرَءَ بمعنی کھانا بسہولت اس نالی سے معدہ تک پہنچ گیا (مف) اور مَرِيْئًا۔ وہ کھانا جو بسہولت معدہ تک پہنچ جائے۔ انجام بخیر (فق ل ۲۴۵) ارشادِ باری ہے:

فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيٓئًا مَّرِيٓئًا (۴/۴) ہاں اگر عورتیں اپنی خوشی سے مہر کی رقم میں سے تمہیں کچھ چھوڑ دیں تو اسے ذوق وشوق سے کھالو۔

۳۔ سَاغَ : بمعنی کھانے یا پینے کا آرام سے گلے سے نیچے اتر جانا اور خوشگوار ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

لَبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (۱۶/۶۶) (اور ہم تمہیں) خالص دودھ (پلاتے ہیں)، جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔

اور اَسَاغَ بمعنی کھانے یا پینے کی چیز کو حلق سے نیچے اتارنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ (۱۴/۱۷) اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا اور گلے سے نیچے نہیں اتار سکے گا۔

۴۔ غَصَّ : بمعنی کھانے سے یا پانی سے گلے میں پھندا لگنا (منجد) کھانے کا گلے میں اٹک جانا اور نگل نہ سکنا۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ لَدَيْنَآ أَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ (۷۳/۱۲) کچھ شک نہیں کہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ ہے اور کھانا ہے گلوگیر۔

۵۔ لَقِفَ : بمعنی کسی چیز کو جلدی سے لے لینا۔ اور لَقِفَ الطَّعَامَ بمعنی جلدی جلدی کھانا (منجد) کسی چیز کو کمال اور ہوشیاری سے لے لینا۔ اور یہ ہاتھ اور منہ میں لینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (مف) بمعنی جلدی سے کھانا۔ نگلنا (م ق) ارشادِ باری ہے:

وَأَلْقِ مَا فِي يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا (۲۰/۶۹) اور اے موسیٰ! جو چیز تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے (یعنی عصا) اسے ڈال دے، تو جو کچھ انہوں نے بنایا ہے سب کچھ نگل جائے گا۔

۶۔ اِلْتَقَمَ : لَقَمَ بمعنی لقمہ بنانا۔ ایک بار جتنی خوراک منہ میں جا سکتی ہے۔ ہاتھ سے منہ میں ڈالنا۔ (م۔ل) اور اِلْتَقَمَ بمعنی جلدی سے ہڑپ کر لینا (منجد) اور بمعنی بڑے بڑے لقمے بنا کر ہڑپ کر جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ (۳۷/۱۴۲) پھر مچھلی نے یونس کو نگل لیا اور انہوں نے قابلِ ملامت کام کیا تھا۔

ماحصل: (۱) بَلَعَ: نگلنا۔ حلق سے اتارنا۔ عام استعمال ہے۔
(۲) مَرِءَ: کسی چیز کا بسہولت معدہ تک پہنچ جانا۔
(۳) سَاغَ: کسی چیز کا خوشگوار ہونے کی وجہ سے بسہولت معدہ میں اتر جانا۔
(۴) غَصَّ: کھانے کا گلے میں پھندا لگنا۔
(۵) لَقِفَ: جلدی جلدی کھانا۔ چبائے بغیر نگل جانا۔
(۶) اِلْتَقَمَ: ہڑپ کر جانا۔ بڑے بڑے لقمے بنانا یا ایک ہی دفعہ نگل جانا۔

۲۷۔۔۔۔نہانا۔۔۔دھونا

کے لیے غَسَلَ[1] اور اِغْتَسَلَ اور طَهَرَ[2] اور اِطَّهَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غَسَلَ بمعنی کسی چیز کو دھونا اور میل کچیل دور کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ (۵/۶) — جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو ہاتھ اور منہ دھو لیا کرو۔

اور اِغْتَسَلَ بمعنی پورے بدن کو میل کچیل سے صاف کرنا یا نہانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا (۴/۴۳) — اور جنبی بھی جب تک نہا نہ لے نماز کے قریب نہ جائے مگر راہ چلتا مسافر (کہ اگر پانی نہ ملے تو تیمم سے نماز ادا کر لے)۔

۲۔ طَهَرَ: طَهُرَتْ کی ضد طَمَثَتْ ہے یعنی عورت کا حیض والا ہونا۔ اور طہرت بمعنی حیض سے فارغ ہونا اور نہا کر پاک ہونا ہے۔ اور طَهَرَ کا لفظ غَسَلَ سے بہت زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ طہارت تین طریقے پر ہے۔ طہارت ظاہری، حکمی اور قلبی۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ اگر کپڑے پر پیشاب کے چھینٹے پڑ جائیں تو کپڑا میلا نہیں ہوتا لیکن ناپاک ضرور ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (۷۴/۴) — اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

گویا طَهَرَ سے مراد کپڑوں کو میل کچیل سے صاف کرنا بھی اور نجاست سے پاک کرنا بھی۔ اور یہی فرق اِطَّهَرَ بمعنی نہانا اور اِغْتَسَلَ بمعنی نہانا میں ہے۔

ماحصل: غَسَلَ اور اِغْتَسَلَ صرف میل کچیل دور کرنے کے لیے اور طَهَرَ اور اِطَّهَرَ میل کچیل کے علاوہ ناپاکی کو بھی دور کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔

۲۸۔۔۔۔نہیں

کے لیے بہت قسموں کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

(ا) لَیْسَ، فعل ناقص ہے۔ اس کا صرف ماضی ہی آتا ہے اور پورے صیغے استعمال ہوتے ہیں اور ماضی اور حال دونوں معنی دیتے ہیں۔ مثلاً لَسْتَ بمعنی نہیں ہے تو، یا نہیں تھا تو، اور لَسْنَا بمعنی نہیں ہیں ہم یا نہیں تھے ہم۔

(ب) لَا، لَمْ اور لَنْ: یہ تین حروف ایسے ہیں جو مضارع پر داخل ہو کر اسے منفی بنا دیتے ہیں۔ لَا کا عمل تو محض منفی بنانے کا ہے۔ جیسے لَا یَضْرِبُ وہ نہیں مارتا یا مارے گا۔ اور لَمْ داخل ہو تو منفی بنانے کے ساتھ ساتھ ماضی میں بھی تبدیل کر دیتا ہے جیسے لَمْ یَضْرِبْ بمعنی اس نے نہ مارا۔ اور لَنْ منفی بنانے کے ساتھ ایک تو اسے مستقبل کے لیے مخصوص کر دیتا ہے دوسرے نفی کی تاکید کرتا ہے۔ جیسے لَنْ یَّضْرِبَ بمعنی وہ ہرگز نہ مارے گا"

(ج) اِنْ۔ مَا اور ھَلْ: یہ تین حروف ایسے ہیں جن کے اپنے معنے تو کچھ اور ہیں مگر ان کے بعد اگر اِلَّا آئے تو ان کے معنی کو "نہ" یا "نہیں" میں بدل دیتے ہیں جیسے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (۳۶/۱۵) بمعنی نہیں ہو تم مگر جھٹلاتے، یعنی تمہارا تو کام ہی جھٹلانا ہے۔ اسی طرح مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰه "یعنی نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ" اور ھَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (۱۷/۹۳) یعنی "نہیں ہوں میں مگر پیغام پہنچانے والا انسان"

(د) اور "نہ یا نہیں" کے لیے مندرجہ ذیل حروف مستقل حیثیت سے آتے ہیں۔ لَا۔ لَمَّا۔ بَلٰی۔ كَلَّا، اِنَّمَا، مَا (نافیہ) اور لَاتَ۔

۱۔ لَا: کثیر الاستعمال ہے۔ مثبت کلام کے نفی میں جواب کے لیے، عطف کے لیے اور تکرار کے لیے آتا ہے، جیسے،

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى (۷۵/۳۱) — نہ اس نے (اللہ کے کلام کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔

(تفصیل کسی گرامر کی کتاب میں دیکھیے)

۲۔ لَمَّا: بالعموم ماضی میں کسی واقعہ کی نفی کے لیے آتا ہے (مف) بمعنی ابھی تک نہ یا نہیں۔ قرآن میں ہے:

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ (۹/۱۶) — اور ابھی تک تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جانا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا۔

(مزید تفصیل کے لیے کسی گرامر کی کتاب کی طرف رجوع فرمائیے!)

۳۔ بَلٰی، جب سوال منفی میں ہو اور جواب میں اس منفی کی تردید بھی مقصود ہو اور جواب مثبت کلام میں دینا ہو تو بَلٰی استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی "کیوں نہیں" قرآن میں ہے:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى (۷/۱۷۲) — (اللہ تعالیٰ نے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟ کہنے لگے۔ کیوں نہیں (یعنی ضرور ہو)

۴۔ كَلَّا: بمعنی ہرگز نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہ حرف سابق کلام سے روکنے اور تنبیہ کے لیے مستعمل ہے۔ کلامِ سابق کو

باطل کرنے کے لیے آتا ہے (م۔ق) (منجد) ارشادِ باری ہے :

عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝ — یہ (لوگ) کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں ؟ (کیا) بڑی خبر

الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝ — (قیامت) کے متعلق ؟ جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ — ہرگز نہیں۔ یہ عنقریب جان لیں گے پھر دیکھو یہ

(۷۸/۱تا۵) عنقریب جان لیں گے۔

۵۔ اِنَّمَا : بمعنی سوائے اس کے نہیں۔ اس کے علاوہ دوسری کوئی بات نہیں۔ کلمہ حصر ہے، جو کسی مقصد کو مقید کر دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى اِلَيَّ — کہہ دو کہ سوا اس کے اور کوئی بات نہیں کہ میں تمہاری

(۱۸/۱۱۱) ہی طرح کا انسان ہوں البتہ مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔

۶۔ مَا : کئی طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ جب دعوے کا جواب ہو تو "نہیں" کے معنی دیتا ہے (فق ل ۵۴) اس صورت میں اسے ما نافیہ کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے :

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا (۱۲/۳۱) — وہ بیساختہ بول اٹھیں۔ سبحان اللہ! یہ آدمی نہیں۔

۷۔ لَاتَ : یہ لَيْسَ کے معنی میں آتا ہے اور اہلِ یمن کی بلاغت سے شمار ہوتا ہے (لا کے بعد ت زائد) اور اس کا اسم محذوف ہوتا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے :

فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ - — (عذاب کو دیکھ کر) وہ فریاد کرنے لگے۔ جبکہ اب رہائی

(۳۸/۳) کا وقت نہ رہا تھا۔

یہاں لات حین مناص کے بجائے لات الحین حین مناص تھا۔ پہلا حین حذف ہو گیا (جامع البیان)

۲۹۔۔۔ نیا۔۔ نیا ہونا

کے لیے حَدَثَ، جَدَّ اور بَدَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَدَثَ : (حدث ضد عدم) اور حَدَثَ بمعنی کسی نئی بات یا چیز کا ظہور میں آنا۔ اور حدیث سے مراد ہر وہ بات ہے جو پہلے نہ ہو اور از سرِ نو وجود میں آئے۔ نئی بات یا نئی چیز یا ایسی بات جو نئی تو نہ ہو مگر لوگ اسے بھول جائیں اور از سرِ نو سامنے آئے۔ ارشاد باری ہے :

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۔ — شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد (رجعت کی) کوئی نئی صورت

(۶۵/۱) پیدا کر دے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "قرآن کے مختلف نام"

۲۔ جَدَّ : جدید بمعنی نئی چیز۔ اور جَدَّ کا لفظ کئی معنوں میں آتا ہے (۱) بمعنی صاحبِ عظمت ہونا (۲) صاحب حظ اور خوش نصیب ہونا (۳) نیا ہونا۔ جب اس کے معنی نیا ہونا ہو تو اس سے مراد

ایسی چیز ہوتی ہے جس کی نظیر پہلے موجود ہو۔ اور وہ چیز قابلِ استعمال ہو۔ اور استعمال کے بعد پرانی، بوسیدہ اور پھر ناقابلِ استعمال ہو جائے۔ مثلاً نئی قمیص۔ ارشادِ باری ہے :

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ۔ (۵۰/۱۵) بلکہ یہ لوگ نئی پیدائش کے بارے میں مشکوک ہیں۔

۳۔ بَدَعَ : بمعنی (۱) کسی چیز کی ابتداء کرنا اور (۲) کوئی ایسی چیز بنانا جس کی مثال یا نمونہ پہلے موجود نہ ہو (م۔ل) اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا نام بَدِیْع ہے یعنی پہلی بار پیدا کرنے والا۔ اور بِدْعًا بمعنی کسی چیز یا سلسلہ کا آغاز کرنے والا۔ ارشادِ باری ہے :

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (۴۶/۹) آپ کہہ دیجیے کہ میں کوئی نیا رسول تو نہیں آیا۔

ماحصل :
(۱) حَدَثَ : کسی چیز کا عدم سے وجود میں آنے کی حیثیت سے نیا ہونا۔ مثلاً ساری مخلوق حادث ہے۔
(۲) جَدِیْد : کوئی چیز جو نئی ہو اور اس کی نظیر پہلے موجود ہو۔
(۳) بِدْعًا : نظیر رکھنے والی اشیاء میں سے سب سے پہلی چیز۔

۳۰۔ نیچے

کے لیے تحت اور اَسْفَل اور اس کے مشتقات قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ تحت : اسم ظرف ہے اور اس کی ضد فوق بمعنی اوپر ہے۔ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ (۵/۶۶)

اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو کچھ ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا تھا، ان کو قائم رکھتے تو ان پر رزق مینہ کی طرح برستا کہ اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔

۲۔ اَسْفَل : بمعنی نچلا (ضد اعلیٰ) اس لفظ کا استعمال دو طرح پر ہے (۱) ایک ہی چیز کے نچلے حصے کو اَسْفَل اور اوپر کے حصے کو اَعْلیٰ کہتے ہیں جیسے اَسْفَلُہٗ اَغْلَظُ مِنْ اَعْلَاہُ یعنی اس چیز کا نچلا حصہ اوپر والے حصہ سے سخت ہے۔

مرتبہ اور قدر و منزلت کی بلندی کے لیے اَعْلیٰ کا لفظ آتا ہے پستی اور کہتری کے لیے اَسْفَل (مونث سُفْلیٰ) حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنْ یَدِ السُّفْلیٰ یعنی اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس حدیث میں عُلْیَا اور سُفْلیٰ معنوی لحاظ سے استعمال ہوئے ہیں یعنی خیرات کرنے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے۔ اور قرآن میں ہے :

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا (۹/۴۰)

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات کو پست کر دیا۔ اور بات تو اللہ تعالیٰ ہی کی بلند ہے۔

اور سَافِل بمعنی قدر و منزلت کے لحاظ سے فروتر۔ پست اور حقیر۔ اور اَلسِّفْلَۃ بمعنی کمینے لوگ (مف) ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ﴿۹۵/۴-۵﴾	بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا پھر (رفتہ رفتہ) اس کی حالت کو (بدل کر) پست سے پست تر کر دیا۔

ماحصل: (۱) تَحْتَ بمعنی نیچے۔ اسم ظرف ہے۔ (۲) أَسْفَلَ سَافِل، کسی چیز کا نچلا حصہ یا قدر و منزلت میں پست۔ نیچے۔ فروتر۔ کمتر۔

۳۱ نیچے کرنا۔ رکھنا۔ پست کرنا

کے لیے خَفَضَ، غَضَّ، قَصَرَ اور خَشَعَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَفَضَ: بمعنی پست کرنا۔ جھکانا (ضد رفع) خافِض اور رافِع دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ یعنی کسی کو نیچے کر دینے والا اور کسی کو سربلند کر دینے والا۔ خَفَضَ الصَّوْتَ۔ اس نے آواز کو دھیما کیا اور خَفَضَ الْجَنَاحَ بمعنی بازو نیچے رکھنا۔ جھکانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ﴿۱۷/۲۴﴾	اور والدین کے سامنے از راہِ کرم عاجزی کا پہلو جھکا دے۔

۲۔ غَضَّ: نظر یا آواز کو نیچے رکھنے یا پست کرنے کے لیے آتا ہے۔ غَضَّ صَوْتَہٗ۔ اس نے آواز کو پست کیا اور غَضَّ بَصَرَہٗ اس نے نگاہ کو نیچے رکھا یا ناجائز چیز سے نگاہ کو روکا۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ ﴿۲۴/۳۱﴾	مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ﴿۳۱/۱۹﴾	اپنی چال میں اعتدال رکھو اور آواز نیچی رکھا کرو۔

۳۔ قَصَرَ: بمعنی کسی چیز کی لمبائی یا اس کی انتہا کو نہ پہنچنا (مف۔م۔ل) کم کرنا۔ چھوٹا کرنا۔ کوئی کام جتنا چاہیے تھا اتنا نہ کرنا۔ جیسے صَلٰوۃُ الْقَصْرِ۔ اور قَاصِرُ الطَّرْفِ بمعنی نگاہ جتنی دور تک جا سکتی ہے۔ اتنا نہ دیکھنا بلکہ صرف نیچے نظر رکھنا۔ ان معنوں میں یہ لفظ نگاہوں کے لیے مخصوص ہے۔ قرآن میں ہے:

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۳۷/۴۸﴾	اور ان کے پاس موٹی آنکھوں والی اور نگاہ نیچی رکھنے والی عورتیں ہوں گی۔

۴۔ خَشَعَ : دراصل ایسے ڈر کو کہتے ہیں جس کے اثرات اعضاء و جوارح پر بھی ظاہر ہونے لگیں (مف) اور یہ اثرات چہرہ، آواز یا آنکھوں سے ہی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اُن کے نیچے رکھنے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور نگاہ اور آواز کے لیے غَضَّ کا لفظ بھی آتا ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر عام حالت میں ہو تو غَضَّ استعمال ہوگا اور اگر ڈر کی وجہ سے ہو تو خَشَعَ آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) نگاہ کے لیے: خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (۴۴/۶۸) — اُن کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ذلت ان پر چھا رہی ہوگی۔

(۲) آواز کے لیے: وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (۲۰/۱۰۸) — اور خدا کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی۔ (یعنی ڈر کی وجہ سے پست ہوں گی)

(۳) چہرہ کے لیے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (۸۸/۲) — اس دن کئی چہرے اُترے ہوئے ہوں گے۔

ماحصل: (۱) خَفَضَ: کسی چیز کا دب جانا یا دبانا۔ نظر یا بازو یا پہلو کو نیچے کرنا یا جھکانا۔

(۲) غَضَّ: نگاہ اور آواز کی پستی کے لیے۔ (عام حالات میں)

(۳) قَصَرَ: نگاہ کو محدود رکھنا۔ پوری نگاہ کا استعمال نہ کرنا۔

(۴) خَشَعَ: آنکھ، آواز اور چہرہ کی اس پستی کے لیے جس کی وجہ خشیت ہو۔

۳۲۔ نیک ۔ نیک بخت

کے لیے صَالِح، اَبْرَار اور بَرَرَة، رَشِيْد، سَعِيْد اور مُتَّقِيْن (و قی) رَبَّانِيُّوْن کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ صَالِح: صَلَحَ بمعنی بگاڑ کو درست کرنا اور اس کی ضد فَسَدَ ہے (م۔ل) اور صَالِح بمعنی اپنے آپ کو سنوارنے والا۔ اصلاحِ نفس کرنے والا (مف) اچھے اعمال کو اپنانے اور برے اعمال کو ترک کرنے اور اپنی اصلاح میں کوشاں رہنے والا۔ قرآن میں ہے:

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا (۱۸/۸۲) — اور اُن دونوں لڑکوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (۷/۵۶) — اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔

۲۔ اَبْرَار: (بار کی جمع) بِرّ بمعنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنا (مف) بِرّ دراصل نیکی کو نہیں بلکہ ہر دم نیکی پر مائل رہنے والی خصلت کو کہتے ہیں۔ (ضد اثم) ارشادِ باری ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا — اس وقت تک نیکی حاصل نہ کر سکو گے جب تک

مِمَّا تُحِبُّونَ (۲/۹۲) وہ کچھ (راہِ خدا میں) نہ خرچ کرو۔ جو تم پسند رکھتے ہو۔

اور بَرٌّ اور بَارٌّ وہ شخص ہے جس کی طبیعت ہر وقت نیکی کرنے پر آمادہ رہے۔ اور موقع ملنے پر وُہ ایسا نیک کام کر بھی لے۔ اور حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں جو سنتِ نبوی کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کیا جائے۔ اس میں کسی طرح کی کوتاہی نہ ہو۔ قرآن میں ہے:

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (۱۹/۱۴) اور یحییٰؑ اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے والے تھے۔ نہ کبھی زبردستی کی اور نہ نافرمان ہوئے۔

۳۔ بَرَرَةٌ: بَرٌّ کی جمع ہے اور یہ بَارٌّ سے زیادہ ابلغ ہے اور اس میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ۔ (۸۰/۱۶) (وہ ایسے) لکھنے والوں کے ہاتھوں سے لکھے گئے ہیں جو سردار اور نیکوکار ہیں۔

۴۔ رَشِيدٌ: رُشْدٌ بمعنی استقامۃ الطریق (م ل) یعنی راستے پر ٹھیک طرح سے چلتے جانا یا سیدھی راہ پر گامزن رہنا ہے اور اس کی ضد غَیٌّ ہے۔ بمعنی کسی غلط راستے پر جا پڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲/۲۵۶) ہدایت صاف طور پر گمراہی سے الگ ہو چکی۔

اور رَشِيدٌ بمعنی ہدایت یافتہ جو اچھی عادات و اطوار والا ہو۔ نیک چلن۔ قرآن میں ہے:

فَاتَّقُوا اللهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ (۱۱/۷۸) اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے سامنے مجھے رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی آدمی بھی نیک چلن نہیں۔

۵۔ سَعِيدٌ: وُہ شخص جو فطرتاً نیک ہو۔ یعنی نیک بخت اور اس کی ضد شَقِيٌّ ہے بمعنی بدبخت اور سَعَدَ بمعنی خوش نصیبی۔ اور حصولِ خیر میں امورِ الٰہیہ کا انسان کے لیے ممد و معاون ہونا ہے (مف۔ م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ (۱۱/۱۰۵) جب وُہ دن آجائے گا تو کوئی شخص بھی خدا کے حکم کے بغیر بول نہ سکے گا۔ پھر ان میں کچھ بدبخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔

۶۔ مُتَّقِينَ یا مُتَّقُونَ (متقی کی جمع) وَقٰی بمعنی کسی چیز کو نقصان دہ چیز سے بچانا (مف) اور اِتَّقٰی۔ تقوٰی (ضد عدوان) بمعنی خدا (کے عذاب) سے ڈر کر گناہ کے کاموں سے بچنا یا پرہیز کرنا۔ اور مُتَّقِی بمعنی پرہیزگار۔ اللہ کے خوف سے اس کے اوامر و نواہی کا خیال رکھنے والا (منجد) قرآن میں ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (۲/۱۷۷) یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں۔ اور یہی ہیں جو (خدا سے) ڈرنے والے ہیں۔

۷۔ رَبَّانِيٌّ: امام راغب نے اس لفظ پر بہت بحث کی ہے۔ بعض علماء اس کا معنیٰ علم کی پرورش

کرنے والا لکھتے ہیں۔ بعض دوسرے اسے رَبّ سے منسوب کرتے ہیں کہ جیسے جِسْمٌ سے جِسْمَانِیٌّ ہے۔ ویسے ہی رَبّ سے رَبَّانِیٌّ ہے۔ اور اس کا معنیٰ ہے، اللہ والا۔ درویش اور صاحبِ منجد نے اس کے دونوں معنے لکھ دیے ہیں۔ بڑا عالم بھی اور اہل اللہ۔ عارف باللہ بھی۔ بہرحال دوسرا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن میں ربّانیون کے ساتھ ہی لحبار (علماء) کا لفظ الگ آیا ہے (۵/۴۴) اسی طرح قرآن میں ایک جگہ رِبِّیُّوْن کا لفظ بھی آیا ہے۔ (۳/۱۴۶) اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ (۵/۶۳)

بھلا اُن کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے۔

ماحصل: (۱) صَالِح ، اصلاحِ نفس کرنے والا اور ہر طرح کا بگاڑ درست کرنے والا

(۲) اَبْرَار : (بار) وُہ شخص جو ہر وقت نیک کام کرنے پر آمادہ ہو۔ بکثرت نیک کام کرنے والا۔

(۳) بَرَرَةٌ (برّ) اس میں بار سے زیادہ مبالغہ ہے۔

(۴) رَشِيْد : اچھی عادات واطوار والا۔ نیک چلن

(۵) سَعِيْد : فطرتاً نیک سرشت۔ نیک بخت

(۶) مُتَّقِي : خدا کے خوف سے گناہ کے کاموں سے پرہیز کرنے والا۔ پرہیزگار۔

(۷) رَبَّانِي : درویش۔ اللہ والے لوگ۔ عابد و زاہد قسم کے مشائخ۔

۳۲ ــــ نیکی ــــ نیک کام

کے لیے عُرْف اور مَعْرُوْف ، حَسَنَةٌ ، خَیْر اور بِرٌّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عُرْف اور مَعْرُوْف : عَرَفَ بمعنی کسی چیز کو پہچاننا اور اس کی ضد نَكِرَ ہے۔ بمعنی چیز کا اچنبھا ہونا۔ اور معروف اور عرف ہر وُہ بات ہے جسے معاشرہ کے اچھے لوگ اچھا خیال کرتے ہوں معاشرہ کا اچھا دستور۔ بھلے مانس لوگوں کے طریقے۔ ملکی دستور جو پسندیدہ سمجھا جاتا ہو۔ جیسے بڑوں کے سامنے باادب بیٹھنا اور انہیں جی کہہ کر پکارنا وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے ؛

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (۷/۱۹۸)

(اے محمدؐ!) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کرلو۔

دوسرے مقام پر فرمایا ؛

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳/۱۰۴)

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔ اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔

۲- حَسَنَةٌ (ج حَسَنَات) ہر خوش کن اور پسندیدہ کام جو عقل اور شریعت کے مطابق ہو (ضد سَیِّئَۃٌ ج سیّئات) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (۱۱/۱۱۴) بیشک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

۳- خَیْر (ج خیرات) (ضد شرّ) کسی نیکی کا اپنے کمال کو پہنچنا۔ ایسے کام جن کا عوام الناس کو فائدہ پہنچے (مف) بڑی نیکیاں۔ نیکی کے بڑے بڑے کام۔ نیز خیر بمعنی وہ کام جو سب کو مرغوب ہو (مف) مثلاً مسافروں کے لیے رستہ میں پانی کا انتظام کر دینا وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ (۳/۱۱۴) وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے، بُری باتوں سے روکتے ہیں اور نیکیوں پر لپکتے ہیں۔

۴- بِرّ: بمعنی طبیعت کا ہر نیک کام کی طرف میلان رہنا اور موقع آنے پر اسے سرانجام دینا (ضد اثم) (تفصیل اُوپر نیک بخت میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۵/۲) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔

ماحصل

(۱) عرف اور معروف: معاشرے کے اچھے دستور۔ بھلے کام۔

(۲) حَسَنَۃٌ: ہر ایسا کام جو عقل اور شریعت کے مطابق ہو۔

(۳) خَیْر: ہر وہ کام جو سب کو مرغوب ہو۔ یا ایسا کام جس کا فائدہ عوام کو پہنچے۔

(۴) بِرّ: نیکی کی طرف طبیعت کا ہر دم میلان رہنا۔

نیکی کرنا کے لیے اَحْسَنَ اور اَنْعَمَ ــــــ "احسان کرنا" کے تحت دیکھیے!

و

واضح کرنا اور واضح ہونا کے لیے دیکھیے "بیان کرنا" کے تحت بَیَّنَ اور تَبَیَّنَ

۱۔ وافر۔۔ زیادہ۔۔ بہت

کے لیے کَثِیۡر اور کَوۡثَر، جَمّ، مَرۡکُوۡم، لُبَدّ، رَغَد، غَدَق، ثَجَّاج اور مَوۡفُوۡر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَثِیۡر (ضد قَلِیۡل) بمعنی زیادہ مقدار اور تعداد دونوں صورتوں میں آتا ہے۔ اور مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا كَثِیۡرًا (۲/۲۶۹) — اور جسے حکمت عطا کی گئی۔ اسے گویا بہت بھلائی دے دی گئی۔

مذکورہ آیت میں کَثِیۡر کا استعمال مقدار کے لیے معنوی طور پر ہوا ہے اور درج ذیل آیت کے ٹکڑا میں اس کا استعمال حسّی طور پر ہے اور تعداد کے لیے ہے۔

فَاٰتَیۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡهُمۡ اَجۡرَهُمۡ وَكَثِیۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ (۵۷/۲۷) — تو جو لوگ ان میں سے ایمان لائے انھیں ہم نے ان کا بدلہ دیا۔ اور زیادہ تو ان میں سے نافرمان ہی تھے۔

اور کَوۡثَر میں بہت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور تَكَاثُرَ الشَّیۡءُ بمعنی کسی چیز کا بہت زیادہ ہونا۔ اور رَجُلٌ كَاثِرٌ بمعنی مالدار آدمی اور کَوۡثَر بمعنی سخی آدمی بھی اور "خیر کثیر" بھی۔ نیز کَوۡثَر جنّت کی ایک نہر کا نام بھی ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ (۱۰۸/۱) — (اے محمدؐ!) بیشک ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔

۲۔ جَمّ: کسی بھی چیز کی کثیر مقدار کا ایک جگہ جمع ہونا (م۔ل) جَمَّ الۡبِئۡرُ بمعنی کنویں کا زیادہ پانی والا ہونا۔ اور جَمَّ الۡمِكۡیَالُ بمعنی پیمانہ کو چوٹی تک بھرنا (منجد) اس کا استعمال بھی مادی و معنوی، دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَّتُحِبُّوۡنَ الۡمَالَ حُبًّا جَمًّا (۸۹/۲۰) — اور تم مال سے جی بھر کر محبّت کرتے ہو۔

۳۔ مَرۡكُوۡم: رَكَمَ بمعنی ایک چیز کے اوپر اُسی چیز کی تہہ لگانا۔ پھر اس کے اوپر تیسری تہہ علیٰ ہٰذا القیاس۔ اور اس طرح جو چیز بہت سی مقدار میں جمع ہو جائے یا ڈھیر لگ جائے تو وُہ رُكَام اور مَرۡكُوۡم ہے۔ اور رَكَمَ السَّحَابُ بمعنی بادل گاڑھا ہو گیا (م۔ق) اور سحابٌ مرکوم بمعنی

گاڑھا بادل۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا۔ (۸/۳۷) — پھر اللہ تعالیٰ ان ناپاک لوگوں کو ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر کر دے گا۔

۴۔ لُبَد: لِبْد اور لبدۃ بمعنی تہ جمائے ہوئے بال یا اُون۔ اُون کا نمدہ۔ اور مَالٌ لُبَدٌ بمعنی بہت مال۔ اور لَبَّدَ شَعْرَهُ بمعنی بالوں کو گوند وغیرہ سے چپکا کر نمدہ نما کرنا۔ اور لبد الشیء بمعنی کسی چیز کا نمدہ کی طرح ہونا (منجد) یعنی کسی بکھری ہوئی چیز کو اکٹھا اور گنجان بنانا۔ ارشادِ باری ہے:

يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا (۹۰/۶) — انسان کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال برباد کر دیا۔

اور جب اس کی نسبت ذوی العقول کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوگا۔ یوں ہجوم کرنا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا (۷۲/۱۹) — اور جب خدا کے بندے (محمدؐ) اس کی عبادت کو کھڑے ہوئے تو کافر اُن کے گرد ہجوم کرنے کے درپے ہو گئے

۵۔ رَغَد: صرف رزق یا طعام کے لیے آتا ہے۔ بافراغت کھانا کھانا یا بافراغت روزی ملنا۔ (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا (۲/۳۵) — (اے آدم و حوا) تم جہاں سے چاہو۔ جنت کے پھلوں سے خوب سیر ہو کر کھاؤ۔

۶۔ غَدَق: بمعنی پانی کا کثیر مقدار میں اور نعمت والا برسنا (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا (۷۲/۱۶) — اگر وہ راہِ راست پر ثابت قدم رہتے تو ہم انہیں وافر پانی پلاتے۔

۷۔ ثَجَّاج: ثَجَّ بمعنی پانی کا زور سے برسنا اور بہنا (مف) اور ثَجَّاج بمعنی پانی کا ریلا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا۔ (۷۸/۱۴) — اور ہم نے نچڑنے والے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔

۸۔ مَوْفُور: وفر کسی چیز کے اتمام اور کثرت کے لیے آتا ہے (م۔ل) اور وَفَرَ بمعنی پورا کرنا۔ زیادہ کرنا (منجد) اور وَفَرَ جَزَاءَهُ بمعنی اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا اور کچھ زیادہ بھی دیا (مف) ارشادِ باری ہے:

قَالَ اذْهَبْ فَمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُورًا۔ (۱۷/۶۳) — اللہ تعالیٰ نے (ابلیس سے) کہا۔ چلا جا۔ جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو تم سب کی جزا جہنم ہے (اور وہ) پوری سزا ہے۔

ماحصل: (۱) کَثِیر : اس کا استعمال عام ہے۔ کسی بھی چیز میں تعداد یا مقدار کی زیادتی۔

(۲) جَمّ ، کسی چیز کا کثیر مقدار میں ایک جگہ جمع ہونا۔

(۳) مَرْکُوْم : تہ بہ تہ ہو کر ڈھیر لگ جانا۔

(۴) لِبَد: کسی چیز کے بکھرے ہوئے اجزاء کا ایک جگہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جانا۔

(۵) رغد : صرف طعام اور رزق کی فراوانی کے لیے

(۶) غدق ، پانی کی فراوانی کے لیے جبکہ وُہ مفید بھی ہو۔

(۷) ثجاج ، کثیر مقدار میں پانی موسلا دھار برسنے اور بہنے کے لیے۔

(۸) موفور: پُورا ہونے کے علاوہ کچھ اضافہ کے لیے آتا ہے۔

واقعات کے لیے دیکھیے "کہانیاں"۔

۲۔۔۔ والا ۔۔۔ والے

کے لیے اصحٰب[۱]، اٰل[۲]، اَھْل[۳]، ذُو[۴] اور اُولو کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَصْحٰب (واحد صاحب) بمعنی ایک طویل مدت تک ساتھ رہنے والا یا ساتھ دینے والا۔ خواہ یہ مصاحبت کسی انسان سے ہو یا حیوان سے یا مکان سے یا زمان سے۔ گو اس لفظ کا استعمال لغوی لحاظ سے معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ تاہم بالعموم اس کا استعمال بدنی مصاحبت سے متعلق ہے۔ جیسے اصحاب کہف، اصحاب الرّس، اصحاب السّبت، اصحاب الفیل، اصحٰب القبور۔ اصحاب السّفینۃ۔ وغیرہ۔

۲۔ اٰل کا لفظ صرف کسی معروف ہستی اور شرفاء کی طرف مضاف ہو کر آتا ہے۔ جیسے آل محمدؐ، آل ابراہیم، آل عمران، آل فرعون تو کہہ سکتے ہیں مگر آلِ خیاط نہیں کہہ سکتے (مف۔منجد) اور آل میں وُہ تمام لوگ شامل ہوتے ہیں جو اس شریف ہستی کو شریف سمجھتے اور اس سے ذہنی یگانگت رکھتے ہوں۔ گویا آلِ محمدؐ سے صرف آں حضرتؐ کے خاندان والے ہی مراد نہیں۔ بلکہ وُہ لوگ بھی شامل ہیں جنھیں علم و معرفت کے لحاظ سے آپ سے خصوصی تعلق ہو۔ اسی طرح آل فرعون سے اس کے تمام اہل کار اور ذہنی لحاظ سے اس کے ہمنوا لوگ مراد ہیں۔

۳۔ اَھْل : یہ غیر ذوی العقول کی طرف بھی مضاف ہو سکتا ہے جیسے اہل البلد (شہر والے) اھل الارض (زمین والے) اھل القرٰی (بستیوں والے) اھل البیت، اھل الکتاب، اھل الذکر اور اَھل النار وغیرہ۔ اور جب یہ ذوی العقول کی طرف مضاف ہو تو اس کا معنی گھر والے بیوی۔ بچے کنبہ یا خاندان ہو گا۔ مثلاً اھل الخیّاط بمعنی درزی کے گھر والے۔ اس کے خاندان اور کنبہ کے لوگ جس میں اس کی بیوی بھی شامل ہے۔ (اھل اور آل میں مزید فرق سمجھنے

کے لیے دیکھیے "اولاد")

۴۔ ذُو اور اُولُوا: ذو کا لفظ اسمائے اجناس و انواع کے ساتھ توصیف کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسم ظاہر کی طرف ہی مضاف ہوتا ہے۔ اسم ضمیر کی طرف نہیں ہوتا۔ حالت رفعی میں ذو نصبی میں ذا اور جرّی میں ذی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ذُو مِرَّۃ (۵۳/۶) ذا عذاب (۲۳/۷۷) اور ذی العرش (۴۰/۱۵) اس کا تثنیہ ذوون یا ذوین ہے۔ جیسے ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ (۶۵/۲) (تم میں سے دو عدل والے) اور اس کی جمع اولو اور اولی آتی ہے۔ جیسے اُولُو الْاَرْحَام (۸/۷۵) اور اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ (۱۷/۵) ذُو کا مؤنث ذات ہے۔ جیسے ذَاتَ الْیَمِیْنِ۔ اس کا تثنیہ ذَوَاتَان ہے۔ جیسے ذَوَاتَا اَفْنَان (۵۵/۴۸) (دونوں باغ لمبی لمبی شاخوں والے۔ اس کی جمع ذَوَات بھی ہے اور اولات بھی۔ مگر قرآن میں اُولَاتِ ہی استعمال ہوا ہے۔ جیسے اُولَاتُ الْاَحْمَال (۶۵/۴) (بمعنی حمل والی عورتیں)۔

ماحصل (۱) اَصْحَاب، طویل عرصہ تک مصاحبت کے لیے۔

(۲) آل: صرف شرفاء کی طرف مضاف۔ ذہنی یگانگت کے لیے۔

(۳) اَھْل: ہر چیز کی طرف مضاف ہو سکتا ہے اور بمعنی کنبہ خاندان والے۔

(۴) ذُو اور اُولُو: اسم کی توصیف بیان کرنے کے لیے ذریعہ کے طور پر آتا ہے۔

۳ـــــ وراثت

کے لیے ولایت اور وراثت کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ ولایۃ: اَلْوَلَاء بمعنی میراث جو آزاد کردہ غلام سے حاصل ہو (مف) ارشادِ نبویؐ ہے الولاء لِمَنْ اَعْتَقَ (بخاری) یعنی غلام کی میراث اس کی ہے جو اُسے آزاد کرے۔ گویا ولاء کا اصل معنی محض میراث یا ترکہ ہے۔ اہل عرب میں وراثت کے کئی دستور تھے۔ مثلاً وہ میراث کا وارث صرف اولادِ نرینہ کو قرار دیتے تھے جو اُن کے بعد ان کی تلوار سنبھالنے کے اہل ہوتے تھے۔ اور اگر اولادِ نرینہ نہ ہوتی تو کسی قریبی مرد رشتہ دار کو ولی یا وارث قرار دیتے اور ان کی ترتیب یہ ہوتی۔ اولاد کے بعد باپ۔ اگر باپ نہ ہو تو بھائی اور اگر بھائی بھی نہ ہو تو چچا وغیرہ۔ پھر ان میں عقدِ وَلَاء کا بھی دستور تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک شخص دوسرے سے عہد و پیمان کر لیتا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کریں گے اور ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

اسلام نے مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی حقدار بنایا اور ابتداءً عقدِ ولاء کو بھی تسلیم کیا۔ مگر اس کی بنیاد اسلام اور ہجرت کو قرار دیا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا	بیشک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے جان و
بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ	مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے انھیں

اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ	جگہ دی اور ان کی مدد کی - یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث
بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا	ہوں گے - اور جو لوگ ایمان تو لائے مگر ہجرت نہیں کی
مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى	تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک وہ ہجرت نہ
يُهَاجِرُوْا (۸/۷۲)	کریں -

اور مَوْلٰی (ج مَوَالِی) بمعنی وارث - ارشادِ باری ہے ؛

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ	اور جو مال ماں باپ یا رشتہ دار چھوڑ مریں تو ہم نے ہر ایک
وَالْاَقْرَبُوْنَ (۴/۳۳)	کے وارث مقرر کر دیے ہیں -

وراثت کا یہ حکم دراصل سلسلۂ مواخات کی ایک کڑی تھی - پھر جب مہاجرین کی حالت قدرے سنبھل گئی تو عقد ولاء کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم کر کے اولو الارحام ہی کو وارث قرار دیا گیا - البتہ ایسے دوستوں سے بھی اچھا سلوک کر کے کچھ دینے کی ہدایت کر دی گئی - ارشادِ باری ہے ؛

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ	اور کتاب اللہ میں رشتہ دار ہی ایک دوسرے سے زیادہ
فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ	تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین
اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا -	کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ اچھا سلوک کرنا چاہو تو وہ
(۳۳/۶)	جائز ہے -

۲- وِرَاثَۃ : وہ عقدِ شرعی یا احکامِ الٰہی جن کے تحت کسی میّت کی ملکیت دوسرے کی ملکیت میں چلی جاتی ہے - اس وراثت کا تعلق صرف مال اور ملکیت سے ہی نہیں عادات و خصائل سے بھی ہوتا ہے - ارشادِ نبویؐ ہے اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ - تو یہاں وَرَثَۃ سے مراد علم اور تبلیغ کے وارث ہیں نہ کہ مال و دولت کے - اور وَرِثَ بمعنی کسی میّت کا وارث بننا - اور اَوْرَثَ بمعنی وارث بنانا - اور وِرْثَۃ اور تُرَاث بمعنی ترکہ ہے - ارشادِ باری ہے ؛

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (۲۷/۱۶)	اور سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث بنے -

تو یہاں وراثت میں مال و دولت ، خلافت ، نبوت ، عادات و خصائل سب کچھ شامل ہے -

ماحصل : (۱) ولایت : عقدِ ولاء کے تحت میراث میں حصہ جو بعد میں ختم کر دیا گیا -

(۲) وراثت : عقدِ شرعی کے تحت قریبی رشتہ داروں کا میراث میں حصہ -

۴ ــــ وقت

کے لیے وقت اور میقات - حِیْن اور حِیْنَئِذٍ - اٰنَ - اٰنِفًا اور اَجَل کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں -

۱- وقت : معروف لفظ ہے (TIME) الوقت بمعنی زَمَانٌ مَعْلُوْمٌ (م-ل) ج اوقات - اور امام راغب کے الفاظ میں کسی کام کے لیے زمانہ مقررہ کی آخری حد (مف) ارشادِ باری ہے :

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا	آپ کہہ دیجئے کہ قیامت کا علم تو میرے پروردگار

لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ (۷/۱۸۷) — ہی کو ہے۔ وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔

اور میقات وقت سے اسم ظرف ہے۔ زمانی اور مکانی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (ج مواقیت) درج ذیل آیت میں میقات ظرف زمانی کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (۷/۱۴۱) — اور ہم نے موسیٰؑ کو تیس راتوں کا وعدہ دیا۔ پھر دس راتیں مزید ملا کر پورا کر دیا تو اس کے پروردگار کی چالیس رات کی میعاد پوری ہوگئی۔

اور درج ذیل آیت میں میقات کا لفظ زمانی اور مکانی دونوں طرح استعمال ہوا ہے یعنی وقت بھی معیّن ہے اور جگہ بھی۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ (۷/۱۴۲) — پھر جب موسیٰؑ اپنے مقررہ وقت پر (کوہِ طور پر) پہنچے اور ان کے پروردگار نے اُن سے کلام کیا۔

۲۔ حِیْن : اس وقت کو کہتے ہیں۔ جب کوئی خبر پہنچے یا کوئی چیز حاصل ہو۔ یہ ظرف مبہم ہے۔ (مف) یعنی غیر معیّن وقت (ج احیان) اور اَحْیَانًا بمعنی گاہے گاہے۔ کبھی کبھی۔ قرآن میں ہے:

وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (۲/۳۶) — اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور سامانِ زیست ہے۔

اور حِیْن کے بعد اِذْ کا اضافہ کر کے حِيْنَئِذٍ بنا لیا جاتا ہے۔ اور یہ کسی معین وقت کی طرف اشارہ کے لیے آتا ہے۔ بمعنی اس وقت۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ (۵۶/۸۴) — اور تم اس وقت (مرنے والے کی حالت کو) دیکھ رہے ہوتے ہو۔

۳۔ اٰن۔ اٰنی یا نی بمعنی وقت آپہنچا۔ کسی چیز کا اپنی انتہا اور پختگی تک پہنچ جانا۔ ارشاد باری ہے:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (۵۷/۱۶) — کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دل ڈر جائیں۔

اور اٰن بمعنی وقت (ج اٰناء بمعنی گھڑیاں) اس لفظ پر ہمیشہ معرفہ کا ال داخل ہوتا ہے۔ یعنی اَلْئٰنَ بمعنی موجودہ وقت۔ اب۔ اس وقت۔ ارشادِ باری ہے:

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (۸/۶۶) — اب خدا نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ تم میں کسی قدر کمزوری ہے۔

۴۔ اٰنِفًا: اَنْف بمعنی ناک اور ہر چیز کا بلند تر حصہ اور مبدا۔ انف الجبل بمعنی پہاڑ کی چوٹی۔ اور انف اللحیۃ بمعنی کنارۂ ریش۔ اور استانف الشئ کے معنی کسی چیز کے سرے اور مبداء کو پکڑنے اور آغاز کرنے کے ہیں (مف) اور استانف الامر بمعنی کسی کام کو نئے سرے سے

شروع کرنا (منجد) اور اٰنِفًا بمعنی ابھی ابھی۔ اس بات یا کام کے آغاز میں۔ ذرا تھوڑی دیر پہلے (مف۔منجد) ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا (۴۷/۱۶)

وہ ان لوگوں سے جنھیں علم (دین) دیا گیا ہے کہتے ہیں کہ بھلا ابھی (شروع میں) اُس (آپ نے) کیا کہا تھا؟

۵- اجل، اَجِلَ بمعنی دیر کرنا۔ اور اٰجل اور اٰجلہ بمعنی دیر سے ہونے والا۔ آخرت (منجد) اٰجل ضد عاجل) دونوں لفظ مشہور ہیں۔ جو بالعموم نکاح کے وقت حق مہر کی ادائیگی کی صورت کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ عاجل بمعنی نقد بہ نقد جو ادا کر دیا جائے اور اٰجل بمعنی ادھار۔ اور اَجَل بمعنی مدّت۔ وقت۔ موت (منجد) گویا اجل کا لفظ موجودہ وقت سے لے کر وعدہ یا میعاد کی درمیانی مدّت اور بعض دفعہ موت تک کے معنوں میں آجاتا ہے۔ اور اس کا استعمال بڑا وسیع ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ۔ (۱۷/۹۹)

اور اس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے، جس میں کچھ بھی شک نہیں۔

اب اس آیت میں اجل کا ترجمہ وقت سے کر لیجئے یا مدّت سے یا میعاد سے یا موت کے وقت سے سب کچھ یہاں درست بیٹھتا ہے۔

ماحصل:

۱- وَقْت۔ مِیْقَات۔ طے شدہ وقت یا جگہ۔

۲- حِیْن۔ ظرف مبہم۔ غیر معین وقت۔

۳- اٰن اور اَلْئٰن۔ اب۔ موجودہ وقت۔

۴- اٰنِفًا۔ ابھی ابھی۔ موجودہ وقت سے ذرا پہلے۔ آغازِ کلام میں۔

۵- اَجَل۔ وقت مقررہ اور موجودہ وقت سے اس وقت تک کی درمیانی مدّت

ہ

ا۔ ہاتھ

کے لیے یَد۔ یَمِین۔ شِمال اور ذِراع کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ید، بمعنی ہاتھ۔ یہ لفظ دراصل یدی ہے۔ ناقص واوی کی وجہ سے ی گر گئی ہے۔ اس کا تثنیہ یَدان اور یَدَیْن اور جمع اَیْدِی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ (۲/۷۹) — ان پر افسوس ہے اس لیے کہ (بے اصل باتیں) اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔ اور ان پر افسوس ہے اس لیے کہ ایسے کام کرتے ہیں۔

اور ہاتھ چونکہ تمام اعضائے انسانی میں قوت اور کام کرنے کے لحاظ سے اشرف و افضل ہے لہٰذا ید کا لفظ قوت، قبضہ اور ملکیت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (۲/۲۳۷) — ہاں اگر عورتیں مہر بخش دیں یا مرد جن کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے (اپنا حق) چھوڑ دیں۔

اور بین یدی اور بین ایدی بطور محاورہ پہلے اور سامنے یا موجودہ کے معنوں میں آتا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (۵۸/۱۲) — اے ایمان والو! جب پیغمبر سے کوئی راز کی بات کہنا اور مشورہ کرنا ہو تو بات کہنے سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا (۳۶/۹) — اور ہم نے ان کے سامنے بھی دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے بھی۔

نیز فرمایا:

فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ۔ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا (۲/۶۶) — اور ہم نے اُن سے کہا کہ ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔ پھر ہم نے اس قصے کو اس وقت کے (موجود) لوگوں کے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے (باعث) عبرت بنا دیا۔

۲۔ یَمِین: (ج اَیمان) بمعنی دایاں ہاتھ بھی ہے۔ جیسے فرمایا:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى (۲۰/۱۸) — اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

اور دائیں جانب بھی (ضد شمال) جیسے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ (۳۴/۱۵) — اہل سبا کے لیے ان کے مقام بود و باش میں ایک نشانی تھی (یعنی) دو باغ (ایک) داہنی طرف اور (دوسرا) بائیں طرف۔

پھر جس طرح ید کا لفظ قوت اور قبضہ کے معنوں میں آتا ہے یمین اس سے زیادہ وسیع معنوں میں آتا ہے کیونکہ قوّت اور کارکردگی کے لحاظ سے دایاں ہاتھ بائیں سے افضل اور بہتر ہے۔ ملک یمین اس چیز کو کہتے ہیں جس پر پورا قبضہ واختیار ہو۔ اور محاورةً یہ لفظ لونڈی اور غلام کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۴/۲۴) — اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ جو (اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضہ میں آجائیں۔

علاوہ ازیں اہل عرب کی عادت تھی کہ اپنے عہد و پیمان اور قسم کو مضبوط تر بنانے کے لیے اپنا داہنا ہاتھ مخاطب کے داہنے میں دیتے تھے یا مارتے تھے۔ لہٰذا یہ لفظ قسم کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ اور یمین ایسی قسم کو کہتے ہیں جو عہد و پیمان کو پختہ تر بنانے کے لیے اٹھائی جائے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ (۹/۱۳) — بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا۔

۳۔ شِمَال: بمعنی بایاں۔ بائیں جانب۔ بایاں ہاتھ (ضد یمین) پھر جس طرح یُمن برکت اور خوش بختی کے معنوں میں آتا ہے۔ اسی طرح شمال بدبختی کے معنوں میں بھی مستعمل ہے (منجد) (ج شمائل)

قرآن میں ہے:

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ڏ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ (۶۹/۲۵) — اور جس شخص کا نامہ (اعمال) اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا وہ کہے گا۔ اے کاش! مجھے میرا نامہ (اعمال) دیا ہی نہ جاتا۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَاۗىِٕلِهِمْ (۷/۱۷) — (ابلیس کہنے لگا) پھر میں ان کے آگے سے، پیچھے سے، دائیں اطراف سے، بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور اُن کی راہ ماروں گا)

۴۔ ذِرَاع: بمعنی ہاتھ۔ کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک کا حصہ۔ اور ذَرَعَ الثَّوْبَ بمعنی کپڑے کو ذراع سے ناپا۔ اور ذَرْعُہٗ کَذَا بمعنی اس کا طول یا پیمائش اتنی ہی ہے۔ اور

ذراع ماپنے کا ایک پیمانہ ہے جس کی لمبائی ۵۰ سینٹی میٹر سے ۷۰ سینٹی میٹر تک ہوتی ہے (مف منجد) یعنی تقریباً ۲۰ انچ سے لے کر ۲۸ انچ تک۔ اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ سابقہ ادوار میں انسانوں کے قد لمبے ہوتے تھے جو بتدریج کم ہوتے گئے۔ اور بعض مترجمین ذِرَاع کا ترجمہ گز سے بھی کر دیتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ (۶۹/۳۲)	پھر اسے ایک زنجیر میں، جس کا طول ستر ہاتھ ہے، جکڑ دو۔

ماحصل: (۱) یــد۔ بمعنی ہاتھ، قوت اور قبضہ۔

(۲) یمین۔ بمعنی داہنا ہاتھ۔ مکمل قبضہ اختیار اور قسم کے لیے۔

(۳) شِمال۔ بایاں ہاتھ۔ بائیں جانب۔

(۴) ذراع۔ ہاتھ اور ہاتھ کی لمبائی کا پیمانہ۔

۲ ــــــ ہاں

کے لیے نَعَمْ، اِیْ اور بَلٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَعَمْ: بمعنی ہاں۔ کلمہ ایجاب ہے۔ استفسار پر کلام کا جواب جبکہ سوال بھی مثبت انداز میں ہو اور جواب بھی۔ قرآن میں ہے:

وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ۔ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۷/۱۱۴)	جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ صلہ بھی ملے گا؟ فرعون نے کہا، ہاں اور تمہیں مقرب بھی بنایا جائے گا۔

۲۔ اِیْ: بمعنی ہاں ہاں۔ بالضرور۔ کلمہ ایجاب ہے۔ استفسار پر جواب اگر مثبت میں اور تاکید و توثیق سے دینا ہو تو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے (مف) تاکہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور اس کے بعد قسم ضروری ہوتی ہے (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

يَسْتَنْبِئُوْنَكَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِيْ وَرَبِّيْ إِنَّهٗ لَحَقٌّ (۱۰/۵۳)	تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ بات (قیامت) سچ ہے؟ کہہ دو ہاں ہاں میرے پروردگار کی قسم وہ ایک حقیقت ہے۔

۳۔ بَلٰی: یہ بھی حرف ایجاب ہے۔ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب سوال نفی میں ہو۔ اور جواب میں اس نفی کی تردید کرنا بھی مقصود ہو اور مثبت میں جواب دینا بھی۔ اور اس کا معنی ہوتا ہے "کیوں نہیں۔ ضرور ہے"۔ ارشادِ باری ہے:

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى (۷/۱۷۲)	(اللہ تعالیٰ نے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ کہنے لگے کیوں نہیں! (ضرور ہو)

ماحصل: نَعَمْ مثبت سوال کا مثبت جواب۔ ای مثبت سوال کا تاکیداً مثبت جواب اور بلٰی منفی سوال کی نفی اور جواب اثبات ہیں۔

۳۔۔۔۔۔ ہانپنا

کے لیے ضَبْح اور لَهَثَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ضَبْح: (الفرس) گھوڑے کا سرپٹ دوڑتے وقت اپنے جوف سے آواز نکالنا (مف۔منجد) قرآن میں ہے:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (۱۰۰/۱) — سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ اٹھتے ہیں

۲۔ لَهَثَ: سخت پیاس کی وجہ سے زبان منہ سے باہر نکالنا اور جوف سے آواز نکالنا (مف) پیاس یا تھکن کی وجہ سے کتے کا ہانپ کر زبان ڈال دینا (منجد) قرآن میں ہے:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (۷/۱۷۶) — اس شخص کی مثال کتے جیسی ہے کہ اگر تو اس پر بوجھ لادے تو بھی ہانپے اور اگر چھوڑ دے تو بھی ہانپے۔

ماحصل: تیز دوڑنے کی وجہ سے ہانپنے کو ضَبْح اور پیاس یا تھکاوٹ کی وجہ سے ہانپنے کو لَهَثَ کہتے ہیں۔

۴۔۔۔۔۔ ہٹانا

کے لیے دَفَعَ، جَنَّبَ، زَحْزَحَ، دَرَءَ، دَعَّ، حَسَرَ اور خَسَأَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ دَفَعَ: بمعنی کسی چیز کی حفاظت اور حمایت میں بیرونی خطرات یا حملے کو دور کرنا اور پرے ہٹانا۔ (مف۔منجد) دفاع بمعنی کسی چیز کی حفاظت و حمایت۔ اور مدافعت بمعنی جوابی کارروائی کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ (۲/۲۵۱) — اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے (پر چڑھائی اور حملہ کرنے) سے ہٹاتا نہ رہتا۔

اور جب اس لفظ کا صلہ اِلٰی سے ہو تو اس کا معنی کسی کی چیز اس کے سپرد کر دینا، حوالے کر دینا۔ اور دے دینا ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (۴/۶) — تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

۲۔ جَنَّبَ: جانب بمعنی پہلو۔ طرف اور جَنَّبَ بمعنی دفع کرنا۔ ہٹانا۔ ایک طرف کر کے بچانا۔ پہلو پر مارنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى (۹۲/۱۷-۱۸) — اور جو بڑا پرہیزگار ہے وہ اس سے ایک طرف کر دیا جائے گا۔ جو مال دیتا ہے تاکہ پاک ہو۔

۳۔ زَحْزَحَ: الزحزح بمعنی دور اور زَحْزَحَ۔ کسی کو کسی جگہ سے دور کرنا۔ ہٹانا۔ برطرف کرنا (مف)

اور زَحْزَحَ عَنْ بمعنی کسی مضرت سے دور کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔ (۳/۱۸۵) اور جو شخص آگ (جہنم) سے دُور ہٹا دیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وُہ نجات پا گیا۔

۴۔ دَرَءَ: بمعنی کسی شخص کو پوری قوت سے دُور کرکے اسے کسی تکلیف اور مضرت سے بچا لینا (مف) اور بمعنی زور سے دھکیلنا۔ ہٹانا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ (۲۴/۸) اور اگر (ملزم) عورت چار دفعہ اللہ کی قسم اٹھائے تو یہ بات اس کو سزا سے دُور ہٹا دے گی (بچا لے گی)

اور اِدَّارَءَ بمعنی اپنا الزام دوسرے پر تھوپ دینا۔ جس سے وُہ خود سزا سے بچ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا۔ (۲/۷۲) اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تو اسے ایک دوسرے کے سر مڑھنے لگے۔

۵۔ دَعَّ: بمعنی دھکے مار کر نکال دینا۔ سختی سے دفع کرنا (ف ل ۱۸۸) ارشاد باری ہے:

فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ (۱۰۷/۲) جو ایسا ہی آدمی یتیم کو دھکے مارتا ہے۔

۶۔ دَحَرَ: میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) دھتکارنا (۲) دور کرنا (م ۔ ل) یعنی کسی کو دھتکار کر وہاں سے نکال دینا۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا۔ (۷/۱۸) اللہ تعالیٰ نے (ابلیس سے) کہا۔ اس (جنت) سے نکل جا۔ پاجی مردود!

۷۔ خَسَأَ: خَسَأَ النَّظَرُ بمعنی نظر کا تھکنا اور کمزور ہونا۔ اور خَسَأَ الْكَلْبَ بمعنی کتے کو دھتکارنا اور خاسئ من الكلاب والخنازير بمعنی دھتکارے ہوئے اور ہنکائے ہوئے کتے اور سؤر جن کو لوگوں کے پاس نہ پھٹکنے دیا جاتے (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ۔ (۲/۶۵) تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔

ماحصل: (۱) دَفَعَ: کسی چیز کی حفاظت وحمایت میں خطرہ یا حملہ کو ہٹانا۔

(۲) جَنَّبَ: کسی کو ایک طرف کر دینا۔ ہٹانا۔ عام ہے۔

(۳) زَحْزَحَ: کسی کو کسی مقام سے دور کرکے مضرت سے بچانا۔

(۴) دَرَءَ: پوری قوت اور کوشش سے مضرت کو دور رکھنا۔

(۵) دَعَّ: کسی کو دھکے مار کر نکال دینا۔ ہٹا دینا۔

(۶) دَحَرَ: کسی کو دھتکار کر نکال دینا۔ وجہ خواہ کچھ ہو۔

(۷) خَسَأَ: کسی کو ذلیل و خوار سمجھ کر ازراہِ نفرت دھتکارنا۔

۵ — ہدایت دینا - پانا

کے لیے ھَدٰی اور اِھْتَدٰی اور رَاشِدٌ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱- اِھْتَدٰی: ھدی بمعنی لطف وکرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنا۔ بھلائی کا راستہ دکھانا (مف) اور اس کی ضد ضَلَّ اور اَضَلَّ ہے۔ بمعنی کسی کو راہ بھلا دینا، یا اسے بہکا دینا۔ بھلائی کی راہ کو گم کر دینا یا اوجھل کر دینا (ھدایت ضد ضلالت) ھدایت کا لفظ تین معنوں میں آتا ہے۔

(۱) فطری رہنمائی جو اللہ نے ہر چیز میں ودیعت کر رکھی ہے۔ جیسے بچے کا پیدا ہوتے ہی ماں کے پستانوں کی طرف لپکنا۔ ارشادِ باری ہے:

رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (۲۰/۵۰) ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی پھر راہ دکھلائی۔

۲- انسان کے ذہن کا رُخ ضلالت سے ہدایت کی طرف یا کفر سے اسلام کی طرف یا نافرمانی سے اللہ تعالیٰ فرمانبرداری کی طرف موڑنا۔ یہ کام گو انبیاء و رسل اور دوسرے لوگوں کی وساطت سے ہوتا ہے۔ مگر اس رُخ کو موڑنا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (۲۸/۵۶) (اے محمدؐ!) جسے تم دوست رکھتے ہو اسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی ہے جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

۳- جو لوگ خدا کی فرمانبرداری یا اسلام کی طرف آ جائیں انہیں سیدھی راہ دکھلانا اور راہِ راست پر چلاتے جانا۔ یہ اصل ذمہ داری تو انبیاء و رسل کی ہوتی ہے۔ پھر دوسرے مسلمان بھی اس میں شریک ہو جاتے ہیں (تاہم یہ کام بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہی ہوتا ہے) جیسا کہ فرمایا:

اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ وَلَوْ كَانُوْا لَا یُبْصِرُوْنَ (۱۰/۴۳) کیا تم اندھوں کو راستہ دکھاؤ گے اگرچہ کچھ بھی دیکھتے (بھالتے) نہ ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۴۲/۵۲) اور بیشک (اے محمدؐ) تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو۔

اور اھتدی بمعنی ہدایت پانا، سیدھے راستہ پر گامزن ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ (۱۰/۱۰۸) تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے سو وہ اپنے ہی لیے راہ پاتا ہے۔

۴- رَاشِدٌ (ضد غوی) بمعنی جو شخص راہِ راست پر آ جائے اور نیک چلن بھی اختیار کر لے (ق۔م) اور رُشْدٌ (ضد غیّ) بمعنی راہِ حق پر برقراری — وابستگی (منجد) قرآن میں ہے:

اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ (۱۱/۷۸) کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: اھتدی: سیدھی راہ پر گامزن ہونے اور رشد: سیدھی راہ اختیار کرنے کے بعد نیک عادات و اطوار اپنانے اور اس پر برقرار رہنے کے لیے آتا ہے۔

۶ ـــــ ہلاکت

کے لیے کچھ تو بد دعائیہ قسم کے کلمات ہیں جو ناراضگی اور خفگی کے موقعہ پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً تَبَّ تَعَسَ، قُتِلَ، ثَبَرَ، اَوْلٰی اور وَیْلٌ کے الفاظ سب ایسے ہی موقعہ پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے ہماری زبان میں کہتے ہیں۔ تیرا بیڑا غرق، خدا تجھے سنبھالے، تمہارا کچھ نہ رہے۔ وغیرہ۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ تَبَّ: بمعنی ہلاک ہونا۔ ٹوٹنا۔ کٹنا۔ کاٹنا دونوں طرح آتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۱۱۱/۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ خود بھی ہلاک ہو۔

۲۔ تَعَسَ: بمعنی ٹھوکر کھا کر گرنا پھر اٹھ نہ سکنا۔ کسی گڑھے میں گر کر ہلاک ہونا (مف) قرآن میں ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ (۴۷/۸) ہلاک ہوں وہ لوگ جو کافر ہیں۔

۳۔ قُتِلَ، قَتَلَ: بمعنی کسی کو مار دینا۔ روح کو تن سے جدا کر دینا۔ اور قُتِلَ بمعنی مارا جائے۔ ہلاک ہو۔ قرآن میں ہے:

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (۷۴/۲۰) وہ ہلاک ہو جو اس نے کیسا (غلط) اندازہ لگایا۔ پھر ہلاک ہو، جو اس نے کیسا (غلط) اندازہ لگایا۔

۴۔ ثَبَرَ: بمعنی ہلاک ہونا یا (زخم کا) خراب ہونا (مف) اور ثُبُوْر بمعنی ہلاکت قرآن میں ہے:

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (۲۵/۱۴) آج کے دن ایک ہلاکت کو نہ پکارو۔ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔

۵۔ اَوْلٰی: کا صلہ اگر ب سے آئے تو بمعنی لائق تر۔ مناسب تر۔ زیادہ حقدار۔ اور اگر ل سے آئے تو بمعنی ہلاکت۔ خرابی اور تباہی۔ افسوس۔ یہ کلمہ تہدید و تخویف ہے اور اس کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ہلاکت کے قریب پہنچ چکا ہو تاکہ اسے تنبیہ ہو جائے۔ نیز یہ کلمہ عموماً تکرار سے آتا ہے تاکہ مخاطب انجام پر غور کر کے اس سے بچنے کی کوشش کرے (مف) قرآن میں ہے:

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى (۷۵/۳۴) تو اس (ناعاقبت اندیش) نے نہ تو کلامِ خدا کی تصدیق اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔ تو تجھ پر افسوس ہے۔ پھر تجھ پر افسوس ہے۔

۶۔ وَيْلٌ: خرابی۔ تباہی۔ افسوس۔ ہلاکت۔ یہ کلمہ عموماً حسرت کے موقعہ پر بولا جاتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (۴۵/۷) ہر جھوٹے اور گنہگار کے لیے خرابی ہے۔

۷۔ ہلاک ہونا ـــ کرنا

کے لیے ھَلَكَ اور اَھْلَكَ ـ بَادَ (بید) رَدٰی اور تَرَدّٰی ـ بَخَعَ ـ دَمَّرَ ـ دَمْدَمَ ـ تَبَّبَ ـ تَبَّرَ ـ بَارَ (بور) اَسْحَتَ، اَوْبَقَ، قَصَمَ، فَنِیَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ھَلَكَ: بمعنی فنا ہونا۔ جاندار اور بے جان سب کے لیے آتا ہے۔ اور جاندار ہونے کی صورت میں اس کا معنی ہے۔ بے بسی کی موت کرنا۔ بُری موت مرنا۔ ارشادِ باری ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (۲۸/۸۸) اس (اللہ) کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ (۴/۱۷۵) اگر کوئی ایسا شخص مر جائے جس کے اولاد نہ ہو۔

اور اَھْلَكَ بمعنی کسی دوسری چیز کو تباہ کرنا اور ختم کر دینا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ (۶/۶) کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی اُمتوں کو ہلاک کر ڈالا۔

۲۔ بَادَ، اَلْبَيْدَاءُ بمعنی لق و دق صحرا اور اس کی جمع بِيْدٌ ہے۔ اور بَادَ بمعنی کسی کھیتی کا اجڑ کر بیابان بن جانا۔ مکمل طور پر تباہ ہونا اور اُجڑنا (مف) ارشاد باری ہے:

قَالَ مَا اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖ اَبَدًا۔ (۱۸/۳۵) وُہ کہنے لگا۔ مجھے تو یہ خیال بھی نہیں آسکتا کہ یہ باغ کبھی اجڑ کر تباہ بھی ہو جائے گا۔

۳۔ تَرَدّٰی، رَدٰی بمعنی کسی چیز کو بلندی سے زمین پر دے مارنا یا زمین سے کسی گڑھے میں پھینک دینا کہ وہ ہلاک ہونے کو پہنچ جائے۔ ارشادِ باری ہے،

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى (۲۰/۱۶) اور وُہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگتا ہے تو تم (اس کے پیچھے لگ کر) ہلاک ہو جاؤ۔

اور اَرْدٰی متعدی ہے۔ یعنی اسی طریق سے دوسرے کو ہلاک کرنا۔ قرآن میں ہے،

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ (۳۷/۵۶) کہے گا۔ خدا کی قسم! تو تُو مجھے ہلاک کرنے ہی والا تھا۔

اور تَرَدّٰی بمعنی خود کنوئیں یا گڑھے میں گرنا اور ہلاکت کو پہنچنا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى۔ (۹۲/۱۱) اور جب وُہ دوزخ کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔

۴۔ بَخَعَ: غم یا غصہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالنا (مف ـ م ل) گھل گھل کر ہلکان ہو جانا۔ ارشاد باری ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اے پیغمبر! اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں تو شاید آپ

اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا۔ (۱۸/۶) — ان کے پیچھے رنج کر کرکے اپنے تئیں ہلاک کر ڈالو گے۔

۵۔ دَمَّرَ: دَمَرَ بمعنی کسی کے گھر میں بغیر اجازت بُرے ارادہ سے داخل ہونا (منجد) اور دَمَّرَ کسی چیز پر دفعۃً ہلاکت لا ڈالنا (مف)

فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا (۱۷/۱۶) — ان لوگوں نے اس بستی میں سرکشی کی تو ان پر (حسبِ دستور عذاب کی) بات واجب ہو گئی۔ سو ہم نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

۶۔ دَمْدَمَ: الشیٔ بمعنی کسی چیز کو زمین سے چپکا دینا۔ اور دمدم اللہ علیهم بمعنی خدا نے انہیں ہلاک کر دیا۔ ملیا میٹ کر دیا (منجد) ارشاد باری ہے:

فَدَمْدَمَ عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا (۹۱/۱۴) — تو خدا نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو (ہلاک کرکے) برابر کر دیا۔

۷۔ تَبَّبَ: تَبَّ دعائیہ کلمہ ہے۔ تَبًّا لَّکَ کہنا یعنی تیرے لیے ہلاکت ہو۔ اور لغوی معنی ٹوٹنا۔ کٹنا یا ہلاک ہونا ہے۔ اور تَبَّبَ میں تکرار لفظی سے تکرار معنوی مقصود ہے۔ یعنی مسلسل تباہی کی طرف قدم ہونا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ (۱۱/۱۰۱) — اور ان کے (جھوٹے معبود) ان کی مسلسل تباہی میں اضافہ کے سوا کچھ بھی نہ کر سکے۔

۸۔ تَبَّرَ: غارت کر دینا۔ تہس نہس کر دینا۔ نیست و نابود کر دینا۔ (مف۔ منجد) اور تَبَار بمعنی ہلاکت۔ تباہی۔ ارشاد باری ہے:

وَکُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَکُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا (۲۵/۳۹) — اور ہم نے اسے (سمجھانے کے لیے) سب کی مثالیں پیش کر دیں کہ ان سب کو ہم نے تہس نہس کر دیا۔

۹۔ بَارَ (مصدر بَوْرٌ اور بَوَارٌ) بمعنی کسی فرد خلقی مال کا بہت زیادہ مندا پڑنا اور ہلاکت کے قریب پہنچنا۔ یعنی کَسَدَ حَتّٰی فَسَدَ۔ آہستہ آہستہ تباہی کی طرف چلتے جانا (مف) آہستہ آہستہ راس المال کا کم ہوتے ہوتے تباہ ہو جانا۔ قرآن میں ہے:

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ (۳۵/۲۹) — اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔ اور ایسی تجارت (کے فائدے) کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہ ہوگی۔

۱۰۔ اَسْحَتَ، سُحْت بمعنی حرام کمائی اور رشوت (مف) سَحَتَ بمعنی مال حرام کمایا۔ اور اَسْحَتَتِ التِّجَارَةُ بمعنی تجارت کے مال میں کھوٹ اور حرام کا مل جانا اور اُسْحِتَ بمعنی مال کا محتاج ہونا۔ مال کا تباہ ہونا (منجد) اور اَسْحَتَ بمعنی بیخ و بن سے اکھیڑ دینا (مف) گویا اَسْحَتَ

مفلوک الحالی کی وجہ سے تباہی کے لیے آئے گا۔ ارشادِ باری ہے ؛

لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ (۲۰/۶۱) اللہ پر جھوٹ افترا نہ کرو۔ وہ تمہیں عذاب سے فنا کر دے گا۔

۱۱۔ اَوْبَقَ ، وَبِقَ بمعنی ہلاک ہونا۔ اور مَوْبِق بمعنی ہلاکت کی جگہ۔ قید خانہ۔ دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز (منجد) ادھر آگ ادھر کھائی۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ اور اَوْبَقَ بمعنی ایسے مقام پر پہنچنا جہاں آگے پیچھے ہلاکت ہی ہلاکت نظر آئے اور اَوْبَقَ بمعنی کسی کو ایسی جگہ میں ہلاک کر دینا ارشادِ باری ہے ؛

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا۔ (۱۸/۵۲) اور جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے شریکوں کو جن کی نسبت تم گمان (الوہیت) رکھتے تھے ، بلاؤ تو وہ انہیں بلائیں گے مگر وہ انہیں کچھ جواب نہ دیں گے تو ہم ان کے بیچ میں ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔

۱۲۔ قَصَمَ ، بمعنی پیس ڈالنا۔ توڑ مروڑ کر اور ریزہ ریزہ کر کے تباہ کر دینا (مف) ارشادِ باری ہے ،

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً۔ (۲۱/۱۱) اور بہت سی بستیوں کو جو ستم گار تھیں ہم نے ہلاک کر مارا۔

۱۳۔ فَنِيَ : (فنا ضد بقا) اپنا وجود کھو دینا۔ کچھ باقی نہ رہنا۔ عدم میں چلے جانا (مف) یہ هلك سے بھی اعم ہے۔ هلك میں کسی چیز کا خراب ہونا۔ ہاتھ سے نکل جانا۔ بُری موت مرنا سب کچھ شامل ہے جبکہ فنی کا معنی سرے سے کسی چیز کا اپنا وجود ختم کر دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے ،

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (۵۵/۲۶) جو کچھ بھی زمین پر ہے۔ سب کو فنا ہونا ہے۔

ماحصل : (۱) هَلَكَ ، ہلاک ہونا۔ برباد ہونا۔ جاندار اور بے جان سب کے لیے عام ہے۔

(۲) بَادَ۔ کھیتی کا صحرا میں بدل کر اجڑنا اور ختم ہو جانا۔
(۳) تَرَدّٰى۔ کنوئیں یا گڑھے میں گر کر ہلاکت کو پہنچنا۔
(۴) بَخَعَ۔ کسی غم میں گھل گھل کر ہلاک ہونا۔
(۵) دَمَّرَ۔ اینٹ سے اینٹ بجا دینا۔ اکھاڑ مارنا۔
(۶) دَمْدَمَ۔ ملیامیٹ کر دینا۔ زمین بوس کر دینا۔
(۷) تَبَّبَ۔ آہستہ آہستہ تباہی کی طرف چلتے جانا۔
(۸) تَبَّرَ۔ تہس نہس کر دینا۔ نشان تک مٹا دینا۔
(۹) بَارَ۔ راس المال میں کمی کی وجہ سے تباہ ہونا۔
(۱۰) اَسْحَتَ۔ مفلوک الحالی سے تباہ ہونا۔

(۱۱) اَوْبَقَ - ایسے ہلاکت کے مقام پر ہونا کہ اِدھر آگ ہو اُدھر کھائی۔

(۱۲) قَصَمَ - توڑ موڑ کر رکھ دینا۔

(۱۳) فَنِیَ - اپنا وجود کھو دینا۔ یہ ھلک سے بھی اعم ہے۔

۸- ہلکا ہونا ـــــ کرنا

کے لیے خَفَّ - خَفَّفَ اور اِسْتَخَفَّ - فَتَرَ اور قَصَدَ کے الفاظ آتے ہیں:-

۱- خَفَّفَ - خَفَّ بمعنی ہلکا ہونا (ضد ثَقُلَ بمعنی بوجھل ہونا) مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ خفیف بمعنی وزن کے لحاظ سے ہلکا بھی اور سبک رفتار یا خوش آئند بھی آتا ہے۔ اور ثقیل بمعنی وزن کے لحاظ سے بوجھل بھی اور طبیعت پر گرانبار بھی۔ قَوْلًا ثَقِيلًا (۷۳/۵) بمعنی طبیعت پر گرانبار۔ بھاری ذمہ داری۔ ارشادِ باری ہے؛

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ (۷/۹) — اور جس کے اعمال کا وزن کم ہوا تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنا نقصان کیا۔

اور خَفَّفَ بمعنی تخفیف کرنا۔ بوجھ یا ذمہ داری میں کمی کرنا۔ ہلکا کرنا۔ یہ بھی ہر طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ (۲/۸۶) — نہ تو اُن سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔

اور اِسْتَخَفَّ بمعنی کسی چیز کی قدر و منزلت کو بتدریج ہلکا کرنے کی کوشش کرنا۔ ارشادِ باری ہے؛

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ (۴۳/۵۴) — فرعون نے اپنی قوم کی عقل مار دی تو انہوں نے اس کی بات مان لی۔

۲- فَتَرَ: فَتَرَ بمعنی کسی چیز کی قوت یا رفتار میں بتدریج کمی واقع ہوتے جانا۔ قوت کے بعد کمزوری تیز رفتاری کے بعد آہستہ آہستہ سست رفتاری واقع ہونا (مف) اور فتور بمعنی تیزی کے بعد سستی یا ٹھہراؤ۔ سختی کے بعد نرمی اور قوت کے بعد کمزور پڑ جانا (مف) اور فَتَّرَ بمعنی کسی بوجھ یا رفتار وغیرہ کو بتدریج ہلکا یا کم کرنا۔ ارشادِ باری ہے؛

فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ (۴۳/۷۵) — وہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ (خود بھی) اس بات سے آس توڑے بیٹھے ہوں گے۔

۳- قَصَدَ: کا ایک معنی افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راہ اختیار کرنا بھی ہے (اور اِقْتِصَاد اموال یا دوسری اشیاء کے صرف کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے؛

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ (۳۱/۱۹) — اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کر۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

لَوْكَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا۔ (۹/۴۲) اگر مالِ غنیمت سہل الحصول اور سفر بھی ہلکا ہوتا۔

تو یہاں بھی قَاصِدًا کا معنی درمیانی قسم کا یا واجبی سا فاصلہ ہے۔ یعنی نہ زیادہ دُور اور نہ نزدیک لیکن تقابل اور زیادہ تفصیل سے بچنے کی خاطر اس کا ترجمہ ہلکا کر لیا جاتا ہے۔

ماحصل: (۱) خَفَّفَ، بمعنی کسی بوجھ یا ذمہ داری میں تخفیف یا کمی کر کے ہلکا کرنا۔ اور (۲) فَتَّرَ کسی چیز میں قوت کم ہونے کی وجہ سے اس کی قوتِ کار لو ہلکا کرنا یا کم کرنا۔

(۳) قَصَدَ: بمعنی درمیانی قسم کا۔ معتدل۔ دشوار کے مقابلہ ہلکا۔

۹ — ہلنا — ہلانا

کے لیے حَرَّكَ، هَزَّ، هَشَّ، لَوٰى اور مَخَضَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَرَّكَ، بمعنی حرکت دینا۔ ہلانا۔ اس کا استعمال عام ہے۔ حرکت خواہ کس طرح کی ہو۔ ارشاد باری ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (۷۵/۱۶) (اے محمدؐ) وحی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلایا کرو (کہ اس کو جلد یاد کر لو)

۲۔ هَزَّ، بمعنی درخت کو اس طرح ہلانا کہ اس کا پھل گر پڑے (ف۔ ل ۲/۱۷) پنجابی میں اس کے لیے خاص لفظ ہے۔ جھونٹ یا جھونا مارنا۔ ارشاد باری ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹/۲۴) اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ۔

اور اِهْتَزَّ بمعنی کسی چیز کا اس طرح ہلنا یا حرکت کرنا جیسے اسے کسی نے جھٹکا دے دیا ہو یا جھٹک رہا ہو۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا (۲۸/۳۱) جب موسیٰؑ نے دیکھا کہ ان کی لاٹھی یوں حرکت کرنے لگی ہے گویا وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چل دیے۔

۳۔ هَشَّ، هَشَّ اور هَزَّ دونوں ہم معنی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے هَشَّ صرف نرم اور ہلکی چیز کو ہلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے هَشَّ الْوَرَقَ بمعنی پتے جھاڑنا (مف) اور هشيش بمعنی ہر نرم چیز۔ نرم طبع مرد۔ اور هَشَّ بمعنی تبسم کرنا۔ اور هشاش ایسا آدمی جس کا چہرہ معمولی بات پر کھِل جائے اور خوش ہو جائے (م۔ ق) هشّاش بشّاش مشہور لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ (۲۰/۱۸) موسیٰؑ نے کہا یہ میری لاٹھی ہے میں اس سے ٹیک بھی لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لیے درختوں سے پتے بھی جھاڑتا ہوں۔

۴۔ لَوٰى، لَوَى الْحَبْلَ۔ بمعنی رسی بٹنا۔ اور لَوَيْتُ الْحَيَّةَ بمعنی سانپ کا کنڈلی مارنا (منجد) اور لَوٰى

لِسَانَہٗ بمعنی زبان میں بولتے وقت اس طرح پیچ ڈالنا کہ مطلب کچھ کا کچھ بن جائے (مف) اور لَوّٰی بمعنی کسی چیز کو موڑنا اور مروڑنا۔ موڑ دینا۔ سب معنوں میں آتا ہے۔ اور لَوّٰی رَاْسَہٗ سر کو یوں حرکت دینا جیسے مخاطب کی بات نا قابلِ قبول ہو۔ سر مٹکانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ (۶۳/۵) — اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے مغفرت مانگیں تو سر کو ہلا دیتے ہیں۔

۵۔ نَغَضَ: بمعنی کانپنا۔ ہلنا۔ بے قرار ہونا اور نَغَضَ رَاْسَہٗ بمعنی سر کو تعجب یا مسخری یا پھکپی کی وجہ سے مٹکانا۔ جھٹکا دینا (مف۔ منجد) اور نَغْضٌ بمعنی چلتے وقت کانپنے والا۔ سر کو ہلانے والا (منجد) اور بمعنی سر کو ہلانا (ف۔ل ۱۷۲) اور الانغاض بمعنی سر کو حرکت دینا (م۔ل) ارشاد باری ہے:

فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْکَ رُءُوْسَھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھُوَ قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ قَرِیْبًا (۱۷/۵۱) — تو (تعجب سے) تمہارے آگے سر ہلائیں گے اور پوچھیں گے کہ ایسا کب ہوگا؟ کہہ دو امید ہے کہ جلد ہوگا۔

ماحصل: (۱) حَرَّكَ۔ حرکت دینا۔ ہلانا۔ استعمال عام ہے۔

(۲) ھَزَّ۔ کسی بڑی یا بھاری چیز کو جھٹکا دے کر ہلانا۔

(۳) ھَشَّ۔ کسی ہلکی یا نرم چیز کو جھٹکا دے کر ہلانا۔

(۴) لَوّٰی۔ کسی چیز میں موڑ ڈالنا۔ جھٹکنا۔

(۵) نَغَضَ۔ سر کو تعجب، مسخری یا پھکپی کی وجہ سے ہلانا۔ یہ لفظ سر کو ہلانے کے لیے خاص ہے۔

۱۰۔ ہم آہنگی ۔۔۔ ہونا

کے لیے قَرِیْن، اَتْرَاب، سَمِیّ، کُفُوٌ، صَفّ اور ضَاھٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَرِیْن: قرن (ج قرون) بمعنی زمانہ۔ دَور (تفصیل "زمانہ" میں دیکھیے) اس لحاظ سے قرین کا معنی ہم عمر کیا جاتا ہے۔ اور قَرَنٌ بمعنی وُہ ایک رسی جس سے دو اونٹوں کو باندھ دیتے ہیں۔ قَرَنَ الثَّوْرَیْنِ بمعنی دو بیلوں کو پنجالی میں جوتنا۔ اس لحاظ سے قرین کا معنی ہم نشین کیا جاتا ہے۔ ایسا ساتھی جو ہم نوالہ و ہم پیالہ ہو (ج قرناء) اور اس کا استعمال اکثر بُرے مفہوم میں ہی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَہٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا (۴/۳۸) — اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو (اس میں کچھ شک نہیں کہ) وُہ بُرا ساتھی ہے۔

۲۔ اَتْرَاب: تُرَاب بمعنی خاک مٹی۔ اور تَرِبَ بمعنی خاک آلود ہونا بھی اور محتاج و مفلس ہونا بھی۔ اور اَتْرَبَ بمعنی مالدار ہونا بھی۔ اور تندرست ہونا بھی (لغت اضداد) (منجد) اور تَادَبَ بمعنی

ایک ساتھ مٹی میں کھیلنا۔ ہم عمر ہونا۔ دوست ہونا۔ اور تِرب بمعنی ہم عصر۔ ہم عمر۔ دوست۔ ساتھی (ج اتراب) اور تِرب کا مؤنث تِربۃ (ج اتراب) صدیقہ اور ہم عمر عورت۔ ہم زاد۔ ہم سن (م۔ق) اتراب کا لفظ اکثر عورتوں کے لیے آتا ہے (منجد) گویا اتراب سے مراد ایسی دوست اور ہم عمر عورتیں ہیں جن میں مزاج کی بھی پوری ہم آہنگی پائی جاتی ہو۔ قرآن میں ہے:

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا۔ (۵۶/۳۶-۳۷) — ہم نے ان حوروں کو کنواریاں بنایا جو شوہروں سے بہت پیار کرنے والی بھی ہوں گی اور ہم عمر بھی۔

۲۔ سَمِیٌّ، اسم بمعنی نام اور سَمِیٌّ بمعنی ہم نام۔ ایسے دو یا زیادہ اشخاص جن کا نام ایک ہی ہو۔ ارشاد باری ہے:

اِسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (۱۹/۷) — اس کا نام یحیٰی ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔

۴۔ کُفُو: (کفأ) کُفو اور کُفی بمعنی ہم پایہ اور ہم پلہ۔ برابر (منجد) اور بمعنی مثل۔ نظیر۔ جوڑ (م۔ق) اور بمعنی مرتبہ و منزلت میں دوسرے کا ہم پلہ ہونا۔ اور کِفاءٌ کپڑے کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو اس جیسے دوسرے ٹکڑے سے ملا کر خیمہ کے پچھلی طرف ڈال دیا جاتا ہے۔ کُفو کا لفظ عموماً نکاح یا رشتہ کے وقت یا لڑائی کے دوران بولا جاتا ہے۔ فُلَانٌ كُفُوٌ لِفُلَانٍ، یعنی فلاں شخص فلاں کے جوڑ کا یا ہمسر ہے (مف) ارشاد باری ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ (۱۱۲/۴) — اور اس (اللہ تعالیٰ) کے جوڑ کا کوئی نہیں۔

۵۔ صَفَّ بمعنی صف بنانا۔ سیدھی قطار بنانا۔ اور صَفَّفَ بمعنی قطار کو سیدھا کرنا اور رکھنا (م۔ق) صَفّ (مصدر) بمعنی ہر شے کی سیدھی قطار۔ کلاس۔ صف بستہ قوم (منجد) ارشاد باری ہے:

وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (۸۹/۲۲) — اور تمہارا پروردگار جلوہ فرما اور فرشتے صف بستہ ہو کر آموجود ہوں گے۔

پھر اس صف میں حالت کی جو ہم آہنگی پائی جاتی ہے اس کا اطلاق اور بھی کئی صورتوں میں ہوتا ہے۔ مثلاً اَلصَّافَّةُ مِنَ الْاِبِلِ (ج صافّات اور صَوَافّ) پاؤں کو قطار میں کرنے والا اونٹ اور صافّ (من الابل) بمعنی ایک قطار میں ٹانگیں رکھے ہوئے اونٹ۔ اسی طرح صَفَّ الطّیر بمعنی پرندوں نے اپنی اڑان میں اپنے پروں کو قطار کی طرح سیدھا کر دیا۔ اور پرندوں کا اپنے پروں کو ہوا میں پھیلا دینا اور بالکل حرکت نہ دینا بھی ہے جبکہ سب ایک ہی حالت میں ہوں۔ ارشاد باری ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ۔ (۶۷/۱۹) — کیا انہوں نے اپنے سروں پر اڑتے جانوروں کو نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلائے رہتے ہیں۔ پھر انھیں سکیڑ بھی لیتے ہیں۔ خدا کے سوا انہیں کوئی تھام نہیں سکتا۔

۔ ضَاھٰی: ضَاھَی الرَّجُلَ۔ بمعنی شَاکَلَہٗ وَشَابَھَہٗ یعنی کسی شخص کا دوسرے سے ہم شکل ہونا یا عادات واطوار میں مشابہ ہونا۔ اور ضِھِیؓ بمعنی ہم شکل آدمی۔ (م۔ق۔مف۔منجد)
ارشاد باری ہے:

یُضَاھِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (۹/۳۰) — پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے۔ (جالندھری)
ریس کرتے ہیں بات ان لوگوں کی جو کافر ہوئے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) قرین۔ ہم عمر یا ہم نشین ساتھی۔ (۴) کُفْو۔ قدر و منزلت میں ہم پلّہ۔ ہمسر۔ برابر کی چوٹ
(۲) اتراب۔ ہم عمر اور ہم مزاج دوست یا سہیلیاں۔ (۵) صَفّ۔ قطار بندی اور حالت میں ہم آہنگی۔
(۳) سَمِیّ۔ ہم نام۔ (۶) ضاھی۔ شکل وصورت یا عادات و اطوار میں ہم آہنگی۔

۱۱۔۔۔۔ ہمت ہارنا

کے لیے فَشِلَ اور اِسْتَکَانَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ فَشِلَ: بمعنی لڑائی اور شدت کے وقت بزدلی دکھانا (منجد) ہمت ہارنا۔ جی چھوڑنا۔ نامردی دکھانا۔ کمزوری اور بزدلی دکھانا۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰۤی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ (۳/۱۵۲) — یہاں تک کہ تم نے ہمت ہاردی اور حکم (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے۔ نامردی کی (عثمانیؒ)

۲۔ اِسْتَکَانَ: بمعنی پوری محنت کے بعد تھک کر اور کمزور ہو کر بالآخر ہمت ہار دینا۔ عاجز ہو جانا۔ ہمت کا جواب دے جانا۔ مطیع ہو جانا۔ دب جانا۔ ارشاد باری ہے:

فَمَا وَھَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَکَانُوْا۔ (۳/۱۴۶) — تو جو مصیبتیں انہیں اللہ کی راہ میں پہنچیں، ان پر انہوں نے نہ بزدلی کی، کمزوری دکھائی اور نہ ہی (کافروں سے) دبے۔

ماحصل: ابتدا ہی میں دل چھوڑ دینے اور ہمت ہار دینے کے لیے فشل اور اپنی قوت صرف کر چکنے کے بعد ہمت ہارنے پر استکان آئے گا۔

۱۲۔۔۔۔ ہموار کرنا

کے لیے سَطَحَ، دَکَّ اور مَرَّدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سطح کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) پھیلانا یا بچھانا (۲) پھر اسے ہموار کرنا۔ اور سَطَحَ الْبَیْتَ بمعنی گھر کی چھت کو ہموار کرنا۔ اور مِسْطَحٌ بمعنی ہموار کرنے کا آلہ یا اوزار اور سطح بمعنی مکان کی چھت کا اوپر کا حصہ (منجد) امام راغب کے الفاظ میں اَعْلَی الْبَیْتِ جُعِلَ سَوِیًّا (مف) ارشاد باری ہے:

وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (۸۸/۲۰) اور (کیا وہ نہیں دیکھتے) زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی۔

۲- دَكَّ کے بنیادی معنی (۱) کوٹنا (۲) پھر اسے ہموار کر دینا (م-ل) یعنی کسی چیز کو کوٹ کر زمین کے برابر کر دینا (مف) ارشاد باری ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ - (۱۸/۹۸) پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آ پہنچے گا تو اس (سدِ ذوالقرنین) کو ڈھا کر پیوند خاک کر دے گا۔

۳- مَرَّدَ: مَرِدَ الْغُلَامُ بمعنی لڑکے کا بے ریش ہونا۔ اور مَرَّدَ الْغُصْنَ بمعنی ٹہنی کے پتے صاف کرنا۔ اور مَرَّدَ الْبِنَاءَ بمعنی عمارت کو ہموار اور چکنا کرنا (مف۔ منجد) ارشاد باری ہے:

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ- (۲۷/۴۴) سلیمانؑ نے کہا یہ (الیا محل) ہے جو شیشے جڑے ہونے کی وجہ سے ہموار بنا دیا گیا ہے۔

ماحصل: (۱) سطح۔ بچھانا اور ہموار کرنا۔ (۳) مَرَّدَ، ہموار اور چکنا کرنا۔
(۲) دَكَّ۔ ریزہ ریزہ کر کے زمین کے ہموار کرنا۔

۱۳ —— ہمیشہ

کے لیے سرمد اور ابد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- سَرْمَد: بمعنی دائم۔ ہمیشہ (مف) سَرْمَدِيٌّ بمعنی جس کا نہ اوّل ہو نہ آخر (منجد) ہمیشہ کسی چیز کا ایک ہی حالت میں رہنا اور اس میں کچھ تغیر و تبدل نہ ہونا (فق ل ۹۵) ارشاد باری ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ (۲۸/۷۱) آپ کہہ دیجیے۔ بھلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ تم پر تا روزِ قیامت ہمیشہ رات ہی رہنے دے تو دوسرا کون اللہ ہے جو تمہارے لیے روشنی لائے گا؟

۲- اَبَدٌ: (ضد ازل) زمانہ دراز کا پھیلاؤ۔ مسلسل جاری رہنے والی مدت (مف) ظرف زمان ہے جو مستقبل میں نفی اور اثبات دونوں کی تاکید کے لیے آتا ہے۔ مثلاً اَفْعَلُهٗ اَبَدًا میں اسے ضرور کرتا رہوں گا اور لَا اَفْعَلُهٗ اَبَدًا بمعنی میں اسے کبھی بھی نہ کروں گا (منجد) اور اَبَد سے پہلے خَلَدَ مزید تاکید کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (۹۸/۸) وہ اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (۶۲/۷) یہودی جو کچھ کرتوت کر چکے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ موت کی کبھی بھی آرزو نہ کریں گے۔

ماحصل: (۱) سرمد۔ ظرف زمانی۔ صرف اثبات کے لیے اور بلا تغیر کسی حالت کے مسلسل رہنے کیلئے آتا ہے۔
(۲) اَبَدًا۔ ظرف زمانی۔ مستقبل میں نفی و اثبات دونوں کی تاکید اور حالت اور کام کے تسلسل کے لیے آتا ہے۔

۱۴۔ ہمیشہ ہونا۔ رہنا

کے لیے خَلَدَ۔ وَصَبَ۔ ظَلَّ۔ اِسْتَمَرَّ اور ان کے علاوہ افعالِ ناقصہ میں سے دَامَ۔ مَازَالَ۔ اَبْرَحُ اور فَتَأَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَلَدَ: کا لفظ ہمیشگی کے لیے نہیں بلکہ کسی چیز کا اپنی ابتداء سے عرصۂ دراز تک تغیر و فساد پیدا نہ ہونے کے لیے آتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اَبَدَ کے ساتھ تاکید کے لیے آتا ہے اور جہاں محض عرصۂ دراز مقصود ہو تو صرف یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ابدا کا لفظ ساتھ نہیں آتا۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (۹۸/۶)
اور جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک۔ وُہ دوزخ کی آگ میں پڑیں گے اور وُہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور اسی سورہ میں جہاں مومنوں کی جزا کا ذکر کیا تو فرمایا:

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (۹۸/۸)
ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وُہ ابدالآباد ان میں رہیں گے۔

اور اَخْلَدَ اور خَلَّدَ دونوں کسی چیز کے ایک حالت پر طویل عرصہ تک برقرار رہنے یا ایک ہی حالت میں رہنے کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ (۱۰۴/۳)
اس کا خیال ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا (موجب ہوگا)

دوسرے مقام پر فرمایا:

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ (۵۶/۱۷)
نوجوان خدمتگزار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے ان کے آس پاس پھریں گے۔

۲۔ وَصَبَ: ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی محض کسی چیز کا ایک حالت پر دوام ہے (م۔ل) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک شدۃ الوجع (ف۔ل۔۴۸) یعنی درد کی شدت اور صاحب منجد کے نزدیک الواصب بمعنی بہت دور تک پھیلا ہوا بیابان اور وَصَبَ بمعنی دائم ہونا ثابت ہونا۔ اور دوائم المریض ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ (۳۷/۹)
اور ان کے لیے عذاب دائمی ہے۔

دیکھیے یہاں واصِبٌ کے معنی میں دوام، شدت الوجع اور پھیلاؤ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ مگر بعد میں یہ لفظ شدت الوجع کا معنی چھوڑ کر محض شدت یا مضبوطی اور وسعت و دوام کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا (۱۶/۵۲)
اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اور اسی کی حاکمیت کو دوام ہے۔

۳۔ ظَلَّ: بمعنی ہمیشہ رہنا۔ ظَلَّ الیوم۔ دن کا سایہ دار ہونا۔ سارا دن سایہ رہنا۔ ظَلَل بمعنی پانی جو ہمیشہ درختوں کے سایہ میں رہے۔ اور ظَلیل بمعنی سایہ دار۔ ہمیشہ سایہ والا۔ اور ظَلَّۃٌ اسم مرہ۔ اقامت (منجد) ظَلِلْتُ اور ظَلْتُ (ایک لام کے ساتھ) یہ اصل میں اس کام کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو دن کے وقت کیا جائے۔ مگر کبھی بمعنی صِرْتُ یعنی ہو جانا یا رہ جانا کے معنی میں بھی آجاتا ہے (مف) اور ظَلَّ بمعنی کسی کام کو سارا دن کرنا یا سارا دن ایک ہی جیسی حالت رہنا (م۔ق) گویا ظَلَّ میں دن بھر یا کچھ مدت تک کے لیے دوام پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاکِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖ (۴۲/۳۳) — اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے اور جہاز سمندر کی سطح پر کھڑے رہ جائیں (جالندھری) پھر رہیں سارا دن ٹھہرے ہوئے

۴۔ اِسْتَمَرَّ: مَرَّ بمعنی گزرنا۔ جانا۔ کسی چیز کے پاس سے گزر جانا (مف۔منجد) اور اِسْتَمَرَّ بمعنی ایک حالت یا طریقہ پر باقی رہنا۔ ہمیشگی کرنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (۵۴/۲) — اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے (جالندھری)

جادو ہے پہلے سے چلا آتا (عثمانی)

ماحصل:

(۱) خَلَدَ: طویل مدت تک بلا تغیر ایک ہی حالت میں رہنا۔

(۲) وَصَبَ: میں دوام کے ساتھ وسعت اور مضبوطی پائی جاتی ہے۔

(۳) ظَلَّ: دن بھر کوئی کام کرنا۔ یا سارا دن ایک جیسی حالت رہنا۔

(۴) اِسْتَمَرَّ: شروع سے اب تک کسی حالت یا طریقہ کا بدستور رہنا۔

حروف نافیہ کے ساتھ ہمیشگی کا معنی دینے والے الفاظ

۵۔ دَامَ: دَوَامٌ بمعنی سکون اور مَاءُ الدَّائِمِ بمعنی کھڑا پانی جس میں کچھ حرکت نہ ہو۔ اور دام الشیئ بمعنی کسی چیز کا عرصہ دراز تک بلا تغیر ایک ہی حالت میں رہنا (مف) اور دوام بمعنی ہمیشگی۔ یہ فعل بسا اوقات کسی دوسری حالت کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔ یعنی جب تک یہ حالت رہے گی تو یہ بھی برقرار رہے گی۔ اس وقت اس پر مَا کا حرف داخل ہوتا ہے اور مَادَامَ "جب تک کہ" کا معنی دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا (۵/۲۴) — بنی اسرائیل کہنے لگے۔ موسیٰ! جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں ہم وہاں کبھی بھی داخل نہ ہوں گے۔

۶۔ زَالَ: بمعنی زائل ہونا۔ ٹل جانا۔ اور زوال بمعنی ڈھل جانا۔ یہ لفظ لَا اور مَا نافیہ کے ساتھ مل کر ہمیشگی کا معنی دیتا ہے اور ان معنوں میں ہمیشہ لَا اور مَا کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے (مف) اور ظرف زمانی کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ — اور چند لوگوں کے سوا تم ہمیشہ ان یہود کی ایک نہ ایک

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (۵/۱۳)	خیانت کی خبر پاتے رہو گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ (۲۱/۱۵)	تو وہ ہمیشہ اسی طرح پکارتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کی طرح کا ڈھیر بنا دیا۔

۷۔ اَبْرَحَ: بَرِحَ کی ضد بَرَزَ ہے۔ اور بَرَزَ بمعنی کھلے میدان میں سامنے آجانا۔ اور بَرِحَ بمعنی کھلے میدان سے ہٹ جانا (مف) صرف مضارع استعمال ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ جب نفی کا لفظ لَا یا لَنْ آئے تو ظرف مکانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ حَتّٰی کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ (۱۸/۶۰)	اور جب موسیٰؑ نے اپنے نوجوان ساتھی سے کہا جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر نہ پہنچ جاؤں ہٹنے کا نہیں!

دوسرے مقام پر فرمایا:

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (۲۰/۹۱)	بنو اسرائیل حضرت ہارونؑ سے کہنے لگے جب تک موسیٰؑ ہمارے پاس واپس نہ آجائیں تو ہم برابر اسی جگہ پر لگے بیٹھے رہیں گے۔

۸۔ فَتَأَ: بمعنی کسی کو کسی کام سے روک دینا۔ لَا اور مَا نافیہ اس پر داخل ہو تو کسی کام کے مسلسل کئے جانے کے معنی دیتا ہے۔ کہتے ہیں مَا فَتَأَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔ وہ ہمیشہ یہ کرتا رہا۔ حَتّٰی کے ساتھ عموماً مشروط ہوتا ہے۔ صرف ماضی اور مضارع استعمال ہوتا ہے (منجد) ظرف زمان کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں یہ لفظ صرف ایک بار آیا ہے مگر وہاں بھی لَا محذوف ہے (جلالین و جامع البیان)

ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ۔ (۱۲/۸۵)	برادرانِ یوسفؑ باپ سے کہنے لگے، واللہ آپ یوسفؑ کو اسی طرح یاد ہی کرتے رہیں گے پھر یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے۔

ماحصل: (۵) دَامَ، صرف ماضی مَا سے مشروط۔ حالت کی تبدیلی کے لیے۔ ظرف مکانی و زمانی دونوں کے لیے
(۶) اَبْرَحَ: صرف مضارع۔ لَا اور لَنْ نفی کے ساتھ اور حَتّٰی سے مشروط۔ ظرف مکانی کے لیے آتا ہے۔
(۷) زَالَ، ماضی اور مضارع لَا اور مَا نافیہ ظرف زمانی کے لیے۔
(۸) فَتَأَ 〃 〃 حَتّٰی سے مشروط 〃 〃

۱۵۔ ہنسنا

کے لیے ضَحِكَ اور تَبَسَّمَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ضَحِكَ، آواز کے ساتھ منہ کھول کر ہنسنا جس سے دانت نظر آجائیں (منجد) ارشاد باری ہے:

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ (۱۱/۷۱) اور ابراہیمؑ کی بیوی جو پاس کھڑی تھی۔ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق کی خوشخبری دی۔

۲۔ تَبَسَّمَ: بَسَمَ اور تَبَسَّمَ بمعنی مسکرانا (منجد) بغیر آواز تھوڑا سا ہنس دینا جس سے انبساط کے آثار نظر آئیں۔ قرآن میں ہے:

تَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا (۲۷/۱۹) سلیمانؑ چیونٹی کی اس بات سے مسکرائے پھر ہنسنے لگے۔

۱۶۔ ہوا اور اُس کی اقسام

ہوا کے لیے معروف لفظ رِیْح (ر و ح) ہے۔ ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی ہوا اور حرکت کرنا ہے (م ۔ ل) مگر یہ اس سے زیادہ وسیع معنوں میں قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

(۱) بمعنی ہوا معروف معنوں میں جو حرکت کرتی ہے (ف ل ۱۷۲) ارشاد باری ہے:

اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ (۴۲/۳۳) اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔

(۲) بمعنی بو یا خوشبو۔ قرآن میں ہے:

اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ (۱۲/۹۴) مجھے تو یوسفؑ کی بُو آرہی ہے۔

(۳) بمعنی رعب اور دبدبہ۔ جیسے فرمایا:

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (۸/۴۶) اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

اور رِیْح کی جمع رِیَاح ہے۔ جب اِرْسَالُ الرِّيَاح کا لفظ ہو تو وہاں رحمت کی ہوائیں مراد ہوتا ہے۔ اور اگر اِرْسَالُ الرِّيْح مذکور ہو یعنی واحد کا صیغہ استعمال ہو تو اس سے مراد عذاب دینے والی ہوا ہوتی ہے (مف) اب ہم اسی لحاظ سے ان کی الگ الگ تقسیم کرتے ہیں۔

خوشگوار ہوائیں

کے لیے رَوْح، رَيْحَان، مُبَشِّرَات اور لَوَاقِح کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ رَوْح: بمعنی بادِ نسیم۔ رحمت۔ خوشی۔ آرام۔ مدد اور يَوْمٌ رَوْحٌ بمعنی خوشگوار دن (منجد) اور امام راغب کے نزدیک رُوْح اور رَوْح دراصل ایک ہی ہیں۔ اور رُوْح کا اطلاق سانس پر ہوتا ہے۔ اور اَرَاحَ الْاِنْسَان کے معنی کسی شخص کے سانس لینے کے ہیں۔ اور راحت حاصل کرنے کے بھی (مف) رَوْح کے مختلف معانی پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا معنی اللہ کے احسانات اور انعامات کی مسلسل جاری رہنے والی رَو ہے جو انسان کے لیے راحت و آرام کا سبب بنتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَيْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (۱۲/۸۷) — اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا کیونکہ اس کی رحمت سے ناامید صرف کافر لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔

۲۔ رَیْحَان: بمعنی ہر خوشبودار پودا۔ روزی۔ معیشت (منجد) اور رائحۃ بمعنی مہکنے والی خوشبو اور رَیْحَانَۃ بمعنی پھولوں کا گلدستہ (منجد) ان معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ریحان سے مراد رزق یا کھیتی سے حاصل شدہ خوردنی اشیاء ہوں تو ان سے مراد ایسی چیزیں ہیں جن کی مہک اور بُو خوشگوار ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ۔ (۵۶/۸۹) — تو اس کے لیے راحت اور خوشبودار پھول اور نعمت کے باغ ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ۔ (۵۵/۱۲) — اور اناج جس کے اندر بھس ہوتا ہے اور خوشبودار پھول (جالندھری) کھانے کا اناج (مف)

۳۔ مُبَشِّرَات: نزولِ رحمت یا بارانِ رحمت کی خوشخبری دینے والی ہوائیں۔ بارش سے پہلے کی مرطوب اور خوشگوار ہوا (ف سل ۲۵۴) ارشادِ باری ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ (۳۰/۴۶) — اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت کے مزے چکھائے۔

۴۔ لَوَاقِح: (واحد لاقحہ) لقح بمعنی باربردار ہوا۔ اور یہ بوجھ دو طرح کا ہو سکتا ہے (۱) پانی کا بوجھ جو ہوائیں برسنے سے پہلے اٹھائے پھرتی ہیں (۲) نر درخت کے تخم کا بوجھ جو وہ مادہ درخت پر جا کر ڈال دیتی ہیں (م ل) قرآن میں یہ لفظ صرف پہلے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (۱۵/۲۲) — ہم نے باربردار ہوائیں چلائیں پھر آسمان سے بارش نازل کی۔

ناگوار ہوائیں

کے لیے عَاصِفٌ، قَاصِفٌ، حَاصِبٌ، سَمُوْمٌ، اِعْصَارٌ، حُسْبَان، نَفْحَۃ، صَرْصَر اور رِيْحٌ عَقِيْمٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۵۔ عَاصِف: عَصْف بمعنی بھوسی۔ بھوسہ۔ خشک نباتات جو ٹوٹ کر چورا چورا ہو جائے (مف) اور عَاصِفَۃ اس تیز ہوا یا آندھی کو کہتے ہیں جو بھوسہ یا اس کے برابر کی چیزوں کو اڑاتی پھرے۔ ارشادِ باری ہے:

حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ — یہاں تک کہ تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور کشتیاں

بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ (۱۰/۲۲)	پاکیزہ ہوا کے نرم نرم جھونکوں سے سواروں کو لیکر چلنے لگتی ہیں۔ وُہ اس سے خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں تیز آندھی چل پڑتی ہے اور ہر طرف سے لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔ اور انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب وہ ان میں گھر گئے۔

۶۔ حَاصِبٌ: حَصَبَ بمعنی پتھر کنکر اور حَاصِبَۃ اتنی تیز آندھی کو کہتے ہیں جو پتھر کنکر اڑاتی پھرے (ف ل ۲۵۲) اور اَحْصَبَ الفرس بمعنی گھوڑے کا اتنا تیز دوڑنا کہ اس کے پاؤں سے کنکریاں ہوا میں اُڑنے لگیں (م۔ق) ارشاد باری ہے:

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (۱۷/۶۸)	کیا تم اس بات سے بے خوف ہو کہ خدا تمہیں خشکی کی طرف (لے جا کر زمین میں) دھنسا دے یا تم پر سنگریزوں بھری آندھی چلا دے۔

۷۔ قَاصِف: قَصَفَ بمعنی توڑنا اور ٹوٹنا (م۔ل) اور قَاصِف وُہ تند و تیز آندھی ہے جو درختوں وغیرہ کو توڑ دے (مف) آندھی کا طوفان۔ گرجدار آندھی۔ ارشاد باری ہے:

فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ (۱۷/۶۹)	پھر تم پر تیز و تند آندھی بھیجے جو تمہارے کفر کے سبب تمہیں تباہ کر دے۔

۸۔ سَمُوْم: سخت گرم ہوا۔ لُو۔ جو اجسام کو جھلس دے (ف ل ۲۵۴) ارشاد باری ہے:

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (۵۲/۲۷)	تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لُو کے عذاب سے بچا لیا۔

۹۔ اِعْصَار: وُہ تند و تیز ہوا جو فضا میں چکر کاٹے (مف) اور بمعنی گرد و غبار سے پُر ایسی تیز ہوا جو سیدھا آسمان کا رُخ کرے (ف ل ۲۵۲) بگولا۔ پنجابی وا ورولا۔ قرآن میں ہے:

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ (۲/۲۶۶)	پھر اس باغ میں ایک بگولا پہنچا۔ جس میں آگ تھی تو وُہ اُسے خاکستر کر گیا۔

۱۰۔ حُسْبَان: حَسَبَ بمعنی حساب کرنا۔ گننا۔ شمار کرنا۔ اور حُسْبَان بمعنی ایسا عذاب جو حساب چکانے کو کافی ہو۔ اور حُسْبَان کا معنی مختلف اہل لغت نے مختلف کیا ہے۔ تاہم یہ عذاب ہوا کے عذاب ہی سے متعلق ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا (۱۸/۴۰)	اور اللہ اس باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے تو یہ باغ میدان صاف بن جائے۔

۱۱۔ نَفْحَۃٌ بمعنی سرد جھونکا۔ جیسے دھونکنی سے ایک بار میں ہوا نکلتی ہے۔ بھانپ۔ پھونک شدید سرد ہوا کی لپٹ اور اس کی ضد لَفْحَۃٌ (گرم لو کی لپٹ) ہے (ف ل ۲۹) قرآن میں ہے:

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ	اگر انھیں تمہارے پروردگار کے عذاب کی ایک

رَبِّكَ (۲۱/۴۶) — بھانپ بھی پہنچ جائے۔

۱۲۔ صَرْصَرٌ: سخت ٹھنڈی ہوا۔ تیز اور سائیں سائیں کرنے والی ٹھنڈی ہوا۔ سناٹے کی ہوا۔ پنجابی سِیت (ف۔ل ۴۷، ۴۷، ۲۵۴) ارشاد باری ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (۵۴/۱۹) — ہم نے ان پر ایک منحوس دن میں ٹھنڈی سناٹے کی ہوا بھیجی۔

۱۳۔ رِيْحُ الْعَقِيْمِ: (لاقحۃ کی ضد) یعنی جو نہ تو بارش یا بادل اٹھانے والی ہو اور نہ تخم ریزی کرنے والی ہو (ف ل ۴ ۲۵) خیر سے خالی ہوا۔ جس کا نقصان ہی نقصان ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (۵۱/۴۱) — اور عاد (کی قوم کے حال) میں بھی ایک نشانی ہے جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا چلائی۔

ماحصل: (۱) رَوْحٌ: رحمت۔ اللہ کے احسانات و انعامات کی مسلسل رواں لہر۔
(۲) رِيْحَانٌ: خوشبودار پھول۔ پودے فصل۔
(۳) مُبَشِّرَاتٌ: بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں۔
(۴) لَوَاقِحُ: باربردار ہوائیں۔
(۵) عَاصِفٌ: بھوسے تنکے اڑانے والی آندھی۔
(۶) حَاصِبٌ: پتھر کنکر اڑانے والی آندھی۔
(۷) قَاصِفٌ: درختوں تک توڑ دینے والی آندھی کا طوفان۔
(۸) سَمُوْمٌ: لُو۔ سخت گرم چلنے والی ہوا۔
(۹) اِعْصَارٌ: بگولا۔
(۱۰) حُسْبَانٌ: ہوا کا کوئی عذاب جو حساب چکانے کو کفایت کرے
(۱۱) نَفْحَةٌ: بھانپ۔ سخت سرد ہوا کی صرف ایک لہر
(۱۲) صَرْصَرٌ: سناٹے کی ٹھنڈی ہوا۔
(۱۳) رِيْحُ الْعَقِيْمِ: ایسی ہوا جو خیر سے خالی ہو اور اسکا نقصان ہی نقصان ہو

۱۷۔ ہونا

کے لیے کَانَ[۱]، اَصْبَحَ[۲]، صَدَرَ[۳] اور اَصْدَرَ اور وَقَعَ[۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ كَانَ: بمعنی ہے، ہو گیا اور تھا۔ کَانَ ماضی اور حال کا معنی دیتا ہے۔ اور اس کا مضارع یکون حال اور مستقبل دونوں کا۔ ابن الفارس کے نزدیک کَانَ کا معنی اخبار عن حدوث الشیء (م ل) ہے یعنی کسی نئی بات کے وجود میں آنے کی خبر دینا۔ ارشاد باری ہے:

اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (۲/۳۴) — مگر ابلیس نے خدا کا حکم نہ مانا اور وہ کافروں سے ہو گیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا (۷۶/۷) — اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہو گی، خوف رکھتے ہیں۔

نیز کَانَ فعل ناقص کی صورت میں بھی آتا ہے۔ ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی بعید کے معنوں میں بدل دیتا ہے۔ کَانَ ذَهَبَ بمعنی وہ گیا تھا اور مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی استمراری

میں بدل دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۲/۵۹) — تو ہم نے اُن ظالموں پر عذاب نازل کیا، کیوں کہ وُہ نافرمانی کرتے تھے۔

۲۔ اَصْبَحَ ، بمعنی ہوگیا۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی تبدیلی کے لیے یا ایک صفت سے دوسری صفت کی تبدیلی کے لیے آتا ہے (م۔ق) اَصْبَحَ الْحَقُّ بمعنی حق ظاہر ہوگیا (منجد)

ارشاد باری ہے؛

فَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا (۲۸/۱۰) — موسیٰؑ کی ماں کا دل بے قرار (صبر سے خالی) ہوگیا۔

۳۔ صَدَرَ ؛ (صَدَرَ) کسی کام کے بخیر و خوبی سرانجام پانے پھر اس سے فراغت کے بعد واپسی پر بولا جاتا ہے (مف) ارشاد باری ہے؛

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ (۹۹/۶) — اس دن لوگ گروہ گروہ ہوکر آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھلا دیے جائیں۔

دوسرے مقام پر ہے؛

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ (۲۸/۲۳) — وہ دونوں کہنے لگیں ہم اس وقت تک (اپنی بکریوں کو) پانی نہیں پلائیں گی جب تک کہ دوسرے چرواہے پلا کر واپس نہ چلے جائیں۔

۴۔ وَقَعَ کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) کسی چیز کا ثابت ہونا (۲) نیچے گرنا۔ اور واقعۃ عام طور پر ایسے حادثہ کو کہتے ہیں جس میں شدت اور سختی ہو۔ قرآن میں اس لفظ کا استعمال عذاب، مکروہات اور شدائد کے لیے ہوا ہے (مف) جیسے فرمایا؛

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (۷۰/۱) — ایک طلب کرنے والے نے عذاب طلب کیا جو نازل ہوکر رہے گا۔

دوسرے مقام پر ہے؛

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا (۲۷/۸۵) — اور ان کے ظلم کے سبب اُن کے حق میں وعدۂ عذاب پورا ہوکر رہے گا۔

ماحصل؛ (۱) كَانَ ، حدوث کی اطلاع کے لیے (۳) صُدُوْر ، کسی کام سے بخیر و خوبی فراغت پانے پر۔ (۲) اَصْبَحَ ، حالت یا صفت کی تبدیلی کے لیے۔ (۴) وَقَعَ ، کسی ناگوار امر کے وقوع میں آنے کیلئے آتا ہے!

۱۔۔۔ یا

کے لیے اَوْ۔ اَمْ اور اِمَّا یا اَمَّا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَوْ: دو یا زیادہ چیزوں میں سے ایک چیز بتلانے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ (۲/۲۵۹) — یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر سے گزرا۔

۲۔ اَمْ: حرفِ عطف۔ ہمزہ استفہام کے بعد برابری کے معنی میں آتا ہے (منجد مع) قرآن میں ہے:

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ (۷۹/۲۷) — کیا بلحاظ پیدائش تم سخت تر ہو یا آسمان؟

۳۔ اِمَّا: دو چیزوں میں سے ہر ایک چیز بتلانے کے لیے آتا ہے اور تکرار کے ساتھ آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (۷۶/۳) — ہم نے انسان کو رستہ دکھلایا۔ اب یا تو شکر گزار بنے یا ناشکرا۔

۲۔ یاد کرنا۔۔۔ آنا۔۔۔ رکھنا

کے لیے ذَكَرَ اور اِدَّكَرَ، حَفِظَ اور وَعٰى کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ذَكَرَ: بمعنی زبان پر یا دل پر کسی بات کا حاضر ہونا۔ خواہ کوئی بات یاد رہے یا نسیان کے بعد یاد آئے (مف) اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (۱۹/۶۷) — کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو پہلے بھی تو پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی چیز نہ تھا۔

اور اِدَّكَرَ بمعنی کسی بھولی بسری بات کا یاد آنا۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ (۱۲/۴۵) — اور دونوں قیدیوں میں سے جو رہائی پا گیا تھا کہنے لگا اور اسے مدت کے بعد بات یاد آگئی۔

۲۔ حَفِظَ: کسی بات کا یاد رکھنا اور پھر اس کا دھیان رکھنا (م۔ل) کسی چیز کو ضائع اور تلف ہونے سے بچانا۔ خراب ہونے سے محفوظ رکھنا (مف) ارشاد باری ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (۲/۲۳۸) — (اپنی) نمازوں کی حفاظت کرو (خصوصًا) درمیانی نماز کی۔

۴- وَعٰی: بمعنی کسی چیز کو تھیلی وغیرہ رکھ کر اس کا منہ بند کر دینا۔ اس کی حفاظت کرنا اور کچھ نکلنے نہ دینا (مف م ل) اور وِعَاء بمعنی بندھا ہوا سامان۔ ارشاد باری ہے:

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (۶۹/۱۲) تاکہ اس کو تمہارے لیے یادگار بنائیں۔ اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔

ماحصل: (۱) ذَکَرَ، یاد کرنا۔ رکھنا۔ آنا۔ دل میں یاد کرنا یا زبان سے یاد کرنا سب جگہ استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) حفظ، کسی بات کو زبانی یاد کر لینا۔ دل میں محفوظ کرنا پھر اس کا دھیان رکھنا۔ اور بھلا نہ دینا۔

(۳) وعٰی: بمعنی یاد رکھنا اور اس میں کسی طرح کمی بیشی نہ ہونے دینا۔

۴ ـــــ یقین کرنا

کے لیے اَیْقَنَ۔ اِسْتَیْقَنَ اور ظَنَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَیْقَنَ، یقن بمعنی کوئی شک وشبہ باقی نہ رہنا (م ل) اور امام راغب کے نزدیک یقن بمعنی "کسی امر کو پوری طرح سمجھ لینے کے ساتھ ساتھ اس کے پایۂ ثبوت کو پہنچ جانے کے ہیں۔ اور اس کا درجہ معرفت اور درایت سے اوپر ہے (مف) اور ابو الہلال عسکری کے نزدیک یقین کا درجہ علم سے بڑھ کر ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "الیقین سکون النفس و ثلج الصدر بما علم" (فق ل ۶۳) یعنی معلوم چیز پر دل کے سکون اور سینہ کی ٹھنڈک کا نام یقین ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (۲/۴) (مومنوں کی ایک صفت یہ ہے کہ) وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اور استیقن "کسی بات کا تجربہ کے بعد آہستہ آہستہ یقین ہونا" کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ (۲۷/۱۳) پھر جب اُن کے پاس ہماری واضح نشانیاں آئیں تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔ اور انہوں نے (زبان سے) انکار کر دیا جبکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے۔

۲- ظَنَّ، دراصل قرائن و شواہد سے اندازہ کرنے اور گمان کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ اب یہ علامات و شواہد جتنے کمزور ہوں گے تو ظن اتنا ہی کمزور۔ اور جتنے قوی سے ہوں گے تو ظن اتنا ہی قوی ہوگا۔ اس صورت میں ظن قوی یقین ہی کا معنیٰ دیتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ ظَنَّ کے بعد بالعموم اَنَّ یا اَنْ کا لفظ آتا ہے (مف) تفصیل "گمان کرنا" میں دیکھیے) ارشاد باری ہے:

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ (۲/۴۶) اور مومنوں کو خوشخبری دے دیجئے جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔

ماحصل: یقین: کسی امر کو پوری طرح سمجھ لینا اور اس کا پایہ ثبوت کو پہنچ جانا۔ ظَنّ: اَنْ علامات وقرائن سے اندازہ کر کے یقین حاصل کرنا۔

۴۔ یکسُو ہونا

کے لیے حَنَفَ اور تَبَتَّلَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَنِیف۔ حَنَفَ (ضد جَنَفَ) تمام باطل راہوں کو چھوڑ کر استقامت کی طرف مائل ہونا۔ (مف) اور حَنِیف تمام غلط راہوں کو چھوڑ کر صرف ایک سیدھی راہ کی طرف آنے والا۔

ارشاد باری ہے:

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۰/۱۰۵)	اور یہ کہ (اے محمد ﷺ) یکسُو ہو کر دینِ اسلام کی پیروی کیے جاؤ اور مشرکوں میں ہرگز نہ ہونا۔

۲۔ تَبَتِيل: بَتَلَ بمعنی کسی شے کو کاٹ کر کسی سے جدا کرنا (منجد) اور بَتَلَ اور تَبَتَّلَ بمعنی ہر قسم کے دھندوں اور جھمیلوں سے توجہ ہٹا کر اور فراغت پا کر خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ خلوصِ نیت سے عبادتِ الٰہی میں مشغول ہونا (مف) ارشاد باری ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (۷۳/۸)	اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو۔ اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

ماحصل: حَنَفَ: باطل راہوں کو چھوڑ کر اور یکسو ہو کر سیدھی راہ کی طرف آنا۔ اور تَبَتَّلَ بمعنی دنیوی جھمیلوں اور دھندوں کو چھوڑ کر یکسو ہونا۔

ضمیمہ جات مترادفات القرآن

ضمیمہ ۱

اسمائے معرفہ، جو قرآن کریم میں مذکور ہیں!

۱۔ انبیاء و رسل

اجمالی ذکر

قرآن کریم میں جن انبیاء و رسل کا نام آیا ہے وہ ستائیس ہیں۔ بلحاظ حروف تہجی ان کی ترتیب یوں ہے:

آدمؑ۔ ابراہیمؑ۔ ادریسؑ۔ اسحٰقؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ الیاسؑ۔ الیسعؑ۔ ایوبؑ۔ داؤدؑ۔ ذی الکفلؑ۔ زکریاؑ
سلیمانؑ۔ شعیبؑ۔ صالحؑ۔ عزیرؑ۔ عیسٰیؑ۔ لقمانؑ (اختلافی) لوطؑ۔ محمدؐ۔ موسٰیؑ۔ نوحؑ۔ ہارونؑ
ہودؑ۔ یحیٰیؑ۔ یعقوبؑ۔ یوسفؑ۔ یونسؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم نے جہاں بھی انبیاءؑ کا اکٹھا ذکر فرمایا تو ہمیشہ ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہوا تو ساتھ ہی لوطؑ کا ذکر کیا گیا کہ وہ دونوں چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ کا ذکر اکٹھا آتا ہے، کہ حضرت شعیبؑ حضرت موسیٰؑ کے ہم عصر اور ان کے خسر تھے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا اکٹھا ذکر ملتا ہے کہ وہ برادرانِ حقیقی تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کا ذکر ہے کہ موخر الذکر دونوں اُن کے بیٹے تھے۔ پھر یعقوبؑ حضرت اسحاق کے بیٹے تھے اور حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کے۔ اسی طرح حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا ذکر اکٹھا آتا ہے کہ وہ خالہ زاد بھائی اور ہم عصر تھے۔ اب اگر ہم قرآن، تورات اور مختلف کتبِ تواریخ کی چھان پھٹک کے بعد انبیاء و رسل کو زمانہ اور تاریخ کے لحاظ سے ترتیب دیں تو وہ اس طرح بنتی ہے۔

آدمؑ۔ ادریسؑ۔ نوحؑ۔ ہودؑ۔ صالحؑ۔ ابراہیمؑ۔ لوطؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ۔ یوسفؑ
ایوبؑ۔ شعیبؑ۔ موسٰیؑ۔ ہارونؑ۔ ذی الکفلؑ۔ الیسعؑ۔ الیاسؑ۔ داؤدؑ۔ لقمانؑ (اختلافی) سلیمانؑ
عزیرؑ۔ یونسؑ۔ زکریاؑ۔ یحیٰیؑ۔ عیسٰیؑ۔ محمدؐ۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

بنی نوع انسان سے قبل زمین پر جن آباد تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے انہیں نبوت عطا فرمائی۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک جاری رہا۔ اس دوران کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث ہوئے۔

ارشاد باری ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ (۷/۳۵) اے بنی آدم۔ اب رسول تمہیں میں سے آئیں گے۔

پھر نوحؑ تک پہنچ کر سلسلۂ نبوّت نوحؑ کی اولاد سے مخصوص ہوا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ تک پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے مختص ہو گیا۔ اور اس طرح دائرۂ نبوّت تنگ ہوتا گیا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ (۵۷:۲۶)

ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا۔ پھر نبوت اور کتاب کا سلسلہ انہیں کی اولاد سے مختص کر دیا۔

چنانچہ حضرت اسحاقؑ کے بعد انبیاء انہی کی اولاد سے آتے رہے۔ صرف آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے مبعوث ہوئے۔ تورات اور مختلف کتبِ تواریخ کے مطالعہ کے بعد جو نتیجہ نکلتا ہے وُہ یہ ہے کہ آدمؑ سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک زمانہ باختلاف روایات آٹھ ہزار سال سے لے کر دس ہزار سال تک ہے۔ اور ماہرینِ انساب وتاریخ نے ۸۱ پشتیں شمار کی ہیں۔ جو کچھ اس طرح ہیں۔

آدم۔ شیث۔ انوش۔ قینان۔ مہلائیل۔ یارد۔ اخنوخ (ادریسؑ)۔ متوشالخ۔ لامک۔ نوح۔ سام۔ ارفکشد۔ عابر۔ فالج۔ رعو۔ سروج۔ ناحور۔ تارہ (تارخ یا آذر)۔ ابراہیم اسمٰعیل۔ قیدار۔ عرام۔ عوض۔ مزّی۔ سمی۔ زاوح۔ ناجث۔ مقصر۔ ایہام۔ اقناد۔ عیصر دیشان۔ عیضی۔ ارعوے۔ یلحن۔ یحزن۔ یثربی۔ سنبر۔ حمدان۔ الدعا۔ عبید۔ عبقر۔ عیفی۔ ماخی۔ ناحش۔ جاہم۔ طابخ۔ یدلاخ۔ بلداس۔ حذا۔ ناشد۔ عوام۔ ابی۔ قہوال۔ بوز۔ عوص۔ سلامان۔ ہمیسع۔ ادو۔ عدنان۔ معد۔ نزار۔ مضر۔ الیاس۔ مدرکہ۔ خزیمہ کنانہ۔ نضر۔ مالک۔ فہر (قریش)۔ غالب۔ لوی۔ کعب۔ مرہ۔ کلاب۔ قصی۔ عبد مناف ہاشم۔ عبد المطلب۔ عبد اللہ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۲۵ تا ۳۱۔ سلمان منصور پوری)

اب دیکھیے کہ اس شجرہ نسب میں:

(۱) آدم سے لے کر قیدار (اکیسویں پشت) تک مختلف کتب میں مذکور نسب ناموں میں کوئی اختلاف نہیں (رحمۃ للعالمین ج۲ ص۳۰)

(۲) سب مورخین نے آپ کے شجرۂ نسب کو آپ سے لیکر عدنان (آدمؑ سے ساٹھویں اور آپ سے اکیسویں پشت) تک کو صحیح قرار دیا ہے (")

(۳) درمیانی عرصہ میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اس شجرۂ نسب کو بالکل درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔

(۴) اس شجرۂ نسب میں صرف چھ انبیاء ورسل کے نام آئے ہیں۔ آدمؑ۔ ادریسؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم باقی انبیاء ورسل کے زمانہ کا جہاں تک تعیّن ہو سکتا ہے وُہ یوں ہے:

۷۔ لُوط علیہ السلام: تارہ (تارخ یا آذر) کے باپ ناحور کے پوتے اور حضرت ابراہیمؑ کے چچازاد بھائی اور ان کے ہمعصر دونوں آدمؑ سے انیسویں پشت پر ہیں۔

۸۔۹۔ ہود اور صالح علیہما السلام: حضرت نوحؑ کی اولاد سے ضرور ہیں مگر مذکورہ شجرہ نسب سے ہٹ کر ہیں۔ ان کے زمانہ کا تعین مشکل ہے۔ بہرحال ان کا زمانہ یکے بعد دیگرے نوحؑ اور ابراہیمؑ کے درمیان ہے۔ دونوں سام کی اولاد سے ہیں حضرت صالحؑ کا شجرہ نسب یہ ہے: صالح بن عبید بن آسف بن ماشح بن عبید بن حادر بن ثمود۔ آپ کی قوم جدِامجد کے نام پر ثمود ہی مشہور ہوئی۔

---

[۱] طوفانِ نوحؑ کا زمانہ ۳۱۰۲ ق م بتلایا جاتا ہے اور سن ابراہیمی ۲۰۱۵ ق م۔ جو ولادت ابراہیمؑ سے شروع ہوتا ہے۔

۱۰-۱۱- حضرت اسحاق، حضرت اسماعیلؑ بیسویں پشت کے حقیقی بھائی۔ اور ان کے بیٹے یعقوب اور اُن کے بیٹے یوسف ہیں۔

۱۲-۱۳-۱۴- حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ، یعقوبؑ (اکیسویں پشت) سے چوتھی پشت پر ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے: موسیٰ اور ہارون بن عمران بن قاہاث بن لاوی بن یعقوبؑ۔ اور شعیبؑ بھی چوتھی پشت پر ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: شعیبؑ بن میکیل بن یشجر بن لاوی بن یعقوبؑ۔ گویا یہ تینوں انبیاء کرام آدم سے ۲۵ پشت پر بنتے ہیں۔

۱۵-۱۶-۱۷- حضرت داؤد علیہ السلام حضرت یعقوبؑ سے (پشت ۲۱) سے گیارہویں پشت پر آتے ہیں داؤد۔ یسّی۔ عُوبَید۔ بوعز۔ سلمون، نحسون۔ عمیداب۔ آدام۔ حصردم۔ پھارس۔ یہودا۔ یعقوب) آپ کا زمانہ ۱۰۱۵ ق م تا ۹۴۵ ق م ہے۔ عمر ۷۰ سال۔ ۴۰ سال کی عمر میں یعنی ۹۷۵ ق م میں جالوت کو شکست دی پھر ۳۰ سال حکومت کی۔ حضرت لقمان حضرت داؤدؑ کی مجلس میں بہت عرصہ رہے۔ وُہ نبی تھے یا نہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ حضرت داؤدؑ کی وفات کے بعد حضرت سلیمانؑ نبی بھی ہوئے اور بادشاہ بھی۔

۱۸- ایوبؑ دونوں اطراف سے حضرت اسحاق کی (پشت ۲۱) کی اولاد ہیں۔ چوتھی پشت پر جا کر ان سے مل جاتے ہیں۔ شجرہ نسب یوں ہے۔ ایوب بن ساری بن احوال بن علیس بن اسحاقؑ۔ آپ نے رحمہ بنت فراہیم بن یوسفؑ بن اسحاق سے نکاح کیا۔ گویا آپ کی حضرت آدمؑ سے ۲۴ویں پشت بنتی ہے جبکہ حضرت شعیب، موسیٰؑ اور ہارونؑ سب ۲۵ ویں پشت پر آتے ہیں۔

۱۹-۲۰- الیسعؑ چوتھی پشت پر حضرت یوسفؑ (پشت ۲۲) سے جا ملتے ہیں شجرہ نسب یوں ہے۔ الیسع بن عدی بن شوتم بن فراہیم بن یوسف۔ گویا آپ آدم سے ۲۶ پشت پر آتے ہیں۔

۲۱- حضرت ایوبؑ کے بیٹے بشیر نبی تھے اور ذوی الکفل کے نام سے مشہور ہوئے۔ گویا آپ ۲۵ ویں پشت پر آتے ہیں۔ آپ الیسع (پشت ۲۶) کے خلیفہ تھے۔

۲۲- الیاسؑ، انہی کا نام الیاسین بھی قرآن کریم میں مذکور ہے۔ آپ موسیٰؑ کے بھائی ہارونؑ (پشت ۲۵) کے پوتے تھے۔ گویا آپ آدمؑ سے پشت ۲۷ پر آتے ہیں۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ الیاس (الیاسین) بن عیزار بن ہارونؑ۔ آپ بعلبک کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور یہ لوگ بعل پرستی میں مبتلا تھے۔

۲۳- عزیرؑ۔ آپ بھی ہارونؑ کی اولاد سے ہیں۔ بخت نصر نے ۶۰۰ ق م میں بابل پر حملہ کر کے اسے فتح کیا اور یہودیوں کو اسیر بنایا۔ آپ بچپن میں قید ہو گئے۔ رہائی کے بعد یہودیوں کو متحد کر کے ۴۰ سال کی عمر میں بابل کو آزاد کرایا۔ اور تورات جو یہود سے ضائع ہو گئی تھی اسے از سرِ نو مرتب کیا۔ عراق میں سائر آباد میں دفن ہوئے۔

۲۴- یونسؑ، آپ بھی بنو اسرائیل سے تھے۔ باپ کا نام متّٰی ہے۔ شجرہ نسب کا علم نہیں ہو سکا۔ آپ کا زمانہ نبوت حضرت عیسیٰؑ سے تقریباً ۹۰۰ سال قبل ہے۔

۲۵-۲۶-۲۷- حضرت زکریاؑ، حضرت مریم بنت عمران کے خود کفیل تھے۔ حضرت عیسیٰ حضرت مریم کے بیٹے تھے اور حضرت یحییٰؑ حضرت عیسیٰؑ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ لہٰذا ان انبیاءؑ کے زمانہ کا تاریخی تعین چنداں مشکل نہیں۔

پشتوں سے بھی مدت کا تعین بہت مشکل ہے کیونکہ ابتدائے انسان کی عمر بہت زیادہ تھی جو بتدریج کم ہوتی رہی۔ مثلاً آدم کی عمر ۹۳۰ سال، آپؑ کے بیٹے شیث کی عمر ۹۰۵، اس کے بیٹے قینان کی عمر ۹۱۰ سال۔ اور یہ سلسلہ نوح تک ایسے ہی چلتا ہے۔ گو حضرت ادریسؑ کی عمر ۳۶۵ سال بتلاتے ہیں مگر ان کے باپ یارد کی عمر ۹۶۲ سال اور بیٹے متوشائخ کی ۹۶۹ سال تھی اور نوحؑ کی عمر کم از کم ۹۵۰ سال قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ گویا تقریباً ۵ ہزار سال بعد عمروں میں کمی واقع ہونا شروع ہوئی۔ تاآنکہ صرف ایک ہزار سال بعد حضرت ابراہیم کے باپ آذر کی عمر ۲۰۵ سال، حضرت ابراہیمؑ کی اپنی عمر ۱۷۵ سال اور حضرت اسماعیل کی ۱۳۷ سال ہے۔ پھر مزید ڈھائی ہزار سال بعد امتِ محمدیہ کی اوسطاً طبعی عمر رسولِ اکرمؐ نے ۶۰ اور ۷۰ سال کے درمیان بتلائی ہے۔ اور آپؐ کی اپنی عمر بھی ۶۳ سال تھی۔

اب ہم اُن انبیاء ورسل کے دوسرے کوائف مختصراً ایک نقشہ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

نمبر	اسمائے انبیاء ورسل ترتیب زمانی	عمر	آدم سے پشت اور زمانہ کا تعلق	علاقہ اور مختصر کوائف
۱	آدمؑ	۹۳۰	کم از کم ۸ ہزار سال ق۔م	ابو البشر جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے مٹی سے بنایا۔ پھر ان سے اُم البشر حوا کو پیدا کر کے جنت میں بسایا۔ مسجودِ ملائک ہیں۔ ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو راندہ درگاہ ہوا۔ جوشِ انتقام میں آدم کو عصیان میں مبتلا کر کے جنت سے نکلوا دیا۔ آپ زمین پر اترے، حدیث سے مقام عرفات پر آپ کا نزول ثابت ہے۔ یہیں سے نسلِ انسانی بڑھی اور پھیلی۔
۲	ادریسؑ	۳۶۵	۷	بابل میں مبعوث ہوئے۔ آپ کی قوم ستارہ پرست اور مظاہر پرست تھی۔ علم ہندسہ اور حساب۔ نجوم میں ماہر تھے۔ بلند پایہ خطیب تھے۔ ہرمس الہرامسہ کا خطاب پایا۔ لوگوں نے مخالفت کی تو ہجرت کر کے مصر چلے آئے۔ جہاں بہت سے لوگ آپ پر ایمان لائے۔
۳	نوحؑ	۱۰۰۰	۱۰ ۳۱۰۲ ق۔م	عراق میں دریائے دجلہ و فرات کا درمیانی علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز تھا۔ آپ کی قوم بُت پرست تھی جو بہت ضدی اور ہٹ دھرم تھی۔ ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کے نتیجہ میں صرف چالیس آدمی ایمان لائے تو آپ نے دل برداشتہ ہو کر ان کے لیے بددُعا کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ایک کشتی تیار کی۔ ایماندار اس میں سوار ہوئے اور جانوروں کے جوڑے بھی کشتی میں رکھ لیے گئے۔ تو اللہ نے ایسا خطرناک طوفان بھیجا جس نے باقی سب لوگوں کو غرق کر دیا۔ طوفان کے بعد آپ ۳۵۰ سال زندہ رہے۔
۴	ہودؑ		قریباً ڈھائی ہزار ق۔م	قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے، جن کا وطن احقاف تھا جو حضرموت کے شمال میں واقع ہے۔ یہ قوم بڑی قد آور، مضبوط اور بڑی سرکش تھی۔ زمین دوز شہر بسا رکھے تھے اور بُت پرستی میں مشغول تھے۔ حضرت ہودؑ نے انہیں تبلیغ کی تو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو بھی چیلنج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت ٹھنڈی آندھی کا عذاب بھیجا جو مسلسل سات

				راتیں اور آٹھ دن چلی۔ اس ہوا نے ان کے گھروں میں ہی انھیں ختم کرکے نام ونشان تک مٹا دیا۔
۵	صالحؑ			قوم ثمود یا عادِ ثانیہ کی طرف مبعوث ہوئے۔ یہ قوم حجاز اور شام کے درمیانی علاقہ میں آباد تھی۔ بت پرستی کے علاوہ بد اخلاقی میں بھی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ فن سنگ تراشی میں ماہر تھی اور پہاڑوں کو تراش خراش کر پورے شہر آباد کر رکھے تھے۔ اس قوم نے حضرت صالحؑ سے ایک گابھن اونٹنی کا معجزہ طلب کیا کہ وُہ ان کے سامنے پہاڑ سے برآمد ہو اور بچہ جنے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ بھی دکھلا دیا لیکن یہ قوم پھر بھی ایمان نہ لائی اور اونٹنی کی خوراک کی باری بھی برداشت نہ کی اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں آخر چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ حضرت صالحؑ اپنے ساتھ ایمان لانے والے ۱۲۰ آدمیوں کو لے کر فلسطین کی طرف چلے گئے اور رملہ کے قریب جا کر آباد ہو گئے۔ اسی مقام پر حضرت صالحؑ نے وفات پائی۔
۶	ابراہیمؑ	۱۷۵	۱۹ ۲۰۱۵ ق۔م	آپ کی قوم بت پرست اور نجوم پرست تھی۔ آپ کا باپ آزر نمرود شاہِ عراق کی طرف سے شاہی بت خانہ کا مہنت اور محافظ تھا۔ یہ بت تراش بھی تھا اور بت فروش بھی۔ آپ نے شاہِ نمرود کے دربار میں جاکر اس کو مناظرہ میں لاجواب کیا۔ باپ سے بھی جھگڑا ہوا تو اس نے یہانتک کہہ دیا کہ گھر سے نکل جاؤ ورنہ رجم کر دوں گا۔ آپ نے بت خانہ کے بُت توڑے تو آپ کو آگ میں ڈالا گیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے بال بال بچا لیا۔ آخر آپ ہجرت کرکے فلسطین چلے گئے۔ پھر مصر کی طرف گئے تو شاہی کارندے آپ کی بیوی سارہ کو پکڑ کر لے گئے۔ جس سے بادشاہ کو کافی تکلیف پہنچی۔ بالآخر اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ کو حضرت سارہ کی خادمہ بنا کر ساتھ کر دیا۔ اسی ہاجرہ سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ آپ نے ماں بیٹے کو اللہ کے حکم سے کعبہ شریف کے قریب لا بسایا۔ جب حضرت اسماعیل جوان ہوئے تو ان کی قربانی کا مرحلہ پیش آیا۔ اس امتحان میں دونوں باپ بیٹا پورے اترے۔ پھر خانہ کعبہ کی تعمیر کا فریضہ بھی سرانجام دیا اور اس کی خدمت حضرت اسماعیلؑ کے سپرد کی۔ اور بیت المقدس کی تعمیر کرکے اس کی خدمت حضرت اسحاقؑ کے سپرد کی۔ زندگی بھر آپ پر کڑی سے کڑی آزمائشیں آئیں۔ ان سب میں آپؑ پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا "خلیل" قرار دیا۔ اور رہتی دنیا کے لیے آپ کو سب کا امام اور پیشوا بنا دیا۔
۷	لُوطؑ		۱۹ دو ہزار ق۔م	حضرت ابراہیمؑ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور اُن کی نبوت پر ایمان لائے۔ جب حضرت ابراہیمؑ مصر کی طرف ہجرت کر گئے تو آپ کو نبوت عطا ہوئی۔ شرق اردن میں بحر میت یا بحر لوط کے ارد گرد سدوم اور عمورہ کی بستیاں آپ کا تبلیغ کا علاقہ تھا۔

نمبر	نام	عمر	دور	تفصیل
				آپؑ کی قوم دوسری بداخلاقیوں کے علاوہ لواطت میں گرفتار بلکہ اس بدفعلی کی موجد بھی تھی۔ لوطؑ کے سمجھانے پر بھی جب یہ لوگ باز نہ آئے۔ تو ان کی بستیوں کو اکھاڑ کر بلندی پر لے جا کر نیچے پٹخ دیا گیا۔ پھر اوپر سے پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ چنانچہ یہ زمین ۴۰۰ کلومیٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی اور اوپر پانی آگیا۔ یہی پانی بحر میت یا غرقاب لوطی ہے۔
۸	اسمٰعیلؑ	۱۳۷	۲۰ دو ہزار ق۔م	حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بڑے صاحبزادے مصر میں اقامت کے دوران ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان ماں بیٹے کو مکہ کی بے آب وگیاہ زمین میں لا بسایا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کر دیا۔ آپ کی پرورش بنو جرہم نے کی۔ جب بڑے ہوئے تو ذبح عظیم کی آزمائش کا واقعہ پیش آیا۔ جب آپ کامیاب اترے اور ذبیح اللہ کا لقب پایا۔ بعد ازاں آپ نے اپنے باپ حضرت ابراہیم کے تعاون سے خانہ کعبہ تعمیر کیا اور اس کی خدمت پر مامور ہوئے۔ یہی علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز قرار پایا۔
۹	اسحاق	۱۸۰	۲۰ ایضاً	حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے صاحبزادے بموجب بشارت حضرت سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ فلسطین کا علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز اور بیت المقدس کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ بعد میں سوائے نبی آخر الزمان باقی سب انبیاء آپ کی اولاد سے ہوئے اور اسی علاقہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے پہلو میں دفن ہوئے۔
۱۰	یعقوبؑ	۱۴۷	۲۱	حضرت اسحاقؑ کے صاحبزادے۔ علاقہ کنعان کی طرف مبعوث ہوئے۔ بعد میں ہجرت کرکے فدان آئے۔ آپ کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔ آخر عمر میں حضرت یوسفؑ کی دعوت پر مصر میں جا کر آباد ہوئے۔ لیکن آپ کی لاش کو آپ کی وصیت کے مطابق قدس خلیل میں ہی لا کر حضرت اسحاقؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔
۱۱	یوسفؑ	۱۱۰	۲۲	حضرت یعقوبؑ کے بیٹے کنعان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی داستانِ زندگی زبان زد ہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں چاہ میں ڈالے گئے۔ تقریباً ۱۰ سال عزیز مصر کے ہاں رہے، پھر ۷ سال قید میں۔ پھر ۸ سال بعد آپ نے ایام خوشحالی میں اور دورِ بادشاہت میں اپنے والدین اور بھائیوں کو بلایا۔ والدین سے فرقت کا زمانہ ۲۲ سال ہے۔ آپ بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی۔ اسی سرزمین میں مدفون ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ جب مصر سے نکلے تو آپ کی قبر سے تابوت نکال کر ساتھ لے گئے۔ اور مشہد خلیل میں آباء و اجداد کے ساتھ دفن کیا۔
۱۲	ایوبؑ	۱۴۰	۲۴ ۱۵۲۰ ق۔م	آپ کثرتِ اموال و اراضی میں مشہور تھے۔ پھر اللہ کی طرف سے ابتلاء کا دور جو آیا تو ہر چیز ہاتھ سے نکل گئی اور ایسے بیمار پڑے کہ ایک بیوی کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ پھر آپ نے صبر و استقامت کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا، جو ضرب المثل بن چکا ہے۔ صحیح روایات کے مطابق آپ کے ابتلاء کا دور ۱۳ سال

نمبر	نام			تفصیل
				ہے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے بیماری بھی دُور کر دی اور مال و اولاد بھی پہلے سے دُگنا عطا فرمایا۔ آپ کو ستر سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔
١٣	شعیبؑ	٢٠٠	٢٥ / ١٥٠٠ ق۔م	آپ کو اہلِ مدین اور ایکہ کی طرف مبعوث کیا گیا۔ آپ کی قوم ماپ تول میں دغابازی کرتی تھی۔ مدتِ دعوت ٥٨ برس ہے۔ آپ حضرت موسیٰؑ کے سُسر ہیں۔ ان کی قوم آپ کی دعوت پر باز نہ آئی تو آخر آندھی کے عذاب سے ہلاک ہوئی۔
١٤ ١٥	موسیٰؑ ہارونؑ		٢٥ سن وفات ہارونؑ ١٤٥٢ ق۔م موسیٰؑ ١٤٥١ ق۔م	یہ پہلے رسول ہیں جنہیں مستقل شریعت عطا ہوئی اور کتاب دی گئی۔ بڑے صاحبِ جلال تھے۔ آپ کی پیدائش اور تربیت نہایت معجزانہ طور پر ہوئی اور ان ایام میں ہوئی، جب فرعونِ مصر بنی اسرائیل کے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ حضرت یعقوبؑ اور ان کی اولاد جو حضرت یوسفؑ کے عہدِ بادشاہت میں مصر میں آکر آباد ہوئے تھے۔ اب لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکے تھے اور محکومانہ اور مقہورانہ زندگی گزار رہے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کا اصل مشن یہ تھا کہ انہیں فرعونِ مصر کی غلامی سے آزاد کرا کر واپس اپنے وطن فلسطین لے جائیں اور اس علاقہ میں وہ حاکمانہ حیثیت سے آباد ہوں۔ مگر صدیوں کی غلامی نے بنواسرائیل کو اتنا بزدل بنا دیا تھا کہ وُہ لبا اوقات حضرت موسیٰؑ ہی سے الجھ پڑتے۔ فرعون کے مظالم برداشت کرنا ان کی عادت ثانیہ بن کر راسخ ہو چکی تھی۔ اہلِ مصر گائے بیل کی پرستش کرتے تھے۔ ان کی یہ ادا بھی بنواسرائیل میں رچ بس گئی تھی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فرعون سے نجات دی اور آلِ فرعون کو سمندر میں غرق کیا۔ اب اگلا مرحلہ جہاد کرکے شام و فلسطین اور اریحا کے علاقہ پر قبضہ کرنا تھا۔ لیکن اس قوم نے روایتی بزدلی کی بنا پر جہاد سے صاف انکار کر دیا، جس کی پاداش میں ٤٠ سال ارضِ تیہ میں بھٹکتے رہے۔ حضرت ہارونؑ آپؑ کے حقیقی بھائی، نبی، اور آپ کے ہمر کام میں معاون و ممد تھے۔ اسی ارضِ تیہ میں دونوں بھائیوں کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے وفات سے پیشتر یوشع بن نون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا (یہی یوشع خضر سے ملاقات کے دوران حضرت موسیٰؑ کے ہمسفر تھے) ان کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے موعودہ علاقہ پر بنواسرائیل کو اقتدار عطا فرمایا۔ ٤٠ سال کی جنگل کی بامشقت زندگی دراصل ان کے جُبن اور غلامی پر مطمئن ذہن کا علاج تھا۔ ٤٠ سال میں نئی نسل وجود میں آئی جو جرأت مند پیدا ہوئی۔ تو انہوں نے جہاد کرکے موعودہ علاقہ کو فتح کیا۔
١٦	ذی الکفلؑ		٢٥	ذی الکفل لقب نام بشیر بن ایوب (اختلافی) ہے۔ آپ الیسع کے خلیفہ تھے۔ بعد میں نبی ہوئے۔ شام کا علاقہ ہی آپ کی دعوت کا مرکز ہے۔ عمالقہ شاہ وقت بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا۔ آپ نے اس سے بنی اسرائیل کو آزاد کرایا۔ پھر وُہ بادشاہ بھی مسلمان ہو گیا اور حکومت آپکے سپرد کی جس کے نتیجہ میں شام کے علاقہ میں ایک دفعہ

				پھر خوب اسلام پھیلا۔
۱۷	الیاس		۲۷	الیاس اور الیاسین ایک ہی نام ہے۔ بعلبک آپ کی دعوت کا مرکز تھا۔ آپ کی قوم بعل نامی بت کی پوجا کرتی تھی۔ آپ کے سمجھانے پر باز نہ آئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک ظالم حکمران ان پر مسلط کر دیا۔ اور حضرت الیاس نے ہجرت کر کے بیت المقدس میں اقامت اختیار کی۔
۱۸	الیسعؑ		۲۶۰	آپ حضرت الیاس کے نائب اور خلیفہ تھے۔ بعد میں نبوت بھی عطا ہوئی۔ آپؑ کا حلقۂ تبلیغ شام کا علاقہ تھا۔
۱۹	داؤد	۷۰	۲۲ ۱۰۱۵ تا ۹۴۵ ق۔م	طالوت کی فوج میں ایک سپاہی تھے۔ جالوت انہی کے ہاتھوں مارا گیا۔ تو حکومت بنو اسرائیل کے ہاتھ لگی اور حضرت داؤد کو ایک ممتاز عہدہ پر مقرر کیا گیا۔ طالوت کی وفات کے بعد خود مختار بادشاہ بنے۔ نبی بھی تھے۔ آپ کو زبور عطا ہوئی۔ اتنے خوش الحان تھے کہ جب تسبیحات پڑھتے تو پوری فضا پر وجد طاری ہو جاتا۔ آپ کا معجزہ یہ تھا کہ لوہا اور تانبا آپ کے ہاتھوں میں موم کی طرح نرم ہو جاتا۔ اپنے ہاتھ سے زرہیں تیار کرنا آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ اپنی زندگی میں بیت المقدس کی بنیاد رکھی جسے بعد میں حضرت سلیمانؑ نے پورا کیا۔
۲۰	سلیمانؑ		۲۳ ایک ہزار ق۔م	حضرت داؤد کے بیٹے، نبی اور بادشاہ ہیں۔ بنی اسرائیل میں آپ کی شان کا کوئی بادشاہ نہیں ہُوا۔ ہَوا، جن اور پرندوں پر بھی آپ کی حکومت تھی۔ جانوروں کی بولی سمجھتے اور ان سے کام لیتے تھے۔ ملکہ سبا آپ کی کوشش سے مسلمان ہوئی۔ بیت المقدس کی تعمیر کو نہایت عالیشان طریقہ پر مکمل کیا۔
۲۱	لقمانؑ			آپ حضرت داؤدؑ کی صحبت میں بہت عرصہ رہے۔ نبوت میں اختلاف ہے، علاقہ شام میں سکونت تھی۔ آپ کے نصائح قرآن میں مذکور ہیں۔
۲۲	عزیرؑ	۱۵۰	۶۰۰ ق۔م	بخت نصر بابلی نے فلسطین پر پے در پے حملے کر کے اس علاقہ کو برباد کیا اور تورات کے نسخوں کو جلا دیا۔ اور بنی اسرائیل کو قیدی بنا کر بابل لے گیا۔ آپ کمسن ہی تھے کہ گرفتار ہو کر بابل گئے۔ چالیس برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی تو آپ نے تورات کی تجدید کی۔ عراق کی ایک بستی سائر آباد میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔
۲۳	یونسؑ		۸۶۲ ق۔م	اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے۔ قوم نے آپ کی دعوت کا انکار کیا۔ تو از خود ہی انہیں چالیس دن بعد عذاب آنے کی وعید سنا دی۔ پھر جب یہ مدت گزرنے کو ہوئی اور عذاب کی کوئی علامت نہ دیکھی تو فرار ہوئے اور مچھلی کا لقمہ بنے۔ مچھلی کے پیٹ میں تسبیحات پڑھتے رہے۔ آخر اللہ نے اس مشکل سے نجات دی اور مچھلی نے برلبِ ساحل اگل دیا۔ جب ذرا طاقت آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسی قوم یعنی اہل نینوا ہی کی طرف آپ کو دوبارہ بھیجا۔ اب دُوسری طرف صورتِ حال یوں ہوئی کہ جب

نمبر	نام		زمانہ	حالات
				حضرت یونسؑ مفرور ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کے قول کو پورا کر دیا۔ اور اہلِ نینوا کو وقت پر عذاب کے آثار نظر آنے لگے۔ تو وہ سب کھلے میدان میں خدا کے حضور گڑگڑائے اور توبہ کی۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ عذاب ٹال دیا۔ اللہ تعالیٰ کی سنتِ جاریہ میں یہ ایک ہی استثنا ہے کہ آیا ہوا عذاب ٹل گیا ہو۔ اب اس قوم کی طرف جب یونسؑ آئے تو وہ پہلے ہی نرم ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ کی تبلیغ بہت مؤثر ثابت ہوئی۔
۲۴	زکریاؑ		۵۷ ق م عیسیٰؑ سے تھوڑا پہلے	آپ حضرت مریم بنت عمران (والدہ عیسیٰ) کے کفیل اور مربی تھے۔ چونکہ حضرت عیسیٰؑ محض اللہ کی قدرتِ کاملہ سے بن باپ پیدا ہوئے تھے لہٰذا یہود نے حضرت زکریاؑ پر یہ تہمت لگا دی اور انہیں قتل کرنا چاہا۔ آپ نے بہت سمجھایا مگر بے سود۔ آخر چند شیطان سیرت آدمیوں نے آپؑ کو شہید کر دیا۔
۲۵	یحییٰؑ		۵۸ عیسیٰؑ سے تھوڑا پہلے نبوت اور ہم عصر	آپ کفیلِ مریم حضرت زکریاؑ کے فرزند ہیں۔ حضرت زکریاؑ بے اولاد اور بوڑھے تھے۔ حضرت مریمؑ کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے، کہ اللہ! میں بھی بوڑھا میری بیوی بھی بوڑھی۔ اگر مریمؑ کی طرح مجھے بھی بے موسم پھل یعنی لڑکا عطا فرما دے تو کیا عجب ہے؟ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے بچے کی بشارت دی اور نام بھی یحییٰ خود ہی تجویز فرمایا اور بچپن ہی میں نبوت عطا فرمائی۔ آپ حضرت عیسیٰ کے خالہ زاد بھائی تھے، حضرت زکریاؑ کی شہادت کے بعد ایک ظالم بادشاہ ذونواس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔
۲۶	عیسیٰؑ	۳۲ سال بعد میں آسمان پر اٹھا لیے گئے!	۵۸ معروف و مشہور	خدا کی قدرتِ کاملہ سے بن باپ پیدا ہوئے۔ ماں کی طرف سے ۲۶ ویں پشت پر جا کر حضرت سلیمانؑ سے سلسلۂ نسب جا ملتا ہے۔ بنی اسرائیل کے سب سے آخری نبی ہیں۔ صاحبِ شریعت ہیں۔ انجیل آپ پر نازل ہوئی اور بچپن ہی میں نبوت مل گئی تھی۔ آپ کی پیدائش ناصرہ کے مقام پر ہوئی۔ گود ہی میں کلام کر کے اپنی والدہ کی بریت کی، مگر یہودی تہمت تراشیوں سے باز نہ آئے۔ آپ بڑے فصیح البیان مقرر اور وجیہ تھے۔ کسی کو آپ کے منہ پر کوئی الزام دینے یا تہمت تراشی کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کو چند محیر العقول معجزات بھی عطا ہوئے تھے جوں جوں آپؑ کی عزت اور شہرت بڑھتی گئی، یہود کے حسد کی آگ بھڑکتی گئی۔ اور شاہِ وقت کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ انھیں گرفتار کر کے سولی دے دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو تو بجسدِ عنصری آسمان پر اٹھا لیا اور مخبر کی صورت عیسیٰؑ کے مشابہ بنا دی۔ چنانچہ وہی سولی دیا گیا اور اپنے کیے کی سزا پائی۔ آپ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ شادی کریں گے۔ اولاد ہوگی۔ بعد ازاں آپؑ کی

				طبعی وفات ہوگی۔
۲۷	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۶۳	۸۱ پیدائش ۲۲ اپریل ۵۷۱ء	خاتم الانبیاء اور افضل الانبیاء ہیں ۶۱ واسطہ سے سلسلۂ نسب حضرت اسماعیلؑ سے ملتا ہے۔ درمیانی عرصہ اڑھائی ہزار سال سے زائد ہے۔ مولد مکہ معظمہ ہے۔ یتیم ہی پیدا ہوئے۔ قرآن کریم میں آپ کا نام احمدؐ بھی مذکور ہے۔ چھ سال کی عمر میں والدہ بھی انتقال کرگئیں آٹھویں سال سے ۲۵ سال کی عمر تک اپنے چچا ابوطالب کی زیرِ نگرانی رہے۔ بچپن ہی سے امین اور صادق کے القاب سے مشہور ہوئے۔ ۴۰ سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ آپ کی تبلیغ پر سارا عرب جو آپؐ کی صفات بیان کرتے تھکتا نہ تھا آپ کا جانی دشمن بن گیا۔ یہود و نصاریٰ کو بڑی تکلیف یہ تھی کہ یہ نبی جب بنی اسرائیل سے نہیں تو نبی کیسے ہوسکتا ہے۔ مشرکین کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ وہ ۳۶۰ خدا جو ان کی مختلف طرح کی ضروریات کے کفیل اور اللہ کے نائب سمجھے جاتے تھے، یہ سارا کام ایک اکیلا خدا کیونکر سرانجام دے سکتا ہے۔ معاشرہ میں اونچ نیچ کی تمیز۔ لوٹ مار کا شغل، قتل و غارت کا مستقل دھندا، فحاشی اور شراب نوشی ایسی باتیں تھیں جو اس معاشرہ میں رچ چکی تھیں۔ ان باتوں کے خلاف آپ نے تبلیغ شروع کی تو سب دشمن بن گئے۔ آپ کا مشن تمام انبیاء سے زیادہ کٹھن تھا کیونکہ آپ تمام دنیا کے لیے مبلغ اور ان کی اصلاح کے لیے آئے تھے۔ جب جان کا خطرہ حد سے بڑھ گیا تو ۵۳ سال کی عمر میں مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے اور ایک نوزائیدہ اسلامی مملکت کی بنا ڈالی۔ پہلے صرف مشرکینِ مکہ دشمن تھے۔ اب یہود بھی ساتھ شامل ہوگئے اور ایک منافقین کا طبقہ بھی وجود میں آگیا۔ آپ کی بقایا دس گیارہ سالہ زندگی بہیم جہاد اور غزوات میں گزری۔ تا آنکہ عرب کا سارا علاقہ اسلام کے زیرِ نگین آگیا۔ اور آپؐ بفضلہٖ تعالیٰ اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں دفن ہوئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ فرشتے

فرشتوں کا کام تسبیح و تقدیس الٰہی ہے اور وہ تدبیر کائنات پر بھی مامور ہیں۔ درج ذیل فرشتوں کا ذکر قرآن میں آیا ہے:

۱۔ جبریلؑ: آپ کو روح اور روح الامین بھی کہا گیا ہے۔ انبیاء تک اللہ کا پیغام پہنچانا ان کی ڈیوٹی ہے۔ انبیاء کے دل مہبطِ جبریل ہوتے ہیں اور یا پھر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید ان کا شغل ہے۔

۲۔ میکال یا میکائیل، بادل اور بارش سے متعلقہ تدبیر پر مامور ہیں۔ یہود ان دونوں فرشتوں سے دشمنی رکھتے

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (۲/۹۸)

جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے کافروں کا اللہ خود دشمن ہے۔

۲-۴۔ ہاروت اور ماروت، یہ دونوں فرشتے تھے جو انسانی شکل میں بنی اسرائیل کی اخلاقی حالت کا جائزہ لینے اور ان کی آزمائش کے لیے بابل میں بھیجے گئے تھے۔ ان دنوں جادوگری اور شعبدہ، جنتر منتر کا فن زوروں پر تھا۔ اور لوگ چاہتے تھے کہ کوئی ایسا منتر ہاتھ آجائے جس سے وہ کسی دوسرے شخص کی بیوی کو اپنے پر عاشق بنا سکیں۔ اور پہلے زوجین میں جھگڑا اور تفرقہ پڑ جائے۔ انہی لوگوں نے حضرت سلیمانؑ کو بھی موردِ الزام ٹھہرایا تھا کہ وہ جادو ہی کے بل بوتے پر ایسی شاندار حکومت کر رہے ہیں کہ جن اور ہوا اور پرندے سب ان کے تابع فرمان ہیں۔ یہ فرشتے اتمام حجت کے طور پر ایسا منتر بتلانے سے پہلے انہیں کہہ لیتے تھے کہ یہ کفر کا کام ہے اور ہم تمہاری آزمائش کے لیے بھیجے گئے ہیں، لہٰذا اس کام سے باز رہو۔ مگر ایسے لوگ، جنہیں اللہ تعالیٰ نے شیاطین کہا ہے، اس تنبیہ کے باوجود ایسے منتر سیکھنے پر مُصر ہوتے اور پل پڑتے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ایک دوسرے طریقہ سے بھی آزما کر اتمام حجت کر دی جیسے کسی رشوت خوار ملازم کو ثبوتِ جرم کے طور پر نشان زدہ سکے پیش کیے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ (۲/۱۰۲)

وہ لوگ اس چیز کے بھی پیچھے پڑ گئے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کی گئی تھی۔

۳ ــــ کتب سماویہ

کتب سماویہ چار ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔

۱ــــ تورات۔ جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ زمانۂ نزول قریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح ہے۔ اس شریعت میں عفو کے بجائے قصاص پر زور دیا گیا ہے۔

۲ــــ زبور۔ جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی۔ زمانۂ نزول قریباً ایک ہزار سال قبل مسیح ہے۔ اس کتاب میں تسبیح و تقدیس باری تعالیٰ بالخصوص مذکور ہیں۔

۳ــــ انجیل۔ جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ اس شریعت میں قصاص کی بجائے عفو و درگزر پر زور دیا گیا ہے اور سختی کی بجائے نرمی پر۔

۴ــــ قرآن کریم۔ جو نبی خاتم حضرت محمدؐ پر نازل ہوا۔ اس کتاب میں شریعت کو مکمل کر دیا گیا اور اعتدال کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور قصاص کی بجائے عفو کے پہلو کو مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ تاہم قصاص کا حق بحال رکھا گیا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ حضرت موسیٰؑ سے پہلے انبیاء پر صحیفے نازل ہوتے رہے۔ بلکہ حضرت موسیٰؑ پر بھی ابتداءً صحیفے ہی نازل ہوئے۔ یہی صحیفے جب مجتمع شکل میں ہوں تو کتاب کہلاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى (۸۷/۱۸-۱۹) — یہی بات پہلے صحیفوں میں (مرقوم) ہے۔ یعنی ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔

قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب یا صحیفہ اپنی اصل زبان میں موجود نہیں۔ پھر ان سب کتابوں میں تحریف بھی ہو چکی ہے۔ آج کل جو "عہد نامہ مقدس" اردو میں بائیبل سوسائٹی کی طرف سے اردو ترجمہ کی صورت میں متداول ہے اس میں تورات، زبور، انجیل تینوں کتابیں شامل ہیں۔ اسی طرح اس کتاب کا انگریزی ایڈیشن بھی ملتا ہے۔ مگر اصل زبان میں کوئی چیز بھی موجود نہیں۔ ان متداول کتابوں کے مطالعہ ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں جو کچھ درج ہے وہ سب الہامی نہیں ہو سکتا۔ دوسرے لوگوں کے اقوال کو بھی ان میں شامل کر کے اس سارے مجموعہ کو الہامی قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم اپنے دعوے کے مطابق لوگوں کی دستبرد سے آج تک محفوظ ہے اور آئندہ بھی اس میں تحریف ناممکن ہے۔ اصل زبان میں متداول ہے اور اس میں تمام سابقہ کتب سماویہ کا خلاصہ بھی آ گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ (۹۸/۲-۳) — اللہ تعالیٰ کا رسول جو پاک اوراق پڑھتا ہے۔ اس میں مستحکم آیات سب موجود ہیں۔

لہٰذا قرآن کریم کی ان خصوصیات نے سب لوگوں کو سابقہ تمام کتب سماویہ اور صحائف سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اب اس مجموعہ "عہد نامہ مقدس" یا بائیبل سے صرف وہ بات ہی درست اور مستند سمجھی جا سکتی ہے جو قرآن کریم کے مطابق ہو یا اس کے مخالف نہ ہو۔

۴ــــ اسمائے ابرار

قرآن کریم میں انبیاء کے علاوہ مندرجہ ذیل نیک لوگوں کے نام یوں مذکور ہیں۔

۱۔ ذوالقرنین: لغوی معنی دو سینگوں والا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس خدا ترس بادشاہ کے دو سینگ تھے۔ بلکہ اس کی مملکت اور مقبوضہ علاقہ کی شکل ایک مینڈھے کی سی بن جاتی ہے جس کے دو سینگ بھی ہوں یہودیوں میں اس "دو سینگوں والے" کا بڑا چرچا تھا۔ اس کا اصل نام خورس ہے۔ اسی کی ٹکر نے آخر کار بابل کی سلطنت کو پاش پاش کیا اور بنی اسرائیل کو اسیری سے نجات دلائی۔ خورس کا زمانہ عروج ۵۴۹ ق۔م ہے۔ ۵۲۹ ق م میں اس نے بابل کو فتح کیا اور بنی اسرائیل کو رہا کیا۔ اور خدائے واحد کی عبادت کے لیے بیت المقدس میں دوبارہ ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر کا حکم دیا۔

۲۔ زید: بن حارثہ۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے غلام تھے جو انہوں نے رسول اللہ کو ہدیۃً دے دیا تھا۔ حضرت زید کے ورثاء کو پتہ چلا تو وہ اس کی قیمت ادا کر کے اسے آزاد کرا کر ساتھ لے جانے کے لیے

رسول اللہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ لیکن حضرت زیدؓ نے ورثار کے ساتھ جانے کے بجائے رسول اللہ کی غلامی کو ترجیح دی اور وُہ ناکام واپس ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد آپؐ نے زید کو اپنا متبنّٰی بنا لیا۔ بعد میں آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینبؓ کا حضرت زید سے نکاح کر دیا۔ لیکن ذہنی تفاوت کی بنار پر یہ نکاح کامیاب ثابت نہ ہو سکا۔ رسول اللہ نے حضرت زید کو بہت سمجھایا۔ لیکن بالآخر یہ نکاح طلاق پر منتج ہوا۔

۳۔ طالوت، نبی اسرائیل کا وُہ بادشاہ، جسے بنی اسرائیل کی اپنے پیغمبر شموئیل کی وساطت سے درخواست پر اللہ تعالیٰ نے نامزد فرمایا۔ اسی بادشاہ نے ۹۷۵ ق۔م میں جالوت کے لشکروں کو شکست دی۔ اور حضرت داؤد نے اسی موقعہ پر جالوت کو واصل جہنم کیا۔

۴۔ لقمان، ان کے نبی ہونے میں اختلاف ہے۔ ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

۵۔ مریمؑ، عورتوں میں سے صرف حضرت مریمؑ کا نام قرآن میں آیا ہے۔ ان کا ذکر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت زکریاؑ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

علاوہ ازیں اصحاب الکہف کا ذکر بھی ملتا ہے۔ تورات کے مطابق یہ سات نوجوان تھے۔ شاہِ وقت قیصر ڈلیسیس (۲۵۰ء) بت پرست تھا۔ چاند دیوی کا پرستار تھا۔ اور یہی سرکاری مذہب تھا۔ یہ نوجوان موحد تھے۔ اپنی جانیں خطرہ میں دیکھ کر ایک غار میں جا پناہ لی۔ اور جا کر اس میں سو گئے۔ صدیوں بعد جاگے تو اپنے میں سے ایک شخص کو ایک سکہ جس پر ڈلیسیس کی مہر تھی دے کر کھانا لانے بھیجا۔ لوگ صدیوں پرانا سکہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ دریں اثنار حکومت بدل چکی تھی۔ موجودہ بادشاہ تھیوڈوسیس خود عیسائی اور موحد تھا۔ ان دنوں لوگوں میں بعث بعد الموت کا مسئلہ خوب زوروں پر زیر بحث تھا۔ اس واقعہ سے لوگوں کو ایک واضح دلیل ہاتھ آگئی۔ اور وہ لوگ ان اصحابِ کہف کے اتنے معتقد ہوئے کہ غار کے دہانے پر ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر کر دی۔ اصحابِ کہف اندر جا کر پھر سو گئے اور وہیں وفات پا گئے۔

۵۔ اسمائے اشرار و کفّار

مندرجہ ذیل کافروں یا مشرکوں کے نام بھی قرآن میں مذکور ہوئے ہیں۔

۱۔ ابولہب، رسول اللہ کا حقیقی چچا۔ اس کا رنگ سرخ تھا لہٰذا ابولہب کی کنیت سے مشہور ہوا۔ رسول اللہ نے حکم الٰہی کے مطابق اپنے خاندان کو تبلیغ کے لیے اکٹھا کیا اور موثر انداز میں اپنا موقف پیش کیا تو ابولہب کہنے لگا۔ "تجھے ہلاکت ہو، کیا اسی بات کے لیے ہمیں اکٹھا کیا تھا؟" اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا،

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۱۱۱/۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وُہ ہلاک ہو۔

۲۔ جالوت، اس کا ذکر طالوت اور داؤدؑ کے بیان میں آچکا ہے۔ ظالم بادشاہ جو ۹۷۵ ق۔م میں

حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۳۔ سامری : اہلِ مصر گوسالہ پرست تھے۔ اور بنو اسرائیل کے ذہنوں میں بھی یہ بیماری اتنی سرایت کر چکی تھی کہ فرعونیوں سے رہائی دلانے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تورات لانے کے لیے چالیس دن کے لیے گئے تو اس شخص سامری نے قوم سے زیور اکٹھا کر کے انہیں ایک سونے کا بچھڑا بطور الٰہ تیار کر دیا۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ کی اتنی تبلیغ کے باوجود بنی اسرائیل کی کثیر تعداد گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو دوبارہ بگڑے ہوئے حالات پر کنٹرول کیا۔ اس اِلٰہ کو جلا کر دریا برد کر دیا۔ اور سامری سے مقاطعہ کرا دیا۔

۴۔ فرعون : شاہانِ مصر کا مخصوص لقب۔ مگر قرآن نے جس فرعون کا ذکر کیا ہے، وہ وہی ہے جس سے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو سابقہ پڑا۔ جس نے بنی اسرائیل کے لاکھوں بچے اس خطرہ کے تحت قتل کرا دیے، کہ اسے نجومیوں نے بتلایا تھا کہ بنی اسرائیل سے ایک شخص پیدا ہو کر تمہاری حکومت کا تختہ الٹ دے گا۔ مگر جو ہونا تھا ہو کے رہا۔ حضرت موسیٰؑ کی خود فرعون کے گھر میں ہی تربیت کا سامان مہیا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا مکمل ثبوت ہے۔ فرعون نے موسیٰؑ و ہارونؑ کو کمزور کرنے کے لیے لاکھوں جتن کیے مگر سب کچھ بے سود اور عبث ثابت ہوا۔ اور آخر وہ خود لشکر سمیت بنو اسرائیل کے تعاقب میں نکلا اور بحیرۂ قلزم میں غرق ہوا۔ اس کی لاش اللہ کی قدرت سے آج تک محفوظ ہے۔ اس کا عہدِ حکومت اندازاً ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح ہے۔

۵۔ قارون : موسیٰؑ کا چچیرا بھائی اور موسیٰ اور ہارونؑ کے بعد تورات کا سب سے بڑا عالم تھا۔ بے اندازہ مال و دولت کا مالک تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ کیا تو یہ بات اسے ناگوار گزری۔ کہنے لگا کہ اس میں خدا کے فضل کی کیا بات ہے یہ دولت تو میں نے اپنے تجربہ کی بنا پر حاصل کی ہے۔ مخالفت بڑھی تو حضرت موسیٰؑ کا ساتھ چھوڑ کر فرعونیوں سے مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے سب خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا۔ اس طرح قارون عبرتناک موت مرا۔

۶۔ ہامان : فرعون کا وزیر تعمیرات : جب موسیٰؑ نے فرعون کو خدائے واحد کی پرستش کی دعوت دی تو فرعون نے ہامان ہی سے کہا تھا کہ ”ہامان! ذرا اینٹیں پکوا کر میرے لیے ایک اونچی عمارت تو بنوا، جس پر چڑھ کر میں موسیٰؑ کے خدا کو دیکھ سکوں، میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں“ (۲۸/۳۸) تو یہ بات فرعون نے محض حاضرین کو اُلّو بنانے کے لیے کی تھی۔ ورنہ عملاً ایسا کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔

۶ ـــــ معبودانِ باطل

ا۔ بُت اٰلٰہ ۔ ودّ ۔ سواع ، یغوث ۔ یعوق اور نسر ۔ قوم نوحؑ کے بت ۔ یہ دراصل اس قسم کے بزرگ حضرات کے مجسمے تھے جنہیں ان کی زندگی میں دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ اور اللہ کی عبادت کے لیے رغبت پیدا ہوتی تھی۔ جب یہ حضرات رحلت فرما گئے تو قوم کے نیک لوگوں کو اس بات سے

بڑا صدمہ پہنچا۔اس موقعہ پر شیطان نے یہ پٹی پڑھائی کہ اب اس مشکل کا حل یہ ہے کہ ان حضرات کے مجسمے بنالو۔انہیں دیکھ کر تمہیں خدا یاد آجایا کرے گا اور تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی۔چنانچہ لوگ اس بات پر لگ گئے اور ان کے مجسمے بنا کر اپنی مسجدوں میں رکھ دیئے۔ابتداءً تو اس کا وہی اثر ہوا جو شیطان نے بتلایا۔مگر بعد کے لوگ انہیں کو خدا سمجھنے لگے اور ان کے پجاری بن گئے ــــ جب حضرت نوحؑ نے انہیں اس کام سے روکا تو بجائے سمجھنے کے یہ لوگ اس عقیدہ میں اور پکے ہو گئے اور نوحؑ کے مخالف بن گئے اور ایک دوسرے کو تلقین کرنے لگے کہ ؛

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا (۷۱/۲۳)	اور کہنے لگے کہ نوحؑ کی باتوں پر لگ کر اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔نہ ودّ کو، نہ سواع کو اور نہ ہی یغوث یعوق اور نسر کو ترک کرنا۔

۶۔ بَعْل ، لغوی معنی مالک۔آقا۔سردار۔خاوند۔قدیم زمانے میں سامی اقوام اس لفظ کو الٰہ یا خداوند کے معنوں میں استعمال کرتی تھیں اور ایک خاص دیوتا کو بَعْل کے نام سے موسوم کر رکھا تھا۔بابل سے لیکر مصر تک پورے مشرقِ اوسط میں بعل پرستی پھیلی ہوئی تھی۔بنی اسرائیل جب مصر سے فلسطین آکر آباد ہوئے اور ان لوگوں سے شادی بیاہ ہوئے تو یہ مرض ان میں بھی پھیل گیا۔بعل کے نام کا ایک مذبح بھی بنا ہوا تھا جس پر قربانیاں کی جاتی تھیں۔اس شرک کو حضرت سموئیلؑ، طالوت، داؤدؑ اور سلیمانؑ نے ختم کیا۔لیکن بعد میں پھر فلسطین کی اسرائیلی ریاست بعل پرستی میں مبتلا ہو گئی (تفہیم القرآن) حضرت الیاسؑ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرما کر بعلبک کی طرف بھیجا۔یہاں کے باشندے اسی بعل پرستی میں مبتلا تھے ارشاد باری ہے ؛

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ (۳۷/۱۲۵)	حضرت الیاسؑ نے کہا کیا تم بعل کو پکارتے ہو) اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟

ب۔ دیویاں ۷ تا ۹۔ لات۔عزّیٰ۔منات ؛ مشرکین کا یہ دستور ہمیشہ سے چلا آتا ہے کہ وہ ایک اللہ کو فرمانروائے برتر کی حیثیت سے مانتے ہیں۔پھر اس کی مختلف صفات کو مختلف چھوٹے خداؤں یا دیوتاؤں سے مختص کر دیتے ہیں۔پھر اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ دیوتاؤں سے دیویاں بھی بنا لیتے اور ان کی پرستش شروع کر دیتے ہیں۔ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی پوجا پاٹ اور نذر و نیاز بڑے خدا سے قرب کا ذریعہ ہے۔دیوی۔دیوتاؤں کا یہی تصور مصر، یونان، ہندوستان اور عرب میں بھی رائج تھا۔عرب کے مشرکین جن دیویوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے ان میں سے تین کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔

لَات ، یہ اِلٰہ کا مؤنث ہے لات کا استھان یا آستانہ طائف میں تھا اور بنی ثقیف اس کے معتقد تھے۔

عُزّیٰ ، عزیز سے مؤنث ہے۔بمعنی عزت والی۔یہ قریش کی خاص دیوی تھی۔اور اس کا استھان یا آستانہ مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ میں حراض کے مقام پر واقع تھا۔

مَنَات ، کا استھان یا آستانہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے قدید کے مقام پر واقع تھا۔بنو خزاعہ

اوس اور خزرج اس کے معتقد تھے۔ اس کا باقاعدہ حج اور طواف کیا جاتا۔ زمانۂ حج میں جب حجاج طوافِ بیت اللہ اور عرفات اور منٰی سے فارغ ہو جاتے تو وہیں سے منات کی زیارت کے لیے لبیک لبیک کی صدائیں بلند کر دی جاتیں۔ اور جو لوگ اس دوسرے "حج" کی نیت کر لیتے وُہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرتے تھے۔ گویا مشرکینِ عرب دوہرا ظلم ڈھاتے تھے۔ ایک تو خدا کا شریک بنانے کا دوسرے شریک بھی ایسے جنھیں خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے جبکہ وُہ اپنے لیے بیٹیوں کو کبھی پسند نہ کرتے بلکہ انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے۔ ان کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ نے یوں تنبیہ فرمائی؛

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى۔ ($\frac{۵۳}{۱۸-۲۲}$)	بھلا تم نے لات، عزّٰی اور تیسری ایک اور دیوی منات کی حقیقت پر کبھی غور کیا؟ کیا بیٹے تمہارے لیے ہوں اور بیٹیاں خدا کے لیے؟ یہ تو بڑی دھاندلی کی تقسیم ہے۔

ج۔ کواکب۔ ۱۰ تا ۱۲۔ شمس۔ قمر۔ شعرٰی، انسان نے جب وحیِ الٰہی سے بے رخی اختیار کی تو ہر اُس چیز کو جس سے اس کو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچتا ہو اسے اپنی تقدیر کا مالک سمجھنے لگا۔ انسان نے جب مشاہدہ کیا کہ سورج کی گرمی سے فصلیں پکتی ہیں چاند سے پھلوں میں رس پیدا ہوتا ہے اور اسی طرح بعض دوسرے سیاروں کے اثرات دیکھے تو انہیں اپنی قسمت کا مالک سمجھ کر ان کی پرستش کرنے لگا۔ اُدریسؑ کا زمانہ انسان کا ابتدائی زمانہ ہے۔ اس دور میں بھی اسی عقیدہ کے تحت کواکب پرستی کا ثبوت ملتا ہے حضرت ابراہیمؑ نے بھی اسی عقیدہ کے خلاف جہاد کیا۔ سلیمانؑ کے زمانہ میں قومِ سبا اسی عقیدہ کے تحت کواکب پرستی کا شکار تھی۔ اور ہندی تہذیب میں یہ عقیدہ لازمی جزو تھا حتٰی کہ ہندوستان کا برائے نام مسلمان بادشاہ اکبر بھی ہندو تہذیب سے متاثر ہو کر سورج پرست بن گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ باطلہ کی یوں تردید فرمائی کہ؛

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ ($\frac{۴۱}{۳۷}$)	نہ سورج کو سجدہ کرو، نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا۔

قرآن میں شمس و قمر کے علاوہ ایک تیسرے سیارہ "شعرٰی" کی پرستش کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ سورج سے ۲۳ گنا زیادہ روشن ہے۔ اور اس کا زمین سے فاصلہ ۸ نوری سال سے بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا یہ سورج سے بہت چھوٹا اور کم روشن نظر آتا ہے۔ اہلِ مصر اس کی پرستش کرتے تھے۔ کیونکہ اس کے طلوع کے زمانے میں نیل کا فیضان شروع ہوتا تھا۔ اس لیے وُہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ اسی کا فیضان ہے۔ یہ ستارہ بھی اہلِ عرب کے معبودوں میں شامل تھا۔ خصوصاً قریش اور خزاعہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ باطلہ کی تردید کی اور فرمایا کہ تمہاری قسمتوں کا مالک شعرٰی نہیں بلکہ وُہ اللہ ہے جو شعرٰی کا بھی مالک ہے۔ ارشاد باری ہے؛

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ($\frac{۵۳}{۴۹}$)	اور یہ کہ وہی شعرٰی کا ربّ ہے۔

۵ ۔ بہائم پرستی۔ عِجۡل : یوں تو انسان نے اپنے اسی نظریہ "نفع و مضرت" کے تحت پتھروں، درختوں، حیوانوں، درندوں اور فضائی اشیاء میں کوئی چیز بھی نہ چھوڑی جس کی اس نے پوجا نہ کی ہو۔ آگ۔ پانی ہوا۔ کڑک۔ بجلی، جن، گائے، بیل۔ درخت۔ حتیٰ کہ سانپ تک کی پرستش کی جا چکی ہے۔ اور گائے کی پرستش تو ہندی اور مصری تہذیب کا لازمی عنصر رہا ہے۔ ہندو گائے کو گئو ماتا کہتے ہیں حضرت موسیٰؑ کے دور میں مصر میں گوسالہ پرستی کا عام رواج تھا جو بنی اسرائیل کے ذہنوں میں بھی راسخ ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے گائے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کئی مرتبہ لیت و لعل کی۔ حضرت موسیٰؑ کی غیر حاضری میں ذرا موقعہ ملا تو سامری نے بچھڑا بحیثیت اِلٰہ لا کھڑا کیا۔ جس پر بنی اسرائیل کا کثیر طبقہ ٹوٹ پڑا۔ گوسالہ پرستی کے اس ذہن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا:

وَاُشۡرِبُوۡا فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡعِجۡلَ (۲/۹۳) اور بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ گئی تھی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِذۡ وٰعَدۡنَا مُوۡسٰۤى اَرۡبَعِيۡنَ لَيۡلَةً ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ (۲/۵۱) اور جب ہم نے موسیٰؑ سے چالیس رات کا وعدہ کیا تو تم نے ان کے پیچھے بچھڑے کو (معبود) مقرر کر لیا اور تم ظلم کر رہے تھے۔

۱۴ تا ۱۷: بَحِيۡرَة - سَآئِبَة - وَصِيۡلَة اور حَام:

شرک صرف یہی نہیں کہ اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کی پوجا پاٹ کی جائے۔ بلکہ غیر اللہ کے لیے قربانی اور نذر و نیاز اور وقف بھی ویسے ہی شرک ہے جیسے بدنی عبادت۔ انسان میں یہ مرض بھی زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ بتوں کے لیے جانوروں کے علاوہ انسانوں اور بالخصوص کنواری لڑکیوں تک کی قربانی پیش کی جاتی رہی ہے۔ پھر اس قربانی کے جانور کی یوں تعظیم و احترام کرنا، جیسے شعائر اللہ کے لیے کیا جاتا ہے، بھی صریح شرک ہے۔ وہ مختلف جانوروں (اونٹوں، بکریوں) کو مختلف شرطوں کے ساتھ بتوں کی نذر کر دیتے تھے۔ انہی میں سے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے اونٹ) ارشاد باری ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰـكِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ (۵/۱۰۳) اللہ تعالیٰ نے نہ تو بحیرہ کو کچھ چیز بنایا ہے، نہ سائبہ کو، نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو۔ بلکہ کافر لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

۷۔ ملک شہر اور علاقے

قرآن کریم میں مندرجہ ذیل شہروں کے نام مذکور ہیں۔

۱۔ مَكَّة اور بَكَّة: مکہ ہی کو بکہ بھی کہتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو اس بے آب و گیاہ وادی میں لا بسایا اور معجزانہ طور پر وہاں چشمہ زمزم جاری ہوا۔ تو بنو جرہم کا ایک

قافلہ وہاں سے گزرا۔ پانی دیکھ کر وہاں سکونت کے لیے حضرت ہاجرہ سے اجازت چاہی تو انہوں نے دے دی۔ انہوں نے ہی یہ بستی آباد کی۔ اسی شہر میں کعبہ ہے جو سطح زمین پر سب سے پہلے خدا کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا۔ طوفانِ نوح کے بعد اسے حضرت ابراہیمؑ نے دوبارہ تعمیر کیا۔ بعد ازاں متعدد بار اس میں وسعت اور نئی تعمیر ہو چکی ہے۔ اسی محترم گھر کی وجہ سے یہ بستی مرکزی شہر کی حیثیت اختیار کر گئی اور ام القریٰ (۶/۹۲) کے نام سے موسوم ہوئی۔ نبیٔ خاتمؐ اسی شہر میں مبعوث ہوئے۔ مناسک حج بھی اسی شہر یا اس کے مضافات سے وابستہ ہیں۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ (۳/۹۶) — پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت کے) لیے بنایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے۔

۲۔ مَدِيْنَه اور يَثْرِب: رسول اللہ کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پیشتر اس شہر یا بستی کا نام یثرب تھا۔ اور یہ نام اس لیے پڑ گیا تھا کہ یہاں کی آب و ہوا ناخوشگوار، گندی اور مضر صحت تھی۔ قرآن میں ہے:

يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ (۳۳/۱۳) — اے یثرب والو! تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں!

ہجرت کے بعد صحابہؓ بھی یہاں آ کر بیمار ہو گئے اور انہیں پانی لاگ ہو گیا۔ تو رسول اللہ نے دعا کی کہ "یا اللہ! اس شہر کو مکہ سے (دگنی) برکت دے اور یہاں امن قائم کر"! اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ آب و ہوا صحابہؓ کرام کی طبیعتوں کے موافق ہو گئی۔ نیز بعد میں وہاں طاعون، ہیضہ یا کسی دوسری بیماری کی وبا نہیں پڑی۔

ہجرت کے بعد اس بستی کی آبادی میں اضافہ ہوا اور اس کا نام مدینۃ النبیؐ پڑ گیا۔ یعنی نبی کا شہر۔ مدینہ بمعنی شہر (ج مدائن) قرآن کریم میں متعدد بار استعمال ہوا ہے۔ لیکن ہجرت کے بعد لفظِ مدینہ سے صرف مدینۃ النبیؐ مراد لیا جانے لگا۔ قرآن میں ہے:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِى الْمَدِيْنَةِ (۳۳/۶۰) — اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں سنسنی خیز خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو .....

اس آیت میں مدینہ سے مراد یہی مدینۃ النبیؐ ہے جو بعد مدینہ منورہ کے نام سے مشہور ہوا۔

۳۔ مِصْر: بمعنی شہر (ج مُصُوْر اور اَمْصَار) اور اس سے مراد عموماً ایسا شہر ہوتا ہے جس کی حد بندی کر دی گئی ہو۔ اور قرآن میں یہ لفظ ان معنوں میں کئی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اور مصر جب معرفہ کے طور پر آئے تو اس سے مراد ملک مصر ہے جو افریقہ کے شمال میں واقع ہے۔ قدیم تہذیب اور علمی ترقی کے لحاظ سے مشہور ترین ملک ہے۔ یہاں کا بت ابوالہول اور اہرام عجائباتِ دنیا میں شمار ہوتے ہیں۔ یوسفؑ اسی ملک میں آ کر فروخت ہوئے اور بالآخر بادشاہ بنے۔ اپنے خاندان کو بلایا۔ اسی ملک میں حضرت موسیٰؑ کو فرعون سے سابقہ پیش آیا۔ اور آپ بنو اسرائیل کو یہاں سے

بحیرۂ قلزم کے راستے نکال لے گئے۔ یہ ملک مصر بن حام بن نوح کے حصے میں آیا تھا۔ لہٰذا اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ فرعون شاہِ مصر نے کہا:

یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ (۴۳/۵۱) — اے میری قوم! کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں؟ اور یہ نہریں جو میرے (محلوں کے) نیچے بہ رہی ہیں میری نہیں؟

۴۔ مَدْیَن: حضرت شعیبؑ کی دعوت و تبلیغ کا مرکز۔ یہ بستی حجاز کے شمال مغرب میں بحیرۂ قلزم کے مشرقی کنارے پر شام کے قریب واقع تھی۔ اور اس تجارتی شاہراہ پر واقع تھی جس سے قافلے یمن سے شام کو جاتے ہیں۔ جب قومِ شعیبؑ نے حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک کر دیا۔ ان کے بعد یہ بستی ویران ہو گئی۔ ارشادِ باری ہے:

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا (۷/۸۵) — اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔

۵۔ رُوْم: شام اور عراق کے شمال میں مشہور ملک ہے۔ دورِ نبوی میں یہاں عظیم الشان سلطنت قائم تھی۔ حجاز کے ایک طرف آتش پرست ایرانی اور دوسری طرف عیسائی رومیوں میں جنگ ٹھن گئی۔ یہ جنگ ۶۰۲ء سے ۶۱۲ء تک دس سال رہی جس میں رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ مسلمان اہل کتاب ہونے کی وجہ سے روم سے ہمدردی رکھتے تھے اور مشرکینِ مکہ بُت پرست ہونے کی وجہ سے ایران سے۔ اس شکست سے مسلمانوں کو بھی تکلیف ہوئی۔ تو سورۂ روم کی درج ذیل آیات نازل ہوئیں:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ (۳۰/۲تا۴) — قریب کے ملک میں رُومی مغلوب ہو گئے لیکن وہ عنقریب چند ہی سال بعد غالب آ جائیں گے۔

روم کے حالات کچھ ایسے بگڑ چکے تھے کہ بظاہر (بضع سنین ۳ سے ۹ سال تک) روم کے ابھر کر ایران کو شکست دینے کے کوئی اسباب نظر نہ آتے تھے۔ لیکن قرآن کی اس پیشگوئی نے تمام کفار پر حجت قائم کر دی۔ ۲ھ میں جس دن بدر کے میدان میں کفار کو شکست ہوئی اسی دن ایران کی شکست کی خبر بھی مل گئی۔

۶۔ بَابِل: کلدانیوں کا دارالحکومت جسے نمرود نے بہت ترقی دی۔ ادریسؑ کے زمانہ میں بھی یہ شہر آباد تھا۔ اور یہیں کے لوگ سیاروں کے اثرات کا مشاہدہ کر کے ستارہ پرست بن گئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دور (۲۱۰۰ ق م) میں نمرود نے اس کو بڑا بارونق شہر بنا دیا۔ یہ شہر اس دور کی تہذیب کا مظہر تھا۔ کواکب پرستی اور بت پرستی کے علاوہ ان لوگوں کو جادو میں کمال حاصل تھا۔ اسے جادو کا گھر کہا جاتا تھا۔ اور بابل سے مراد ساحر لیا جاتا ہے اور البابلی بمعنی جادوگر ہے۔ سلیمانؑ کے زمانہ میں بھی جادو کا گہوارہ تھا۔ قرآن نے بھی اس شہر کا ذکر جادو کے ضمن ہی میں کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ (۲/۱۰۲)

سلیمانؑ نے مطلق کفر کی بات (جادوگری) نہیں کی بلکہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور جو کفر کی باتیں بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتریں (یہ لوگ ان کے پیچھے لگ گئے)

۷۔ اَحْقَاف: لغوی لحاظ سے یہ حقف (بمعنی ریت کا ٹیلہ) کی جمع ہے۔ یعنی ریت کا سینکڑوں میل پھیلا ہوا وسیع میدان (منجد) اور جب یہ معرفہ کے طور پر آئے تو اس سے مراد ربع سکون الخالی کے گرداگرد ملک یمامہ۔ بحرین، عمان، حضرموت اور مغربی یمن کا علاقہ ہوتا ہے جو قوم عاد کا اصل مرکز تھا اور یہیں سے یہ لوگ بلادِ عالم میں پھیلے۔ ارشاد باری ہے:

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ (۴۶/۲۱)

اور قوم عاد کے بھائی (ہودؑ) کو یاد کرو۔ جب انہوں نے اپنی قوم کو سرزمینِ احقاف میں ڈرایا۔

۸۔ حِجْر: لغوی معنی پتھروں والی زمین (منجد) حجر قوم ثمود کا مرکزی شہر تھا۔ مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے۔ مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے یہ مقام شاہراہ عام پر ملتا ہے۔ اس شہر کے کھنڈر مدینہ سے شمال مغرب میں موجودہ شہر العلاء سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ اسی قوم ثمود کو اصحاب الحجر کہا گیا ہے جو سنگ تراشی کے اتنے ماہر تھے کہ پہاڑوں کو تراش تراش کر اپنے گھر تو درکنار شہر کے شہر بنا ڈالتے تھے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہودؑ کے علاوہ اس قوم کے پاس اور بھی نبی آئے تھے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ (۱۵/۸۰)

اور بیشک حجر کے لوگوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔

۹۔ سبا: سبا دراصل یمن میں سے ایک معروف و مشہور آدمی کا نام ہے جو ہودؑ کی نسل سے تھا۔ اس کا شجرہ نسب یہ ہے: سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان بن ہودؑ۔ اسی کے نام پر اس علاقہ کا نام بھی سبا مشہور ہوا۔ پھر اس کی قوم بھی قوم سبا کہلائی۔ یہ علاقہ بہت زرخیز اور شاداب تھا۔ آب پاشی کا نظام نہایت اعلیٰ تھا۔ باغات کی کثرت تھی۔ ہر شخص کو اپنے دائیں بائیں باغات ہی باغات نظر آتے تھے۔ جب انہوں نے سرکشی کی راہ اختیار کی تو ان پر سیلاب کا عذاب آیا جس نے بند توڑ دیا۔ آب پاشی کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ باغات تباہ ہو گئے اور ان کی جگہ جھاڑ جھنکار نے لے لی۔ پھر مدتوں بعد یہ قوم اور علاقہ آباد ہوا۔ تو سورج پرست بن گیا۔ حضرت سلیمانؑ کی کوششوں سے سبا کی ملکہ ایمان لے آئی اور یہ قوم راہِ راست پر آ گئی۔ اس قوم کی سورج پرستی کی اطلاع حضرت سلیمانؑ کو ہدہد پرندے کے ذریعہ سے ہوئی تھی۔ جب اس پرندہ نے کہا تھا کہ:

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ (۲۷/۲۲)

میں آپ کے پاس سبا کے متعلق ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔

۸۔ پہاڑ، وادیاں اور اماکن

جن پہاڑوں، میدانوں یا وادیوں کے نام قرآن کریم میں آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱-۲۔ صفا اور مروۃ: بیت اللہ کے قریب دو مشہور و معروف پہاڑیاں۔ جن کے درمیان حضرت ہاجرہ نے پانی کی تلاش میں سات چکر کاٹے تھے۔ آج کل ان پہاڑیوں کو کاٹ کر درمیانی وادی کو ختم کر دیا گیا ہے۔ صرف پہاڑیوں کے نشان باقی رہ گئے ہیں۔ ہر حاجی کے لیے ان کے درمیان سعی کرنا حج و عمرہ کا لازمی جزو ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ (۲/۱۵۸) — بیشک (کوہ) صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

۳۔ جُودِیّ: طوفانِ نوح کا سلسلہ مسلسل ۴۰ دن جاری رہا۔ یعنی بارش بھی ہوتی رہی اور زمین کے نیچے سے بھی پانی اُبلتا رہا۔ اس دوران کشتی نوح مسلسل بلند ہوتی رہی۔ اور اس وقت تمام روئے زمین پر یہ طوفان آیا، جہاں نوع انسانی آباد تھی۔ بعد میں پانی اترنا شروع ہوا تو ۱۵۰ دن اسی پانی کے اترنے میں لگ گئے۔ اور جب اترنا شروع ہوا تو کشتی جودی پہاڑ پر آکر ٹک گئی۔ جودی کردستان کے علاقہ میں سلسلہ ہائے کوہ اراراط یا ارارات میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ (۱۱/۴۴) — حکم ہوا کہ "اے زمین! اپنا سارا پانی نگل جا، اور اے آسمان رُک جا" سو پانی خشک ہو گیا اور فیصلہ چکا دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹِک گئی۔

۴ تا ۶۔ سینا، (سینین) طور اور طوی۔ سینا اور سینین ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ سینا ایک بلند پہاڑ ہے جس کی بلندی ۷،۳۵۹ فٹ ہے جو مدین سے مصر یا مصر سے مدین جاتے ہوئے (شام کے ملک میں) راستے میں پڑتا ہے۔ اسی مقام پر موسیٰ علیہ السلام کو دو دفعہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی پہاڑ کی ایک چوٹی کا نام طور ہے۔ اور اسی پہاڑ کے دامن میں وادی کا نام طُوٰی ہے جسے قرآن میں وادی مقدس اور بقعۃ المبارکۃ بھی کہا گیا ہے۔ موسیٰؑ جب بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر لائے تو اسی راستے سے گزرے تھے۔ کوہِ طور کو اسی نسبت سے طورِ سینین بھی کہا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ۔ (۹۵/۱-۲) — انجیر اور زیتون (والے علاقوں) کی قسم اور طور سینین کی بھی۔

۷۔ عرفات: مکہ سے ۲۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے جسے جبل عرفات کہتے ہیں۔ اور اس پہاڑ کے دامن یا وادی کو بھی عرفات ہی کہتے ہیں۔ ۹ ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد حجاج یہاں شام

تک دعائیں کرتے ہیں۔ وقوف عرفات حج کا رکنِ اعظم ہے۔ اور یوم عرفہ ۹ ذی الحجہ کا دن ہے۔ جو عرفات پہنچنے کی تیاری کا دن ہے۔ اور عَرَّفَ الْحُجَّاج بمعنی حاجی عرفات میں ٹھہرے۔

۸۔ مشعر الحرام: مشعر (ج مشاعر) شعائر کے معنی ہی میں آتا ہے۔ بمعنی اعلامِ دینیہ۔ اور مشعر الحرام مزدلفہ کے پاس ایک پہاڑی کا نام ہے۔ ۹ ذی الحجہ کو عرفات سے واپسی پر حاجی لوگ یہاں رات گزارتے اور دُعائیں کرتے ہیں۔ پھر یہیں سے رمی کے لیے کنکریاں چن کر ساتھ لے جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (۲/۱۹۸)	پھر جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر الحرام کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو۔

۹۔ بدر: مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک میدان۔ جو مدینہ سے مکہ کو آتے ہوئے راستہ میں ایک طرف پڑتا ہے۔ اسی مقام پر مشہور معرکہ بدر ۲ھ میں پیش آیا تھا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (۳/۱۲۳)	اور اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں تمہاری مدد کی تھی جبکہ تم کمزور تھے۔

۱۰۔ حُنَیْن: مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام جہاں فتح مکہ کے بعد شوال ۸ھ میں اہلِ ہوازن سے مشہور غزوۂ حنین بپا ہوا۔ ہوازنی ماہر تیرانداز تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور کفار سے زیادہ تھی۔ کچھ فتح مکہ کا اثر، کچھ کثرت تعداد کا گھمنڈ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابتداءً مسلمانوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر لشکر کو دوبارہ بلایا گیا تو اللہ نے مہربانی فرمائی اور شکست کو فتح میں بدل دیا۔ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (۹/۲۵)	اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کی ہے۔ اور حنین کے دن بھی مدد کی جبکہ تمہیں اپنی کثرتِ تعداد پر ناز تھا۔

۱۱۔ مسجد الاقصیٰ، لغوی معنی بہت دور کی مسجد۔ اور اس سے مراد بیت المقدس ہے جو مسلمانوں کا قبلۂ اول تھا۔ روئے زمین پر کعبہ یا بیت اللہ کے بعد یہی مسجد بنائی گئی۔ اور اس کو مسجدِ اقصیٰ اس لیے کہا گیا کہ وُہ مسجد الحرام سے مسافت بعیدہ پر واقع ہے۔ بعد میں یہی نام معرفہ کے طور پر استعمال ہونے لگا۔

ارشاد باری ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (۱۷/۱)	پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

۱۲۔ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى: سِدْرَة بمعنی بیری کا درخت اور مُنْتَهٰى بمعنی انتہائی حد پر واقع بیری کا درخت۔ یہ آسمانوں میں ایک مقام ہے جہاں عالم سفلی کے معلومات ختم ہو جاتے ہیں اور عالم علوی کے افاضات بھی وہیں سے نیچے نازل ہوتے ہیں۔ اسی مقام پر رسولؐ اکرم نے جبرئیل کو اصلی صورت میں

دوسری دفعہ دیکھا(م ۔ ق) اور یعنی عرشِ الٰہی کی داہنی جانب بیری کا درخت جو ملائکہ وغیرہ کی پہنچ کی آخری حد ہے (منجد) وُہ مقام جہاں آں حضرتؐ کو فیوضاتِ الٰہیہ اور بھاری انعامات سے خاص طور پر نوازا گیا تھا (مف) اور یہ سب باتیں سورۂ نجم کی آیات ۵ سے ۱۸ تک ثابت ہیں) ارشادِ باری ہے:

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (۵۳/۱۵) — سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک اسی کے پاس جنت الماوٰی ہے۔

۱۳۔ کوثر: کا معنیٰ اہلِ لغت نے خیرِ کثیر لکھا ہے اور بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ کہ کوثر بہشت کی ایک نہر کا نام ہے جو آں حضرتؐ کو عطا ہوئی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ کو اونگھ آ گئی۔ اُٹھے تو تبسّم فرمایا اور تبسّم کی وجہ یہ بتلائی کہ ابھی ابھی مجھ پر ایک سُورت نازل ہوئی ہے۔ پھر سورۂ کوثر پڑھی اور فرمایا، "تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟" صحابہؓ نے عرض کیا، "اللہ اور اس کا رسُولؐ ہی بہتر جانتے ہیں" فرمایا، "وُہ ایک نہر ہے جو اللہ نے مجھ کو بہشت میں دی ہے۔ اس میں خیرِ کثیر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (۱۰۸/۱) — (اے محمدؐ!) بلیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔

۱۴۔ سلسبیل: کا معنیٰ اہلِ لغت شیریں اور خوشگوار پانی لکھتے ہیں جو حلق سے بآسانی اتر جائے۔ اور سلسبیل کی تعریف اللہ نے خود ہی بیان فرما دی ہے کہ وُہ جنّت میں ایک چشمہ کا نام ہے جس کے مشروب میں زنجبیل (سونٹھ) کی آمیزش ہوگی۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۚ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا (۷۶/۱۷-۱۸) — اور وہاں انھیں ایسے جام پلائے جائیں گے جن کے مشروب میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہے۔

زنجبیل: تاثیر میں انتہائی گرم۔ انہضام کو درست کرنے والی، حرارتِ غریزی کو تیز کرنے والی اور قوٰی کو بحال رکھنے والی چیز ہے۔

۱۵۔ تسنیم: اسی طرح تسنیم بھی جنت میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۙ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (۸۳/۲۷-۲۸) — اور اس (رحیق۔ شرابِ خالص) میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہوگی وُہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خدا کے) مقرب بندے پئیں گے۔

کافور: جنّت کے مشروبات میں زنجبیل کی آمیزش کے علاوہ کافور کی آمیزش کا ذکر بھی قرآن میں آیا ہے۔ کافور ایک مشہور، خوشبودار، سفید رنگ کی دوائی ہے جو کافور کے درخت سے حاصل ہوتی ہے۔ تاثیر میں حد درجہ سرد ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا (۷۶/۵) — نیکو کار ایسے جام نوش کریں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی۔

۹ــــــ اقوام

جن اقوام کا ذکر قرآن میں آیا ہے ان میں سے قوم نوحؑ، عادؑ، ثمودؑ، لوطؑ، قوم موسیٰؑ، قوم فرعون کے حالات تو انبیاء کے حالات میں بیان ہو چکے۔ ان کے علاوہ چند اور قوموں کے نام بھی مذکور ہیں، جو درج ذیل ہیں ؛

۷۔ قوم اِرَم : قوم عاد ہی دوسرا صفاتی نام یا لقب ہے۔ اِرَم کا لغوی معنی پتھروں سے بنایا ہوا نشان اور اس سے مراد وہ بلند اور مزیّن ستون ہیں جو قوم عاد یا ثمود (عادِ ثانیہ) نے بحیثیت ماہرین سنگ تراشی بنائے تھے (مف) نیز اِرَم قوم عاد کا پہلا شخص یا قوم عاد کا شاہی خاندان اِرَم کہلایا (م۔ق) یہ لوگ یمن کے علاقہ میں آباد تھے۔ ارشاد باری ہے ؛

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۔ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (۸۹ : ۶-۷)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا جو ارم کہلاتے اور بڑے ستونوں والے تھے۔

۸۔ قومِ تُبَّع : تُبَّع قبیلہ حِمْیَر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ تُبَّع کی قوم دراصل قوم سبا ہی کی ایک شاخ تھی جس نے ۱۱۵ ق۔م میں علاقہ سبا (واقع یمن) پر قبضہ حاصل کیا اور ۳۰۰ ء تک وہاں حکمران رہے۔ ارشاد باری ہے ؛

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۔ (۴۴ : ۳۷)

کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور اس سے پہلے کے لوگ جنہیں ہم نے ہلاک کر ڈالا کیونکہ وہ مجرم ہو گئے تھے۔

۹۔ قریش : رسول اللہؐ کا گیارھویں پشت پر جدّ امجد فہر تھا جو قریش کے لقب سے مشہور ہوا۔ قریش دراصل وہیل مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندری جانوروں میں سب سے بڑی اور طاقتور ہوتی ہے۔ فہر کے زمانہ میں یمن کے ایک حاکم حسّان نے مکہ پر اس غرض سے حملہ کیا کہ کعبہ کے پتھر یہاں سے لے جا کر یمن میں بیت اللہ تعمیر کرے۔ اور فہر نے اس کا مقابلہ کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ اسی وجہ سے وہ قریش کے لقب سے مشہور ہوا۔ فہر کی اولاد بھی قریش کہلاتی ہے۔ قریش رسول اللہؐ کی اپنی قوم تھی۔ جس کی عرب بھر میں دھاک بیٹھی ہوئی تھی مگر اس قوم نے رسول اللہؐ کی سب سے زیادہ مخالفت کی۔ فتح مکہ کے دن اس مخالفت کا زور ٹوٹا اور یہ قوم ایمان لائی۔ پھر خلفائے اسلام بھی اسی قوم سے بنتے رہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (۱۰۶ : ۱-۲)

قریش کے مانوس کرنے کے سبب یعنی انہیں جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب . . .

۱۰۔ یاجوج اور ماجوج : ایشیا کے شمالی اور مشرقی علاقے کی وہ وحشی اور جنگجو قومیں جو قدیم زمانے سے متمدن ممالک پر غارت گرانہ حملے کرتی رہی ہیں۔ انہیں حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد میں

شمار کیا گیا ہے۔ ان کا علاقہ روس۔ توبالسک، ماسکو وغیرہ ہے۔ سلطان ذوالقرنین (جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے) نے انہیں کے حملوں سے نجات کے لیے سدّ (سکندری) تعمیر کی تھی۔ یہ دیوار دو سلسلہ ہائے کوہ کے درمیان اس نشیبی علاقہ یا وادی میں تعمیر کی گئی تھی۔ جہاں سے یہ وحشی اقوام حملہ آور ہوتی تھیں۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا (۱۸/۹۴)	ان لوگوں نے کہا، اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں تو کیا ہم تجھے کچھ چندہ اکٹھا کر دیں کہ تم ان کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار تعمیر کر دو۔"

۱۰۔ فرقے یا مذاہب

قرآن میں جن مذاہب یا فرقوں کا ذکر آیا ہے وُہ یہ ہیں:

۱۔ مُسْلِمِیْن: ہر وُہ شخص جو کسی نبی یا رسول کی دعوت کو قبول کرلے۔ وُہ مسلم ہے۔ اور اَسْلَمَ بمعنی فرمانبردار اور اطاعت کیش بن جانا ہے۔ ارشاد باری ہے:

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا (۲۲/۷۸)	اس (اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ پہلی شریعتوں یا اُمتوں میں بھی اور اس کتاب (قرآن) میں بھی

۲۔ مُؤْمِنِیْن: جب اسلام دل میں راسخ ہو جائے تو اسے ایمان کہتے ہیں۔ اور ایماندار کو مومن۔ اس فرق کو قرآن نے یوں بیان فرمایا:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ (۴۹/۱۴)	دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ (یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا

گویا ایمان دراصل اسلام ہی کا اگلا درجہ ہے۔ اور مسلمان ہی مومن بنتے ہیں۔

۳۔ کُفّار: ہر وُہ شخص جو کسی نبی یا رسول کی دعوت کو رد کر دے اور اس کا انکار کر دے وُہ کافر ہے۔ کفر بمعنی انکار کرنا خواہ وُہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (۲/۶)	جو لوگ کافر ہو چکے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ اُن کے لیے برابر ہے۔

۴۔ مُنَافِقِیْن: ایسے لوگ جو بظاہر اسلام لے آئیں اور دل میں کفر ہی جاگزیں رہے اور ان کی ہمدردیاں بھی کافروں کے ساتھ ہوں۔ منافقین کہلاتے ہیں۔ ایسا طبقہ بعض سیاسی اور معاشی مفادات حاصل کرنے کے لیے وجود میں آتا ہے اور اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کوئی تحریک ترقی کر رہی اور پروان چڑھ رہی ہو۔ چنانچہ مکّی زندگی میں منافقین کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ جب مدنی زندگی میں

اسلام اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا تو یہ طبقہ بھی پیدا ہو گیا۔ یہ طبقہ چونکہ دھوکہ اور عیاری سے کام لیتا ہے، لہٰذا کافروں سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴/۱۴۵) — منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

۵۔ مُشْرِكِيْن: وہ لوگ جو ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کو بھی نفع و نقصان پہنچانے کا مالک سمجھتے ہوں اور عبادت میں خواہ یہ عبادت بدنی ہو یا مالی یا قولی ہو دوسروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔ خواہ یہ دوسری چیز کوئی جاندار چیز مثلاً نبی، ولی، بزرگ، فرشتے یا جن وغیرہ ہوں یا بے جان مثلاً بت۔ چاند۔ سورج۔ دیوتا اور دیویاں ہوں۔ مشرکین کہلاتے ہیں۔ اور یہ لوگ بھی ہر فرقہ میں سے ہو سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ مسلمان اور مومن بھی مشرک ہو سکتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (۱۲/۱۰۶) — ان میں سے اکثر ایسے لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں مگر مشرک بھی ہوتے ہیں۔

۶۔ يَهُوْدِى: هَادَ کے معنی نرمی کے ساتھ آہستہ آہستہ رجوع کرنا بھی ہے اور یہودی ہونا بھی۔ اور هَوَّدَ بمعنی کسی کو یہودی بنانا (مف۔م ق) یہود سے مراد حضرت موسیٰؑ کے پیروکار ہیں۔ تورات کو تلاوت کے وقت آہستہ آہستہ اور جھوم کر پڑھنے سے ان کا نام یہودی ہوا (مف) اور بعض لوگوں کے خیال کے مطابق ان کی نسبت حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یہودا کی طرف ہے۔ یہ قوم پہلے سخت بزدل تھی پھر جب سود خوار بنی تو سخت سنگدل بھی بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر انعامات کی جتنی بارش کی اتنا ہی اس قوم نے کفران نعمت کیا۔ حتیٰ کہ اللہ کے ہاں یہ قوم مغضوب علیہم قرار پائی۔ مسلمانوں کی ابتدائے اسلام میں بھی جانی دشمن رہی اور آج تک اسی روش پر قائم ہے۔

۷۔ نصارٰی، حضرت عیسیٰؑ اور ان پر نازل شدہ کتاب انجیل کے پیروکار۔ اس نام کی بھی دو توجیہیں ہیں۔ ایک یہ کہ عیسیٰؑ کی پیدائش ناصرہ میں ہوئی تو انہیں مسیح ناصری کہتے تھے۔ تو ان کے پیروکار نصارٰی کہلائے۔ اور دوسری یہ کہ عیسیٰ کے پیروکاروں یا حواریوں نے نحن انصار اللہ (۳/۵۲) کا نعرہ لگایا تھا۔ لہٰذا یہ لوگ نصارٰی کہلائے۔ آج کل انہیں عیسائی کہتے ہیں۔ یہودیوں کی نسبت ان کے عادات و خصائل بہت بہتر ہیں۔ دور نبویؐ میں بھی مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں اور یہود کی نسبت یہ مسلمانوں کے لیے بہت کم مضر تھے۔ ارشاد باری ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى (۵/۸۲) — (اے پیغمبر) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہود اور مشرک ہیں۔ اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصارٰی ہیں۔

۸۔ مجوس: (مجس) (واحد مجوسی) اور مجّس بمعنی کسی کو مجوسی بنانا۔ اور تمجّس بمعنی مجوسی بننا ہے۔

آتش پرست اور سورج پرست فرقہ جو اپنے آپ کو نوحؑ کا پیروکار تبلاتا اور باقی سب پیغمبروں کا دشمن ہے ان کے نزدیک نیکی اور بدی کے خدا الگ الگ ہیں۔ یعنی خدا دو ہیں۔ نیکی کا خدا یا خالق یزدان ہے۔ اور بدی کا خدا یا خالق اہرمن ہے۔ یہ لوگ اپنی الہامی کتابوں کا نام ژند اور اوستا تبلاتے ہیں۔

۹۔ صَابِئِیْنَ (صَبَأَ) ستارہ پرست فرقہ جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تھا۔ یہ بھی اپنے آپ کو حضرت نوحؑ کا پیروکار تبلاتے ہیں۔ اور باقی سب پیغمبروں کے منکر ہیں۔ بعد میں صَبَأَ کا لفظ دین تبدیل کرنے یا آبائی مذہب سے رُوگردانی کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ اور ایک گالی بن گیا کہ فلاں شخص صابی ہو گیا ہے یعنی بے دین اور لا مذہب بن گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕیْنَ وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (۲۲/۱۷)	جو لوگ مومن (یعنی مسلمان) ہیں اور جو یہودی ہیں اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک ہیں اللہ تعالیٰ ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔

۱۱۔ عبادات اور شرعی اصطلاحات

ارکانِ اسلام پانچ ہیں۔ ان میں سب سے اوّل تو کلمۂ شہادت ہے جس کے ذریعہ انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ باقی چار ارکان عبادات پر مشتمل ہیں۔ ان سب کا اور ان کے مختصر کوائف کا ذکر قرآن مجید میں آ گیا ہے۔ اور وُہ یہ ہیں: صَلٰوۃ۔ زَکٰوۃ۔ صَوْم اور حَجّ۔ اور ان الفاظ کو قرآن نے شرعی اصطلاحات کے طور پر استعمال کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کا پُورا مفہوم سنتِ رسولؐ ہی سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔ لغت یہ عقدہ حل کرنے سے قاصر ہے۔

۱۔ صَلٰوۃ، اہلِ لغت اس کا معنیٰ دُعا دینا اور تحسین و تبریک تبلاتے ہیں (مف) اور صَلّٰی بمعنی نماز ادا کرنا۔ قرآنِ کریم میں اس کا حکم تو تقریباً سات سو مرتبہ آیا ہے لیکن نہ روزانہ نمازوں کی تعداد پوری طرح مذکور ہے نہ ہر نماز میں رکعات کی تعداد اور نہ ترکیبِ نماز۔ نہ ہی اوقاتِ نماز کی تفصیل کہیں مذکور ہے۔ قرآن سے صرف تین نمازوں اور ان کے اوقات کا پتہ چلتا ہے۔ زوالِ آفتاب کے وقت، شام کے وقت اور فجر کے وقت۔ نمازِ وسطیٰ کا بھی ذکر آیا ہے لیکن یہ وضاحت نہیں کہ وُہ کونسی ہے۔ البتہ نماز باجماعت کا ذکر بکثرت موجود ہے۔ اور اس کے لیے اقامت الصّلوٰۃ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ نماز کی ادائیگی سے پیشتر طہارت اور وضو کے فرائض کا ذکر آیا ہے۔ اور ارکانِ نماز میں سے رکوع، قیام اور سجدہ کا بھی۔

رکع کا لغوی معنیٰ محض جھکنا ہے۔ لیکن اصطلاحاً اس کا معنیٰ نماز میں کمر کو ایک مخصوص و معروف شکل میں جھکا دینا ہے جس میں عجز و انکسار کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔ رَکَعَ ہی سے لفظ رکعت مشتق ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہی رکن نماز کا اہم رکن ہے۔ مزید یہ کہ یہ لفظ قرآن نے پوری نماز کے لیے

بھی استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (۲/۴۳) — اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔

سَجَدَ: کا لغوی معنی عاجزی اور فروتنی کرنا ہے (مف۔ منجد) اور اسی معنی میں کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرتی ہے۔ مگر شرعی اصطلاح میں اس کا معنی نماز میں ایک مخصوص معروف شکل میں بیٹھ کر پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھنا ہے۔ رکوع کی طرح سجدہ بھی نماز کا اہم رکن ہے۔ ارشاد باری ہے:

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (۴۸/۲۹) — تو انہیں رکوع کرتے اور سجدہ کرتے دیکھتا ہے۔ وہ خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی ڈھونڈتے ہیں۔

موقتہ معروف نمازوں کے علاوہ قرآن میں صلوٰۃِ قصر (مسافر کی نماز) اور صلوٰۃ الخوف (جنگ کے دوران نماز) اور نماز جنازہ اور نماز تہجد کا بھی ذکر آیا ہے۔ اور صلوٰۃ کا لفظ قرآن میں چار معنوں میں آیا ہے۔ (۱) موقتہ نمازوں کے لیے (۲) نماز جنازہ کے لیے جس میں رکوع و سجود نہیں ہوتا۔ صرف قیام ہی قیام ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (۹/۸۵) — اور (اے پیغمبرؐ!) ان (منافقین) میں سے اگر کوئی مر جائے تو کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔

(۳) صرف دعاء کے معنوں میں۔ جیسے فرمایا:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۹/۱۰۳) — اور ان (زکوٰۃ ادا کرنے والوں) کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری دعاء ان کے لیے موجب تسکین ہے۔

اور (۴) اگر صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ہو تو اس کا معنی رحمت نازل کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (۳۳/۵۶) — اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر رحمت بھیجتے ہیں۔

۲- زکوٰۃ: کا لغوی معنی بڑھنا۔ زیادہ ہونا۔ پھلنا پھولنا اور نشو و نما پانا ہے (منجد۔ مف) اور شرعی اصطلاح میں زکوٰۃ اپنے زائد اموال کا وہ حصہ ہے جسے شریعت نے راہِ خدا میں نکال کر ادا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ زکوٰۃ کا ذکر بھی قرآن میں تقریباً ستر مقامات پر آیا ہے۔ لیکن اموالِ زکوٰۃ، نصاب زکوٰۃ اور شرح زکوٰۃ کی کوئی تفصیل موجود نہیں۔ یہ صرف سنتِ رسولؐ سے ملتی ہے۔ زکوٰۃ کو قرآن میں صدقہ بھی کہا گیا ہے۔ اور ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ صاحبِ نصاب لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرکے زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ کرے۔ ارشاد باری ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (۹/۱۰۳) — (اے پیغمبرؐ!) ان (مومنوں) کے اموال میں سے صدقہ وصول کیجئے۔

صدقہ نفلی یا تطوعاً بھی ہوتا ہے اور فرضی بھی۔ فرضی صدقہ کا ہی دوسرا نام زکوٰۃ ہے۔ اس آیت میں خُذْ کا لفظ اس صدقہ کو فرض یا زکوٰۃ قرار دے رہا ہے۔ دوسرے خُذْ کے لفظ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے

کہ زکوٰۃ وصول کرنا اور نظام زکوٰۃ قائم کرنا حکومتِ اسلامی کی ذمہ داری ہے۔
زکوٰۃ مالی عبادت اور نماز کے بعد اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے۔ لیکن مالی عبادت میں نفلی صدقات، بعض گناہوں کے کفارے، نذور اور قربانی بھی آتے ہیں۔ نذر یا منت ؤصدقہ ہے جو انسان کسی شرط کے ساتھ اپنے آپ پر لازم قرار دے لیتا ہے۔ پھر اس کی ادائیگی فرض ہو جاتی ہے۔ اور قربانی (بالخصوص عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر) ہر صاحبِ استطاعت پر واجب ہے۔

۳۔ صَوْم: کا لغوی معنیٰ کسی کام سے رُک جانا اور باز رہنا ہے۔ مثلاً جو گھوڑا چارہ نہ کھائے یا چلنے سے رُک جائے اُسے بھی صائم کہا جاتا ہے (مف) لیکن شرعی اصطلاح میں صَام کا معنی روزہ رکھنا ہے جس کے جملہ آدابِ سنتِ نبویؐ ہی میں مذکور ہیں۔ قرآن میں مجملاً اتنا ہی ذکر ہے کہ:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (۲/۱۸۷)	اور کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ ہو جائے۔ پھر روزوں کو رات تک پورا کرو۔

اعتکاف: عکف کا لغوی معنیٰ صرف روکنا ہے اور ان معنوں میں بھی یہ لفظ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔

وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ۔ (۴۸/۲۵)	اور قربانی کے جانور جو اپنے مقام پر پہنچنے سے روک دیے گئے ہوں۔

اور شرعی اصطلاح میں العکوف بمعنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ رہنا اور اس سے وابستہ رہنا اور اعتکاف بمعنی عبادت کی نیت سے مسجد میں رہنا اور باہر نہ نکلنا ہے۔
روزہ اور اعتکاف کا بھی آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اعتکاف کو شریعت نے ہر مسجد میں ماہِ صیام کے آخری عشرہ میں فرض کفایہ قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی صیام سے متعلق آیت مندرجہ بالا میں ساتھ ہی اعتکاف کا ذکر فرما دیا ہے۔ تاہم روزہ اور اعتکاف لازم وملزوم نہیں۔ اعتکاف روزہ کے بغیر بھی ہو سکتا ہے اور ماہِ رمضان کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی ہو سکتا ہے۔ پھر جس طرح تزکیہ نفس کے لحاظ سے اعتکاف کا روزہ سے خاص تعلق ہے اسی طرح مسجد کے لحاظ سے اعتکاف کا بیت اللہ شریف سے بھی خاص تعلق ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَعَهِدْنَا اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (۲/۱۲۵)	اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے کہا کہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک وصاف رکھا کرو۔

اعتکاف بھی چونکہ ایک عبادت ہے۔ لہٰذا مشرکین اس عبادت میں بھی بتوں کو شریک کر لیا کرتے تھے۔ قرآن میں ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ (۷/۱۳۸)	اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کے لیے ان کے سامنے بیٹھے رہتے تھے۔

۴۔ حَجّ: بمعنی کسی کی زیارت کا ارادہ اور قصد کرنا (مف) اور حجّ بنو فلانٍ فلانًا بمعنی بنو فلان نے فلاں کے پاس بہت آمد و رفت کی۔ اور حَجَجْتُ فَلَانًا بمعنی میں فلاں کے پاس بار بار آیا گیا۔ اور حَجّ چونکہ سال میں ایک بار آنا ہے لہٰذا حَجّ سے اسم مرہ حِجَّۃٌ بمعنی سال (ج حِجَج) بھی ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں اقامت نسک کے ارادہ سے بیت اللہ کا قصد کرنے کا نام حج ہے۔ اور سال میں جس ماہ میں حج ہوتا ہے اس کا نام ذوالحجۃ ہے۔ حج بھی اسلام کا رُکن ہے اور صاحبِ استطاعت لوگوں پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (۳/۹۷)	اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے۔

عُمْرَة کو ایک روایت میں حج اصغر کہا گیا ہے۔ اس میں صرف طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی ہوتی ہے۔ قربانی، منٰی میں قیام اور وقوفِ عرفات کچھ نہیں ہوتا۔ پھر عمرہ ہر موسم میں اور ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں حج اکبر ہے۔ اور یوم الحج الاکبر سے مراد یوم نحر یا یوم عرفہ ہے (مف) اور اِعْتَمَرَ بمعنی عمرہ کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا (۲/۱۵۸)	تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں (صفا و مروہ) کا طواف کرے۔

طَوَاف: بمعنی کسی چیز کے گرد چکر لگانا اور گھومنا۔ اور طائف اس چوکیدار کو کہتے ہیں جو رات کو حفاظت کی غرض سے چکر لگاتا ہے (مف) اور شرعی اصطلاح میں طواف سے وہ چکر مراد ہیں جو حج یا عمرہ کے دوران، یا ان کے علاوہ بھی اللہ کے گھر کے گرد لگائے جاتے ہیں۔ عبادت کی یہ قسم صرف خانہ کعبہ کے ساتھ مختص ہے مگر مشرکین نے اس عبادت میں بھی بعض قبروں اور آستانوں کو شریک بنا لیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (۲۲/۲۹)	پھر (حاجیوں کو چاہیے کہ قربانی کے بعد) اپنا میل کچیل دور کریں اور نذریں پوری کریں اور خانہ قدیم (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں۔

قربانی کے لیے دیکھیے ــــ قربانی کا جانور

۱۲ ـــــ اسم عدد

اسمائے اعداد بھی اسم معرفہ ہی کی قسم ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد اور ان کے مشتقات کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، پہلے مثالیں دیکھیے، بعد میں قواعد کا ذکر ہوگا۔

ایک ۱	قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ	۱۱۲/۱	کہدو اللہ ایک ہے		فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ	۳۶/۱۴	قوت دی ہم نے تیسرے سے
	قَالَ اَحَدُهُمَا	۱۲/۳۶	دونوں میں سے ایک نے کہا		فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ	۴/۱۰	پھر ماں کا تیسرا حصہ (⅓) ہے
	اِلٰهًا وَّاحِدًا	۲/۱۳۳	ایک معبود		فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ	۴/۱۷۶	تو ان دونوں بیٹیوں کا دو تہائی (⅔)
	اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ	۴۰/۸۴	ایمان لائے ہم اللہ اکیلے پر	چار ۴	اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ	۴/۱۵	تم میں سے چار
	اُمَّةً وَّاحِدَةً	۲/۲۱۳	ایک امت		اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ	۲۴/۸	چار گواہیاں
	قَدْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا	۷۴/۱۱	جس کو میں نے اکیلا بنایا		رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ	۱۸/۲۲	چوتھا ان کا کتا ہے
	اِحْدَى ابْنَتَيَّ	۲۸/۲۷	میری دو لڑکیوں میں سے ایک		ثُلٰثَ وَرُبٰعَ	۴/۳	تین تین اور چار چار
	اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ	۴/۴۳	یا آئے تم میں سے کوئی ایک		فَلَكُمُ الرُّبُعُ	۴/۱۲	تو تمہارے لیے چوتھائی (¼) ہے
	اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى	۲۰/۶۵	پہلا جو ڈالے	پانچ ۵	يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ	۱۸/۲۲	کہتے ہیں کہ پانچ ہیں
	هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ	۵۷/۳	وہی سب سے پہلا اور سب سے پچھلا ہے		وَالْخَامِسَةُ	۲۴/۷	اور پانچویں دفعہ
	وَعْدُ اُوْلٰهُمَا	۱۷/۵	دونوں میں سے پہلا وعدہ		فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ	۸/۴۱	تو اللہ کے لیے اس کا پانچواں حصہ (⅕) ہے
	لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى	۹۲/۱۳	پہلی اور پچھلی (آخرت اور دنیا)	چھ ۶	فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	۷/۵۴	چھ دنوں میں
	مَثْنٰى وَفُرَادٰى	۳۴/۴۶	دو دو اور ایک ایک		سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ	۱۸/۲۲	چھٹا ان کا کتا ہے
دو ۲	اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ	۱۶/۵۱	دو معبود		فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ	۴/۱۱	تو ماں کا چھٹا حصہ ہے
	وَصِيَّةِ اثْنَانِ	۵/۱۰۶	بوقت وصیت دو آدمی	سات	سَبْعَةُ اَبْوَابٍ	۱۵/۴۴	سات دروازے
	كَانَتَا اثْنَتَيْنِ	۴/۱۷۶	اور اگر دو عورتیں ہوں		سَبْعَ بَقَرٰتٍ	۱۲/۴۶	سات گائیں
	مَثْنٰى وَثُلٰثَ	۴/۳	دو دو اور تین تین	آٹھ	ثَمٰنِىَ حِجَجٍ	۲۸/۲۷	آٹھ سال
	ثَانِىَ اثْنَيْنِ	۹/۴۰	دو میں کا دوسرا		ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ	۶/۱۴۳	آٹھ جوڑے (نر و مادہ)
	اَوْ كِلٰهُمَا	۱۷/۲۳	یا دونوں		ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ	۱۸/۲۲	آٹھواں ان کا کتا ہے
	كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ	۱۸/۳۳	دونوں باغ		فَلَهُنَّ الثُّمُنُ	۴/۱۲	تو ان عورتوں کا (⅛) ہے
	لِكُلٍّ ضِعْفٌ		ہر ایک کے لیے دگنا ہے	نو ۹	تِسْعَ اٰيٰتٍ	۱۷/۱۰۱	نو نشانیاں
	فَلَهَا النِّصْفُ	۴/۱۷۶	تو بیٹی کے لیے آدھا (½)	دس ۱۰	تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ	۲/۱۹۶	یہ پورے دس ہوئے
تین ۳	ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ	۲/۱۹۶	تین دن		وَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ	۷/۱۴۲	ہم نے اس کو دس سے پورا کیا
	فِىْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ	۳۹/۶	تین اندھیروں میں		عَشْرُ اَمْثَالِهَا	۶/۱۶۰	دس گنا اس کے
	مَثْنٰى وَثُلٰثَ	۴/۳	دو دو اور تین تین		مِعْشَارَ	۳۴/۴۵	دسواں حصہ

عدد	عربی	حوالہ	مطلب	عدد	عربی	حوالہ	مطلب
گیارہ [۱۱]	اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا	۱۲/۴	گیارہ ستارے	اسی [۸۰]	ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً	۲۴/۴	اسی درّے
بارہ [۱۲]	اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا	۹/۳۷	بارہ مہینے	ننانوے [۹۹]	تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً	۳۸/۲۳	ننانوے دنبیاں
	اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا	۲/۶۰	بارہ چشمے	سو [۱۰۰]	مِائَةَ جَلْدَةٍ	۲۴/۲	سو درّے
انیس [۱۹]	عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ	۷۴/۳۰	جہنم پر ۱۹ فرشتے مقرر ہیں	دو سو [۲۰۰]	يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ	۸/۶۵	دو سو پر غالب آئیں گے
بیس [۲۰]	عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ	۸/۶۵	بیس صابر (مرد)	تین سو [۳۰۰]	ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ	۱۸/۲۵	تین سو سال
تیس [۳۰]	ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا	۴۶/۱۵	تیس مہینے	ہزار [۱۰۰۰]	مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ	۹۷/۳	ہزار مہینوں سے
چالیس [۴۰]	اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً	۷/۱۴۲	چالیس راتیں	ہزاروں	وَهُمْ اُلُوْفٌ	۲/۲۴۳	اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے
پچاس [۵۰]	خَمْسِيْنَ عَامًا	۲۹/۱۴	پچاس برس	تین ہزار [۳۰۰۰]	بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ	۳/۱۲۴	تین ہزار سے
ساٹھ [۶۰]	سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا	۵۸/۴	ساٹھ مسکین	پانچ ہزار [۵۰۰۰]	بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ	۳/۱۲۵	پانچ ہزار سے
ستر [۷۰]	سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا	۶۹/۳۲	ستّر ہاتھ یا گز	پچاس ہزار [۵۰۰۰۰]	خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ	۷۰/۴	پچاس ہزار سال
	سَبْعِيْنَ رَجُلًا	۷/۱۵۵	ستّر آدمی	لاکھ [۱۰۰۰۰۰]	مِائَةِ اَلْفٍ	۳۷/۱۴۷	ایک لاکھ

اعداد کے متعلق مندرجہ ذیل قواعد ہیں۔

۱۔ واحد گنتی میں صرف پہلے ہندسہ یا ایک کے مقام پر آئے گا۔ مرکب اعداد میں واحد کی بجائے اَحَد استعمال ہوگا۔ جیسے اَحَدَ عَشَرَ اس کی مؤنث وَاحِدَةٌ ہے۔ اور وَحِيْد بمعنی اکیلا۔ ایک ہی۔

۲۔ اَحَد کا استعمال چار طرح ہوتا ہے:

(ا) بمعنی لاثانی۔ یکتا۔ بے نظیر۔ جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۱۱۲/۱)

(ب) دو یا دو سے زیادہ چیزوں میں سے "کوئی" یا "کوئی ایک" جیسے اَحَدٌ مِّنْكُمْ (۴/۴۳) یا ان میں سے "ہر ایک" جیسے يَوَدُّ اَحَدُهُمْ (۲/۹۶) اور اس کی تثنیہ احدی آئے گی جیسے اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ (۹/۵۲) یعنی دو بھلائیوں میں سے کوئی ایک بھلائی۔

(ج) اگر نفی کے کسی لفظ کے بعد آئے تو یکسر نفی کر دیتا ہے۔ ایک کا معنی بھی نہیں دیتا۔ جیسے مَا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا (۵/۲۰) کسی کو بھی نہیں دیا۔ یا لَيْسَ فِي الدَّارِ اَحَدٌ۔ گھر میں کوئی بھی نہیں۔

(د) مرکب اعداد میں واحد کے مقام پر آتا ہے جیسے اَحَدَ عَشَرَ بمعنی گیارہ۔ اور اَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ بمعنی اکیس (مؤنث احدی عشرۃ) گیارہ۔

۳۔ "ایک ایک" کے لیے فُرادٰی، دُو دُو کے لیے مَثْنٰی پھر اس کے بعد فُعَال کے وزن پر دس تک جیسے ثُلٰث بمعنی تین تین رُبَاع بمعنی چار چار ثُمَان بمعنی آٹھ آٹھ وغیرہ ی نسبتی بڑھانے سے اتنی تعداد والی چیز مثلاً ثلاثی تین تین والی۔ رباعی چار چار والی اور ۃ تانیث مزید بڑھانے سے مؤنث بن جائے گا۔ جیسے رباعیۃ خماسیۃ

۴۔ ترتیبی اعداد: ایک کے لیے اوّل پھر اس کے بعد دس تک فَاعِل کے وزن پر آئیں گے۔ ثَانِي۔ دوسرا، ثَالِث۔ تیسرا، رَابِع چوتھا وغیرہ۔ ۃ تانیث لگانے سے مؤنث بن جاتے ہیں۔ جیسے ثَانِيَةٌ، سَابِعَةٌ

۵۔ کسری اعداد: یعنی ایک چیز کے بٹے ہوئے حصے۔ آدھا یا ½ کے لیے نصف پھر اس کے بعد فُعُل

کے وزن پر دس تک۔ جیسے ثُلُث تیسرا حصہ یا ۱/۳ سُدُس چھٹا حصہ یا ۱/۶ عُشر دسواں حصہ یا ۱/۱۰۔ ۱/۱۰ کیلیے عُشار اور مِعشار بھی آتا ہے۔

۶۔ کِلَا: لفظ مفرد ہے لیکن تثنیہ (دو) کا معنی دیتا ہے۔ حالت رفعی میں کِلَا نصبی اور جری میں کِلَے آتا ہے۔ اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں صورتوں میں پہلے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا (۱۷/۲۳) اگر وہ (والدین) تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں ہی۔

اور کِلَا کا مونث کِلْتَا ہے (جو حالت نصبی اور جری میں کِلْتَیْ آتا ہے) قرآن میں ہے:

كِلۡتَا الۡجَـنَّتَيۡنِ اٰتَتۡ اُكُلَهَا (۱۸/۳۳) دونوں باغ اپنا پھل دیتے تھے۔

۷۔ عدد اور معدود میں تذکیر و تانیث اور واحد جمع کی تمیز کرنا ذرا مشکل کام ہے۔ چند ضروری اور معروف قاعدے درج ذیل ہیں۔ مزید تفصیل گرامر کی کتابوں میں ملے گی۔

(ا) ایک اور دو تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کے لحاظ معدود کے مطابق ہوں گے جیسے اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ اِلٰهَيۡنِ اثۡنَيۡنِ۔

(ب) تین سے دس تک معدود مذکر ہو تو عدد مؤنث آئے گا۔ جیسے اَرۡبَعَةِ اَيَّامٍ، اور اگر معدود مؤنث ہو تو عدد مذکر آئے گا۔ جیسے ثَلٰثَ لَيَالٍ۔ سَبۡعَ بَقَرٰتٍ۔

(ج) گیارہ اور بارہ کے اعداد تذکیر و تانیث کے لحاظ معدود کے مطابق آئیں گے۔ جیسے اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا (۱۲/۴) اِثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا (۲/۶۰)۔

(د) دس کے بعد معدود ہمیشہ واحد ہی آئے گا جو ننانوے تک تو منصوب ہوگا لیکن اس کے بعد مجرور اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً (۲۶/۱۵) سَبۡعِيۡنَ رَجُلًا (۷/۵۵) اور مِائَةَ جَلۡدَةٍ (۲۴/۲) مِنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ (۹۷/۳) خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ (۷۰/۴)

(ہ) مرکب اعداد میں ایک اور دو کے مرکبات کو چھوڑ کر باقی اعداد میں اگر معدود مذکر ہو تو عدد میں اکائی تو (حسب سابق ۹ تک) مؤنث آئے گی مگر دہائی مذکر جیسے عَلَيۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ (۷۴/۳۰) اور معدود مونث ہو تو اس کا برعکس ہوگا یعنی اکائی مذکر اور دہائی مؤنث۔ جیسے سَبۡعَ عَشۡرَةَ لَيۡلَةً۔ سترہ راتیں۔

(و) اَلۡف بمعنی ہزار کے ساتھ اگر عدد بھی ہو تو اس کی جمع اٰلَاف آئے گی۔ جیسے ثَلٰثَةِ اٰلَافٍ (۳/۱۲۴) خَمۡسَةِ اٰلَافٍ (۳/۱۲۵) اور اگر عدد مذکور نہ ہو تو اس کی جمع اُلُوۡف آئے گی۔ بمعنی ہزارہا۔ ہزاروں جیسے وَهُمۡ اُلُوۡفٌ (۲/۲۴۳)

۱۳۔ اسم ضمیر

اسم ضمیر بھی اسم معرفہ ہی کی قسم ہے۔ اسم ظاہر کے قائم مقام ہو کر اور عموماً اس کے بعد آتی ہے۔ اسم ضمیر

کی دو قسمیں ہیں مستتر اور بارز۔ مستتر وُہ ہے جو فعل اور اس کے مختلف صیغوں سے از خود ہی سمجھی جاتی ہے۔ جیسے قَالَ میں ضمیر واحد مذکر غائب اور قُلْنَ میں ضمیر جمع مؤنث غائب ضمیر مستتر ہے۔ اور بارز وُہ ہے جو الفاظ سے ظاہر ہو۔ پھر بارز کی بھی دو قسمیں ہیں متصل اور منفصل متصل وُہ ہے جو لفظ کے ساتھ ہی لکھی جاتی ہے۔ جیسے کِتَابُكَ، لَهُمَا، بِهِمْ وغیرہ۔ اور منفصل وُہ ہے جو علیحدہ لفظ کی صورت میں ہوتی ہے۔ جیسے هُوَ۔ هُمَا۔ هُمْ تا اَنَا۔ نَحْنُ۔ ضمائر منفصلہ رفعی حالت میں استعمال ہوتی ہیں۔ اور متصلہ جری اور نصبی حالت میں۔ نصبی حالت میں کلام میں مزید زور اور حصر پیدا کرنے کے لیے ان ضمائر پر لفظ اِیَّا کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ جیسے اِیَّاہُ بمعنی اسی ایک مرد کو۔ جیسے قرآن میں ہے:

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (۱/۴) صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے اور صرف تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے کسی گرامر کی کتاب کی طرف رجوع فرمائیے:

۱۴ــــــ اسم اشارہ

اصل میں تو اسمائے اشارہ ذَا اور ذَانِ وغیرہ ہیں۔ انہیں لفظوں کے ابتدا میں ھَا اور آخر میں لَ یا لكَ لگا کر اسم اشارہ قریب اور اشارہ بعید بنا لیے گئے ہیں۔ اشارہ قریب کے لیے ھٰذَا مستعمل ہے۔ تثنیہ کے لیے ھٰذَانِ اور ھٰذَیْنِ اور جمع کے لیے ھٰٓؤُلَآءِ آتے ہیں۔ ان کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ اشارہ قریب:

واحد مذکر۔ اَرَءَیْتَكَ ھٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ (۱۷/۶۲) دیکھ تو یہی وُہ ہے جسکو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔

تثنیہ مذکر۔ اِنْ ھٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ (۲۰/۶۳) کہ یہ دونوں جادوگر ہیں۔

جمع مذکر۔ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا ھٰٓؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ (۲۱/۶۵) (اے ابراہیم!) تم جانتے ہی ہو کہ یہ (بت) بولتے نہیں۔

اور ھٰذَا سے مونث ھٰذِہٖ، ھٰذَانِ اور ھٰذَیْنِ سے ھَاتَانِ اور ھَاتَیْنِ اور جمع مذکر و مونث ہر صورت میں ھٰٓؤُلَآءِ ہی آتی ہے۔ مثلاً:

اشارہ قریب:۔۔۔ واحد مونث ھٰذِہِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (۵۲/۱۴) یہی وُہ جہنم ہے جسے تم جھٹلاتے تھے!

۲۔ اشارہ بعید: واحد مذکر کے لیے ذَاكَ اور ذٰلِكَ، تثنیہ کے لیے ذٰنِكَ اور ذَیْنِكَ اور جمع مذکر کے لیے اُولٰٓئِكَ آتا ہے۔ پھر جو چیز مرتبہ کے اعتبار سے بلند ہو، وُہ قریب ہو تب بھی اس کے لیے ذٰلِكَ استعمال ہو سکتا ہے (مف) مثلاً:

(۱) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ (۲/۲) یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کوئی شک نہیں۔

(۲) فَذٰنِكَ بُرْھَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ (۲۸/۳۲) یہ دو دلیلیں تمہارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔

(۳) اُولٰٓئِكَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ (۲/۵) وُہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

اور واحد مؤنث کے لیے تَاکَ یا تِلْکَ تثنیہ کے لیے تَانِکَ یا تَیْنِکَ اور جمع مذکر و مؤنث دونوں کے لیے اُولٰٓئِکَ ہی آتا ہے۔ مثلاً:

اشارہ بعید واحد مؤنث: تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (۲/۱۳۴) وہ ایک اُمت تھی جو گزر گئی۔

۳۔ اسم اشارہ بعید کے اصل الفاظ ذٰلِكَ اور تِلْكَ بھی اپنے مخاطب کے اعتبار سے ضمیر مخاطب کی طرح بدلا کرتے ہیں لیکن ان سے معنی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ مثلاً:

(۱) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ (۲/۲)	یہ کتاب یا وہ کتاب
(۲) ذٰلِكُمَا رَبُّكُمَا	وہ تم دونوں کا رب ہے
(۳) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ (۴۰/۶۰)	وہ تم سب کا رب ہے
(۴) فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ (۱۲/۳۲)	یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔
(۵) اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ (۷/۲۲)	کیا میں نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے منع نہ کیا تھا؟
(۶) تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا (۷/۴۳)	وہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے۔

۴۔ هٰذَا اور ذٰلِكَ پر "كَ" تشبیہ بڑھا کر بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی هٰكَذَا بمعنی ایسا ہی اور كَذٰلِكَ بمعنی ویسا ہی، ایسا ہی، اسی طرح سے لیکن اُردو ترجمہ میں ان سب اسمائے اشارہ کا ترجمہ عموماً اشارہ قریب سے کر دیا جاتا ہے کیونکہ اردو میں اشارہ میں تثنیہ جمع، مذکر و مؤنث کی کوئی تمیز ہے ہی نہیں۔ هٰذَا، ذٰلِكَ، هٰذِهٖ، تِلْكَ، هٰٓؤُلَآءِ سب کا ترجمہ "یہ" ہی کیا جاتا ہے۔ اور كَذٰلِكَ کا ترجمہ بھی "ایسے ہی" یا "اسی طرح" کرتے ہیں۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ (۲/۱۸۷)	اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔

۵۔ هُنَا: (بمعنی یہاں) زمانہ اور جگہ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ تاہم زیادہ تر جگہ کی طرف اشارہ کے لیے ہی آتا ہے۔ اور ذَا۔ ذَاكَ اور ذٰلِكَ کی طرح هُنَا، هُنَاكَ اور هُنَالِكَ تینوں طرح مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ۔ (۱۰/۳۰)	وہاں ہر شخص (اپنے اعمال کی) جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے آزمائش کر لے گا۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ۔ (۷/۱۱۹)	تو وہ (جادوگر) وہاں مغلوب اور ذلیل ہو کر رہ گئے۔

هُنَا سے پہلے هَا کا اضافہ کر کے اسے صرف جگہ کے لیے مختص کر دیا جاتا ہے۔ بمعنی اس جگہ۔ اسی جگہ قرآن میں ہے:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (۵/۲۴)	(اے موسیٰؑ) تم اور تمہارا پروردگار جاؤ اور لڑائی کرو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔

ضمیمہ ۲

اسمائے نکرہ (جو قرآن میں مذکور ہیں اور جن کے مترادف نہیں)

۱۔ جانور

۱۔ حشرات الارض اور چھوٹے چھوٹے جانور

۱۔ نَمل (نملۃ) نَمْلَۃٌ بمعنی ایک چیونٹی۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اور النَّمل اسم جمع بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔ بمعنی بہت چیونٹیوں والی جگہ (منجد) اور طَعَامٌ مَّمْنُولٌ بمعنی وہ کھانا جس پر چیونٹیاں چڑھ جائیں۔ ارشاد باری ہے:

حَتّٰٓی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَۃٌ یّٰٓاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ (۲۷/۱۸) — یہاں تک کہ سلیمانؑ کے لشکر چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ "اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔

۲۔ فَرَاش: فَرَاشَۃ بمعنی پروانہ۔ پتنگا کی جمع فَرَاش ہے۔ اور فَرَاشَۃ اس آدمی کو بھی بطورِ حقارت کہتے ہیں جس کا سر بہت چھوٹا ہو یا خسیس اور اوچھی طبیعت کا ہو (منجد۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے:

یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (۱۰۱/۴) — اس دن (قیامت کو) لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے۔

۳۔ بَعُوْضَۃٌ: بمعنی ایک مچھر (ج بَعُوض) اور اَبْعَضَ الْمَکَان بمعنی کسی جگہ کا بہت مچھروں والی ہونا اور بُعِضَ الرَّجُل کسی کو مچھروں کا کاٹنا (منجد) ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا (۲/۲۶) — اللہ تعالیٰ کو اس بات میں کوئی عار نہیں کہ وہ مچھر یا اس سے بھی کسی چھوٹی مخلوق کی مثال بیان کرے۔

۴۔ قُمَّل: قُمَّلَۃٌ واحد ہے۔ بمعنی چھوٹی چیونٹی۔ اور وہ چچڑی جو اونٹ کے لاغر ہونے کے بعد اسے چمٹ جاتی ہے اور قَمْلَۃٌ بمعنی جوں یا سُسری ج اَلْقَمْلُ (منجد)

۵۔ جَرَاد: (واحد جَرَادَۃ) بمعنی ٹڈی۔ اور جَرِدَ الْمَکَانَ کسی جگہ ٹڈی کا پہنچنا۔ ارشاد باری ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ (۷/۱۳۳) — تو ہم نے ان (آلِ فرعون) پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں بھیجیں۔

۶۔ عَنْکَبُوْت: (عکب) بمعنی جالا تننے والی اور اس سے اپنا گھر بنانے والی مکڑی (ج عناکب و عناکیب) مذکر عنکب ج عناکب۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ۔ (۲۹/۴۱) اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے۔

۷-۸- ذباب اور نحل کے لیے دیکھیے "مکھی"

۹ تا ۱۱- حَيَّة - جَانّ - ثعبان کے لیے دیکھیے ـــــ "سانپ"

ب ـــــ پرندے

۱- غُرَاب : بمعنی کوّا (ج اَغْرُب - غُرُب - غِرْبَان - اَغْرِبَة سے جمع الجمع غرابین) ارشاد باری ہے۔

فَبَعَثَ اللهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ۔ (۵/۳۱) اب اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کریدنے لگا۔

۲- هُدْهُد (ج هَدَاهِد) ہُدہُد - چکّی راہ (پنجابی کلّی ترکھان) مشہور پرندہ ہے جس کی چونچ بہت لمبی ہوتی ہے اور ٹھونگیں مارتا ہے۔ نیز ہر ٹھونگیں مارنے والا پرندہ (م-ق) اور صاحبِ منجد کے نزدیک ہر کُوکُو کرنے والا پرندہ۔ بہت کُوکُو کرنے والا کبوتر۔ اور اَلْهُدْهَدَاة بمعنی کبوتر کی کوکو کی آواز (منجد) قرآن میں ہے :

فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ (۲۷/۲۰) تو سلیمانؑ نے کہا۔ کیا سبب ہے کہ مجھے ہدہد نظر نہیں آتا۔

۳- جوارح : (جارحۃ کی جمع) زخم لگانے والے یا شکاری جانور خواہ وہ چوپائے ہوں یا پرندے۔ (ف-ل ۴ م ۱۲) مثلاً کتا اور باز وغیرہ۔ ارشاد باری ہے :

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ (۵/۴) اور (تمہارے لیے وہ شکار بھی حلال ہے) جو تمہارے لیے اُن شکاری جانوروں نے پکڑا ہو جن کو تم نے سدھا رکھا ہو۔

ج ـــــ آبی جانور

قرآن میں صرف تین الفاظ آئے ہیں۔ حُوْت، نُوْن اور ضَفَادِع ۔ حُوت اور نُون تو مچھلی میں دیکھیے۔ اور

ضَفَادِع : ضَفْدَع بمعنی مینڈک کی جمع ہے۔ اور ضَفْدَعَ الْمَاءُ بمعنی پانی میں مینڈک بکثرت ہو جانا (منجد) ارشاد باری ہے :

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ (۷/۱۳۳) تو ہم نے قوم فرعون پر طوفان، ٹڈی، جوئیں اور مینڈکوں کا عذاب بھیجا۔

د ـــــ چوپائے

۱ تا ۱۳- اُونٹ کے لیے ۱۳ الفاظ ابل، بعیر- جمل- ھیم، رکاب، ناقۃ- ضامر-

عِشَار۔ بُدْن۔ بحیرۃ، وصیلۃ، سائبۃ، حام "اونٹ" میں دیکھیے۔

۱۴-۱۵۔ غَنَم اور مَعْز "بکری" میں دیکھیے۔

۱۶۔ ضَأن، بمعنی بھیڑ۔ دنبہ (ج ضَئِین وضِئِین وضَأن وضان) اور ضَأنَ بمعنی بکریوں سے بھیڑوں یا دنبوں کو الگ کرنا (منجد) ارشاد باری ہے،

مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ (۶/۱۴۳) دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے یعنی ایک نر اور دوسرا مادہ)

۱۷۔ نَعْجَۃٌ: ضَأن کی مؤنث۔ مادہ بھیڑ یا دنبی۔ (ج نِعَاج) اس لفظ کا اطلاق لغوی لحاظ سے۔ بھیڑ، پہاڑی بکری اور جنگلی گائے پر ہوتا ہے اور مادہ سے مخصوص ہے۔ اس مترجمین عموماً "دنبی" ہی ترجمہ کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے۔

لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ۔ (۳۸/۲۳) اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔

۱۸۔ بقر اور بقرۃ، بمعنی گائے بیل۔ تفصیل ضمیمہ ۴/۱ میں دیکھیے!

۱۹۔ خَيْل، اسم جمع ہے۔ بمعنی گھوڑے۔ گھوڑوں کا گلہ۔ پھر جس طرح رکب کا لفظ شتر سوار قافلہ پر ہوتا ہے اسی طرح خَیل کا اطلاق گھڑسواروں پر بھی ہوتا ہے (مف۔ منجد) اور خیّال بمعنی سائیس یا گھوڑے کی نگہداشت کرنے والا۔ (م۔ ق)

۲۰۔ بِغَال: بَغْل بمعنی خچر (نر) یعنی جس کی ماں گھوڑی اور باپ گدھا ہو۔ اور بَغْل کی جمع بِغَال اور اَبْغَال ہے اس کی مؤنث بَغْلَۃٌ اور اس کی جمع بَغَالٌ آتی ہے۔

۲۱۔ حَمِیر۔ حِمَار بمعنی گدھا (ج حَمِیر اور حُمُر اور حُمُور) مؤنث حِمَارَۃٌ (ج حَمَائِر) اگر گدھا جنگلی ہو تو اسے حمار الوحش یا وحشی کہتے ہیں۔ اور اگر پالتو ہو تو اسے حمار الاھلی کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً (۱۶/۸) اور اسی نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سوار ہو۔ پھر وہ تمہارے لیے زینت بھی ہیں۔

۲۲۔ فِیل، بمعنی ہاتھی (ج فِیَلَۃٌ و فُیُول) اور فَالَ الرَّجُل بمعنی کمزور رائے والا ہونا بھی ہے۔ اور اسی سے لفظ فال ہے۔ بمعنی فال لینا کمزور رائے والے آدمی کا کام ہوتا ہے اور ہاتھی کی طرح بڑا اور موٹا ہونا بھی۔ اور فیّال بمعنی مہاوت یا ہاتھی بان (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ (۱۰۵/۱) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

۷۔ وحشی جانور اور درندے

وَحْشِیٌّ، بمعنی جنگل میں رہنے والے جانور۔ ایسے جانور جو انسانوں کی آبادیوں میں نہیں رہتے۔ جنگلی

ہیں۔ (ج وحش اور وُحُوش) سارے وحشی جانور درندے نہیں ہوتے۔ مثلاً گیدڑ، لنگور، ہرن، بندر وغیرہ اور درندے کو سَبُع، سَبْع اور سَبِع کہتے ہیں سَبَعَ الذِّئْبُ الْغَنَمَ بمعنی بھیڑیے نے بکری کو پھاڑ کھایا۔ اور اَلسَّبُعُ مِنَ الطَّیْرِ بمعنی شکاری پرندہ (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ۔ (۵/۴) اور وُہ جانور بھی (حرام ہے) جسے درندہ نے پھاڑ کھایا ہو مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔

قرآن میں درج ذیل درندوں اور وحشی جانوروں کے نام مذکور ہیں:

۱۔ ذِئْب: بمعنی بھیڑیا (مؤنث ذِئْبَة) اور ذَئِبَ بمعنی مکاری اور خباثت میں بھیڑیے کی طرح ہونا یا بھیڑیے سے خوف زدہ ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ (۱۲/۱۳) اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔

۲۔ خِنْزِیر: سور۔ مشہور و معروف نجس اور ناپاک جانور۔ جس کا گوشت پوست غرضیکہ ہر چیز حرام ہے۔ (ج خنازیر) ارشاد باری ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ (۲/۱۷۳) اس (اللہ) نے تم پر مُردار اور لہو اور سُور کا گوشت حرام کر دیا ہے۔

۳۔ قِرَدَة، قِرْد بمعنی بندر (ج قِرَدَة۔ قِرْدَة، قُرُوْد۔ اقراد وغیرہ) مؤنث قِرْدَة (ج قِرَد) (منجد) ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ۔ (۵/۶۰) اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بندر اور سوّر بنا دیا۔

۴۔ قَسْوَرَة: بمعنی شیر۔ غالب مضبوط (ج قساور اور قساوِرَة (منجد) اور بمعنی شیر ببر (م۔ق) نیز تیر انداز اور شکاری کو بھی قَسْوَرَة کہتے ہیں (مف) ارشاد باری ہے:

کَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (۷۴/۵۰-۵۱) گویا کہ وُہ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔ جو شیر ببر (کے خوف) سے بھاگ اٹھے۔

۵۔ کَلْب: بمعنی کُتّا (ج کِلَاب) اور کَلِبَ الرَّجُلُ بمعنی کسی کا کتوں کی طرح آواز نکالنا۔ اور کَلَّبَ الْکَلْبَ بمعنی کتے کو شکار کے لیے سدھانا اور مُکَلِّب بمعنی ہر زخم دینے والا جانور یا شکار سکھلانے والا۔ قرآن میں ہے:

وَکَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ۔ (۱۸/۱۸) اور ان (اصحاب کہف) کا کتا چوکھٹ پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے۔

۲۔۔۔ا۔ درخت پھل اور پودے وغیرہ

۱ تا ۶۔ شَجَر۔ شَجَرَة۔ نَجْم۔ اَثْل۔ ضَرِیْع۔ زَقُّوْم۔ یَقْطِیْن کے لیے دیکھیے ''درخت''۔

۷تا۹۔ نَخل اور رُطَب اور لِینَۃ کے لیے دیکھیے "کھجور"

۱۰۔ تِین: بمعنی انجیر کا درخت بھی اور پھل بھی اور اس کا واحد تِینَۃ ہے۔ اور مَتانَۃ بمعنی انجیر کا باغ یا ایسی جگہ جہاں انجیر کے درخت بکثرت ہوں۔ اور تَیّان بمعنی انجیر فروش یا انجیر فروخت کرنے والا (منجد)

۱۱۔ زَیتُون: ایک درخت جس سے زیتون کا تیل نکالا جاتا ہے اس کے پھل کو زَیتُونَۃ کہتے ہیں۔ اور تیل کو زَیت۔ پھر زَیت کا اطلاق ہر قسم کے تیل پر ہونے لگا خواہ وُہ کس چیز سے نکالا جائے۔ اور زَیّات بمعنی تیلی۔ تیل نکالنے والا یا بیچنے والا (منجد) قرآن میں ہے:

وَالتِّینِ وَالزَّیتُونِ (۹۵/۱) قسم ہے انجیر اور زیتون (والی سرزمین) کی۔

۱۲۔ سِدر اور سِدرَۃ: دونوں ہم معنی الفاظ ہیں بمعنی بیری کا درخت جس کا پھل کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا البتہ اس کی چھاؤں بہت گھنی اور درخت کے زیادہ پھیلاؤ کی وجہ سے بہت جگہ گھیر لیتی ہے۔ اسی لحاظ سے اسے جنت کی نعمتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ سِدر کی جمع سُدُور اور سِدرَۃ کی جمع سِدرَات آتی ہے (منجد)

۱۳۔ طَلح واحد طَلحَۃ بمعنی کیلا۔ شگوفہ دار درخت خرما۔ اور طَلحَۃ بمعنی شَجرُالمَوز (م ق ۔ مف) یعنی موز یا مویز کا درخت۔ قرآن میں ہے:

فِی سِدرٍ مَّخضُودٍ وَّطَلحٍ مَّنضُودٍ (۵۶/۲۸-۲۹) وُہ (اصحاب الیمین) بے خار بیریوں اور تہہ بہ تہہ کیلوں (والے باغات) میں ہوں گے۔

۱۴۔ رُمّان: (واحد رُمّانَۃ) بمعنی انار کا درخت اور پھل۔ اور مَرمَنَۃ بمعنی انار اگنے کی جگہ (منجد) قرآن میں ہے:

وَالزَّیتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیرَ مُتَشَابِهٍ (۶/۱۴۱) اور زیتون اور انار (جو بعض باتوں میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں (اور بعض باتوں میں) نہیں ملتے۔

۱۵۔ عِنَب: بمعنی انگور کی بیل اور اس کا پھل (ج اعناب) اور انگور کے ایک دانہ کو عِنَبَۃ کہتے ہیں۔ اور عَنّاب بمعنی انگور فروش (منجد) قرآن میں ہے:

وَجَنّٰتٍ مِّن اَعنَابٍ وَّالزَّیتُونَ وَالرُّمَّانَ۔ (۶/۹۹) اور انگور، زیتون اور انار کے باغات ...

(ب) سبزیاں اور غلّے

۱-۲۔ بَقل اور قَضب کے لیے دیکھیے ترکاری۔

۳۔ حَبَّۃ اور حَبّ گندم، جو وغیرہ مطعومات کے دانہ کو کہتے ہیں۔ اور خوشبودار پودوں اور پھولوں کے بیج کو حِبّ اور حِبَّۃ کہا جاتا ہے (مف) (ج حبوب اور حبّان) ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی (۶/۹۵) بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا (اور اس سے درخت اگاتا) ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (۲/۲۶۱) ہر ایک بالی میں سو سو دانے ہوں۔

۴۔ خَرْدَل: بمعنی رائی۔ واحد خَرْدَلَةٌ (منجد) حَبَّةٌ مِّنْ خَرْدَلٍ۔ بمعنی رائی کا دانہ۔ اس لفظ کا استعمال اقل ترین مقدار ظاہر کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا (۲۱/۴۷) اگر کسی کا کوئی عمل رائی کے دانہ کے تول برابر بھی ہو گا تو ہم اسے لا موجود کریں گے۔

۵۔ بَصَل: بمعنی پیاز واحد بَصَلَةٌ (منجد)

۶۔ فُوْم: بمعنی گندم یا گیہوں۔ اور بعض نے کہا ہے فُوْم دراصل ثُوْم ہی ہے جس کے معنی لہسن کے ہیں (مف) اور فُوْم بمعنی لہسن۔ گیہوں۔ چنا۔ روٹی اور ہر وہ غلہ جس کی روٹی پکائی جائے۔ (منجد) اور فُوْم کا واحد فُوْمَةٌ اور بمعنی بالی گندم اور تفویم بمعنی روٹی پکانا۔ اور فامیؒ بمعنی نانبائی (م۔ق)

۷۔ عَدَس: بمعنی مسور۔ واحد عَدَسَةٌ (منجد)

۸۔ قِثَّاء اور قُثَّاء: بمعنی کھیرا۔ ککڑی مقثاۃ۔ کھیرے ککڑی وغیرہ پیدا ہونے کی جگہ (ج مقاثی) (منجد) ارشاد باری ہے:

مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا (۲/۶۱) جو نباتات زمین سے اگتی ہے اس کی ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز سے ...

ج ۔ درخت کے حصے

۱۔۲۔ اصل اور اعجاز کے لیے دیکھیے ۔۔۔ جڑ

۳۔ جِذْع: بمعنی تنا کا اوپر کا حصہ (ج جذوع) اور جذع الانسان انسان کا دھڑ۔ ہاتھوں، ٹانگوں اور سر کے علاوہ جسم انسانی (منجد) ارشاد باری ہے:

وَهُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹/۲۵) اور (اے مریم!) کھجور کے درخت کے تنا کو اپنی طرف ہلاؤ۔

۴۔ سُوْق اور سَاق: سَاق بمعنی پنڈلی۔ اور سَاقُ الشَّجَرَةِ بمعنی درخت کا تنا (منجد) یعنی نچلا حصہ۔ اور اس کی جمع سُوْق آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ (۳۸/۳۳) پھر وہ (سلیمانؑ) ان گھوڑوں کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

اور کبھی سُوْق بطور واحد بھی استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی درخت کا تنا یا ڈنٹھل۔ (اور اس کا دوسرا معنی بازار

بھی ہے جس کی جمع اَسْوَاق آتی ہے)

۵۔ شَطْأٌ بمعنی کونپل۔ یا درخت کے گرداگرد سے نکلنے والی شاخیں اور پتے (منجد) ارشاد باری ہے،

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (۴۸/۲۹) کھیتی کی طرح جس نے (پہلے زمین سے) اپنی کونپل نکالی۔ پھر موٹی ہوئی پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۶-۷۔ فَرْع اور فَنَن کے لیے دیکھیے "شاخ"

۸۔ عُرْجُوْن: کھجور کے گچھے کی جڑ جو ٹیڑھی ہوتی ہے اور گچھے کے کاٹنے کے بعد درخت پر خشک ہو کر باقی رہتی ہے (منجد) قرآن میں ہے،

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (۳۶/۳۹) اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں حتی کہ وہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔

۹-۱۱۔ طَلْع۔ قِنْوَان اور قُطُوْف کے لیے دیکھیے — خوشہ ——

۱۲۔ پھل کے لیے دیکھیے ثمر ——

۱۳۔ ورق۔ بمعنی پتا (ج اوراق) ورق الشجر بمعنی درخت کا پتا۔ اور ورق الکتاب بمعنی کتاب کا ورق۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا (۶/۵۹) اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے۔

۱۴۔ حَبّ: بمعنی دانہ خواہ کسی بھی غلے کا ہو اور بیج بھی۔

۱۵۔ نَوٰى: بمعنی گٹھلی اور نَوَّاء بمعنی گٹھلی فروش۔ اور نِيَّة بمعنی دل کا ارادہ اور قصد (منجد) ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى (۶/۹۵) بیشک اللہ ہی پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی

۱۶۔ شَوْكَة: بمعنی کانٹا —— دیکھیے آلاتِ جنگ ——

۱۷۔ سُنْبُل: سَنْبَلَ الزَّرْعَ بمعنی کھیتی کا بالیاں نکالنا۔ اور سُنْبُل بمعنی گیہوں یا جو کی بالی۔ واحد سُنْبُلَة (ج سُنْبُلٰت) (منجد) قرآن میں ہے:

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (۲/۲۶۱) اس دانے کی طرح جس سے سات بالیاں اگیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔

قرآن کریم میں یہ لفظ خوشہ کے معنوں میں بھی آیا ہے جو گندم یا جو کی بالی پر لگتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ خوشہ سمیت بالی کو محیط ہے۔ قرآن میں ہے:

وَسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ (۱۲/۴۳) اور سات خوشے سبز ہیں اور دوسرے سات سوکھے۔

۳ —— (ا) —— اعضائے بدن

۱۔ رَأْس: بمعنی سر ج رُءُوْس۔ اور رَأَسَهٗ بمعنی سر پر مارنا۔ اہل عرب کا دستور ہے کہ جزو اشرف

بول کر اس سے مراد کل لے لیتے ہیں۔ اور لفظ راس کا اطلاق مویشیوں پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے اَرْبَعُوْنَ رَأْسًا مِنَ الْغَنَمِ بمعنی چالیس بکریاں۔ چونکہ سر بدن کا سب سے اوپر کا حصہ ہے لہٰذا ہر چیز کے بلند حصّے کو بھی رأس کہہ دیتے ہیں۔ جیسے راس الجبل بمعنی پہاڑ کی چوٹی۔ اس طرح معنوی لحاظ سے رأس القوم بمعنی قوم کا سردار۔ رئیس بمعنی سردار۔ حاکم ج رُءُوْسَاء۔ اور مرءوس بمعنی رعیت ماتحت۔ اور راس بمعنی کسی چیز کی اصل مقدار جیسے رَاسُ الْمَال۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ۔ اور اگر تم توبہ کر لو (اور سود چھوڑ دو) تم کو اصل رقم لینے کا حق ہے۔ (۲/۲۷۹)

۲- شَعْر، بمعنی بال ــــ دیکھیے "بال"۔

۳تا۵- جبہ - جبین - ناصیۃ ــــ دیکھیے پیشانی۔

۶- وجہ بمعنی چہرہ رخ ــــ دیکھیے رضامندی۔

۷-۸- بصر، عین ــــ دیکھیے آنکھ۔

۹- اُذُن، بمعنی کان (ج اٰذان) اور اُذُنٌ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو ہر شخص کی بات کو مان لیتا اور باور کر لیتا ہو (منجد) یعنی کانوں کا کچا۔ اور یہ لفظ بطور واحد ہی استعمال ہوگا۔ جیسے ھُوَ اُذُنٌ ھُمَا اُذُنٌ، ھُمْ اُذُنٌ (منجد) ارشاد باری ہے:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ (۹/۶۱) اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو کانوں کا کچا ہے۔

۱۰-۱۱- انف اور خرطوم کے لیے دیکھیے ــــ ناک

۱۲- سِنّ: بمعنی دانت (ج سنان) اور بمعنی درانتی یا کنگھی وغیرہ کے دندانے۔ چوپایوں کے دانت پیدا ہونے کا عمر سے بڑا تعلق ہوتا ہے۔ اسی لیے مُسِنّ بوڑھے جانور کو کہتے ہیں۔ حَدِيْثُ السِّنّ بمعنی نئی عمر والا نوجوان۔ اور کبیر السّن بمعنی بڑی عمر کا یا بوڑھا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ (۵/۴۵) اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (بدلہ ہے)

۱۳- خَدّ: بمعنی رُخسار۔ گال (ج خدود) ارشاد باری ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (۳۱/۱۸) اور (از راہِ غرور) لوگوں سے اپنے گال نہ پھلا اور نہ زمین میں اکڑ کر چل۔

۱۴- فَم یا فُوْہ معنی منہ۔ یہ اصل وضع کے لحاظ سے فُوْہ ہے۔ اس کا تثنیہ فَمَان اور ج افمام اور (باعتبار اصل کے) اس کی جمع افواہ ہے۔ اور نسبت کرتے ہوئے فَمَوِيٌّ اور فَمِيٌّ استعمال

ہوتے ہیں۔ یہ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ایک ہے۔ حالتِ رفعی میں فَوْ، نصبی میں فا، اور جری میں فِیْ ہوتا ہے۔ اور فَاہٗ بمعنی منہ سے بولا (منجد) ارشاد باری ہے:

كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ۔ (۱۳/۱۴)	اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے تاکہ وُہ (پانی) اس کے منہ تک پہنچ سکے۔

دوسرے مقام پر ہے:

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ (۳۳/۴)	یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔

اور افواہ جب بطور واحد استعمال ہو تو اس کا معنی ہے، لوگوں کے مونہوں پر چڑھی ہوئی بے اصل بات۔ جھوٹی خبر جو مشہور ہو جائے۔

۱۵۔ شَفَتَيْنِ: شفۃ بمعنی لب۔ ہونٹ۔ شَفَتَيْنِ تثنیہ ہے بمعنی دونوں ہونٹ یا لب اور شَفِہٗ بمعنی اس کے لب پر مارا۔ کلام بالمشافہ بمعنی آمنے سامنے کی بات چیت اور حروف۔ اور امتحان شفوی بمعنی زبانی امتحان۔ شَفَوِیَّۃ وہ حروف جو دونوں لبوں کے ملنے سے آواز دیتے ہیں اور وہ تین ہیں۔ ب۔ م۔ ف۔ (م۔ ق)

۱۶۔ لِسَان: منہ میں کھانے، چکھنے اور کلام کرنے کا مشہور و معروف عضو۔ زبان (TOUNG) اور بمعنی بولی (LANGUAGE) دونوں صورتوں میں اس کی جمع اَلْسِنَۃ ہی آتی ہے۔ اور زبان چونکہ آگے سے نوکدار ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت کے ظاہر کرنے کے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً لسان المیزان ترازو کا اوپر والا کنڈا۔ لسان النار بمعنی آگ کا سب سے بلند شعلہ اور ذولسانین بمعنی دوگلا آدمی (منجد۔م۔ق) ارشاد باری ہے:

أَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ (۹۰/۸-۹)	کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ (۳۰/۲۲)	اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا اسی کی نشانیوں میں سے ہے۔

۱۷۔ ذَقَن، ٹھوڑی (ج اذقان) اور اذقن بمعنی لمبی ٹھوڑی والا۔ ذَقَنَ بمعنی ٹھوڑی پر مارنا اور ذَقَّنَ عَلٰى يَدَيْهِ بمعنی اس نے ٹھوڑی کو ہاتھوں پر رکھا۔ قرآن میں ہے:

إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ (۳۶/۸)	ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں، جو ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں۔

۱۸۔ لِحْيَۃ۔ لَحْي بمعنی نچلا جبڑا یا داڑھی نکلنے کی جگہ اور لِحْيَۃ بمعنی داڑھی (ج لُحٰی۔ لِحٰی) اور لَحْيَان بمعنی لمبی داڑھی والا۔ قرآن میں ہے:

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا	(موسیٰ سے ہارونؑ نے کہا) اے میرے ماں جائے!

بِرَأْسِي (۲۰/۹۴) میری داڑھی اور سر (کے بالوں) کو نہ پکڑیے۔

۱۹ تا ۲۲۔ عُنُق۔ جِید۔ رَقَبَۃ اور وَتِین کے لیے دیکھیے "گردن"

۲۳۔ ۲۴۔ حُلْقُوم اور حَنَاجِر کے لیے دیکھیے — گلا

۲۵۔ حبل الورید، موٹی رگ۔ رگِ جان۔ شہ رگ جو گلے کے سامنے حصّہ کے قریب سے گزرتی ہے اور دل تک پہنچتی ہے۔ ذبح کرتے وقت اسی رگ کو کاٹا جاتا ہے تاکہ خون جسم سے جلد از جلد خارج ہو سکے۔ ارشاد باری ہے:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (۵۰/۱۶) اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔

۲۶ تا ۲۸۔ جناح۔ عضد اور ذراع کے لیے دیکھیے — بازو

۲۹۔ مَنَاكِب: اور منکب بمعنی کندھا۔ شانہ۔ پہلو۔ ہر چیز کا کنارہ مناکبُ الأرض بمعنی زمین کے سب اطراف ہے اور منکب من الاصن بمعنی راستہ اور اونچی جگہ اور أنکب بمعنی اونچے کندھے والا۔ بلند قامت (منجد۔ م۔ ق) قرآن میں ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا (۶۷/۱۵) وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے پست کر دیا کہ تم اس کے راستوں میں چلو۔

۳۰۔ مِرْفَق، کہنی (ج مرافق) اور مِرْفَقَۃ بمعنی چھوٹا تکیہ جس سے ٹیک لگا کر آرام حاصل کیا جاتا ہے۔ اور رِفْق ہر وہ شے ہے جو راحت اور موافقت کا سبب بنے (مف) اور کہنی کو مرفق بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے ٹیک لگا کر انسان آرام محسوس کرتا ہے (مف۔ منجد) ارشاد باری ہے:

فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ (۵/۶) اور اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو۔

۳۱ تا ۳۲۔ ید۔ یمین اور شمال کے لیے دیکھیے — "ہاتھ"

۳۳۔ کفّ، بمعنی ہاتھ کی ہتھیلی بمعہ پانچوں انگلیاں جس سے انسان چیزوں کو اکٹھا کرتا، پکڑتا یا پھیلاتا ہے۔ اور کَفَّ بمعنی کسی کی ہتھیلی پر مارنا بھی اور ہتھیلی مار کر کسی کو دور کرنا اور پرے ہٹانا بھی ہے۔ (مف) تثنیہ کفّین ج کُفُوف اور أکُفّ (منجد) قرآن میں ہے:

كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ (۱۳/۱۴) اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلائے ہو۔

۳۴۔ قَبْضَۃ، قَبَضَ بمعنی کسی چیز کو پورے پنجے سے پکڑنا۔ اور قَبْضَۃ بمعنی مٹھی بھی اور اس چیز کی وہ مقدار بھی جو مٹھی میں آجائے۔ یعنی مٹھی بھر۔ قرآن میں ہے:

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ أَثَرِ الرَّسُولِ (۲۰/۹۶) تو میں نے فرشتے کے نقش پا سے (مٹی کی) ایک مٹھی بھر لی۔

۳۵۔ ۳۶۔ أَصَابِع اور أَنَامِل کے لیے دیکھیے "انگلیاں"

۳۷۔ أَسْر، أَسَرَ بمعنی تسمہ سے باندھنا، مضبوط باندھنا اور قید کرنا (منجد) اور اسر بمعنی جوڑوں کو

مضبوطی سے باندھنا اور فٹ کرنا (مف ۔ م ق) ارشاد باری ہے:

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۔ (۷۶/۲۸) ہم نے ہی انھیں پیدا کیا اور ان کے مفاصل کو مضبوط بنایا۔

۳۸۔ بَنَان، بمعنی انگلیوں کے اطراف ۔ پورے ۔ واحد بَنَانَة بمعنی انگلی ۔ اوپر کا پور اج بنانات (منجد) ارشاد باری ہے:

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۔ (۷۵/۴) کیوں نہیں، ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔

۳۹ تا ۴۱ ۔ صدر ۔ قلب اور فؤاد کے لیے دیکھیے ــــ دل

۴۲ ۔ ظُفُر ۔ ظِفْر، ظُفْر اور ظفر بمعنی ناخن ۔ ج اَظْفَار جج اَظَافِير اور مِظْفَار بمعنی ناخن تراش (منجد) ارشاد باری ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ (۶/۱۴۶) اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے۔

۴۳ ۔ تَرَاقِي (رق) تَرْقُوَةٌ بمعنی ہنسلی کی ہڈی ج تَرَاقِي ۔ قرآن میں ہے۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ (۷۵/۲۶) دیکھو! جب جان (بدن سے نکلتی) گلے تک پہنچ جائے۔

۴۴ ۔ تَرَائِب (ترب) تَرِيْبَة کی جمع ہے ۔ بمعنی سینہ کی ہڈیاں ۔ پسلیاں (مف) ارشاد باری ہے:

يَخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۔ (۸۶/۷) وہ (پانی) پشت کے بیچ اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

۴۵ ۔ كَبِد : بمعنی جگر اور كَبَدَ بمعنی جگر پر مارنا ۔ اور جگر چونکہ وسط میں ہوتا ہے ۔ لہٰذا كَبِدُ السَّمَاءِ کا معنی وسط آسمان کیا جاتا ہے ۔ اور كَبِد بمعنی اندرونی حصہ بھی ہے ۔ جیسے كَبِدَ الْاَرْضِ بمعنی زمین کی کانوں کی چیزیں ۔ معدنیات ۔ جیسے سونا چاندی وغیرہ ۔ اور كَابَدَ بمعنی مشقت برداشت کرنا ۔ اور كَبَد بمعنی مشقت اور سختی بھی ہے (منجد) قرآن میں یہ لفظ بہم محنت ومشقت اور سختی کے معنوں میں آیا ہے ۔ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۔ (۹۰/۴) ہم نے انسان کو تکلیف کی حالت میں (رہنے والا) بنایا ہے۔

۴۶ تا ۴۸ ۔ دُبر ۔ صُلب اور ظهر کے لیے دیکھیے ــــ پیٹھ (پشت)

۴۹ ۔ اِزَار : بمعنی کمر ۔ اور اِزْر بمعنی تہبند ۔ جڑ اور اُزْر بمعنی تہبند باندھنے کی جگہ اور اِزَار بمعنی تہبند ۔ چادر ۔ پردہ اور ہر وہ کپڑا جس سے ستر ڈھانپا جا سکے (منجد) اور آزَر بمعنی قوت بھی ہے اور ضعف بھی (ذوی الاضداد) (م ۔ ق) اور اٰزَرَ بمعنی قوت دینا، تقویت پہنچانا ۔ کمر مضبوط کرنا ــــ

ارشاد باری ہے:

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ هٰرُوۡنَ اَخِی اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِیۡ (۲۰/۲۹ تا ۳۱) — اور میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر (مددگار) بنا اور اس سے میری کمر مضبوط کر۔

جس کا دوسرا معنی یہ ہو گا کہ ہارون کو میرا وزیر بنا کر میری کمزوری کو دور فرما دے۔

۵۰۔ فرج، بمعنی دو دونوں چیزوں کے درمیان شگاف اور دو ٹانگوں کے درمیان کشادگی اور کنایۃً یہ لفظ شرمگاہ پر بولا جاتا ہے۔ پھر کثرت استعمال سے حقیقی معنوں کی طرح عام استعمال ہونے لگا۔ مرد، عورت دونوں کی شرمگاہ کے لیے آتا ہے (ج۔ فروج) (مف) ارشاد باری ہے:

وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا (۲۱/۹۱) — اور وہ عورت (حضرت مریم) جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ (۷۰/۲۹) — اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

۵۱۔ بطن، بمعنی پیٹ اور ہر چیز کا اندرونی حصہ (ج بُطُوۡن) اور بَاطِن بمعنی اندرونی حصہ میں چھپی ہوئی چیز۔ اور اس کی ضد ظاھر ہے۔ ارشاد باری ہے:

نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا (۱۶/۶۶) — ہم تمہیں چوپایوں کے پیٹوں میں گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ (نکال کر) پلاتے ہیں۔

۵۲۔ رحم، رَحۡم اور رِحۡم دونوں لغت میں آتے ہیں۔ بچہ دانی (ج اَرۡحَام) قرآن میں یہ لفظ جمع ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِیۡ یُصَوِّرُکُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ کَیۡفَ یَشَآءُ (۳/۶) — وہی تو ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں تمہاری جیسے چاہتا ہے، صورتیں بناتا ہے۔

۵۳-۵۴۔ اَمۡعَاء اور حَوَایَا کے لیے دیکھیے ــــــ انتڑیاں

۵۵۔ سَاق، بمعنی پنڈلی (ج سُوۡق) اور کبھی یہ لفظ ٹانگ کا معنی بھی دیتا ہے۔ اور اس کا استعمال غیر جاندار اشیاء پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے سَاقُ الشَّجَرَۃِ بمعنی درخت کا تنا۔ ارشاد باری ہے:

وَالۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِ نِالۡمَسَاقُ (۷۵/۲۹-۳۰) — اور ایک پنڈلی دوسری سے لپٹ جائے گی۔ اس دن تجھے اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَطَفِقَ مَسۡحًۢا بِالسُّوۡقِ وَالۡاَعۡنَاقِ۔ (۳۸/۳۳) — تو (سلیمانؑ ان گھوڑوں کی) ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

۵۶-۵۷۔ رِجۡل اور قَدَم کے لیے دیکھیے ــــــ پاؤں

۵۸۔ کَعۡب، بمعنی ٹخنہ (ج کعاب اور کعوب) اور ہر ابھری ہوئی چیز۔ بالخصوص عورت کے ابھرے ہوئے

پستانوں کے لیے استعمال عام ہے اور انہیں کُعُب کہتے ہیں۔ کاعب وہ عورت جس کے پستان ابھی ابھرے ہوں، نوجوان عورت (ج کَوَاعِب) (۷۸/۳۳) ارشاد باری ہے:

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (۵/۶) اور اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔

۵۹۔ عَقِب: بمعنی ایڑی (ج اعقاب) اور رَجَعَ، رَدَّ، اِنْقَلَبَ، نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ بمعنی الٹے پاؤں واپس ہونا (ایڑی پر مڑ جانا) ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا (۳/۱۴۴) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا۔

(ب) — اجزائے بدن

۱۔ دَم (دمو) بمعنی خون (ج دماء) جس کی حرکت سے کسی جاندار کی زندگی قائم اور رک جانے یا نکل جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (۲/۳۰) فرشتوں نے (اپنے رب سے) کہا کیا تو ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے۔

۲۔ لَحْم: بمعنی گوشت (ج لُحُوْم) لَحْمَة بمعنی گوشت کا ٹکڑا۔ اور رَجُلٌ مُلْحِمٌ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی گزران شکار کے گوشت پر ہو۔ ارشاد باری ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (۲۲/۳۷) اللہ تعالیٰ تک نہ قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، بلکہ اس تک صرف تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

۳۔ شَحْم، بمعنی چربی (ج شُحُوْم) شَحَّام بمعنی چربی فروش اور رَجُلٌ لَحِيْمٌ وَّشَحِيْمٌ بمعنی موٹا تازہ آدمی۔ شَحْمَة بمعنی چربی کا ٹکڑا۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ (۶/۱۴۶) اور ہم نے ان (یہود) پر گایوں اور بکریوں سے ان کی چربی حرام کر دی تھی۔

۴۔ عِظَام، ہڈیاں (واحد عَظْم) اور عَظِيْم کی جمع بھی عظام ہی آتی ہے) ارشاد باری ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ (۷۵/۳) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بوسیدہ) ہڈیاں اکٹھی نہ کر سکیں گے؟

۵۔ فَرْث: جو کچھ جانور کی اوجھری یا معدہ کے اندر ہوتا ہے اسے فَرْث کہتے ہیں (مف) فَرِثَ بمعنی شکم سیر ہونا۔ اور اَفْرَثَ الْكَرِشَ بمعنی اوجھر کو چیر کر اس سے گوبر نکالنا۔ (ج فروث) فرث کا اطلاق صرف اس لید یا گوبر پر ہوتا ہے جو ابھی پیٹ یا معدہ میں موجود ہو (مف) اور جب مقعد کے راستہ گوبر وغیرہ کی صورت میں نکل آئے تو فرث نہیں ہے۔

۶۔ لبن بمعنی دودھ۔ یہ ہر دودھ پلانے یا دینے والے جانور کی مادہ کے بدن کا حصہ ہوتا ہے۔ نر کا نہیں۔ (ج البان) ارشاد باری ہے:

نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا (۱۶/۶۶) — اور اس غذا سے جو نہ فضلہ بنی ہو اور نہ خون ہم تمہیں ان چوپایوں کے پیٹوں سے خالص دودھ پلاتے ہیں۔

۷۔ دَمَعَ۔ کے معنی آنسو بھی ہے اور آنسو بہانا بھی (مف) اور دَمَعَتِ الْعَيْنُ بمعنی آنکھ کا آنسو بہانا۔ اور دَمَعَ الاناء بمعنی برتن کا لبالب بھر جانا (منجد) گویا جب دَمَعَ کا تعلق کسی جاندار سے ہو تو اس کا معنی آنسو بہانا ہی ہوتا ہے۔ رَجُلٌ دَمِيعٌ بمعنی بہت جلد رو پڑنے اور آنسو بہانے والا آدمی (منجد) ارشاد باری ہے:

تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ (۹/۹۲) — لوٹ گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

۸۔ جلد: بمعنی پوست۔ کھال (ج جُلُود) ارشاد باری ہے: —(نیز دیکھیے کھال)—

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا (۴/۵۶) — جب ان کھالیں گل اور جل جائیں گی تو ہم ان کی اور کھالیں بدل دیں گے۔

۹۔ نُطْفَة، کسی جاندار نر کے مادہ منویہ کا اتنا حصہ جو ایک بار نکلتا ہے اور مادہ کے جسم میں داخل ہو کر بچہ کی پیدائش کا سبب بنتا ہے۔

۱۰۔ عَلَقَة یا علق: نر و مادہ کے امتزاج کے بعد یہ جما ہوا خون جو نک جیسی لمبوتری سی شکل اختیار کر لیتا ہے اسے عَلَقَة کہتے ہیں۔

۱۱۔ مُضْغَة، نطفہ پر تیسرا دور۔ جب علقة ایسے بن جاتا ہے جیسے کچے گوشت کا لوتھڑا یا بوٹی۔ یہ مُضْغَة کہلاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا (۲۳/۱۴) — پھر ہم نے نطفے سے لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے سے بوٹی بنائی۔ پھر بوٹی سے ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا۔

۱۲۔ منی، وہ مادہ جو خون سے بنتا ہے اور افزائش نسل کا سبب بنتا ہے۔ اور نر جانور جفتی کے ذریعہ اسے مادہ کے رحم میں داخل کرتا ہے۔ اور منی یمنی رحم میں منی ٹپکانا۔ ارشاد باری ہے:

أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ۔ (۷۵/۳۷) — کیا وہ انسان منی کا، جو رحم میں ڈالی جاتی ہے ایک قطرہ نہ تھا؟

۱۳۔ مِسْك، کستوری۔ مشک۔ ایک خاص قسم کے ہرن کا منجمد خون جو نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔ حرارتِ غریزی کو تیز کرنے کے لیے اکسیر ہے۔ اور نہایت قیمتی دوائی ہے۔ یہ چیز صرف ہرن ہی کے ساتھ مختص ہے اور کسی جانور سے یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ قرآن میں ہے:

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ - خِتٰمُهٗ مِسْكٌ (۸۳/۲۵-۲۶) — ان کو شراب خالص سربمہر پلائی جائے گی جس کی مہر مُشک کی ہوگی۔

۱۳- بَيْض: بمعنی انڈے (واحد بَيْضَة) اور بَاضَ الطَّائِرُ بمعنی پرندہ نے انڈہ دیا۔ گویا یہ چیز عموماً پرندوں اور بعض آبی جانوروں کے ساتھ مختص ہے۔ انڈوں کا رنگ چونکہ عموماً سفید ہوتا ہے۔ تو اسی نسبت سے سفید رنگ کو اَبْيَض (مؤنث بَيْضَاء) جمع دونوں کی بِيْض) آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی حوروں کی صفت بیان کرتے ہوئے اسی رنگت کی نسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے فرمایا،

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ (۳۷/۴۹) — گویا وہ انڈے ہیں چھپا کر رکھے ہوئے۔

۱۴- عَسَل: بمعنی شہد۔ صرف نَحْل یا شہد کی مکھی سے مخصوص ہے جو اس کے پیٹ سے نکلتی ہے۔ کئی رنگ کی ہوتی ہے اور انسان کی اکثر بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ شہد میں اشیاء کی تاثیر، خوشبو اور ذائقہ کو تادیر بحال رکھنے کی خاصیت موجود ہے۔ اس کا ذکر بھی جنت کی نعمتوں میں کیا گیا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (۴۷/۱۵) — اور شہد مصفّٰی کی نہریں (بھی وہاں موجود ہونگی)

۱۵- رُوْح: وہ لطیف جوہر ہے جس کی وجہ سے بدن کے تمام اعضاء و جوارح حرکت کرتے ہیں۔ ہر جاندار میں رُوح خدا کی طرف سے اور اس کے حکم سے آتی ہے۔ اور جب خدا اُسے واپس لے لیتا ہے تو تندرست جسم بالکل بے کار میت بن جاتا ہے۔ رُوح کو سمجھنا انسان کے بس سے باہر ہے۔ ارشاد باری ہے،

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (۱۷/۸۵) — کہہ دو کہ رُوح میرے رب کے حکم سے ہے۔ اور تم لوگوں کو (اس کا بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔

ج — عوارضاتِ جسمانی

۱-۲- اعمٰی اور اَكْمَه کے لیے دیکھیے اندھا

۳- اَبْكَم: بمعنی گونگا ج بُكْمٌ۔ بَكِمَ ـــ بمعنی گونگا ہونا۔ اور بَكُمَ ـــ بمعنی سن لینے کے باوجود نہ بولنا اور گونگا بن جانا۔

۴- اَصَمّ: بمعنی بہرا ج صُمٌّ۔ صَمَّ بمعنی بہرا ہونا یا اُونچا سننا۔ ثقل سماعت ہونا! ارشاد باری ہے،

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (۲/۱۸) — یہ منافق بہرے بھی ہیں۔ گونگے بھی اور اندھے بھی۔ سو یہ راہِ راست کی طرف نہیں لوٹیں گے۔

۵- اَبْرَص: پھلبہری کا مریض ج بُرْص مؤنث بَرْصَاء اور حَيَّةٌ بَرْصَاء بمعنی کوڑیوں والا سانپ بَرَص وہ بیماری جس سے جسم پر سفید داغ پڑ جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳/۴۹) — اور میں اللہ کے حکم سے اندھے اور ابرص کو تندرست کرتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

۶۔ اَعْرَجَ : عَرَجَ ـُ بمعنی (زینہ وغیرہ پر) چڑھنا اور عَرِجَ ـَ بمعنی لنگڑا کر چلنا۔ عَرَجَان بمعنی لنگڑا پن اَعْرَج بمعنی لنگڑا۔ ج عُرْج۔ قرآن میں ہے:

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ (۴۸/۱۷) — نہ تو اندھے پر کچھ گناہ ہے (کہ وُہ جہاد سے پیچھے رہ جائے) اور نہ لنگڑے پر۔

(د) — عورتوں کے عوارض

۱۔ مَحِيض اور قُرُوْء کے لیے دیکھیے — حیض

۲۔ حَمْل : یعنی کسی مادہ کا باروار ہو جانا۔ اور انسان کے لیے مدتِ حمل تقریباً نو ماہ ہوتی ہے۔ دوسرے جانوروں کے لیے مدتِ حمل الگ الگ ہے۔

۴۔ وضع حمل : بمعنی بچہ جننا — ارشاد باری ہے:

حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا۔ (۴۶/۱۵) — اس کی ماں نے اس (انسان) کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا۔

۵۔ رَضَعَ : بمعنی ماں کا بچہ کو دودھ پلانا۔ اور رَضَاعَت بمعنی دودھ پلانے کی مدت جو زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔ اور مُرْضِعَة بمعنی دودھ پلانے والی۔ دائی۔ (ج مَرَاضِع اور اِسْتَرْضَعَ بمعنی کسی دوسری عورت (دائی وغیرہ سے) دودھ پلوانا۔ ارشاد باری ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ (۲/۲۳۳) — اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ حکم اس کے لیے ہے جو پوری مدت تک دُودھ پلوانا چاہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوْا أَوْلَادَكُمْ (۲/۲۳۳) — اور اگر تم اپنی اولاد کو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہو۔

رضاعت کی شریعت میں اہمیت یہ ہے کہ جو رشتے نسبی لحاظ سے حرام ہیں رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ (۴/۲۳) — اور تمہاری دودھ بہنیں بھی (تم پر حرام کی گئی ہیں)

۶۔ فِصَال : بمعنی دودھ چھڑانا کسی مادہ کا اپنے بچہ کو دودھ پلانے کی مدت کو ختم کر دینا۔ ارشاد باری ہے:

فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (۲/۲۳۳) — پھر اگر دونوں (ماں باپ) باہمی رضامندی اور مشورہ سے دُودھ چھڑا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔

۴ — (ا) گھر اور گھریلو اشیاء

۱-۲۔ دَار اور بَيْت کے لیے دیکھیے "گھر"

۳-۴۔ سقف اور عروش کے لیے دیکھیے ــــ "چھت"

۵-۶۔ جِدَار اور سُوْر کے لیے دیکھیے ــــ "دیوار"

۷۔ عَمَد : ستون (واحد عِمَاد) اور بمعنی ٹیک۔ سہارا۔ بھروسہ۔ اور عَمَد سے مراد ایسے ستون ہیں جن کے سہارے چھت قائم رہتی ہے۔ بعض اوقات دیواروں (جُدُر) کی کمزوری کو ستون کے ذریعہ دُور کیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات پوری چھت صرف ستونوں (PILLARS) پر قائم کردی جاتی ہے۔ اور عمود اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے سہارے خیمہ کھڑا کیا جاتا ہے (مف) ارشاد باری ہے :

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (۱۳/۲) — اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے اتنا اونچا قائم کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔

۸۔ باب : دروازہ (ج ابواب) اور بوّاب بمعنی حاجب۔ دربان اور بَابَ بمعنی دربان ہونا۔ اور بَوَّابَۃ بمعنی دربانی کا پیشہ بھی اور اس کی اجرت بھی۔ پھر جس طرح مکان کے کئی دروازے ہوتے ہیں جو مختلف اطراف کا راستہ ہیں۔ اسی طرح ہر چیز کے مختلف پہلوؤں کو اَبْوَاب کہا جاتا ہے۔ بَوَّبَ الْکِتَاب بمعنی کتاب کو بابوں میں تقسیم کیا۔ قرآن میں ہے :

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (۶/۴۴) — پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر (تکلیف دہ) چیزوں کے دروازے کھول دیے۔

۹۔ وَصِیْد : بمعنی وُہ احاطہ جو مویشیوں کی حفاظت کے لیے پہاڑ میں بنایا جائے اور بمعنی دروازے کی چوکھٹ جس پر دروازہ بند ہوتا ہے۔ اور اَوْصَدْتُ الْبَابَ بمعنی میں نے دروازہ بند کر دیا (مف) قرآن میں ہے :

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ (۱۸/۱۸) — اور اُن (اصحاب کہف) کا کتا اپنے دونوں بازو چوکھٹ پر پھیلائے ہوئے ہے۔

۱۰۔ مِشْکٰوۃ : بمعنی دیوار میں طاق (پنجابی آلا) چھوٹی الماری جو آر پار نہ ہو۔ قرآن میں ہے :

كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (۲۴/۳۵) — گویا کہ ایک طاق ہے جس میں چراغ ہے۔

۱۱۔ قُفْل : بمعنی تالا (ج اقفال) اور اقفل الباب بمعنی دروازے کو تالا لگانا۔ پھر کنایۃً ہر اس چیز کو بھی قفل کہہ دیا جاتا ہے جو کسی کام سے مانع اور رکاوٹ بنے۔ قرآن میں ہے :

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (۴۷/۲۴) — بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

۱۲۔ کُرْسِی : معروف چیز ہے جس پر ٹیک لگا کر اور پاؤں زمین پر رکھ کر آرام سے بیٹھا جاتا ہے۔ اور کرسی الملک تخت شاہی کے معنوں میں بھی آتا ہے (منجد) ارشاد باری ہے :

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (۲/۲۵۵) — اس (اللہ تعالیٰ) کی کرسی سب آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کی کرسی کیسی ہے؟ انسان نہ یہ سمجھ سکتا ہے۔ نہ اس کے سمجھنے کا مکلف ہے۔ کرسی کا دوسرا معنی حکومت اور اقتدار بھی ہے (مف)

۱۳۔ اَرِیْکَۃ اور سَرِیْر کے لیے دیکھیے ـــــ تخت

۱۴۔ مَسَد : مونج یا کھجور کے پتوں کی بٹی ہوئی رسی جس سے چارپائی بُنی جاتی ہے (مف۔ م ق) اور مَسَدَ الْحَبْلَ بمعنی رسی بٹنا۔ قرآن میں ہے:

فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (۱۱۱/۵)　　اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔

۱۵۔ تَابُوْت : بمعنی لکڑی کا صندوق۔ اور تَابُوْتُ الْمَیِّت وہ لکڑی کا لمبوترا سا صندوق جس میں لاش کو رکھا جاتا ہے (منجد)

اَنِ اقْذِفِیْہِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْہِ فِی الْیَمِّ (۲۰/۳۹)　　اسے (موسیٰؑ کو) صندوق میں رکھو۔ پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو۔

۱۶۔ قَلَم : لکھنے کا مشہور و معروف آلہ (ج اقلام) قَلَمَ بمعنی تراشنا۔ قلم الظفر ناخن تراشنا۔ مِقْلَام بمعنی چاقو بھی اور قلمدان بھی۔ اور قلامہ بمعنی تراشے۔ تراشنے سے پہلے قلم کو قصبۃ یا براعۃ کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (۹۶/۴)　　وہ ذات جس نے قلم کے ذریعہ انسان کو وہ کچھ سکھلایا جو وہ پہلے نہ جانتا تھا۔

۱۷۔ مِدَاد : بمعنی وہ روشنائی یا سیاہی جس سے قَلَم کے ذریعہ کچھ لکھا جائے۔ ارشاد باری ہے:

لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ۔ (۱۸/۱۱۰)　　آپ کہہ دیجیے کہ اگر میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر روشنائی بن جائے۔

(ب) ـــــ ہتھیار وغیرہ

۱۔ رِمَاح : واحد رمح بمعنی نیزہ پھر کنایۃً اس کا اطلاق ہر نوکدار یا خاردار چیز پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ خود محفوظ رہ سکے۔ محاورہ ہے اَخَذَتِ الْبُھْمٰی رِمَاحَھَا بمعنی گھاس خاردار ہوگئی اور اس وجہ سے چرواہوں سے محفوظ ہوگئی (مف) قرآن میں ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُہٗٓ اَیْدِیْکُمْ وَ رِمَاحُکُمْ (۵/۹۴)　　مومنو! اللہ (حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت سے) تمہاری کسی قدر ایسے شکار سے آزمائش کرے گا جو تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوں۔

۲۔ قوس : بمعنی کمان اور ہر وہ چیز جو کمان کی شکل پر ہو۔ جیسے پل کے دروازے، محراب وغیرہ اور قَوْسِ قُزَح بمعنی دھنک، بارش کے موسم میں فضا میں نظر آنے والی مختلف رنگوں کی قوس۔ قوس الرجل بمعنی جھکی ہوئی پیٹھ۔ اور قَوَّاس بمعنی کماندار۔ اور قَیَّاس بمعنی کمان ساز (منجد) قرآن میں ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (۵۳/۹) پھر وُہ کمان کے دونوں سروں یا اس سے بھی کم فاصلہ پر ہو گیا۔

۳۔ جُنَّةً: بمعنی جارحانہ ہتھیاروں سے بچاؤ کی ہر چیز۔ ڈھال (منجد) پھر کنایۃً ہر اس چیز کو بھی جُنَّہ کہہ دیتے ہیں جو اپنے بچاؤ کے لیے ڈھال کا سا کام دے۔ ارشاد باری ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (۵۸/۱۶) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا۔

۴۔ سابغ: سبغ میں کشادگی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ سَابِغ بمعنی پوری اور لمبی زرہ۔ اسبغ الرجل بمعنی اس نے پوری زرہ پہنی (منجد)

۵۔ سَرْد: بمعنی زرہ بھی اور زرہ کی کڑیاں بھی (منجد) ارشاد باری ہے:

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ (۳۴/۱۱) کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازہ سے جوڑو۔

۶۔ دُسُر: دَسَرَ بمعنی نیزہ مارنا۔ اور دَسَرَ السَّفِيْنَةَ بمعنی رسی یا میخ سے کشتی کی مرمت کرنا۔ بنانا۔ اور دَسَرَ الشَّيْءَ بمعنی میخ لگانا۔ دِسَار بمعنی میخ (ج دُسُر) ارشاد باری ہے۔

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (۵۴/۱۳) اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی، سوار کر دیا۔

۷۔ مَقَامِع: قَمَعَ بمعنی دُرہ یا کوڑے مارنا۔ اور مِقْمَعَة (ج مَقَامِع) لکڑی یا لوہے کا ہنٹر جس سے سزا دی جائے (منجد) مِقْمَع (ج مقامع) ہر وُہ چیز ہے جس سے پیٹ پیٹ کر کسی کو مطیع و مقہور کیا جائے (مف) قرآن میں ہے:

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ (۲۲/۲۱) اور اُن کو (مارنے ٹھوکنے) کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے

(ج) — برتن اور باورچی خانہ

اِنَاء بمعنی برتن (ج اٰنِيَة۔ جج اوانی) اور انی الحمیم بمعنی پانی گرم ہو گیا۔ اور حَمِيْمٍ اٰنٍ (۵۵/۴۴) بمعنی گرم پانی اور مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (۸۸/۵) گرم کھولتے چشمہ سے۔ نیز قرآن میں ہے، غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ (۳۳/۵۳) بمعنی نہ انتظار کرنے والے اس کے پکنے کی (عثمانی) اس لحاظ سے اِنَاء وُہ برتن ہے جس میں کھانا پکایا جائے۔ بعد میں اس لفظ کا استعمال کھانے پینے کے عام برتنوں پر بھی ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے:

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ (۷۶/۱۵) (خدام) چاندی کے برتن اور پیالے لیے ہوئے ان کے اردگرد پھریں گے۔

۲۔ قُدُوْر: (واحد قِدْر) بمعنی ہنڈیا جس میں کھانا یا سالن وغیرہ پکایا جاتا ہے (تصغیر قُدَيْرَة یعنی چھوٹی ہنڈیا) (منجد)

۳۔ جِفَان: (واحد جفنۃ) بمعنی بڑا پیالہ۔ اور جَفَنَ النَّاقَةَ بمعنی اونٹنی کو ذبح کر کے بڑے بڑے پیالوں

میں کھلانا (منجد)

۴۔ جَوَاب: (واحد جَابِیَۃ) بمعنی حوض اور جبی الماء فی الحوض بمعنی حوض میں پانی جمع کیا (مف) اور جابیۃ بمعنی اونٹوں کے پانی پینے کا حوض (منجد) ارشاد باری ہے:

یَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِیۡبَ	وہ (سلیمانؑ) جو کچھ چاہتے یہ (جن) ان کے لیے
وَتَمَاثِیۡلَ وَجِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَقُدُوۡرٍ	بناتے یعنی قلعے اور مجسمے اور لگن جیسے حوض اور
رّٰسِیٰتٍ (۳۴/۱۳)	دیگیں ایک ہی جگہ جمی ہوئی۔

۵ تا ۸۔ اکواب۔ کاس۔ سقایۃ۔ صواع کے لیے دیکھیے "پیالہ"

۹۔ اَبَارِیۡق واحد اِبۡرِیۡق) ہر وہ پانی کا برتن جس کے دستی بھی لگی ہو اور ٹونٹی یا پانی بہنے کی جگہ بھی ہو (فل ۲۰) مثلاً لوٹا۔ آفتابہ، جگ وغیرہ۔ ارشاد باری ہے:

یَطُوۡفُ عَلَیۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ	نوجوان خدمتگار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں
بِاَكۡوَابٍ وَّاَبَارِیۡقَ (۵۶/۱۸)	رہینگے۔ ان کے آس پاس جگ اور گلاس لیکر پھریں گے۔

اور ابریق کی دستی کو عُرۡوَہ کہتے ہیں (منجد) یہ لفظ بھی قرآن میں استعمال ہوا ہے۔

فَمَنۡ یَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَیُؤۡمِنۡۢ	تو جس شخص نے طاغوت پر عقیدہ نہ رکھا اور اللہ
بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى	پر ایمان لایا، اس نے ایسے مضبوط حلقے کو پکڑ لیا
لَا انۡفِصَامَ لَهَا (۲/۲۵۶)	جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔

۱۰۔ صِحَاف (واحد صَحۡفَۃ) بڑا پھیلا ہوا پیالہ جو پانچ آدمیوں کو سیر کرنے کے لیے کافی ہو (منجد) بمعنی تھال۔ تھالی۔ پلیٹ۔ رکابی۔ پرچ۔ یعنی ہر کھلے منہ والے اور پھیلے ہوئے برتن کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

یُطَافُ عَلَیۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّاَكۡوَابٍ (۴۳/۷۰)	ان پر سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کا دور چلے گا۔

۱۱ تا ۱۳۔ مائدۃ، طعام، خبز وغیرہ کے لیے دیکھیے ـــــ "کھانا (طعام)"

۱۴۔۱۵۔ حَطَب اور وقود کے لیے دیکھیے ـــــ ایندھن۔

۱۶۔ تَنُّوۡر: وہ بڑا ظرف جس میں ایندھن جلا کر اسے گرم کر لیا جاتا ہے پھر روٹیاں پکائی جاتی ہیں۔ (ج تنانیر) اور بنات التنور بمعنی تنور کی پکی ہوئی روٹیاں (م۔ق) قرآن میں ہے:

وَفَارَ التَّنُّوۡرُ (۱۱/۴۰)	اور تنور نے جوش مارا۔

۱۷۔ رَمَاد: بمعنی راکھ اور رَمَدَتِ النَّار بمعنی آگ کا بجھ کر راکھ بن جانا (مف) قرآن میں ہے:

كَرَمَادِ نِ اشۡتَدَّتۡ بِهِ الرِّیۡحُ (۱۴/۱۸)	گویا راکھ کا ڈھیر ہے جس کو آندھی اڑا کرلے جائے۔

۱۸۔ ضِغۡث: بمعنی سبز و خشک گھاس کا مٹھا (منجد) اور بمعنی خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائیں (مف) ضغث کا ترجمہ جھاڑو ہی کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (۲۸/۴۴) اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اُس سے لسے مارو اور قسم نہ توڑو۔

(د) ــــ کپڑے اور مفروشات

کے لیے قرآن میں مندرجہ ذیل الفاظ آئے ہیں۔

۱- ثیاب ، ثوب بمعنی کپڑا جس سے لباس وغیرہ تیار کیا جاتا ہے (ج ثیاب) اور ثواب بمعنی کپڑا فروش (منجد۔م۔ق)

۲- حَرِیْر ، ہر ایک باریک کپڑے کو حریر کہا جاتا ہے (مف) اور حَرِیْر بمعنی ریشم۔ ریشم کا بنا ہوا کپڑا اور حَرِیْرِی بمعنی ریشم کا بنانے والا۔ بیچنے والا (منجد) ارشاد باری ہے :

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ (۲۲/۲۲) اور ان (جنتیوں) کی پوشاک جنت میں ریشمی ہوگی۔

۳- سندس اور استبرق (برق) یہ دونوں الفاظ قرآن کریم میں عموماً اکٹھے ہی آتے ہیں۔ اور یہ ریشمی کپڑے ہی کی اقسام ہیں۔ ریشم کے باریک کپڑے کو سندس اور موٹے کو استبرق کہتے ہیں اور سندس بمعنی نہایت باریک اور نفیس کپڑا اور استبرق بمعنی موٹا ریشمی کپڑا۔ ریشم اور سونے کے تاروں کا بُنا ہوا کپڑا (منجد) ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ (۱۸/۳۱) اور وہ باریک دیبا اور اطلس کے سبز کپڑے پہنا کریں گے۔

۵-۶- جلابیب اور خُمُر کے لیے دیکھیے ــــ "چادر"

۷-۸- سرابیل اور قمیص کے لیے دیکھیے ــــ "قمیص"

۹- نَعل ، بمعنی جوتا (تثنیہ نعلین ج نعال) اور نعل الفرس یا دابۃ بمعنی گھوڑے کی نعل اور نعال بمعنی نعل بند (منجد) ارشاد باری ہے :

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (۲۰/۱۲) اپنے جوتے اتار دو کیونکہ تم (اس وقت) طُویٰ کے پاک میدان میں ہو۔

۱۰- جَیْب : بمعنی قمیص کا گریبان۔ الجیب من القمیص گریبان دل دسینہ (ج جیوب) اور عوام کے نزدیک جَیب اور جیبہ تھیلی یا پاکٹ کو کہتے ہیں اور اس کی جمع جیاب ہے (منجد) ارشاد باری ہے :

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ (۲۴/۳۱) اور مومن عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں۔

۱۱-۱۲- خَیط اور خِیاط بمعنی ڈورا۔ دھاگہ۔ خَیطُ الاَبیَض بمعنی صبح کی روشنی اور خَیطُ الاَسوَد بمعنی رات کی تاریکی (منجد) قرآن میں ہے :

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری

اَلْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (۲/۱۸۷) رات کی سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔

اور خِیاط بمعنی سوئی اور مِخْیط بھی سوئی کو کہتے ہیں۔ اور خیّاط بمعنی درزی اور خیاطۃ بمعنی درزی کا پیشہ (منجد) قرآن میں ہے:

لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷/۴۰) وہ بہشت میں داخل نہ ہوسکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔

۱۲۔ غَزَلَ، غَزْل بمعنی سوت کاتنا۔ اور غزل اور اغتزل الصوف بمعنی اُون کاتنا۔ اور غَزْل بمعنی کاتا ہوا سوت (م۔ق) قرآن میں ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا (۱۶/۹۲) اور اس عورت کی طرح نہ ہوجانا جس نے اپنا سوت تو محنت سے کاتا پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

۱۳۔ حِلْيَۃ، حَلَى الْمرءۃ: بمعنی عورت کے لیے زیور بنانا۔ عورت کو آراستہ کرنا۔ سنوارنا۔ اور حَلِيَتِ المرءۃ بمعنی عورت کا زیور پہننا۔ حَلْی بمعنی زیور پہنانا۔ اور حِلْیَۃ بمعنی زیور (ج حُلِیّ) اور حِلْيَۃُ الْاِنْسَان بمعنی انسان کا رنگ وروپ اور ظاہری شکل وصورت (منجد)

۱۴۔ اَسْوِرَۃ: سَوَّرَ الْمَرْأَۃَ بمعنی عورت کو کنگن پہنانا۔ اور سِوَار اور اَسْوَار بمعنی کنگن (ج سُوَر اَسْوِرَۃ اور اَسَاوِر) ارشاد باری ہے:

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (۱۸/۳۱) ان کو جنت میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

اور جو چیز (کپڑا وغیرہ) فرش کے اوپر بچھایا جائے اسے مفروشۃ (ج مفروشات) کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایسے کئی مفروشات کا ذکر آیا ہے۔

مثلاً (۱) نَمَارِق (واحد نمرق) قرآن میں ہے:

وَنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ (۸۸/۱۵) اور غالیچے برابر بچھے ہوئے (عثمانیؒ)

(۲) زَرَابِی (واحد زَرْبِی اور زَرْبِیّۃ) اس سے اگلی آیت ہے:

وَزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ (۸۸/۱۶) اور مخمل کے غالیچے جگہ جگہ پھیلے ہوئے (عثمانیؒ)

(۳) رَفْرَف: قرآن میں ہے:

عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ (۵۵/۷۶) سبز قالینوں پر (جالندھریؒ)

(۴) عَبْقَرِيّ: ایک قسم کا عمدہ فرش (مف) اس آیت کا اگلا حصہ ہے:

وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ (۵۵/۷۶) اور نفیس مسندوں پر (جالندھریؒ)

(۵) حَصِیْر: بمعنی قید خانہ بھی اور بمعنی چٹائی بھی (منجد) قرآن میں ہے:

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا (۱۷/۸) اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے۔

(۴)_نقدی

۱۔ وَرِق: یعنی چاندی کا سکہ (منجد) جو کسی بھی دور میں کسی حکومت میں رائج رہا ہو۔ اور آج کل زر کا غذی (نوٹ) کو بھی اہل عرب وَرَقَۃ کہتے ہیں۔ ورقۃ ریالین بمعنی دوریال کا نوٹ۔ قرآن میں اصحاب کہف کے ذکر میں مذکور ہے:

فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ (۱۸/۱۹) تو اپنے میں سے کسی کو یہ سکہ دے کر شہر کو بھیجو۔

۲۔ دِرْهَم: ۳½ ماشہ چاندی کا سکہ جو دورِ نبوی میں عرب میں رائج تھا۔ درہم و دینار اصل میں یونانی سکے تھے جو روم میں اور حجاز میں رائج تھے۔ قرآن میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (۱۲/۲۰) اور برادرانِ یوسفؑ نے یوسفؑ کو تھوڑی سی قیمت یعنی چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا۔

۳۔ دِيْنَار: ۴½ ماشہ سونے کا سکہ (ج دنانیر) درہم و دینار میں نسبت یہ تھی، ایک دینار کے ۲۰ ر درہم ہوتے تھے۔ قرآن میں ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ (۳/۷۵) اور اہل کتاب میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ اگر اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو تمہیں واپس نہ کرے

۵_معدنیات اور موتی وغیرہ

۱۔ حَدِيْد: بمعنی لوہا۔ حدّاد بمعنی لوہار اور حِدَادَۃ بمعنی لوہار کا کسب (منجد۔م۔ق) قرآن میں ہے:

اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ (۱۸/۹۶) میرے پاس لوہے کے تختے لاؤ۔

۲۔ ذَهَب: بمعنی سونا (ج اذھاب۔ ذھوب۔ ذھبان) ذھبۃ بمعنی سونے کا ٹکڑا (منجد)

۳۔ فِضَّة: بمعنی چاندی۔ اور فَضَّضَ الشَّيْءَ بمعنی کسی چیز پر چاندی کا ملمع کرنا یا چاندی کی جڑائی کرنا۔ (منجد) قرآن میں ہے:

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ (۳/۱۴) اور سونے اور چاندی کے خزانے جمع کیے ہوئے۔

۴۔ زُخْرُف: اصل میں اس زینت کو کہتے ہیں جو ملمع سے حاصل ہو۔ اس وجہ سے سونے کو بھی زخرف کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ ملمع عموماً سونے ہی سے کیا جاتا ہے اور یہ زیبائش کا کام دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ (۱۷/۹۳) یا تمہارا گھر سونے کا ہو۔

۵۔ لُؤْلُؤ: بمعنی موتی (ج لآلی) لُؤْلِئِیّ۔ موتی کے رنگ کا۔ اور اللئالۃ موتی فروش۔ موتی جڑنے کا پیشہ (منجد)

۶۔ مَرجَان: چھوٹے موتی۔ واحد مَرجَانۃ مونگا (مف۔منجد) قرآن میں ہے:
یَخرُجُ مِنھُمَا اللُّؤلُؤُ وَالمَرجَانُ۔ (۵۵/۲۲) دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

۷۔ یَاقُوت: بمعنی لعل۔ بڑا سخت اور شفاف، مختلف رنگوں والا قیمتی پتھر واحد یاقوتۃ ج یواقیت (منجد م۔ق) قرآن میں ہے:
کَاَنَّھُنَّ الیَاقُوتُ وَالمَرجَانُ (۵۵/۵۸) گویا وہ (جنت کی حوریں) یاقوت اور مرجان ہیں۔

۸-۹۔ قِطر اور مُہل کے لیے دیکھیے ––– "تانبا"

۱۰۔ قَطِرَان: ایک روغنی سیال مادہ جو صنوبر جیسے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ تارکول (منجد) اور قِطرَان بمعنی پگھلی ہوئی رال یا گندھک اور قِطرَان بمعنی پگھلا ہوا تانبا (مف) اور قَطرَ البَعِیرَ بمعنی اونٹ کو گندھک کا طلا کیا (م۔ق) فوراً بھڑک اٹھنے والا آتش گیر مادہ۔ قرآن میں ہے:
سَرَابِیلُھُم مِن قَطِرَانٍ (۱۴/۵۰) اُن کے کرتے گندھک کے ہوں گے۔

۶ ––– رنگ (الوان)

ا تا ۴۔ اسود۔ احوی۔ ادھم۔ غرابیب کے لیے دیکھیے "سیاہ"

۵۔ اَبیَض: بمعنی سفید (۲/۱۸۷) مؤنث بَیضَاء (۷/۱۰۸) جمع بِیض (۳۵/۲۷)

۶۔ حُمر (۳۵/۲۷) اَحمَر بمعنی سرخ کی جمع (مؤنث حمراء) ارشاد باری ہے:
وَمِنَ الجِبَالِ جُدَدٌ بِیضٌ وَّحُمرٌ اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگوں کے قطعات
مُختَلِفٌ اَلوَانُھَا وَغَرَابِیبُ سُودٌ (۳۵/۲۷) ہیں اور (بعض) کالے سیاہ ہیں۔

۷۔ اَخضَر بمعنی سبز (۳۶/۸۰) مؤنث خَضرَاء جمع خُضر قرآن میں ہے:
عَالِیَھُم ثِیَابُ سُندُسٍ خُضرٌ وَّ ان کی اوپر کی پوشاک کپڑے ہیں باریک ریشم سبز
اِستَبرَقٌ (۷۶/۲۱) اور موٹے ریشم کے (عثمانیؒ)

۸۔ اَصفَر: بمعنی زرد مؤنث صَفرَاء (۲/۶۹)، جمع صُفر۔ قرآن میں ہے:
کَاَنَّہٗ جِمٰلَتٌ صُفرٌ (۷۷/۳۳) گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

۹۔ زُرق: اَزرَق بمعنی نیلا کی جمع ہے۔ اور اس کی مؤنث زَرقَاء ہے۔ اور زَرِقَ عَینُہٗ بمعنی کسی کا نیلی آنکھوں والا ہونا (منجد) ایسی آنکھ سب سے بُری سمجھی جاتی تھی۔ (م۔ق) ارشاد باری ہے:
وَنَحشُرُ المُجرِمِینَ یَومَئِذٍ زُرقًا (۲۰/۱۰۲) ہم گنہگاروں کو اکٹھا کریں گے اور اُن کی آنکھیں نیلی نیلی ہوں گی۔

۱۰۔ وَردَۃ: وَرد بمعنی گلاب کا پھول اور درخت اور وَرَّدَ الشَّجرُ بمعنی گلاب کے پودا نے پھول نکالے۔ اور وَردَۃ بمعنی گلابی رنگ اور وَردِیَّۃٌ بمعنی گلابی رنگ کا۔ اور وَردٌ مِنَ الخَیلِ

بمعنی زردی مائل سرخ رنگ کا گھوڑا (منجد۔م۔ق) قرآن میں ہے:

فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (۵۵/۳۷) پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا۔

۱۱۔ فَاقِع: فَقَعَ لَوْنُہٗ بمعنی رنگ کا صاف اور خالص ہونا۔ گہرا زرد ہونا اور فَقِعَ بمعنی سُرخ رنگ ہونا۔ گہرا رنگ ہونا۔ اس کا استعمال اکثر زرد رنگ کے لیے ہوتا ہے (منجد) اور فَقَعَ بمعنی سخت زرد رنگ والا ہونا (م۔ق) فَقَعَ کا لفظ دراصل اَصْفَر کی تاکید کے لیے آتا ہے۔ اور اَصْفَرُ فَاقِعٌ بمعنی گہرا زرد رنگ (مف) گویا فَقَعَ کا لفظ ہر رنگ کے گہرا ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے۔ تاہم اس کا اکثر استعمال زرد رنگ کے ساتھ مختص ہے یعنی گہرا زرد رنگ جو زرد اور سرخ کے درمیان ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے:

بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ (۲/۶۹) اس گائے کا رنگ گہرا زرد ہے جو دیکھنے والوں کو خوش کر دیتا ہے۔

۷۔۔۔ رشتہ دار

۱-۲۔ اَب اور وَالِد کے لیے دیکھیے "باپ"۔

۳-۴۔ اُمّ اور والدۃ کے لیے دیکھیے "ماں"۔

۵-۶۔ ابن اور بنین، بنت اور بنات کے لیے دیکھیے "بیٹا — بیٹی"۔

۷-۸۔ حفدۃ اور اسباط کے لیے دیکھیے — "اولاد"

۹-۱۰۔ بَعل اور زَوج کے لیے دیکھیے — "خاوند"

۱۱ تا ۱۲۔ زوج۔ حلیلۃ اور صاحبۃ کے لیے دیکھیے — "بیوی"

۱۴-۱۵۔ اَخ اور اُخت: اَخ بمعنی بھائی۔ برادر۔ ماں جایا (ج اِخوان) اور اُخت بمعنی بہن۔ ہمشیرہ (ج۔ اَخوات) قرآن میں ہے:

اَوْ بُيُوتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوتِ اَخَوَاتِكُمْ (۲۴/۶۱) یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے۔

۱۶-۱۷۔ عم اور عمۃ: عمّ بمعنی باپ کا بھائی چچا (ج اعمام) اور عَمّۃ بمعنی باپ کی بہن۔ پھوپھی (ج عمّات) قرآن میں ہے:

اَوْ بُيُوتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوتِ عَمّٰتِكُمْ (۲۴/۶۱) یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے۔

۱۸-۱۹۔ خال اور خالۃ: خال بمعنی ماں کا بھائی۔ ماموں (ج اخوال) اور خالۃ بمعنی ماں کی بہن۔ خالہ (پنجابی ماسی) (ج خالات) قرآن میں ہے:

اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خَالٰتِكُمْ (۲۴/۶۱) — یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔

۲۰- رَبَائِب : رَابَّۃٌ وہ بیوی جو پہلے شوہر سے اپنی اولاد کی تربیت کر رہی ہو۔ اور اس کا مذکر رَابّ ہے۔ یعنی وہ مرد جو اپنی بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد کی تربیت کر رہا ہو۔ اور ایسی زیر تربیت اولاد کو رَبِیْب اور رَبِیْبَہ کہتے ہیں پچھلگ اولاد (ج رَبَائِب) قرآن میں ہے:

وَرَبَائِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ (۴/۲۳) — اور تمہاری پہلی بیویوں کی لڑکیاں جو تمہاری گود میں پرورش پا رہی ہیں۔

۲۱- اَدْعِيَاء - اَلدَّعِيُّ بمعنی لے پالک - متبنّٰی - منہ بولا بیٹا - وہ جو اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف یا غیر قوم کی طرف منسوب کرے (ج ادعیاء) (منجد) ارشاد باری ہے:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ (۳۳/۴) — اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔ یہ تو تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔

۲۲- كَلَالَة : مصدر ہے جو وارث اور مورث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ کلالہ کی تعریف رسول اللہ نے یہ فرمائی مَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَا وَالِدٌ یعنی وہ میت جس کے نہ اولاد ہو اور نہ باپ۔ اور لغوی لحاظ سے ایسی میت کے وارثوں کو بھی کلالہ کہتے ہیں (مف) تاہم قرآن میں یہ لفظ پہلے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ (۴/۱۲) — اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے نہ باپ ہو نہ بیٹا۔

۲۳- يَتِيْم : وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی جس کا باپ مر گیا ہو۔ مذکر و مونث دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ (ج يَتَامٰی) اور جانوروں میں سے وہ بچہ جس کی بلوغت سے پہلے اس کی ماں مر گئی ہو (منجد) اور یتیم کے لغوی معنی ہر چیز سے منفرد۔ اکیلا۔ لاثانی اور بے نظیر بھی ہے۔ اور دُرِّ يَتِيْم بمعنی بے مثال (منجد - م - ق) ارشاد باری ہے:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (۴/۶) — اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔

ضمیمہ ۳

لغت ذوی الاضداد

ضِدّ کا لغوی معنی مخالفت یا خلاف کرنا ہے۔ لیکن یہ لفظ خلاف سے اخص ہے۔ امام راغب کے نزدیک ضِدّین کی تعریف یہ ہے کہ ایسی دو چیزیں جو ایک دوسرے کے متقابل ہوں اور ایک ہی جنس سے ہوں اور کبھی جمع نہ ہو سکتی ہوں۔ جیسے سیاہی اور سفیدی کہ دونوں کی جنس رنگت یا رنگ ہے (مف) اور ابن الفارس کے نزدیک ضِدّین کی تعریف یہ ہے کہ "ایسی دو متقابل اشیاء جن کا ایک ہی وقت میں اجتماع ناممکن ہو۔ جیسے دن اور رات (م ل) اور ضدّ کا لفظ خلاف سے اخص اس طرح ہے کہ ہر ضد خلاف ضرور ہے لیکن ہر خلاف ضد نہیں ہوتا۔

کسی چیز کی ضد کا معلوم ہونا اس لحاظ سے مفید ہوتا ہے کہ اگر ایک لفظ کے معنی ذہن میں ہوں تو دوسرے کے معنی خود بخود ذہن میں آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل لغت اکثر مقامات پر الفاظ کے اضداد بھی درج کر دیتے ہیں۔ ہم نے بھی اس کتاب میں جا بجا اضداد کا اندراج کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں ضمیمہ ہذا محض اسی افادیت کے لیے تجویز کیا ہے۔ اضداد والے الفاظ کو ہم تین قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ ایسے الفاظ جو بذاتہ ذوی الاضداد ہیں۔ یعنی ایک ہی لفظ میں اس کی ضد کا معنی بھی موجود ہوتا ہے۔ جیسے عَدَلَ بمعنی انصاف کرنا بھی ہے اور بے انصافی بھی۔ اسی طرح فَرَطَ کے معنی کمی کرنا بھی ہے اور زیادتی کرنا بھی۔

۲۔ ایسے الفاظ یا سہ حرفی مادے جن میں صرف ایک حرف کی تبدیلی سے ان میں خلاف معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے تَرِبَ بمعنی تنگدست اور مفلوک الحال ہونا۔ اور تَرِفَ بمعنی خوشحالی کی زندگی بسر کرنا۔ یا پھر ان میں لطیف سا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

۳۔ عام فہرست لغت اضداد۔ جیسے اَبْیَض کی ضد اَسْوَد یا نَہَار کی ضد لَیْل۔

اسی ترتیب سے ہم یہ لغت بہ ترتیب حروف تہجی پیش کر رہے ہیں۔

۱۔۔۔۔۔ الفاظ ذوی الاضداد

۱۔ ا ز ر: اِزَار بمعنی (۱) تہبند (۲) چادر (۳) ہر وہ چیز جو ستر کو ڈھانکے۔ اور اَزَرَ کے معنی قوت دینا اور مدد کرنا بھی اور ضعف اور کمزوری بھی (م۔م) قوت دینا یا مضبوط کرنا کے لیے اَزَرَ اور آزَرَ کے ابواب مستعمل ہیں۔ قرآن میں ہے:

کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ (۲۹/۴۸) کھیتی کی طرح جس نے اپنا ڈنٹھل نکالا پھر اسے مضبوط کیا

اور کمزوری کے معنوں کے لیے صاحب محیط المحیط نے درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

اَشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ (۲۰/۳۱) مضبوط کر اس سے میری کمر (عثمانی) یعنی میری کمزوری کو قوت سے بدل دے۔

۲- بیع: بَاعَ بمعنی خرید و فروخت کرنا۔ لین دین کرنا۔ خریدنا بھی اور فروخت کرنا بھی۔ سودا بازی کرنا۔ اور بائع خواہ چیز لینے والا ہو یا دینے والا۔ کہتے ہیں بَاعَ فُلَانًا كِتَابًا یعنی کسی کو کتاب دے کر قیمت لے لینا (بیچنا) اَوْ مِنْ فُلَانٍ كِتَابًا یعنی کسی سے کتاب لے کر قیمت دینا (خریدنا) (منجد) قرآن کریم میں یہ لفظ سودا بازی کے معنوں میں تو آیا ہے لیکن خریدنے یا بیچنے کے الگ الگ معنوں میں استعمال نہیں ہوا (البتہ لغوی لحاظ سے اِبْتَاعَ کا لفظ خریدنا کے معنوں میں آتا ہے۔ اور عرف عام میں بائع کا لفظ فروخت کنندہ کے لیے استعمال ہوتا ہے) قرآن میں ہے:

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ (۲/۲۸۲) جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو۔

۳- ترب: تُرَاب بمعنی خشک مٹی اور تَرِبَ (يَتْرَبُ تربا و متربا) الرَّجُل بمعنی آدمی اتنا غریب ہوا کہ خاک میں رُل گیا۔ قرآن میں ہے:

اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (۹۰/۱۶) یا بھوک کے دنوں میں بھوکے کو کھانا کھلانا، یتیم رشتہ دار کو یا خاک میں ملے ہوئے مسکین کو۔

اور اَتْرَبَ بمعنی کسی کے پاس مال اس قدر زیادہ ہو گیا جیسے مٹی کا ڈھیر ہو۔ اور دُوسرا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص مالدار ہونے کے بعد محتاج و مفلس ہو گیا۔ اور تَرَّبَ اور اَتْرَبَ کے معنی مالدار ہونا بھی اور تہی دست اور محتاج ہونا بھی ہے (منجد) آیتِ بالا میں مالدار کے بعد افلاس کا معنی تو نکل سکتا ہے لیکن مالدار ہونے کے معنوں میں یہ لفظ قرآن میں نہیں آیا۔

۴- ثوی: بمعنی آباد ہونا اور ٹھہرنا (منجد) یہ لفظ کسی جگہ کو مستقل طور پر اقامت گاہ بنانے کے لیے آتا ہے (مف) وُہ جگہ جہاں کوئی شخص موروثی طور پر رہ رہا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ (۲۸/۴۵) اور آپؐ تو مدین میں رہنے والوں میں نہ تھے۔

اور اس کا دوسرا معنی مرجانا ہے۔ ثَوَى الرَّجُل بمعنی آدمی مرگیا۔ اور ثوی بمعنی دفن کیا گیا (منجد۔ م۔م) یعنی قبرستان میں طویل مدت کے لیے اپنی قبر میں پڑا رہنا۔ قرآن میں ہے:

فَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ (۳/۱۵۱) ظالموں کے لیے بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

۵- حوز: حَازَ بمعنی اکٹھا کرنا۔ جمع کرنا۔ اور حَايَزَ بمعنی سنگ ساتھ زندگی گزارنا۔ ہمہ یاراں دوزخ ہمہ یاراں بہشت کا مصداق بننا۔ اور تَحَوَّزَ علیحدہ ہونا۔ کنارہ کش ہونا۔ اور تَحَاوَزَ الْفَرِيْقَان بمعنی دو فریقوں کا ایک دوسرے سے جدا ہونا اور اِنْحَازَ الْقَوْم بمعنی قوم کا مرکز کو چھوڑ دینا۔ پسپا ہونا، شکست کھانا۔ اور حَوْزَاء بمعنی لڑائی۔ اور اَحْوَذِيّ بمعنی ماہر۔ ہر کام میں پھرتیلا اور چست (منجد) قرآن میں تَحَيُّز کا لفظ استعمال ہوا ہے جس میں لڑائی، علیحدہ ہونا اور جا ملنا تینوں تصوّر پائے جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا اور جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا

مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْمُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (۸/۱۶) — کہ پینترا بدلے یا اپنی فوج سے جا ملنا چاہے اُن سے پیٹھ پھیرے گا۔ وُہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گیا۔

یعنی جو شخص اپنی حکمتِ عملی اور مہارت کی بنا پر فوج کا ساتھ چھوڑ کر اور ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جا کر فوج سے جا ملتا اور لڑائی شروع کر دیتا ہے اس کے لیے مُتَحَيِّز کا لفظ آیا ہے۔

۶۔ خفی : خَفِيَ کا معروف معنٰی چھپا ہونا۔ پوشیدہ ہونا۔ اور اَخْفٰی بمعنی چھپانا ہے۔ اور چھپنے چھپانے کے معنوں میں یہ لفظ اتنے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے کہ عربی زبان کا دوسرا کوئی لفظ اتنے وسیع مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا اور اسی لفظ کا دوسرا معنی ظاہر کرنا بھی ہے۔ کہتے ہیں خَفَى الْمَطَرُ الفارۃ یعنی بارش نے چوہے کو بل سے نکال کر ظاہر کر دیا (منجد) اور قرآن میں ہے:

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى (۲۰/۱۹) — قیامت یقیناً آنے والی ہے میں اسے ظاہر کرنے ہی والا ہوں تاکہ ہر شخص اپنی کوشش کا بدلہ پالے۔

۷۔ دُوْن۔ دَانَ : بمعنی وُہ شخص کمینہ ہوا۔ اور دُوْن میں کمینگی، پستی اور خسّت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مگر کبھی یہ لفظ شریف کے معنوں میں بھی آجاتا ہے۔ کہتے ہیں حال القوم دون فلان۔ قوم اس کے اور اس کے مطلوب کے درمیان حائل ہو گئی (م۔م۔منجد) دُوْن کا ترجمہ عموماً سوائے یا غیر سے کیا جاتا ہے۔ لیکن لغوی لحاظ سے اس کے معنی پست (ضد فوق۔م۔م) کے علاوہ آگے بھی آتا ہے اور پیچھے بھی۔ کہتے ہیں مَشٰى دُوْنَہٗ بمعنی وُہ اس کے آگے آگے چلا۔ نیز کہتے ہیں قَعَدَ دُوْنَہٗ وُہ اس کے پیچھے بیٹھا (م۔م) قرآن میں ہے:

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲/۲۳) — اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہیں، انھیں بھی بُلا لو۔ اگر تم سچے ہو۔

تو اس آیت میں دُوْن کا معنی اللہ کے نیچے۔ پست اور کمتر تو ہے ہی اور آگے بڑھ کر اس لحاظ سے بھی ہو سکتا ہے کہ مشرکین کسی خاص معاملہ میں انہیں ایسا سمجھتے تھے۔

۸۔ دِیْن : دَانَہٗ یَدِیْنُہٗ دِیْنًا۔ معنی اسے محکوم کیا۔ عبادت چاہی، ذلیل کیا، اس پر حکومت کی اور دان الرجل بمعنی عزت دی۔ ذلیل کیا۔ تابعداری کی۔ بے فرمانی کی (م۔ق۔منجد) گویا دین میں دو متضاد مفہوم پائے جاتے ہیں۔ مکمل حاکمیت اور حکومت بھی اور مکمل عبدیت۔ غلامی اور تذلّل بھی۔ ارشاد باری ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (۳۹/۳) — دیکھو! خالص عبادت اللہ ہی کے لیے (زیبا) ہے (جالندھری)

تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ پوری کی پوری حاکمیت اللہ ہی کے لیے سزاوار ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ — اور اُن (مشرکین) سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ

يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ (۲/۱۹۳) فساد نابود ہو جائے اور حکم رہے اللہ کا (عثمانی)

علاوہ ازیں دین کے معنی قانون جزا وسزا یا قانونِ تعزیرات بھی ہے۔ارشاد باری ہے:

مَا كَانَ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ۔ بادشاہ کے قانون کے مطابق یوسفؑ اپنے بھائی کو نہیں لے (رکھ) سکتے تھے۔ (۱۲/۷۶)

اور قانونِ جزا وسزا پر عمل در آمد کی قوت اور قدرت بھی۔ارشاد باری ہے:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱/۴) وُہ (اللہ) جزا وسزا کے دن (قیامت کے دن) کا مالک ہے۔

دُوسرے مقام پر فرمایا:

فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ۔ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۵۶/۸۶) پھر اگر تم جزا وسزا سے آزاد ہو اور اپنی بات میں سچے ہو تو (مرتے وقت) رُوح کو واپس کیوں نہیں کر لیتے؟

۹- اَسَرَّ: سِرّ بمعنی بھید۔راز۔اور اَسَرَّ السِّرّ بمعنی بھید کو چھپانا۔اور ان معنوں میں یہ لفظ قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔اور اَسَرَّ السِّرّ کا دوسرا معنٰی بھید کی بات کو ظاہر کر دینا بھی ہے (م-م) چنانچہ قرآن میں ہے:

تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ (۶۰/۱) تم ان کی طرف پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور جو کچھ تم پوشیدہ یا علانیہ کرتے ہو وُہ مجھے سب معلوم ہے۔

۱۰- شَرٰى: جس طرح بَاعَ کا لفظ خرید وفروخت دونوں معنوں میں آتا ہے۔اسی طرح شَرٰى کا لفظ بھی دونوں معنوں میں آتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (۱۲/۲۰) اور یوسفؑ کو اس کے بھائیوں نے حقیر سی قیمت یعنی چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا۔

تو اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ قافلہ والوں نے یوسفؑ کو حقیر سی قیمت کے عوض خرید لیا ـــ

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے:

بِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ (۲/۱۰۲) اور جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وُہ بُری تھی۔

بالفاظ دیگر جو چیز انہوں نے اپنی جانوں کے عوض خرید کی تھی وُہ بُری تھی۔

البتہ جب یہ لفظ باب افتعال میں آئے تو اس کے معنٰی "خریدنا" سے مخصوص ہو جاتے ہیں۔

ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (۹/۱۱۱) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے جان ومال خرید لیے ہیں اور ان کے عوض ان کے لیے جنت ہے۔

۱۱۔ ضِدّ، ضِدّ کا لفظ بذاتِ خود بھی ذوی الاضداد سے ہے۔ اس کا معنی مخالف اور خلاف تو ہے ہی۔ پھر اس کا معنیٰ مثل اور نظیر بھی ہے (م۔م۔منجد) تاہم قرآن میں یہ لفظ صرف معروف معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (۱۹/۸۲) — ہرگز نہیں۔ وہ (معبودانِ باطل) ان کی پرستش سے انکار کر دیں گے اور ان کے مخالف بن جائیں گے۔

۱۲۔ عَتَبَ (یَعْتِبُ عَتْبًا و عِتَابًا و عُتْبَانًا) بمعنی ملامت کرنا۔ ناراض ہونا اور اَعْتَبَ بمعنی سبب ناراضگی کو دُور کرنا اور تَعَاتَبَ بمعنی ایک دوسرے پر عتاب کرنا۔ ایک دوسرے کے ساتھ ناز سے گفتگو کرنا اور اِسْتَعْتَبَ بمعنی رُوٹھے کو منانے کی کوشش کرنا (منجد۔م۔ق) گویا عتاب کا معنی وُہ میٹھا میٹھا شکوہ شکایت اور اظہار ناراضگی ہے جس سے اصل مقصد اس سبب کو دُور کرنے کے بعد باہمی صلح ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ (۴۱/۲۴) — اور اگر وُہ منانا چاہیں تو منائے نہ جائیں گے۔ (عثمانیؒ)

۱۳۔ عَدْل، عَدْل کا لفظ عوض، بدلہ اور برابر کے معنوں میں آتا ہے۔ اور عَدْل کا معروف معنیٰ انصاف کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ (۴۲/۱۵) — اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

اور عدل بمعنی بے انصافی کرنا۔ ظلم کرنا بھی ہے (منجد۔م۔م) ارشاد باری ہے:

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا (۴/۱۳۵) — تو تم خواہش نفس کے پیچھے لگ کر عدل کو نہ چھوڑ دینا (جالندھری) (ان لا تعدلوا تمیلوا عن الحق) (م۔ق)

نیز دیکھیے "انصاف کرنا"۔

۱۴۔ فرط: فَرَطَ یَفْرُطُ فَرْطًا بمعنی حد سے پیچھے رہنا اور کوتاہی کرنا اور فَرَطَ تَفْرُطُ فَرْطًا بمعنی حد سے آگے نکل جانا اور زیادتی کرنا۔ اور اَفْرَطَ (یُفْرِطُ اِفْرَاطًا) حد سے آگے بڑھنے کے لیے مخصوص ہے۔ اور فَرَّطَ (تفروطی) کمی اور کوتاہی کے لیے اور افراط و تفریط بمعنی حدِ اعتدال سے کمی بیشی ہے۔ قرآن میں ہے:

أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ (۳۹/۵۶) — کہ (مبادا اس وقت) کوئی شخص کہنے لگے ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو میں اللہ کے حق میں کرتا رہا!

اور دوسرے مقام پر ہے:

لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُفْرَطُونَ۔ (۱۶/۶۲) — کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے (دوزخ کی) آگ تیار ہے اور یہ سب سے آگے بھیجے جائیں گے۔

۱۵۔ فوز : فَازَ بمعنی رہائی پانا۔ خلاصی پانا۔ نجات پانا۔ کامیاب ہونا۔ مراد کو پہنچنا تو معروف ہے اور اس کا دوسرا معنی مرنا اور ہلاک ہونا ہے۔ اور فَوَّزَ کا باب اس معنی کے لیے مخصوص ہے۔ فَوَّزَ الرَّجُلُ بمعنی آدمی مرگیا۔ اور مفازۃ بمعنی نجات کی جگہ یا نجات کا سبب۔ کامیابی کی جگہ یا اس کا سبب نیز ہلاکت کی جگہ یا اس کا سبب (م۔م۔منجد) ارشاد باری ہے :

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ (۳۹/۶۱) — اور جو پرہیزگار ہیں ان کی کامیابی کے سبب اللہ ان کو نجات دے گا۔

اس آیت میں مَفَازَۃ کامیابی کے معنوں میں آیا ہے۔ اور درج ذیل آیت میں یہی لفظ نجات کے معنوں میں استعمال ہوا ہے (ہلاکت کے معنوں میں اس کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے)

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا — جو لوگ اپنے (ناپسند) کاموں سے خوش ہوتے ہیں
وَيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا — اور (پسندیدہ کام) جو کرتے نہیں ان کے لیے چاہتے ہیں
فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ (۳/۱۸۸) — کہ ان کی تعریف کی جائے ان کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔

۱۶۔ قسط : کے معنی کسی کو اس کا حق پورا پورا ادا کر دینا خواہ یہ حق یکمشت ادا کر دیا جائے یا کئی حصوں میں بانٹ کر۔ اس صورت میں ہر حصہ کو بھی قِسْط (ج اَقْسَاط) کہتے ہیں۔ اور اس کے معنی انصاف کرنا بھی ہے اور ظلم کرنا بھی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے "انصاف کرنا")

۱۷۔ قَعَدَ : کے معنی بیٹھنا بھی اور کھڑا ہونا بھی۔ (تفصیل "بیٹھنا" میں دیکھیے)

۱۸۔ قوی : قَوِيَ بمعنی طاقتور ہونا بھی اور سخت بھوکا ہونا بھی۔ اور اقوی بمعنی محتاج ہونا بھی اور مالدار ہونا بھی۔ اور اَقْوَى الْقَوْمُ بمعنی قوم کا زادِ راہ ختم ہونا (منجد) اور قُوَّۃ بمعنی زور۔ طاقت اور قُوْت بمعنی خوراک کی اتنی کم مقدار جس سے انسان زندہ رہ سکے۔ اور قَوِيٌّ بمعنی طاقت ور۔ غالب۔ اور مُقْوِی بمعنی خوراک کی تلاش میں مارا مارا پھرنے والا۔ مسافر۔ محتاج۔ ارشاد باری ہے :

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ (۵۶/۷۳) — ہم نے اس درخت کو تمہارے لیے یاد دہانی اور مسافروں کے برتنے کا سامان بنایا ہے۔

۱۹۔ نَصَبَ : (یَنْصِبُ) بمعنی کسی چیز کو سیدھے رخ زمین میں کھڑا کر دینا۔ گاڑ دینا۔ اور نصیب بمعنی راستے میں نشان کے طور پر گاڑے ہوئے پتھر بھی۔ اور مجسمے اور بت بھی جو بغرض عبادت کسی جگہ گاڑ دیے جائیں (ج نُصُب اور انصاب) اور ان معنوں میں یہ لفظ قرآن میں بکثرت آیا ہے۔ لیکن جب یہ باب عَلِمَ یَعْلَمُ سے آئے تو الٹ معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ یعنی انسان کا سخت محنت اور تھکاوٹ کی وجہ سے جسم کو مستوی نہ رکھ سکنا (م۔ل) نیز دیکھیے ضمیمہ (۱/۸۹) قرآن میں ہے :

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا (۱۸/۶۲) — اس سفر سے ہمیں بہت تھکان ہو گئی ہے۔

۲۰۔ نفق : نفق ہر ایسے زمین دوز راستے کو کہتے ہیں جس کے دونوں منہ کھلے ہوں جیسے چوہے یا سانپ

کا بل یا سرنگ۔ اور نفق الیربوع بمعنی چوہے کا اپنے سوراخ میں داخل ہونا بھی اور دوسرے راستہ سے نکل جانا بھی (منجد) قرآن میں یہ لفظ اضداد کی صورت میں تو استعمال نہیں ہوا، البتہ نفق سرنگ کے معنوں میں آیا ہے۔ اور نافق بمعنی ایمان کی بات ایک راستے سے داخل کرنا اور دوسرے سے نکال دینا۔ اور انفق بمعنی مال خرچ کرتے رہنا، کہ ایک راستے سے آتا جائے اور دوسرے راستے پر (اللہ کی ہدایات کے مطابق) خرچ ہوتا جائے۔

۲۲۔ وَعَدَ: وَعَدَ سے وَعْدَۃً بمعنی کسی کو کسی اچھی بات کی امید دلانا (مف) بھی آتا ہے۔ اور وَعِید بمعنی دھمکی دینا اور ڈرانا بھی۔ اور اس کی مثالیں قرآنِ کریم میں بکثرت موجود ہیں۔ اور اَوْعَدَ کا لفظ ان معنوں میں خاص ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ (۸۶/۷) اور ہر راستے پر لوگوں کو ڈرانے کے لیے مت بیٹھا کرو۔

۲۳۔ وَرَاء: بمعنی آگے یا پیچھے۔ ظرف زمان و مکان دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے "پیچھے")

۲۴۔ ھجد: ھجد (ھجود) بمعنی رات کو سونا یا جاگنا۔ اور ھَجَّدَ بمعنی نیند سے جاگنا۔ رات کو سونا رات کو جاگ کر نماز پڑھنا۔ اور تَھَجَّدَ بمعنی رات کو سونا یا بیدار رہنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (۷۹/۱۷) اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کرو۔ یہ (شب خیزی) تمہارے لیے (سبب) زیادت ہے۔

۲۔ مادہ میں ایک حرف کی تبدیلی سے مقید یا مخالف معانی

۱۔ بَتَرَ اور بَتَكَ: بَتَرَ کا لفظ دم کاٹنے کے لیے مخصوص ہے۔ اور معنوی لحاظ سے مقطوع النسل یا لاولد کو کہتے ہیں یا جس کا ذکرِ خیر باقی نہ رہے (مف) ارشاد باری ہے:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (۳/۱۰۸) بے شک تمہارا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔

اور بَتَكَ کا لفظ دوسرے اعضاء کاٹنے کے لیے آتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ (۱۱۹/۴) تو وہ جانوروں کے کان چیریں گے۔

۲۔ بَرَزَ اور بَرِحَ: بَرَزَ بمعنی سامنے آنا۔ کھلے میدان میں نکل آنا کہ دوسرے لوگ دیکھ سکیں۔ (مف) ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ (۲۵۰/۲) جب وہ لوگ جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے آ گئے۔

اور بَرِحَ بمعنی کھلے میدان کو چھوڑنا۔ کسی مکان سے ہٹنا اور جدا ہونا۔ زائل ہونا (منجد) اس لفظ پر عموماً لَا اور لَنْ داخل ہوتا ہے۔ تو یہ کسی جگہ مستقل طور پر ٹھہرنے یا جمے رہنے کے معنی دیتا ہے۔ اور حَتّٰی سے مشروط ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ (۶۰/۱۸) جب تک میں دو دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں ہٹنے کا نہیں۔

۳۔ تَرِبَ اور تَرِفَ : تُرَاب بمعنی خشک مٹی اور تَرِبَ بمعنی مفلسی کی وجہ سے خاک میں رُل جانا۔ ارشاد باری ہے:

اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (۹۰/۱۶) یا خاک میں ملے ہوئے مسکین کو کھانا کھلانا)

اور تَرِفَ بمعنی خوشحالی کی زندگی بسر کرنا۔ ایسی آسودگی اور خوشحالی جو انسان کو بدمست اور یادِ خدا سے غافل کردے۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ (۲۳/۶۴) یہاں تک کہ جب ہم نے ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو پکڑ لیا تو وہ اس وقت چیخنے چلانے لگیں گے۔

۴۔ جَسَّسَ اور حَسَّسَ : جَسَّسَ بمعنی کسی چیز کے اندرونی حالات معلوم کرنے کے لیے جستجو کرنا۔ عیب جوئی کرنا۔ اسی سے لفظ جاسوس ہے۔ اور جَسَّ عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (۴۹/۱۲) اور نہ تو ایک دوسرے کے عیب تلاش کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کا گلہ کرے۔

اور حَسَّسَ بیرونی حالت معلوم کرنے کے لیے جستجو کرنے کے لیے آتا ہے اور یہ صفت محمود ہے۔ قرآن میں ہے:

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ (۱۲/۸۷) (حضرت یعقوبؑ نے کہا) اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔

۵۔ جَنَفَ اور حَنَفَ : جَنَفَ بمعنی کسی ایک جانب جھکنا اور کسی کی طرفداری کرجانا۔ اور یہ صفت مذموم ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا (۲/۱۸۲) اور اگر کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی وارث کی) جانبداری کا اندیشہ ہو۔

اور حَنَفَ بمعنی ہر قسم کی جانبداریوں اور میلانات سے ہٹ کر اور کٹ کر صرف ایک طرف یکسو ہوجانا۔ اور یہ صفت محمود ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا (۱۰/۱۰۵) اور یہ کہ (اے محمدؐ سب سے) یکسو ہوکر دین (اسلام) کی پیروی کیے جاؤ۔

۶۔ حَثَّ اور حَضَّ : دونوں الفاظ اُبھارنا اور انگیخت کرنا کے معنوں میں آتے ہیں۔ حَثَّ صرف سواری کو چلانے یا ہانکنے کے لیے اُبھارنے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا (۷/۵۴) وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔

اور حَضَّ دوسری باتوں پر اُبھارنے یا ترغیب دینے کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے،

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (۳/۱۰۷) — اور نہ ہی وہ فقیر کو کھانا کھلانے کے لیے (لوگوں کو) ترغیب دیتا ہے۔

۶۔ حَصَدَ اور خَضَدَ: حَصَدَ بمعنی کھیتی کو پکنے کے بعد کاٹنا۔ اور یہ لفظ عموماً درانتی سے کاٹنے کا معنی دیتا ہے کیونکہ مِحْصَد درانتی کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖ۔ (۱۲/۴۷) — اور جو (کھیتی یا غلہ) تم کاٹو تو اسے خوشوں میں ہی رہنے دینا۔

اور خَضَدَ کا لفظ کسی خاردار پودے یا درخت یا اس کی شاخ سے کانٹے کاٹ کر یا جھاڑ کر صاف کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (۵۶/۲۸) — بہتے ہیں بیری کے درختوں میں جن میں کانٹا نہ ہو (عثمانی)

۷۔ خَلَصَ اور خَلَطَ: خَلَصَ بمعنی کسی چیز کو ملاوٹ اور آمیزش سے پاک و صاف کرنا۔ خالص بنانا۔ قرآن میں ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ (۴/۱۴۵) — ہاں جنھوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا اور خاص خدا کے حکم بردار ہو گئے۔

اور خَلَطَ بمعنی دو یا زیادہ چیزوں کو آپس میں ملا دینا۔ ملاوٹ کرنا۔ آمیزش کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا (۹/۱۰۲) — اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا۔

۸۔ دَرَجَ اور دَرَكَ بمعنی سیڑھی کے ڈنڈے یا اڈے۔ جب اوپر چڑھیں تو یہ درج (ج درجات) کہلائیں گے۔ اور جب اوپر سے نیچے اتریں تو یہی ڈنڈے یا اڈے درك (ج درکات) کہلائیں گے۔ قرآن میں ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ (۲/۲۲۸) — اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے۔ البتہ مردوں کا عورتوں سے ایک درجہ اوپر ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴/۱۴۵) — منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

یعنی وہ ادہ یا زینہ جو دوزخ کی تہ سے مل رہا ہے۔

۹۔ دَوْر اور دَوْل: دونوں لفظ گردش ایام کے لیے آتے ہیں۔ دَوْر بڑے مفہوم میں آتا ہے۔ یعنی

حوادث، بدبختی اور تنگی ترشی کا دَور اور دُول خوشحالی کے دور کے لیے آتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے گردشِ ایام)

۱۰۔ رَتق اور فَتق : رتق بمعنی دو یا زیادہ چیزوں کو اس طرح ملانا کہ وُہ آپس میں جڑ جائیں یا پیوست ہو جائیں۔ اور فتق بمعنی ایسی پیوستہ چیزوں کو جدا جدا کر دینا۔ ارشاد باری ہے :

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (۲۱/۳۰) — کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان دونوں منہ بند تھے تو ہم نے اُن کو جدا جدا کر دیا۔

۱۱۔ رَغَب اور رَہَب : رَغَب بمعنی کسی چیز کی اس طرح خواہش کرنا اور شوق رکھنا کہ اس سے کچھ امید بھی وابستہ ہو۔ اور رہب اس کی ضد ہے۔ یعنی ایسا خوف جس میں احتیاط اور اضطراب بھی شامل ہو۔ ارشاد باری ہے :

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (۲۱/۹۰) — وُہ لوگ بھلائیوں کی طرف دوڑتے تھے اور ہمیں امید و خوف سے پکارتے تھے۔

۱۲۔ سَراب اور شَراب : ہر پینے کی چیز جو فی الواقعہ پینے کی چیز ہو وُہ شراب ہے۔ اور جو چیز نظر تو شراب آئے مگر حقیقت اس کے برعکس ہو تو وُہ سراب ہے۔ لہٰذا سراب دھوکا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور سراب دراصل ریت کے اس میدان کو کہتے ہیں جو دُور سے سورج کی روشنی میں موجیں مارتا پانی نظر آتا ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً (۲۴/۳۹) — اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے میدان میں ریت۔ کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔

۱۳۔ سَلَف اور خَلَف ، سَلَف بمعنی کسی شخص کے آباء و اجداد جو نیک چال رکھتے ہوں۔ اور خَلَف اس کی ضد ہے یعنی کسی شخص کی مابعد کی نسل جو برے عادات و اطوار رکھتے ہوں۔ سَلَف اس پورے معنی میں قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ البتہ خلف کا ذکر موجود ہے۔ ارشاد باری ہے :

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (۱۹/۵۹) — پھر ان کے بعد ان کے ناخلف جانشین ہوئے۔ جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ یہ لوگ عنقریب دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

۱۴۔ سَقَطَ اور لَقَطَ ، سَقَطَ بمعنی کسی چیز کا اوپر سے زمین پر گرنا۔ قرآن میں ہے :

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا (۶/۵۹) — اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اللہ اسے جانتا ہے۔

اور لَقَطَ اور اِلتَقَطَ : بمعنی زمین پر کسی گری پڑی کو اٹھا لینا۔ بغیر تکلف کے یا مزاحمت کے کوئی چیز پکڑ لینا۔ اٹھا لینا۔ قرآن میں ہے :

اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ (۱۲/۱۰) — یوسفؑ کو کسی گہرے کنویں میں ڈال دو۔ کوئی راہ گیر اُسے اٹھا لے جائے گا۔

۱۵۔ صَعِق اور صَقَع : صَاعِقَہ اور صَاقِعَہ دونوں کے معنی ہیں ہولناک دھماکہ۔ اگر یہ اجسام سماوی سے

متعلق ہو تو صاعقہ ہے اور اگر اجسام ارضی سے متعلق ہو تو صاقعہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَعَتَوۡا عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهِمۡ فَاَخَذَتۡهُمُ الصّٰعِقَةُ	تو انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔
(۵۱/۴۴)	سو اُن کو کڑک نے آپکڑا۔

اور صَقَعَ کا استعمال قرآن میں نہیں ہے۔

۱۶۔ صَلَحَ اور طَلَحَ ؛ صَلَحَ کی ضد فَسَدَ بھی ہے اور طَلَحَ بھی۔ صَلَحَ بمعنی بگاڑ کو درست کرنا۔ بگڑی ہوئی چیز کو ٹھیک کر دینا۔ اور اعمال صالحہ یا صحبت صالح کے مقابل صحبت طالح استعمال ہوتا ہے لیکن طَلَحَ کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے۔

۱۷۔ فَصَمَ اور قَصَمَ ؛ فَصَمَ کسی چیز کو اس طرح توڑنا کہ علیحدہ نہ ہو۔ اور انفصام بمعنی علٰحدہ ہوئے بغیر کسی چیز کا ٹوٹ جانا جیسے شیشہ میں بال آجاتا ہے۔ یا کسی دھات کی چیز میں لکیر آجانا۔ ارشاد باری ہے:

فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَيُؤۡمِنۡۢ	جس شخص نے غیر اللہ کا انکار کیا اور صرف اللہ پر
بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى	ایمان لایا تو اس نے ایسے مضبوط کنڈے کو پکڑ لیا،
لَا انْفِصَامَ لَهَا (۲/۲۵۶)	جس میں کبھی لکیر بھی نہ آئے۔

اور قصم بمعنی توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالنا۔ پیس ڈالنا۔ ارشاد باری ہے:

وَكَمۡ قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ كَانَتۡ ظَالِمَةً	اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو پیس ڈالا جو ستم گار
(۲۱/۱۱)	تھیں۔

۱۸۔ قَطَّ اور قَدَّ : قَطَّ بمعنی کسی چیز کو چوڑائی کے رُخ کاٹنا۔ جیسے قلم کو قط لگانا۔ اور قَدَّ بمعنی کسی چیز کو لمبائی کے رُخ پھاڑنا۔ اور اسی سے لفظ قد و قامت ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاسۡتَبَقَا الۡبَابَ وَقَدَّتۡ قَمِيۡصَهٗ	اور وہ دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسفؑ
مِنۡ دُبُرٍ (۱۲/۲۵)	پیچھے زلیخا) اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر
	جو کھینچا تو اُسے) پھاڑ ڈالا۔

قَطَّ کا لفظ قرآن کریم میں ان معنوں میں نہیں ہے۔ البتہ قِطّ کا لفظ بمعنی اعمالنامہ یا ایسا حکمنامہ ہے جس میں اس شخص کے متعلق قطعی اور دوٹوک فیصلہ ہو۔

۱۹۔ نَفۡحَة اور لَفۡحَة : نَفۡحَة (اسم مرۃ) بمعنی سخت سرد ہوا کی ایک بھانپ۔ ایک دفعہ ہوا کا کسی کو ٹکرانا۔ ایک جھونکا۔ جیسے ایک بار دھونکنی سے ہوا دی جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَئِنۡ مَّسَّتۡهُمۡ نَفۡحَةٌ مِّنۡ عَذَابِ	اگر انہیں تمہارے پروردگار کے عذاب کی ایک
رَبِّكَ لَيَقُوۡلُنَّ يٰوَيۡلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا	بھانپ بھی پہنچے تو کہنے لگیں۔ ہائے بدبختی
ظٰلِمِيۡنَ (۲۱/۴۶)	ہماری! بیشک ہم گنہگار تھے۔

اور لَفۡحَة۔ نَفۡحَة کی ضد ہے یعنی گرم لُو کا ایک جھونکا۔ منہ جھلس دینے والی گرم ہوا کی ایک

بھانپ۔ لفحۃ کا لفظ قرآن میں نہیں۔ البتہ لَفَحَ کا استعمال موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (۲۳/۱۰۴) — آگ اُن کے چہروں کو جھلس دے گی اور وہ اس میں بدشکل بنے ہوں گے۔

۲۰۔ میل۔ میدٌ۔ حد اعتدال یا سیدھے راستہ سے کسی ایک طرف جھکنے کو مَالَ کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ عام ہے۔ اور اگر یہ جھکاؤ کبھی ایک طرف ہو کبھی دوسری طرف۔ کبھی ادھر کبھی ادھر۔ تو یہ حالت مَادَ کا مفہوم ہے۔ بمعنی ہلنا جلنا۔ ہچکولے کھانا۔ اور مادت به الارض بمعنی اُسے چکر آیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ یا زمین اس کے ساتھ گھوم گئی۔ اور مَادَ الرَّجُل بمعنی آدمی کو سر چکرانے کی بیماری لاحق ہو گئی (منجد۔م۔ق) ارشاد باری ہے:

وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ (۱۶/۱۵) — اور اسی نے زمین پر پہاڑ بنا کر رکھ دیے کہ تم کو لے کر کہیں جھک نہ جائے۔

۲۱۔ نَاشَ اور نَالَ۔ دونوں قریب المعنیٰ الفاظ ہیں بمعنی کسی چیز کو بڑھ کر ہاتھ سے پکڑ لینا یا ہاتھ کا کسی چیز تک پہنچنا۔ ان میں فرق صرف یہ ہے کہ نَالَ صرف کسی مرغوب چیز کے ہاتھ لگنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (۳/۹۲) — تم اس وقت تک نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک ایسی چیزوں کو راہِ خدا میں خرچ نہ کرو جو تمہیں پسندیدہ ہیں۔

اور ناش کا اطلاق مرغوب و غیر مرغوب سب پر ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ (۳۴/۵۲) — اور (اب) اتنی دُور سے ان کا ہاتھ ایمان لینے کو کیونکر پہنچ سکتا ہے؟

۲۲۔ هَزَّ اور هَشَّ دونوں کے معنی کسی چیز کو جنبش دینا۔ ہلانا اور جھنجھوڑنا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ هَزَّ کا لفظ موٹی، بھاری اور بڑی چیزوں کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹/۲۵) — اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔

اور هَشَّ نرم و نازک اور چھوٹی چیزوں کو ہلانے کے لیے آتا ہے۔ جیسے موسیٰؑ نے فرمایا:

وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي (۲۰/۱۸) — اور میں اس (لاٹھی) سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔

۳ - چند مشہور الفاظ اور اُن کی ضد

لفظ اور معنی	ضد	لفظ اور معنی	ضد	لفظ اور معنی	ضد
ا		بَرَزَ کھلے میدان میں سامنے آنا	بَرِحَ	ثواب اچھا بدلہ	عذاب
ابد زمانے کی انتہا	ازل	اَبْرَمَ مضبوط بنانا	نقض	ج	
اثم گناہ اور گناہ کی طرف میلان	بِرّ	بَسَطَ کھولنا اور پھیلانا	قدر، قبض	جبر غلبہ اور اصلاح	قدر
قلب اثیم	قلب سلیم	بشر انسان	مَلَک	جدید نیا	قدیم
آخِر پچھلے	اول سابق	بشیر خوشخبری دینے والا	نذیر	جَزَعَ بے قرار ہونا	صَبَرَ
آخَر دوسرے	اوّل	بُغض چھپی دشمنی	حُبّ	جزء حصہ۔ ٹکڑا	کل
آخّر پیچھے ڈالنا۔ کرنا	قدّم	بَطَلَ برباد ہونا	حَقّ	جَلَسَ بیٹھنا	قَامَ
اِستاخر پیچھے رہنا	استقدم	باطل ناحق۔ غلط	حَقّ	جلو۔ جلی کسی روشن چیز کا ظاہر ہونا	خفی
ارض زمین۔ پستی	سماء	بطن پوشیدہ ہونا	ظَهَرَ	جَمَعَ اکٹھا کرنا	فَرّق
(اصل) اصیل پچھلا پہر شام	بکرة	باطن پوشیدہ	ظاہر	تجمّع اکٹھا ہونا	تفرّق
اَلَّفَ متفرق اجزاء کو اکٹھا کرنا	شَتَّتَ	بعد پیچھے	قبل	اِجتماع۔ اکٹھ	اِنتشار
اَمَرَ حکم دینا	نَهٰی	بَعُدَ دور ہونا	قَرُبَ	اِجماع۔ اتفاق رائے ہونا	اِختلاف
آمَنَ ایمان لانا	کَفَرَ	بعید دور	قریب	جِنّ (پوشیدہ مخلوق)	اِنس
اَمْن	خَوْف	بعض ٹکڑا۔ کچھ	کل	جَنَفَ ایک طرف مائل ہونا	حَنَفَ
امانت	خیانت	بقی باقی رہنا	فنی۔ نفد	(جوع) جاع بھوکا ہونا	شبع
اُنثیٰ مادہ (مؤنث)	ذَکَر	بِکْر کنوارہ۔ کنواری	ثَیِّب	(جوف) مجوف درمیان سے خالی	محدّب
اِنس (نظر آنے والی مخلوق)	جِنّ	بیضاء سفید رنگ کا	سوداء	جَهَرَ بول کر ظاہر کرنا	أَسَرّ
" (مانوس کے معنوں میں)	وحش	اَبْیَض	اَسْوَد	جَهِلَ نہ جاننا	عَلِمَ
اوّل پہلا	آخِر، آخَر	ت		جاہل نادان	عالم
ب		تحت نیچے	فوق	مجہول مجہول	معروف
بِئْسَ بُرا	نِعْمَ	ث		ح	
بَأْساء	سرّاء	ثبت برقرار رہنا	زال، زلّ، زلق	حَبَّ پسند کرنا	کَرِہ
بَدَا ظاہر ہونا	غاب، خفی	اَثْبَتَ برقرار رکھنا	محا، محو	حُبّ۔ محبّة	بغض
بَدْو دیہات	حضر	ثَقُلَ بھاری ہونا	خَفّ	حدب (محدّب)	مجوف
بَرّ خشکی	بحر	ثقیل بوجھل	خفیف	درمیان سے ابھرا ہوا	

لفظ اور معنی	ضد
حَدَثَ وجود میں آنا	عَدَمَ
حدیث نئی بات	قدیم
حَرّ۔ حرور دھوپ	ظِلّ ظلال
حرّک ہلنا	سَکَنَ۔ رَکَدَ
حرکت	سکون
حَرَّمَ منع شدید	حلّل۔ حلّ
حرام 〃	حلال
إحرام احرام باندھنا	احلال
محروم بے نصیب	مرزوق
حَزِنَ غمزدہ ہونا	فَرِحَ
حَسَنَ اچھا	سَاءَ
حَسُنَ خوبصورت ہونا	قَبُحَ
اَحْسَنَ نیکی کرنا احسان کرنا	اَسَاءَ
حسنۃ نیکی	سیئۃ
حَضَرَ شہر میں رہنا	بدو
حاضر (شہری)	باد
〃 (موجود)	غائب
حَفِظَ خیال رکھنا یاد رکھنا	نَسِیَ
حفاظت کرنا	اضاعَ
حَقّ درست	باطل
راہِ راست	ضلال
حَلَّ گرہ کھولنا	عَقَدَ
اَحَلَّ حلال کرنا	حرّم
حَلَّلَ احرام کھولنا	اَحْرَمَ
حلم حوصلہ رکھنا (فل ۱۶۷)	سَفِہَ
حَمِیم گرم اور گندا پانی	غَسّاق
حیات (حیّ) زندگی	موت

لفظ اور معنی	ضد
خ	
خَبِیث ناپاک۔ گندا۔ ردی	طَیِّب
خَرِبَ اجڑنا۔ بے آباد ہونا	عَمَرَ
خَرَجَ نکلنا	دَخَلَ وَلَجَ
خَسِرَ مالِ تجارت میں نقصان اٹھانا	رَبِحَ
خَفَّ ہلکا ہونا	ثَقُلَ
خفیف	ثقیل
خَفَضَ پست کرنا۔ رکھنا	رَفَعَ
خفی پوشیدہ ہونا	بَدَا۔ عَلَنَ
	جَلِی
خَلَصَ آمیزش دور کرنا	خَلَطَ
خَلَفَ پیچھے رہنا جانشین ہونا	سَلَفَ
اختلاف	اتفاق اجماع
(خلف) خَلْف	قدام
(خون) خیانت	امانت
خوف	امن
(خیب) خابَ نامراد ہونا	اَفْلَحَ
خیر بہتری۔ بھلائی	شر
د	
دُبُر پشت۔ پچھلا حصہ	قُبُل
ادبار	اقبال
دَخَلَ داخل ہونا۔ اندر آنا	خَرَجَ
درجات سیڑھی کے ڈنڈے	درکات
دورہ حوادث کا دور	دولۃ
ذ	
ذَکَرَ یاد کرنا	نَسِیَ
ذَکَر نر (مذکر)	اُنثیٰ

لفظ اور معنی	ضد
ذَلَّ ذلیل ہونا	عَزَّ
اذلّ	اعزّ
ذلّت ذلیل	عزّت عزیز
ذَمّ مذمت۔ برائی بیان کرنا	حمد۔ مدح
ر	
رَبِحَ تجارت میں فائدہ ہونا	خَسِرَ
(ربو) اَرْبیٰ بڑھانا۔ پالنا	مَحَقَ
رَجَا (رجو) امید لگانا	یَئِسَ
رَحّبَ مرحبا کہنا خوش آمدید	خَسَأَ
رَشَدَ ہدایت یافتہ ہونا	غوٰی
رُشد نیک چلن	غیّ
رَضِیَ پسند کرنا	کَرِہَ
خوش ہونا	سَخِطَ
رَطُبَ تر و تازہ ہونا	یَبِسَ
رَغِبَ رغبت سے کوئی کام کرنا	رَھِبَ
رَفَعَ بلند کرنا	خَفَضَ
رِفق نرمی اور مہربانی	عُنف
رَقَّ۔ رِقّۃ دل کی نرمی	قسوۃ غلظۃ
(روح) رواح۔ پچھلا پہر	غدو۔ غداۃ، غداۃ غداوۃ
رَھِبَ ڈر سے کرنا	رَغِبَ
ز	
زَادَ زیادہ ہونا۔ بڑھنا	نَقَصَ
اَزْدَادَ جسامت میں بڑھنا	اَغَاضَ
زفیر گدھے کے رینگنے کی ابتداء	شھیق
زَلِقَ پھسلنا اور گرنا، زَلَّ پھسلنا	ثَبَتَ

لفظ اور معنی	ضد
س	
اَسْبَغَ پورا کرنا۔ پوری طرح کرنا	قَصَرَ
سَتَرَ ڈھانپنا	کَشَفَ
سَرَّ خوش کرنا (فل ۱۹۶)	فَضَحَ
سَرَّاء خوشحالی کا دور	بَأسَاء
اَسَرَّ چھپانا	اعلن اظہر
سَرَعَ جلدی کرنا	بَطَأَ
(سرف) اسراف فضول خرچی کرنا	اقتار
سَفِہَ جواب میں جلدی کرنا	حَلُمَ
سَعَدَ نیک بخت ہونا	شقی
سَعِید	شَقِیٌّ
سفل (اسفل) نچلا۔ کمینہ	اَعْلٰی
سُفْلٰی	علیا
سَلَفَ آباء واجداد	خَلَفَ
(سَلَمَ) اسلم اسلام لانا	کَفَرَ
سلام۔ سلامت	ھلاکت
(سمن) سمان موٹی	عجاف
(سمو) سماء آسمان۔ بلندی	ارض
(سود) اسود سیاہ۔ کالا	ابیض
سَوداء	بَیضاء
(سوغ) ساغ آسانی سے گلے سے اتر جانا	غَصَّ
استواء برابر اور موافق	تفاوت
ش	
شَئْمٌ۔ مشئمۃ نحوست والے	یمن میمنۃ
شَتَّ پراگندہ کردینا	اَلَّفَ
شِتاء سردی کا موسم	صَیف
شاھد حاضر	غائب
شَرٌّ برائی	خیر
اَشْرَار بُرے لوگ	ابرار
(شرق) اِشراق چاشت	عشیا
مشرق	مغرب
شرقیۃ	غربیۃ
شغل کام میں مصروف ہونا	فَرَغَ
شَقِیٌّ بدبخت	سعید
شِقْوۃ بدبختی	سعادت
شَکَرَ نعمتوں پر شکر ادا کرنا	کفر
شمال (شمال) بائیں طرف	یمین
شھیق گدھے کے بولنے کی انتہاء	زفیر
شھوۃ کسی چیز کی خواہش	نفور
ص	
(صبح) اصبح صبح کرنا صبح کے وقت کوئی کام کرنا	امسا
صَبَرَ	جَزَعَ
صَدَرَ فراغت کے بعد واپس جانا	وَرَدَ
صَدَقَ سچ بولنا	کَذَبَ
صدیق	عدوّ
صَدَّقَ تصدیق کرنا	کَذَّبَ
صرصر ٹھنڈی سیت ہوا	سموم
صَعَدَ دشواری سے اوپر چڑھنا	نَزَلَ
صَعَقَ بے ہوش ہونا	افاق
صاعِقہ آسمانی کڑک	صاقعۃ
صَغُرَ	کَبُرَ
صغیر۔ اصغر	کبیر۔ اکبر
صغار۔ ذلت	عزت
صَلَحَ بگاڑ کا ٹھیک ہونا	فسد
اَصْلَحَ اصلاح	اَفْسَدَ
صالح	مفسد
صَمَتَ خاموش رہنا	نَطَقَ
(صواب) صواب درست	خَطَأ
صَیف گرمی کا موسم	شِتاء
ض	
ضَحِكَ ہنسنا	بکٰی
ضر نقصان	نفع
ضَرَّاء تنگی کا دور	سرّاء
ضُعْف کمزوری	قوّت
ضَعِیف کمزور	قوی
ضَلَّ گمراہ ہونا	اِھتدی
ضلال گمراہی	ھدایت
اضاع	حَفِظَ
ضاق تنگ ہونا	رَحُبَ
ط	
طلع ظاہر ہونا طلوع ہونا	غرب
(طوع) طاع خوشی سے کرنا۔ پسند کرنا	کرِہ
اَطَاعَ	عَصٰی
طول لمبائی	عرض
طوی لپیٹنا	نَشَرَ
طَیِّب پاکیزہ۔ صاف	خَبِیث
ظ	
ظِلّ (ظلال) سایہ	حر۔ حَرور
ظَلَمَ بے انصافی کرنا	عَدَلَ
ظلمت اندھیرا	نور
(ج ظُلُمٰت)	

لفظ	ضد	لفظ	ضد	لفظ	ضد
ظَهر ظاہر ہونا	بَطن	(علو) اعلیٰ بلند۔ بلند مرتبہ	اسفل	انفصال	اتصال
ظاهر	باطن	عُلیا	سُفلیٰ	فظّ سخت۔ سخت خو	لین
ع		اِعوِجاج	تقویم	فقر	غنی
عبد غلام	حُرّ	غ		فلح (افلح) کامیاب ہونا	خاب
عِجز درماندگی	قُدرت	غرب	طلع	فنیٰ فنا ہونا۔ ہلاک ہونا	بقی
عِجاف دُبلے	سِمان	مَغرب	مشرق	تفاوُت۔ نامطابقت	اِستواء
عجمی	عربی	غربیّة	شرقیّة	فوق اوپر	تحت
عدل انصاف	ظلم	غدوة۔ غداة۔ غدو	رواح	ق	
عدم	حدث	پہلا پہر	عشیا	قبح بدخصلت یا بدصورت ہونا	حسن
عدو	صدّیق ولی	غسّاق (سخت ٹھنڈا پانی یا پیپ)	حمیم	قبض مٹھی میں لینا۔ بند کرنا تنگ کرنا	بسط
عدوان سرکشی کرنا	تقویٰ				
عرج (آہستہ آہستہ) اوپر چڑھنا	نزل	غصّ گلے میں اٹک جانا	ساغ	قبل۔ پہلے	بعد
		غلیظ موٹا۔ سخت دل	رفیق	قتر (اِقتار) کنجوسی کرنا	اسراف
عرض پیش کرنا	اکنّ	غلق بند ہو جانا۔ کرنا	فکّ	قدر اندازہ کے مطابق سمیٹنا	بسط
عرض چوڑائی	طول	اغلاق پیچیدگی۔ بندش	فتح وضوح	قُدرت	عجز
عرف پہچاننا	نکر	غوی گمراہ ہونا	رشد	قدم آگے بھیجنا	أخر
اعرف	انکر	غیّ گمراہی	رشد	استقدم آگے ہونا	اِستأخر
(اسم) معرفة	نکرہ	غویّ بدچلن	رشید	قدیم پرانا	جدید
معروف	مجہول منکر	(غیب) غاب غائب ہونا	حضر شہد	قریب	بعید
عسر	یسر	(غیض) غاض سکڑنا	ازداد	قسوة سنگ دلی	رِقّة
عشیّا شام۔ پچھلا پہر رات کی ابتدا	غدو اشراق	ف		قصر حد تک نہ پہنچنا کم کرنا	مدّ۔ طال
	غداة	فتح کھولنا۔	اغلق	قطع توڑنا	وصل
(عطو) عطاء	منع	فتح غلبہ	ہزیمت	قعد بیٹھنا	قام
عقاب برے کام کا بدلہ دینا	ثواب	فتق پیوست چیزوں کو جدا کرنا	رتق	قلّ تعداد یا مقدار میں کم ہونا	کثر
عقد گرہ لگانا	حلّ	فرح خوش ہونا	حزن	قلیل	کثیر
عقم بانجھ ہونا	لقح	فرع شاخ ضمنی مسائل	اصل	قام کھڑا ہونا	قعد جلس
عقیم	لاقح	فرغ فارغ ہونا	شغل	تقویم	اِعوجاج
(علم) عالم	جہل جاہل	فسد فساد کرنا۔ بگاڑنا	صلح	قوّت زور۔ طاقت	ضعف
علن ظاہر کرنا	خفی اسرّ	فصل جدا کرنا	وصل		

لفظ اور معنی	ضد
ک	
اکبر (کبیر-اکبر بڑا)	صغیر/اصغر
کَتَمَ چھپانا	اَبدَا
کَثُرَ کثیر/مقدار میں زیادہ	قل/قلیل
کذب جھوٹ بولنا	صدق
کِذّب کِذّب	صِدّق
کرم (اَکرَمَ) عزت کرنا	اَھانَ
کشف پردہ ہٹانا۔ کھولنا	سَتَرَ
کفر کفر کرنا ناشکری کرنا	اُمن
	شکر
کُل پُورا۔ سارا	جزء
کامِل مکمل	ناقِص
کن (اکنّ) چھپانا	اَعلَنَ/اَظهَرَ
	عَرَضَ
کَفَرَ ناشکری کرنا	شَکَرَ
ل	
لقح باربردار ہونا	عَقَمَ
لَیل رات	نہار
لِین نرم۔ نرم خو	فظّ
م	
محو (محا) مٹانا	ثبت
محق زور ختم کردینا۔ نابود کرنا	ربی
مَدّ کھینچنا اور پھیلانا	قَصَرَ
مدح	ذَمّ
(مسو) اَمسا شام کو کرنا	اَصبَحَ
مضی	إستقبل
مَلَك فرشتہ	بشر

لفظ اور معنی	ضد
منع روکنا۔ بخل کرنا	إعطاء
موت	حیات
ن	
نثر بکھیرنا۔ پراگندہ کرنا	نظم
نحس	سعد
(نذر) نذیر (ڈرانے والا)	بشیر
نزل اترنا	عرج
نَسِیَ بھولنا	ذَکَرَ
نسیان	حفظ
نشر کھولنا	طوی
نطق بولنا	صمت
نِعمَ اچھا۔ خوب	بِئس
نَعماء خوشحالی	ضرّاء/بأساء
نَفَدَ ختم ہونا	بقی
نفور نفرت کرنا۔	شهوة
نفع فائدہ	ضرّ
نفی دور ہٹانا۔ جلاوطن کرنا	ثبت
نقص گھٹانا	زاد
نقض عہد وغیرہ کو توڑنا، کمزور کرنا	ابرم
نکر اجنبی۔ اچنبھا ہونا	عرف
انکار	اقرار
منکر	معروف
نکرہ	معرفة
نور روشنی	ظُلمَة
نہار دن	لیل
نہی منع کرنا۔ روکنا	اَمَرَ

لفظ اور معنی	ضد
و	
وحش نہ مانوس ہونے والے جانور	إنس
وَرَدَ آپہنچا	صَدَرَ
(وری) واری	اَبدَا
وصل ملانا	فصل
جوڑنا	قطع
اتّصال ملنا	انفصال
وضع رکھنا۔ نیچے رکھنا	رفع
وَفیٰ (وعدہ وغیرہ) پورا کرنا	غدر
(وقی) تقویٰ پرہیزگاری	عدوان
ولایت	عداوت
ھ	
ھجر ترک تعلقات	وَصَل
(ھدی) ہدایت	ضلال
اھتدیٰ ہدایت پانا	ضلّ
ھزم شکست کھانا	فتح
(ھون) اَھانَ۔ توہین کرنا	اکرم
ی	
یاس ناامیدی	رجاء
یابس خشک	رَطب
یُسر آسانی	عُسر
یمین دائیں طرف	شِمال
یُمن برکت	شُئم
مَیمنة بابرکت	مَشأمَة
میمنة دائیں طرف والے	میسرة

ضمیمہ ۴

اَفعال کے ع کلمہ کی حرکت یا مصدر میں فرق سے معانی میں تبدیلی

اس فہرست کو ثلاثی مجرد کے معانی تک محدود رکھا گیا ہے۔ اور جو مادے ثلاثی مزید میں جاکر اپنے معنی بدل دیتے ہیں۔ ان سے تعرض نہیں کیا گیا۔ ورنہ یہ فہرست بہت طویل ہو جاتی۔ اور اس کے لیے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہوتی۔ نیز اس فہرست کو یا تو قرآن میں مستعمل الفاظ تک محدود رکھا گیا ہے۔ یا پھر ایسے الفاظ تک جو بہت زبانِ زد اور مشہور ہیں۔ مثلاً حَسِبَ یَحْسَبُ بمعنی گمان کرنا حَسَبَ یحسب بمعنی حساب کرنا۔ گننا۔ شمار کرنا اور حَسُبَ یحسب بمعنی شریف اور صاحبِ حسب ونسب ہونا۔ ان میں پہلے دو تو قرآن میں مستعمل ہیں لیکن تیسرا قرآن میں مستعمل نہیں مگر مشہور ضرور ہے لہٰذا یہ بھی دے دیا گیا ہے۔ اور جو قرآن میں استعمال ہوئے ہیں ان کے لیے حسبِ سابق سورت اور آیت نمبر دیے گئے ہیں۔

۱۔ اَذِنَ۔ یَأْذَنُ۔ اَذَنًا۔ سننا (۸۴/۲)

اَذِنَ۔ یَأْذِنُ۔ اِذْنًا۔ اَذِینًا اجازت دینا (۹/۴۲)

۲۔ اَمَنَ یامِنُ۔ اَمَانَۃً امین ہوا ضد خَانَ (۲/۲۸۳)

اَمِنَ۔ یامِن اَمْنًا۔ کسی پر اعتماد اور بھروسہ کرنا (۲/۲۸۳)

اَمَنَ۔ یامِنُ۔ اَمْنًا و اَمَانًا۔ مطمئن ہونا۔ نڈر ہونا۔ بے خوف ہونا (۹۹/۱۲) (۷۶/۶)

۳۔ بَئِسَ۔ یَبْئَسُ۔ بُوْسًا و بَئِیْسًا۔ بہت حاجتمند ہونا۔ مفلس ہونا (۳۲/۲۸)

بَئُسَ۔ یَبْئُسُ۔ بَأْسًا۔ مضبوط اور بہادر ہونا۔ (۱۴/۵۹) (۱۶/۵)

۴۔ بَدَعَ۔ یبدَع۔ بَدْعًا کوئی چیز نمونہ کے بغیر بنانا (۲/۱۱۷)

بدُعَ۔ یبدُع۔ بَدْعًا و بَدَاعَۃً۔ بِدْعًا۔ بَدُوْعًا کسی نئی بات یا چیز کو پیدا کرنا (۴۶/۹)

۵۔ برَاَ۔ یَبْرَاُ۔ بَرْءً و بُرُوْءً عدم سے پیدا کرنا (۵۹/۲۴)

برِاَ۔ یبرَأ۔ بروء۔ براء و بَرَاءۃً۔ عیب یا قرض سے نجات پانا۔ سلامت رہنا۔ (۱/۹)

برُاَ۔ یبرأُ۔ بُرْءً و بُرُوْءًا۔ مرض سے شفا پانا (۳/۴۹) (۳/۴۹)

۶۔ بَرَّ۔ یُبِرُّ۔ بِرًّا و بَرَارَۃ و برورًا (فی قولہ) سچ بولنا

بَرَّ۔ یُبِرُّ۔ بِرًّا و مَبَرَّۃً اطاعت کرنا۔ حسنِ سلوک کرنا (۱۹/۱۴)

۷۔ بَرِقَ۔ یَبْرَقُ۔ بَرَقًا: دہشت زدہ ہونا اور آنکھوں کا چندھیانا (۷۵/۷)

بَرَقَ۔ یبرُق۔ برقًا، بُروقا۔ برقانا۔ بجلی کا چمکنا (۱۳/۱۲)

۸۔ بَصَرَ۔ یبصَر۔ بَصَرًا۔ بَصَارَۃً۔ آنکھوں سے دیکھنا (۴۳/۱۹)

بصُر۔ یبصُر۔ بصرًا۔ بَصِیرَۃً۔ سوچنا سمجھنا (۲۰/۹۶)

۹- بَطَلَ (بُطْلاً - بُطْلاَنًا) بے کار رہنا - باطل ہونا (۷/۱۱۸)
بَطُلَ (بطالَۃً وبطُولَۃً) شجاع ہونا - بہادر ہونا
۱۰- بطَنَ - یبطُنُ - بطنًا وبُطونا - پوشیدہ اور چھپا ہوا ہونا - (۳۳/۷)
بطَنَ یبطُنُ - بُطونا وبَطانۃ (لفلانٍ) کسی کے خواص میں داخل ہونا - (۱۸/۳)
۱۱- بَغَا - یَبْغُوْا - بَغْوًا کسی چیز کو غور سے دیکھنا - طلب کرنا - چاہنا (۱۸/۳)
بغٰی - یبغی بغاء وبَغْیًا وبُغْیًا - حق سے ہٹ جانا - نافرمانی کرنا - دراز دستی کرنا (۳۸/۲۲)
۱۲- بلَغ - یبلُغ - بُلوغا - پہنچنا (۶/۱۹)
بلُغ - یبلُغ - بلاغۃً فصیح زبان ہونا (۴/۶۳)
۱۳- بَهَج - یبهَج - بَهَجًا - خوش اور مسرور رہنا - تروتازہ ہونا - (۲۲/۵)
بهُج - یبهُج - بَهَاجَۃً خوبصورت ہونا (۲۷/۶۰)
۱۴- بان - یبین - بَیْنًا وبُیُوْنًا وبَیْنُوْنَۃً - الگ ہونا - دور ہونا
بان - یبین بیانا وتبیانًا واضح ہونا - ظاہر ہونا - (۱۶/۸۹)
۱۵- ترَبَ - یترُبُ - تَرَبًا ہم عصر ہونا - ہم عمر ہونا (۴۸/۳۳)
ترِبَ - یترَبُ - تَرَبًا ومَتْرَبًا تہی دست اور محتاج ہونا - غربت میں گویا خاک میں مل گیا - (۹۰/۱۶)
۱۶- ثقَل - یثقُل - ثقلاً - چیز کو ہاتھ میں لے کر بوجھ معلوم کرنا (۷/۸)
ثقُل - یثقُل - ثِقَالَۃً فھو ثقیل - وزنی اور بوجھل ہونا - (۲/۵)
۱۷- جَدَّ - یَجِدُّ - جَدًّا لوگوں کی نظروں میں بڑا ہونا (۷۲/۱۳)
جَدَّ یجِدّ جِدَّۃً - فاجدید - نیا ہونا (۱۳/۵)
جَدَّ یَجُدّ - جِدًّا - صاحب اجتہاد ہونا - اجتہاد کرنا - کوشش کرنا - فاجِیّد
۱۸- جدَر - یجدُر - جَدَارَۃً - لائق اور مناسب ہونا (۹/۹۷)
جدَر - یجدُر - جدرًا (الجدار) دیوار کھینچنا (۱۸/۷۸)
۱۹- جنَب یجنُب جَنْبًا - دفع کرنا - ہٹانا - دور کرنا (۱۴/۳۵)
جنُب یجنُب - جَنَابَۃ - ناپاک ہونا (۴/۴۳)
۲۰- جَنَّ - یَجُنّ - جَنًّا وجُنُونًا - چھپانا - ڈھانپنا - (۷/۷۶)
جُنَّ - یُجَنّ ″ ″ ″ دیوانہ ہونا - عقل زائل ہونا (۷/۱۸۴)
جَنَّ یَجِنّ جَنًّا - جنین کا رحم میں چھپنا - (۵۳/۳۲)
۲۱- حسَب - یحسُب - حَسْبًا - حِسَابًا - حُسْبَانًا - گننا - شمار کرنا - حساب کرنا (۲۳/۱۱۷)
حسِب - یحسِب - حِسابًا - محسِبَۃ - گمان کرنا (۱۸/۱۰۲)
حسُب - یحسُب حَسَبًا وحَسَابَۃً صاحب حسب ونسب اور بزرگ ہونا - کافی ہونا (۶۵/۳)

۲۲- حَسَّ - یَحُسّ - حَسًّا - قتل کرنا - جڑ سے اکھاڑنا (۳/۱۵۲)

حَسَّ - یَحِسّ حِسًّا وحَسًّا - محسوس کرنا - معلوم کرنا - (۱۶/۹۸)

۲۳- حصَر- یحصُر حَصْرًا - گھیرنا - محاصرہ کرنا (۹/۶)

حصِر - یحصَر - حَصَرًا - آدمی کا دل تنگ ہونا (۴/۹۰)

۲۴- حصَن - یحصُن - حَصْنًا مضبوط جگہ میں محفوظ کرنا (۵۹/۱۴)

حصُن - یحصُن - حَصَانَۃً - محفوظ رہنا - رکھنا - عورت کا پاکدامن ہونا (۲۴/۲۳)

۲۵- حَقَّ - یَحِقّ - حقًّا (علیہ) اس پر لازم اور واجب ہونا (۳/۸)

حَقَّ - یَحُقّ - حَقًّا وحَقَّۃً (الامر) بات ثابت اور واجب ہوئی (۸۳/۵۴)

۲۶- حکَمَ یَحکُمُ - حُکْمًا وحُکُوْمَۃً - فیصلہ کرنا - حکم دینا - (۵/۸۴)

حَکُمَ - یحکُمُ - حِکْمَۃً دانا اور دور اندیش ہونا (۲/۳۲)

۲۷- حلّ - یحِل - حِلًّا - حلال ہونا - آدمی کا احرام سے نکلنا (۵/۲)

حلّ - یُحل - حَلًّا - مشکل کو حل کرنا - نازل ہونا - وارد ہونا (۱۱/۳۹)

۲۸- حَلَمَ - یحلُمُ - حُلُمًا - نیند میں خواب دیکھنا لڑکے کا بالغ ہونا (۲۴/۵۸)

حَلُمَ - یحلُمُ - حِلْما - صاحب حوصلہ ہونا - بردبار ہونا (۲/۲۲۵)

۲۹- حَمٰی - یَحْمِیْ - حَمْیًا وَحَمِیَّۃً وحِمَایَۃً - حمایت کرنا - دوسرے سے بچانا (۴۸/۲۶)

حَمِیَ یَحْمٰی - حُمْیًا وحُمِیًّا وحُمُوًّا - آگ کا بھڑک اٹھنا (۹/۳۶)

۳۰- حار - یحُور حورا - واپس ہونا - مڑنا - متحیّر ہونا (۸۴/۱۴)

حَوِرت - تحوَرُ حَوَرًا - آنکھ کی سفیدی بہت سفید اور پتلی بہت سیاہ ہوگئی (۵۵/۷۲)

۳۱- حَیِیَ - یَحْیٰی - حیوۃ - زندہ رہنا - جینا (۸/۴۸)

حَیَّ - یَحَیُّ - حَیًّا - دعا دی - حیّاك اللہ کہا (۵۸/۸)

حیاءً شرمانا (۲/۲۶)

۳۲- خَبَثَ - یخبُث - خُبْثًا - ردّی اور خراب ہونا (۷/۵۷)

خبُث یخبُث - خُبْثًا وخَبَاثَۃً - گندہ اور ناپاک ہونا (۲/۲۶۷)

۳۳- خَطَأَ یَخْطَأُ - خَطَأً - غلطی کرنا - (دانستہ یا نادانستہ) (۲/۲۸۶)

خِطْأً - خِطَاءً - خَطِیْئَۃً - گناہ کرنا - قصور کرنا (۱۷/۳۱)

۳۴- خَطَبَ - یَخْطُبُ خَطْبًا وخُطْبَۃً : وعظ کرنا - خطاب کرنا - تقریر کرنا (۱۱/۳۷)

خِطْبَۃً وخِطِیْبَۃً - منگنی کرنا (۲/۲۳۵)

۳۵- خلَف - یخلُف - خِلافۃ - جانشین ہونا (۷/۱۵۰)

خَلْفًا وخِلْفَۃً - ایک دوسرے کے پیچھے آنا (۷/۱۶۹)

خَلَانَۃً وخُلُوقًا بے وقوف ہونا۔ اسلام کی عادت کو چھوڑ دینا۔ (۷/۱۶۸)

۳۶۔ خَارَ۔ یَخِیْرُ۔ خَیْرًا۔ صاحب خیر ہونا (۳/۲۶)

خِیَرَۃً، خِیَرَۃً وخِیَرًا۔ پسند کرنا۔ اختیار کرنا۔ رکھنا (۳۸/۶۸)

۳۷۔ دَعَا یَدْعُوا دُعَاءً۔ پکارنا۔ دُعا کرنا (۲/۲۸)

دَعْوَۃً ومَدْعَاۃ۔ کھانے پر بلانا (۳۲/۵۲)

۳۸۔ دَنٰی۔ یَدْنُوا۔ دُنُوًا۔ نزدیک ہونا (۵۳/۸)

دَنِیَ یَدْنِیْ دَنًا ودَنَایَۃً۔ گھٹیا اور ردی ہونا (۲/۶۱)

۳۹۔ دَانَ یَدِیْنُ دَیْنًا۔ کسی کو قرض دینا (۴/۱۱)

دِیْنًا ودِیَانَۃً۔ محکوم ہونا۔ عبادت چاہنا۔ ذلیل کرنا۔ دین اسلام قبول کرنا (۱۶/۵۲)

۴۰۔ ذَلَّ یَذِلُّ۔ ذُلًّا وذِلَّۃً وذِلَالَۃً (فاذلیل) بے عزت ہونا۔ (۲/۱۱۲)

ذِلًّا وذُلًّا —— (فاذلول) آسانی سے مطیع ہوجانا۔ (۲/۷)

۴۱۔ رَفَعَ۔ یرفع رَفْعًا۔ بلند کیا۔ عزت دی (۲/۲۵۳)

رفُعَ یرفُع رِفْعَۃً ورِفَاعَۃً اونچے قدر والا ہوا (۴۰/۱۵)

۴۲۔ رَاحَ۔ یرُوح۔ رَوَاح۔ پچھلے پہر آنا۔ جانا یا کوئی کام کرنا۔ (۱۶/۶)

رَاحَ۔ یَرَاح۔ رَاحَۃً۔ راحت پانا (۵۶/۸۹)

راحَ۔ یَرِیح۔ رِیحًا۔ کسی چیز کی بو پانا (۱۲/۹۴)

راحَ۔ یَرَاح۔ رِیْحًا۔ ہوا کا تیز چلنا (۳۴/۱۲)

۴۳۔ زار۔ یزُور۔ زورًا وزیارۃً۔ کسی کو ملنے اور دیکھنے جانا (۱۰۲/۲)

زوِر۔ یزوَر زورًا۔ جھکنا اور ٹیڑھا ہونا (۱۸/۱۷)

۴۴۔ سخِر۔ یسخَر۔ سَخرًا۔ مذاق اڑانا۔ ٹھٹھا کرنا (۹/۸۰)

سخَر۔ یسخَر۔ سُخرِیًّا۔ بے گار میں لینا۔ تابعدار بنانا (۴۳/۳۲)

۴۵۔ سفَر۔ یسفُر۔ سُفُورًا۔ سفر کو نکلنا (صبح کا) روشن ہونا (عورت کا) چہرہ کھولنا۔ (۷۴/۳۴)

سفَر۔ یسفِرُ۔ سَفرا وسِفَارۃ سفیر بننا۔ لوگوں میں صلح کرانا۔

۴۶۔ ساد۔ یسُود۔ سُودا وسِیَادۃً۔ بزرگ ہونا۔ قوم کا سردار ہونا (۲۳/۶۷)

سوِد۔ یَسْوَد۔ سَوَدًا واسْوِدَادًا سیاہ ہونا (۲/۱۸۷)

۴۷۔ شَعِر یشعُر۔ شَعرًا۔ بال لمبے اور زیادہ ہونا (۱۲/۸۰)

شَعَر۔ یشعُر۔ شِعْرًا شعر کہنا (۳۶/۶۹)

شعُر۔ یشعُر۔ شَعرًا وشُعُورًا وشَعُورَۃً۔ معلوم کرنا۔ شعور رکھنا۔ سمجھنا (۲/۹)

۴۸۔ شَہِد۔ یشہَد۔ شُہُودًا۔ موجود ہونا۔ حاضر ہونا۔ کسی چیز کا معائنہ کرنا (۲/۱۸۵)

شَهِدَ - يَشْهَدُ - شَهَادَةً - عدالت کے سامنے گواہی دینا (۱۲/۲۶)

۴۹- صَدَّ يَصُدُّ صَدًّا - روکنا - بند کرنا - منع کرنا - ہٹانا (۲۷/۲۴)

صَدَّ يَصِدُّ - صَدِيْدًا - شور وغوغا کرنا - واویلا کرنا - چیخنا - چلّانا (۴۳/۵۷)

۵۰- ضَعَفَ - يَضْعَفُ - ضِعْفًا بمعنی دوچند کرنا (۳/۲۶۵)

ضَعُفَ - يَضْعُفُ - ضُعْفًا کمزور ہونا (۳/۱۴۶)

۵۱- ظَلَّ - يَظَلُّ - ظَلًّا وظُلُولًا - سارا دن رہنا (۱۵/۱۴)

——— ظِلًّا ظَلَالَةً - سایہ دار ہونا (۲/۵۷)

۵۲- ظَلَمَ - يَظْلِمُ - ظُلْمًا - ظلم کرنا - (۲/۱۳۱)

ظَلِمَ - يَظْلَمُ ظَلْمًا وظُلْمَةً اندھیرا کرنا (۲/۲۰)

۵۳- ظَهَرَ - يَظْهَرُ - ظَهْرًا - مدد کرنا - پشت پناہی کرنا (۳۳/۲۶)

——— ظُهُورًا - ظاہر ہونا - چڑھنا (۳۰/۴۱)

۵۴- عَبَدَ يَعْبُدُ اللہ کو ایک جاننا اور اس کی عبادت یا بندگی کرنا (۲/۲۹)

عَبَدَ يَعْبُدُ غلام ہونا - قبضہ میں آنا - آباء واجداد سے غلامی میں چلے آنا (۲۶/۲۲)

۵۵- عَجَزَ - يَعْجَزُ - عَجْزًا - عاجز ہونا (۵/۳۱)

عَجُزَتْ - تَعْجُزُ - عَجُوْزًا - عورت کا بوڑھا ہونا (۱۱/۷۲)

۵۶- عَرِجَ - يَعْرَجُ - عَرَجًا - لنگڑا ہونا (۲۴/۶۱)

عَرَجَ - يَعْرُجُ - عُرُوجًا ومِعْرَاجًا (سیڑھی وغیرہ پر چڑھنا) (۱۵/۱۴)

۵۷- عَرَضَ - يَعْرِضُ عَرْضًا - پیش کرنا (۲/۳۱)

عَرُضَ - يَعْرُضُ - عِرَضًا وعَرَاضَةً چوڑا ہونا (۳/۱۳۳)

۵۸- عَرَفَ - يَعْرِفُ - عِرْفَةً - عِرْفَانًا ومَعْرِفَةً - پہچاننا (گناہ کا) اقرار کرنا (۱۲/۵۸)

عَرُفَ - يَعْرُفُ - عرافة - عالم ہونا - چودھری ہونا۔

عَرِفَ - يَعْرَفُ - عَرْفًا وعُرُفًا - خوشبودار ہونا۔ (۴۷/۶)

۵۹- عَلِقَتْ (تَعْلَقُ) عُلُوْقًا (المرأة) عورت حاملہ ہونی (۲۲/۵)

عَلِقَ - يَعْلَقُ - عَلَقًا وعِلْقًا وعِلَاقَةً - تعلق رکھنا - لٹکنا - دوست رکھنا - محبت کرنا (۴/۱۲۹)

۶۰- عَلِمَ - يَعْلَمُ - عِلْمًا - جاننا - یقین کرنا (۲/۶۰)

عَلَمَ - يَعْلُمُ - عِلْمًا - نشان لگانا (۱۶/۱۶)

۶۱- عَادَ - يَعُوْدُ - عَوْدًا - پھر وہی کام کرنا - دوبارہ کرنا - پھرنا (۲/۲۷۵)

عَادَ - يَعُوْدُ - عِيَادَةً - بیمار پرسی کرنا۔

۶۲- عَالَ - يَعُوْلُ عَوْلًا - سیدھی راہ سے ہٹنا۔ (۴/۳)

——— عَوۡلاً ۔ عِیَالَۃً ۔ کثیر اولاد والا ہونا ۔

عَالَ ۔ یعیل عَیۡلاً وعَیۡلۃ ۔ تنگ دست ہونا (۹۳/۸)

۶۳۔ غرَبَ ۔ یغرُب ۔ غرۡبًا وغُرُوۡبًا ۔ ڈوبنا ۔ دُور ہونا (۱۸/۸۶)

——— غُربا وغرَابَۃً ۔ وطن سے جدا ہونا ۔ پردیسی ہونا ۔

۶۴۔ غَلَّ ۔ یَغُلُّ ۔ غَلّاً ۔ طوق پہننا (۶۹/۳۰)

غَلَّ ۔ یغُلُّ ۔ غَلّاً ۔ غلُوۡلاً ۔ خیانت کرنا ۔ چوری کرنا (۳/۱۶۱)

غَلَّ ۔ یَغِلُّ غِلّاً وغلیلاً ۔ کینہ رکھنا (۷/۴۳)

۶۵۔ غَنِیَ ۔ یَغۡنیٰ ۔ غنًا وغَنَاءً ۔ دولتمند ہونا ۔ بے نیاز ہونا (۹۳/۸)

——— وغِنَاءً ۔ گانا ۔ شعر کو راگ سے پڑھنا

۶۶۔ غَابَ ۔ یَغِیۡبُ ۔ غَیۡبًا وغَیۡبَۃً ۔ چھپانا ۔ غائب ہونا ۔ ڈوبنا (۲۷/۷۵)

——— غِیۡبَۃً ۔ گلہ کرنا (۴۹/۱۲)

۶۷۔ فَجَرَ ۔ یَفۡجُرُ ۔ فَجۡرًا ۔ پانی کے لیے راستہ کھولنا اور اس کا جاری ہونا (۱۷/۹)

——— فُجُوۡرًا ۔ گناہوں میں مبتلا ہونا ۔ حق سے پھر جانا ۔ (۷۱/۲۷)

۶۸۔ فَرَضَ ۔ یفرِض ۔ فَرۡضًا ۔ مقرر کرنا ۔ اندازہ کرنا ۔ خیال کرنا (۲/۲۳۷)

فَرُضَتۡ (تَفۡرُضُ ۔ فُرُوۡضًا وفَرَاضَۃً) البقرۃُ ۔ گائے بڑھی ہوگئی (۲/۶۸)

۶۹ قَبِلَ یَقۡبَلُ قَبُوۡلاً ۔ کسی چیز کو لے لینا ۔ قبول کرنا (۲۳/۴)

قَبَلَ ۔ یَقۡبُلُ ۔ قُبُلاً ۔ سامنے آنا ۔ سامنے ہونا (۱۲/۲۶)

۷۰۔ قَدَرَ ۔ یَقۡدِرُ ۔ قَدۡرًا ۔ معاملہ کی تدبیر کرنا ۔ اندازہ کرنا (۵۴/۱۲)

قَدَرَ ۔ یَقۡدُرُ ۔ قَدۡرًا ۔ کسی کی قدر کرنا ۔ قدر و قیمت پہچاننا (۶/۹۱)

قدِرَ ۔ یقدَرُ ۔ قدرا وقُدۡرَۃً ۔ کسی چیز پر قادر ہونا (۶/۲۷)

۷۱۔ قدَمَ ۔ یقدُمُ ۔ قَدۡمًا وقُدُوۡمًا ۔ سبقت کرنا ۔ آگے بڑھنا ۔ آگے چلنا (۱۱/۹۸)

قدِمَ ۔ یقدَمُ ——— اقدام کرنا ۔ کسی کام پر دلیری کرنا (۲۵/۲۳)

قَدُمَ ۔ یقدُمُ ۔ قِدَمًا وقُدَامَۃً ۔ پرانا ہونا ۔ قدیم ہونا (۳۶/۳۹)

۷۲۔ قرَّ ۔ یَقَرُّ ۔ قُرَّۃً وقَرَۃً ۔ ٹھنڈا ہونا (۱۹/۲۵)

قر ۔ یَقِرُّ ۔ قرًّا وقرارًا ۔ کسی جگہ یا معاملہ میں قرار و سکون اختیار کرنا ۔ (۳۳/۳۳)

۷۳۔ قَصُرَ ۔ یقصُرُ ۔ قِصَرًا وقِصَارَۃً ۔ چھوٹا ہونا ۔ پورا اور مکمل نہ ہونا (۴/۱۰۱)

قصَرَ ۔ یقصِرُ ۔ قَصۡرًا ۔ رُکے رہنا ۔ قناعت کرنا اور کوتاہی کرنا (۷/۲۰۲)

۷۴۔ قطَعَ ۔ یقطَعُ ۔ قَطعا ومَقۡطَعًا ویَقۡطَاعًا ۔ کاٹنا ۔ جدا کرنا (۷/۷۲)

——— وقُطُوۡعًا ۔ عبور کرنا ۔ فاصلہ طے کرنا (۹/۱۲۲)

وقطیعۃً رشتہ داری توڑنا (۲/۲۷)

۷۵۔ کَبِرَ۔ یَکْبَرُ۔ کِبَرًا عمر یا جسامت میں بڑا ہونا (۱۲/۷۸)

کَبُرَ۔ یَکْبُرُ۔ کُبْرًا (کُبَارَۃً۔ کام کا دشوار ہونا۔ مرتبہ میں بڑا ہونا (۲/۴۵)

۷۶۔ کَفَرَ۔ یَکْفُرُ۔ کَفْرًا و کُفْرًا۔ کسی چیز کو چھپانا۔ ڈھانپنا (۵۷/۲۰)

کُفُوْرًا و کُفْرَانًا۔ ناشکری کرنا۔ خدا کو نہ ماننا۔ انکار کرنا (۲/۱۰۲)

۷۷۔ کَفَلَ یَکْفُلُ۔ کَفْلًا و کَفَالَۃً۔ نان ونفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہونا (۳/۳۷)

کَفَلَ یَکْفُلُ۔ کَفْلًا و کُفُوْلًا۔ کسی آدمی یا مال کا ضامن ہونا (۱۶/۹۱)

۷۸۔ لَبَسَ۔ یَلْبِسُ۔ ملانا۔ مشکوک بنا دینا۔ خلط ملط کر دینا (۳/۷۱)

لَبِسَ۔ یَلْبَسُ۔ کپڑے پہننا (۱۸/۳۱)

۷۹۔ لطف یلطُفُ لُطْفًا۔ نرمی اختیار کرنا۔ (۱۸/۱۹)

لطُفَ یلطُفُ لُطْفًا و لَطَافَۃً۔ باریک ہونا۔ کلام کا نرم ہونا (۳/۱۴)

۸۰۔ مَثَلَ۔ یمثُلُ۔ مَثَلًا۔ مُثُوْلًا۔ مانند ہونا (چاند کا) ظاہر ہونا۔ غائب ہونا (ضد) (۲/۲۶۴)

مَثَلَ۔ یَمْثُلُ۔ مَثْلًا و مُثْلَۃً۔ کسی کو قابل عبرت سزا دینا۔ مثلہ (۱۳/۶)

مثل۔ یَمْثُلُ مثالَۃً۔ فضیلت والا ہونا (۲۰/۶۳)

۸۱۔ مَرَّ یمُرُّ۔ مَرًّا۔ مُرُوْرًا۔ گزرنا۔ جانا۔ گزر جانا (۲/۲۵۹)

مُرَّ۔ یمُرُّ۔ مَرًّا و مِرَّۃً۔ غالب ہونا۔ طاقت والا ہونا (۵۳/۶)

مَرَّ۔ یَمُرُّ۔ مَرَارَۃً۔ کڑوا ہونا (۵۴/۴۶)

۸۲۔ نَجَی۔ ینجُوا۔ نَجْوًا و نَجَاءً و نَجَاۃً۔ رہائی پانا۔ خلاصی پانا (۱۲/۴۵)

نِجَاءً و نجوٰی و مُنَاجَاۃً۔ سرگوشی کرنا (۴/۱۱۴)

۸۳۔ نَزَلَ۔ یَنْزِلُ۔ نُزُوْلًا۔ اترنا (۲۶/۱۹۳)

نِزَالَۃً۔ سفر کرنا۔ مسافر ہونا (۳۶/۳۹)

نُزُوْلًا و مَنْزِلًا کسی کے ہاں مہمان اترنا۔ مہمان بننا (۳/۱۹۸)

۸۴۔ نصَبَ۔ ینصِبُ۔ نَصْبًا۔ کھڑا کرنا۔ گاڑنا۔ بلند کرنا (۸۸/۱۹)

نصِبَ۔ ینصَبُ۔ نَصَبًا۔ کوشش کرنا۔ تھکنا (۳۵/۳۵)

۸۵۔ نصَحَ ینصَحُ۔ نَصْحًا و نُصْحًا۔ نصیحت کرنا۔ خیر خواہی کرنا۔ وعظ کرنا (۷/۷۸)

نُصُوْحًا۔ خالص ہونا۔ صاف ہونا (۶۶/۸)

۸۶۔ نَفَرَ۔ ینفِرُ۔ نُفُوْرًا و نِفَارًا۔ نفرت کرنا (جانور وغیرہ کا) بدکنا (۱۷/۴۶)

و نَفِیْرًا۔ لڑائی کے لیے نکلنا۔ چل دینا (۹/۱۲۲)

۸۷۔ نَکِرَ۔ ینکَرُ۔ نَکَرًا و نُکْرًا۔ ناواقف ہونا۔ کسی کو نہ جاننا (۱۲/۵۸)

نکر ینکر ۔ نکارۃ ۔ مشکل ہونا ۔ دشوار ہونا ۔ ناگوار ہونا (۵۴/۹)

۸۸۔ نَهَرَ ۔ یَنْهَرُ ۔ نَهْرًا ۔ پانی کا بہہ کر اپنے لیے نہر بنا لینا (۲/۲۴۹)

نَهَرَ ۔ یَنْهَرُ ۔ نَهْرًا (سائل کو) جھڑکنا (۹۳/۱۰)

۸۹۔ نَهٰی ۔ یَنْهُوَا ۔ نَهْوًا و نَهْيًا ۔ روکنا ۔ منع کرنا (۹۶/۱۰)

نَهُوَ ۔ یَنْهُوَا ۔ نَهَاوَةً ۔ بہت ذہین ہونا ۔ کامل العقل ہونا (۲۰/۵۴)

۹۰۔ هَجَرَ ۔ یَهْجُرُ ۔ هَجْرًا و هجرانا ۔ قطع تعلق کرنا ۔ چھوڑنا ۔ ترک وطن کرنا (۷۳/۱۰)

هجرا ۔ هجیرا ۔ خواب یا مرض میں بڑبڑانا ۔ بک بک کرنا (۳۵/۳۰)

۹۱۔ هان ۔ یهون ۔ هَوْنًا ۔ آسان ہونا ۔ نرم ہونا (۳۰/۳۷)

هُوْنًا و هَوَانًا و مهانةً ۔ ذلیل و خوار ہونا ۔ حقیر و مسکین ہونا (۶/۹۳)

۹۲۔ هَوٰی ۔ یَهْوِی ۔ هَوِیًّا و هُوِیًّا ۔ نیچے گرنا اور چڑھنا (اضداد) (۵۳/۹)

هَوِیَ ۔ یَهْوٰی ۔ هَوًی ۔ چاہنا ۔ پسند کرنا ۔ بھانا ۔ محبت کرنا (۲/۸۷)

۹۳۔ وَسِعَ ۔ یَسَعُ ۔ سَعَةً } گنجائش ۔ جگہ کا وسیع و کشادہ ہونا ۔ سمائی ہونا (۲/۲۵۵)

وَسُعَ ۔ یَوْسُعُ ۔ سَعَةً }

وَسَّعَ ۔ یُوَسِّعُ ۔ وَسْعًا (اللہ تعالیٰ کا کسی کو) مالدار اور غنی بنانا (۲/۲۳۹)

۹۴۔ وَعَدَ ۔ یَعِدُ ۔ وَعْدًا ۔ وَعِدَةً و مَوَاعِدًا ۔ وعدہ کرنا (۱۴/۲۲)

وعیدا ۔ دھمکی دینا ۔ ڈرانا (۷/۸۶)

۹۵۔ ولی، وَلِیَ یَلِی وَلْیًا ۔ نزدیک ہونا ۔ متصل ہونا (۹/۱۲۳)

وَلَایَةً : متصرف ہونا ۔ حاکم مقرر ہونا (۶/۱۲۹)

۹۶۔ یَمَنَ ۔ یَیْمَنُ ۔ یَمْنًا ۔ سیدھی جانب سے آنا (۳۴/۱۵)

یُمْنًا ۔ بابرکت ہونا ۔ (۵۶/۸)

ضمیمہ ۵ متفرقات

۱- چند جامع اسماء

۱- اَیَامٰی: اَیِّم کی جمع ہے۔ بمعنی رنڈوا مرد یا رنڈی (بیوہ) عورت دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی بے شوہر عورت یا بے زن مرد۔ اَمَ۔ یَئِیْمُ۔ اَیْمًا و اَیُوْمًا وَاَیْمَۃً مرد کا رنڈوا یا عورت کا رانڈ ہو جانا۔ بیوہ ہو جانا۔ اور تَاَیَّم بمعنی عرصہ تک غیر شادی شدہ رہنا۔ مجرّد رہنا (منجد)

ارشاد باری ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (۲۴/۳۲) — اور اپنی قوم کی رانڈوں کے نکاح کر دیا کرو۔ اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں۔

۲- بعیر: اصل میں اونٹ کے لیے ابل کا لفظ اسم جنس کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اور بعیر اس اونٹ کو کہتے ہیں جو چار سال کی عمر کا نوجوان۔ بار برداری کے قابل اور طاقتور ہو۔ اس شرط کے ساتھ بعیر کا لفظ بھی اسم جنس کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اور نر و مادہ دونوں کے لیے آتا ہے حالانکہ اونٹنی کے لیے الگ لغت ناقہ موجود ہے۔ گویا بعیر کے معنی نوجوان باربردار اور طاقتور ہے۔ خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی۔ قرآن میں ہے:

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ۔ (۱۲/۷۲) — اور جو شخص اس (گم شدہ پیالہ) کو لائے اس کے لیے ایک بار شتر انعام ہے۔

۳- بقر: اسم جنس ہے۔ جس کا اطلاق گائے بیل، خواہ کسی عمر کے ہوں سب پر ہوتا ہے۔ اور بقر الوحش بمعنی بارہ سنگھا۔ پہاڑی بکرا اور پہاڑی گائے۔ نیل گائے (منجد۔ م۔ق) اور بقرۃ بطور واحد کے استعمال ہوتا ہے۔ اور لغوی لحاظ سے نر و مادہ دونوں کے لیے آتا ہے (م۔ق) مگر چونکہ بیل کے لیے الگ لغت ثور موجود ہے۔ لہٰذا بقرۃ سے عموماً گائے ہی مراد لیا جاتا ہے۔ اور بقرۃ کی جمع بقرات، بُقُرٌ اَبْقُر۔ ابقار۔ اَبَاقِر اور اَبَاقِیْر ہے۔ گائے کے مالک یا چرواہا کو بقّار کہتے ہیں۔ اور گایوں کے ریوڑ کو باقر۔ باقور اور بیقور۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ (۱۲/۴۳) — اور بادشاہ نے کہا کہ میں (نے خواب دیکھا ہے) دیکھتا (کیا) ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔

۴- بِکْر: بمعنی کنواری یا کنوارا۔ دونوں کے لیے یکساں مستعمل ہے۔ بلکہ جانوروں کے لیے جب تک کسی نر نے مادہ سے جفتی نہ کی ہو وہ نر بھی بکر ہے اور مادہ بھی (ج ابکار) قرآن میں ہے:

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا — موسیٰؑ نے کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بیل نہ تو

فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ (۲/۶۸) — بوڑھا ہو اور نہ بچھڑا (جالندھری)
گائے ہے نہ بوڑھی نہ بن بیاہی (عثمانیؒ)

۵- ثَيِّب (ضد بِکْر) جو کنواری یا کنوارہ نہ ہو وُہ ثیّب ہے۔ ثیّب بڑے وسیع معنوں میں استعمال ہوتا اور نر و مادہ دونوں کے لیے آتا ہے۔ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت بھی ثیّب ہیں مطلقہ عورت بھی ثیّب ہے۔ اور رنڈوا مرد یا رنڈی عورت بھی ثیّب ہے۔ گویا جس نر و مادہ نے مجامعت کرلی ہو اب وُہ ثیّب ہے۔ رجل ثیّب بمعنی شادی شدہ مرد۔ شوہر یا زن دیدہ (منجد - م - ق) یعنی شوہر سے جدا شدہ عورت خواہ یہ جدائی شوہر کی موت سے ہو یا طلاق سے (منجد) ارشاد باری ہے:

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا (۶۶/۵)

اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے۔ مسلمان، صاحب ایمان، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار اور روزہ رکھنے والیاں بن شوہر اور کنواریاں (جالندھریؒ)

اس آیت میں ثیّب کا معنی صرف بن شوہر تک محدود ہے۔ اور صحیح مسلم کتاب الحدود میں عبادہ بن صامت کی روایت سے صاف واضح ہے کہ ہر وُہ مرد یا عورت جو بِکْر نہ ہو وُہ ثیّب ہے۔

۶- خِدْن (ج اخدان) چھپے دوست۔ یار۔ آشنا۔ چوری چھپے بدکاری کرنے والا مرد یا عورت۔ اور قرآن میں یہ لفظ بدکار دوست مرد اور عورت دونوں کے لیے آیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ (۵/۹)

عفت کی حفاظت کرنے والے نہ کھلی بدکاری کرنے والے اور نہ چھپی دوستی رکھنے والے۔

دوسرے مقام پر ہے:

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (۴/۲۴)

عفت کی حفاظت کرنے والیاں نہ کھلی بدکاری کرنے والیاں اور نہ چھپی دوستی رکھنے والیاں۔

۷- دَآبَّة: بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ دَبَّ کا لغوی معنی حرکة علی الارض اخف من المشی (م - ل) یعنی عام چلنے کی رفتار سے ہلکی رفتار سے زمین پر چلنا اور کبھی رینگنا۔ سانپ کی طرح چلنا۔ یا بچہ جو ہاتھ پاؤں پر چلنا سیکھتا ہے سب دبّ میں شامل ہے (م - ق) اس لحاظ سے جو جاندار بھی سطح زمین پر چلتا ہے سب کو دابّة کا لفظ محیط ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (۱۱/۶)

اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمہ ہے۔

حتیٰ کہ قرآن میں ایک مقام پر گھُن کے کیڑے کے لیے دَابَّة کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ (۳۴/۱۴)
پھر جب ہم نے ان کے لیے موت کا حکم صادر کیا تو کسی چیز سے ان کا مرنا معلوم نہ ہوا مگر گھُن کے کیڑے سے جو اُن کے عصا کو کھاتا رہا۔

اور شرائطِ قیامت میں ایک علامت دابّة کا خروج بھی ہے جو تمام رُوئے زمین پر پھرے گا۔ واللہ اعلم وُہ کس قسم کا جانور یا جاندار ہوگا اور کس رفتار سے یا کس طرح سفر کرے گا۔ ارشاد باری ہے:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (۲۷/۸۲)
اور جب اُن کے بارے میں (عذاب کا) وعدہ پُورا ہوگا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔

اور دابّة کی جمع دواب ہے۔ اس کا اطلاق عمومًا چار پاؤں رکھنے والے جانوروں پر ہوتا ہے اور مذکر و مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ پھر یہ لفظ اور محدود ہوا تو اس کا استعمال صرف بار بردار جانوروں بالخصوص گھوڑے، خچر اور گدھے پر ہونے لگا (ف ل ۱۲۴) لیکن قرآن سے یہ قید ثابت نہیں ہوتی۔ ارشاد باری ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ (۲۲/۱۸)
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے (جانور۔ عثمانی) اور بہت سے انسان خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔

زَوج اور اَزواج کی بحث "مختلف" اور "جوڑا" میں دیکھیے!

۸-۹- عاقر اور عقیم: یہ دونوں لفظ بانجھ کے معنوں میں مرد اور عورت دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ تفصیل اور ذیلی فرق کے لیے دیکھیے "بانجھ")

۱۰- محصن اور محصنٰت بمعنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد یا عورتیں۔ فحاشی کے راستہ میں روک یا حصن ایک تو غلامی کے مقابلہ میں آزادی ہے۔ دوسرے کنوارپن کے مقابلہ میں شادی۔ لہٰذا قرآن میں محصنٰت کا لفظ آزاد کنواریوں کے لیے بھی آیا ہے اور شادی شدہ عورتوں کے لیے بھی۔ یہی صورت مردوں کی ہے۔
(تفصیل کے لیے دیکھیے "آزاد")

۱۱- وَلَد، بمعنی جنا ہوا یا جو جنا گیا ہو۔ یہ لفظ واحد۔ جمع۔ مذکر، مؤنث۔ چھوٹے بڑے سب پر بولا جاتا ہے (مف) چنانچہ قرآن میں ہے:

وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ (۴/۱۱) اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو۔

حتیٰ کہ یہ لفظ متبنّٰی پر بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے،

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (۱۲/۲۱) یا ہم اُسے اپنا بیٹا بنا لیں۔

اگرچہ عرف عام میں نوزائیدہ بچے کو ولید کہتے ہیں اور جب ذرا بڑا ہو جائے تو اسے ولد کہتے ہیں مگر لغوی اعتبار سے دونوں صورتوں میں دونوں لفظوں کا استعمال درست ہے۔ اور ولد کی جمع ولدان آتی ہے جو خدمتگار بچوں کو کہا جاتا ہے خواہ وہ اپنے جنے ہوئے نہ ہوں۔ گویا ولد کا اطلاق دوسروں کے بچوں اور لڑکوں پر بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے ؛

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۔ (۵۶/۱۹) اور ان کے پاس لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہیں گے۔

۲ — غلط العام

۱- تقریر : ہمارے ہاں تقریر کا لفظ خطاب کرنے یا خطبہ دینے یا وعظ کرنے کے معنوں میں مستعمل ہے جو لغوی کے لحاظ سے درست نہیں۔ قَرَّ قرآن میں بھی اور لغوی اعتبار سے بھی دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) ٹھنڈا ہونا۔ اور قرّۃ عین بمعنی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے قرّۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ ارشاد باری ہے ؛

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا (۱۹/۲۶) اے مریم! کھاؤ پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

اور قَرَّ الیوم بمعنی آج کا دن ٹھنڈا رہا۔ اور اس کا دوسرا معنی قرار پکڑنا اور سکون سے ٹھہرے رہنا ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (۳۳/۳۳) اے نبی کی بیویو! اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ (قرار پکڑو و عثمانی)

اور اَقَرَّ بمعنی اقرار کرنا۔ ٹھہرا رکھنا۔ اور قَرَّرَ (تقریرا) کا معنی کسی معاملہ کا اقرار کرنا بھی اور حق کا اعتراف کرنا بھی اور کسی پر حق ثابت کرنا بھی ہے (منجد) اور تقریری حدیث ہے وہ ہے کہ کوئی واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش آیا تو آپ نے سکوت فرمایا منع نہیں کیا تو اس کا جواز ثابت ہو گیا۔ گویا وہ معاملہ یا بات اپنی جگہ برقرار رہنے دی گئی۔ ان تمام تصریحات سے واضح ہے کہ تقریر کا لفظ خطاب کے معنوں میں استعمال کرنا قرآن اور لغت دونوں اعتبار سے غلط ہے۔

۲- ذلیل : ذلیل سے ہمارے ہاں رذیل، فقیر یا کمینہ خصلت انسان سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ذلیل کا معنی عاجز ناتوان اور کمزور ہو سکتا ہے۔ کمینہ یا کمینہ خصلت نہیں ہے۔ ذلیل کی ضد عزیز ہے۔ اور عزیز بمعنی بالا دست (زیادہ سے زیادہ وسیع معنوں میں) زبردست۔ لہٰذا ذلیل بمعنی زیردست اور کمزور۔

ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (۳/۱۲۳) — اور اللہ نے جنگِ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی جبکہ تم کمزور تھے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔ (۶۳/۸) — منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے پہنچے تو ضرور نکالے گا جس کا زور ہے کمزور کو۔

اور ذَلّ سے اسم فاعل ذلیل بھی آتا ہے اور ذَلُول بھی۔ ذلیل بمعنی عاجز۔ کمزور۔ ناتوان۔ اور ذلول بمعنی آسانی سے مطیع ہو جانے والا۔ فرمانبردار ہو جانے والا۔ تابع فرمان۔ ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا۔ (۶۷/۱۵) — وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے نرم کر دیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ (۲/۷۱) — موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بیل کام میں نہ لگایا گیا ہو۔ نہ تو زمین جوتتا ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتا ہو۔

۳۔ رقبة، ہمارے ہاں رقبة سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ کسی چیز کی لمبائی کو اس کی چوڑائی سے ضرب دی جائے تو حاصل ضرب رقبہ ہے۔ رقبہ (ج۔ رقاب۔ رقبات) کا یہ مفہوم نہ قرآن میں ملتا ہے نہ لغت میں۔ رقبۃ گردن کے پچھلے حصہ یا گُدّی کو کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ کسی چیز کا جزء بول کر کل مراد لیا جاتا ہے لہٰذا رقبۃ سے مراد غلام ہے۔ اور رقب بمعنی کسی کی گدی پر مارنا بھی اور اس پر کڑی نظر رکھنا بھی یہ لفظ کسی کی انتظار نگرانی و نگہبانی اور رکھوالی کے معنوں میں تو استعمال ہو سکتا ہے اور انہیں مفاہیم میں قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن ریاضی کی اس اصطلاح کا استعمال لغت سے کہیں نہیں ملتا۔

ارشاد باری ہے:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ۔ فَكُّ رَقَبَةٍ۔ (۹۰/۱۳) — اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی (کی) گردن کا چھڑانا (یعنی غلام آزاد کرنا۔ کرانا)

۴۔ ضَلّ کا معنی گم ہونا بھی ہے اور راہ گم کرنا بھی ہے۔ ہمارے ہاں اس کا ترجمہ گمراہ ہونا ٹھیک کیا جاتا ہے لیکن اس لفظ کا مفہوم بڑا غلط سمجھا جاتا ہے یعنی غلط راستے پر پڑ کر سزاوارِ جہنم بن جانا۔ اسی لیے بعض مترجمین نے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (۹۳/۷) کے عجیب و غریب ترجمے کر دیے ہیں حالانکہ اس کا سیدھا سادا ترجمہ یہ ہے کہ "آپ کو راہ (ہدایت) نہیں مل رہی تھی اللہ نے آپ کو وہ راہ سمجھا دی"۔ قرآن میں ہے:

ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ (۳۲/۱۰) — کیا جب ہم زمین میں رل مل جائیں گے۔

دوسرے مقام پر ہے:

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا (۲/۲۸۲) — اگر دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھول جائے۔

تیسرے مقام پر ہے:

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا (۷/۳۷) وہ کہیں گے وہ تو (ہمارے معبودانِ باطل) ہم سے غائب ہو گئے۔

لہٰذا ضَلَّ کا معنیٰ صرف راہ نہ سجھائی دینا، بھٹک جانا ہے۔ اور جو مفہوم ہمارے ہاں سمجھا جاتا ہے اس کے لیے قرآن نے غوٰی۔ حَاَر اور اَلْحَدَ وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۵۔ عزیز، ہمارے ہاں عزیز کا مفہوم رشتہ دار یا قریبی رشتہ دار ہے بالخصوص جو عمر میں چھوٹا بھی ہو یہ مفہوم بھی ازروئے قرآن اور لغت سراسر غلط ہے۔ عزیز کی ضد ذلیل بمعنی کمزور اور زیردست ہے اور عزیز بمعنی بالادست۔ غالب اور زورآور۔ جیسا کہ اس کی تشریح ذلیل کے تحت گزر چکی ہے۔

۳۔ چند مشتبہ الفاظ

جن کا تعین صرف سیاق و سباق سے ہو سکتا ہے

۱۔ اٰنِيَة: اِنَاء بمعنی برتن کی جمع ہے (منجد) ارشاد باری ہے:

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ (۷۶/۱۵) ان پر چاندی کے برتن پھرائے جائیں گے۔

اور اٰنِيَة بمعنی سخت گرم یا کھولنے والا (پانی) بھی ہے اَنِیَ بمعنی اُبلنا۔ کھولنا (کھانا وغیرہ کا آگ پر) پکنا۔ اٰنٍ صفت اور ۃ تانیث کی ہے "مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (۸۸/۵)" کھولتے ہوئے چشمے سے۔

۲۔ اَسْفَار، سَفَر کی جمع معروف لفظ ہے۔ "اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا" (۳۴/۱۹) "اے اللہ! ہمارے سفروں کو طویل بنا دے"۔

(۲) سِفْر کی جمع بمعنی بڑی کتاب۔ اجزائے تورات میں سے ایک جز (منجد) اور اسفار بمعنی تورات کی شروح و تفاسیر کی بڑی بڑی کتابیں (م۔ق) قرآن میں ہے:

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (۶۲/۵) اس گدھے کی طرح جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔

۳۔ اَمْر بمعنی کام (ج امور) وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۲/۲۱۰) "اور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے سب کام" اور بمعنی حکم (ج اوامر) اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (۷/۵۴) یاد رکھو، پیدا اس نے کیا ہے تو حکم بھی اس کا چلے گا۔

۴۔ بَرّ بمعنی نیک۔ بھلائی کرنے والا (ج ابرار) وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ (۱۹/۱۴) اور نیکی کرنے والا اپنے والدین سے اور بمعنی خشکی یا خشکی کا قطعہ زمین (ج برور) ضد بحر بمعنی سمندر يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۶/۵۹) جو کچھ خشکی یا سمندر میں ہے وہ سب جانتا ہے۔

۵۔ جواب: سوال کا جواب (ج اجوبۃ) فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ (۲۹/۲۴) اس کی قوم کا جواب کچھ نہ تھا مگر اور جابیہ (جبو) کی جمع جواب آتی ہے۔ جابیۃ بمعنی اونٹوں وغیرہ کو پانی پلانے کا حوض۔ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ (۳۴/۱۳) اور لگن جیسے حوض۔

۶- جوار: جاریۃ بمعنی کشتی کی جمع (جری) وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ (۴۲/۳۲) اور اسی کی نشانیوں سے سمندر میں کشتیاں ہیں جو گویا پہاڑ ہیں۔ جار (جور) عن الطریق بمعنی راستہ سے ہٹ گیا۔ اور جوار بمعنی وُہ تارے جو سیدھی چال چلتے چلتے کبھی کبھار تھوڑا سا رُخ بدل جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ۔ (۸۱/۱۵-۱۶) پس اُن سیاروں کی قسم جو کبھی پیچھے ہٹ جاتے کبھی تھوڑا سا رُخ بدلتے اور کبھی چھپ جاتے ہیں۔

۷- سُوق: (ساق بمعنی پنڈلی کی جمع) "فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ" (۳۸/۳۳) "تو سلیمانؑ نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا"۔ اور سوق کا لفظ اس معنٰی میں بطور مفرد بھی آیا ہے۔ "فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ" (۴۸/۲۹) "تو وُہ پودا اپنے ڈنٹھل یا نال پر کھڑا ہو گیا"۔ اور سُوق بمعنی بازار (ج اسواق) "وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ" (۲۵/۷) "اور وُہ بازاروں میں چلتا پھرتا ہے"۔

۸- عِظَام: عَظْم بمعنی ہڈی کی جمع۔ "وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ" (۲/۲۵۹) "اور ہڈیوں کی طرف دیکھو"۔ اور عَظِیْم بمعنی بڑا یا بزرگ کی جمع بھی اس لحاظ سے عِظَام کا لفظ قرآن میں غالباً استعمال نہیں ہوا۔

۹- عَیْن بمعنی چشمہ (ج عیون) "مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ" (۲۶/۵۷) "باغوں اور چشموں سے" اور
" " آنکھ (" اَعْیُن) "تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ" (۵/۸۳) "تو ان کی آنکھوں کو دیکھے گا"۔

۱۰- غُرْفَۃ: بمعنی چلو بھر (پانی) اور غَرْفَۃ بمعنی چلو بھرنے کی ہیئت۔ ج غواف اور بمعنی ایک مرتبہ چلو سے پانی نکالنا اور مِغْرَفَۃ بمعنی چمچہ جس سے شوربا وغیرہ نکال کر برتن میں ڈالا جاتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ (۲/۲۴۹) مگر وُہ ہاتھ سے چلو بھر پانی لے لے۔

اور غرفۃ بمعنی بالا خانہ۔ کمرہ (ج غرفات) ارشاد باری ہے:

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا۔ (۲۵/۷۵) ان لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے بالا خانے دیے جائیں گے۔

۱۱- قائل: (قول) بمعنی کہنے والا۔ "وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا" (۳۳/۱۸) "اور اپنے بھائیوں کو کہنے والے کہ ہمارے پاس چلے آؤ"۔

اور قائل (قیل) بمعنی دوپہر کو سونے والا۔ "اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ" (۷/۴) "یا وُہ ہوں دوپہر کو سونے والے"۔

۴- لغوی معنی اور شرعی معنی میں فرق

مندرجہ ذیل الفاظ ایسے ہیں جو قرآن کی عبارت میں مستعمل ہو کر ایک مخصوص معنی پیدا کر دیتے ہیں مگر لغت اُن کی تائید نہیں کرتی۔

۱- اَذٰی: قرآن میں ہے: يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى (۲/۲۲۲) آپ سے حیض کے متعلق

پوچھتے ہیں کہ وہ وہ گندگی ہے (جالندھری) (نجاست عثمانیؒ) ہے۔

اب دیکھیے اَذٰیً کا لغوی معنی تکلیف ہے اور قرآن میں بارہا انہی معنوں میں آیا ہے۔ لیکن اس مقام پر اس کا معنی نجاست۔ غلاظت۔ گندگی یا قذر ہے۔ اس معنی کی لغت تائید نہیں کرتی۔

۲- جَرَمَ: قرآن میں اِجرام کا لفظ گناہ یا قصور یا جرم کے معنوں میں آیا ہے۔ اس کی تو کسی حد تک لغت سے تائید ہو جاتی ہے۔ لیکن قرآن نے جَرَمَ (ثلاثی مجرد) کو "گناہ پر ابھارنا" یا "گناہ میں مبتلا کر دینا" کے معنوں میں استعمال کیا ہے جس کی لغت سے تائید نہیں ہوتی۔ جَرَمَ (ض) بمعنی کاٹنا۔ کمانا۔ گناہ کرنا (منجد) تو آتے ہیں مگر گناہ پر ابھارنا نہیں ملتے۔ جبکہ قرآن میں ہے:

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِىْٓ (۱۱/۸۹) میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کرا دے (جالندھری عثمانی)

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ (۵/۲) لوگوں کی دشمنی تمہیں اس گناہ پر آمادہ نہ کر دے "

۳- جَنٰى: کا لغوی معنی پکے ہوئے پھل کو توڑنا یا چننا ہے۔ اور جَنٰى بمعنی چنا ہوا خواہ وہ پھل ہو یا شہد (منجد) اور ظاہر ہے کہ پھل تب ہی چنا جا سکتا ہے جب وہ درخت سے توڑ لیا گیا ہو۔ لیکن قرآن میں یہ لفظ پکے ہوئے مگر درخت پر لٹکے ہوئے پھل کے لیے ہی آیا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (۵۵/۵۴) اور دونوں باغوں کے میوے جھک رہے ہیں۔

۴- حَبَسَ کا لغوی معنی روکنا، بند کرنا، قید کرنا تو ہے۔ لیکن "کھڑا کرنا" نہیں ہے۔ قرآن میں ہے:

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ (۵/۱۰۶) ان دونوں کو عصر کی نماز کے بعد کھڑا کرو (جالندھری۔ عثمانیؒ)

البتہ تفہیم القرآن میں اس کے معنی "روک لو" کیے گئے ہیں جو لغوی معنی سے مطابقت رکھتے ہیں۔

۵- سَوْءَةَ: سُوْءٌ بمعنی بُرائی۔ سَيِّئَةٌ بُرا کام۔ سَاءَ بُرا ہونا۔ اور اساء بمعنی بُرا بنانا۔ بگاڑنا۔ اور سَوْءَةَ بمعنی ہر وہ چیز جو دیکھنے میں بُری معلوم ہو۔ کنایۃً اس کا معنی مرد یا عورت کا مقام ستر یا شرمگاہ بھی ہے کہ اس کا کھلنا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور سوءۃ بمعنی "لاش" اس کا کنائی معنی بھی نہیں۔ نہ ہی کوئی لغت اس کی تائید کرتی ہے۔ مگر سورۂ مائدہ آیت ۳۱ میں دو بارہ یہ لفظ "لاش" کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور مشکل یہ ہے کہ یہاں اور کوئی معنی فٹ بھی نہیں بیٹھتا۔

۶- قُطُوْف: جَنٰى کی طرح قِطْف بھی چُنے ہوئے پھل اور خصوصاً انگور کے گچھا پر بولا جاتا ہے جبکہ وہ چنا جائے اور اس کی جمع قِطَاف اور قُطُوْف آتی ہے مگر قرآن نے یہ لفظ بھی ایسے گچھوں یا خوشوں کے لیے استعمال کیا ہے جو پک تو چکے ہوں مگر ابھی درخت پر ہی لگے ہوں۔ ارشاد باری ہے:

فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (۶۹/۲۳) بلند باغ ہیں جس کے خوشے جھکے پڑے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا (۷۶/۱۴) اور اس کے گچھے نیچے کو لٹک رہے ہیں۔

۷- مصباح اور سراج ـــــ کی بحث چراغ میں دیکھیے۔

۸- نِحْلَةً: نَحَلَ بمعنی لاغر ہونا اور کسی کو کچھ دینا۔ اور نَحْلَ بمعنی عطیہ بخشش۔ لاغر و دبلا اور نِحْلَةً

بمعنی (غلط بات) منسوب کرنا (کسی کو) گالی دینا (یا بیماری کا کسی کو) دُبلا کرنا (منجد بمف) اب دیکھیے قرآن میں ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (۴/۴) اور عورتوں کو ان کے حق مہر خوشی سے دے دیا کرو۔

(جالندھری۔عثمانی وغیرہم)

اور عربی تفاسیر میں نحلۃ کا ترجمہ "عن طیب نفس یعنی دل کی خوشی سے" لکھا ہے۔ اب لغت میں اس کا معنی دینا یا عطیہ دینا تو ہو سکتا ہے مگر اس کے لیے اٰتُوھُنَّ اور صَدُقٰت کے الفاظ پہلے موجود ہیں۔ نحلۃ کا معنی دل کی خوشی سے کرنا لغت میں موجود نہیں۔

۵۔ف کلمہ میں حرکت کی تبدیلی سے عجیب فرق

۱۔ اَمْر اور اِمْر۔ اَمْر بمعنی کام یا بات (ج امور) لیکن اِمْر کے معنی سخت ناپسندیدہ بات یا کام جو شرع یا عقل دونوں کے خلاف ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا (۱۸/۷۱) (موسیٰ نے خضرؑ سے) کہا کیا تو نے کشتی کو اس لیے توڑا پھوڑا ہے کہ اس میں بیٹھے لوگوں کو ڈبو دے یہ تو تو نے سخت ناپسندیدہ کام کیا۔

۲۔ بَیْض اور بِیْض۔ بَیْض، بیضۃ کی جمع ہے بمعنی انڈے۔ بَاضَ بمعنی مرغی کا انڈا دینا۔ اور بیاض بمعنی سفیدی دودھ (منجد) ارشاد باری ہے:

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ (۳۷/۴۹) گویا کہ وہ (حوریں) انڈے ہیں محفوظ جگہ میں چھپے ہوئے۔

اور بِیْض۔ اَبْیَض کی جمع ہے بمعنی سفید رنگ والا۔ اور اس کی مؤنث بَیْضَاءُ ہے۔ اور اَبْیَض اور بَیْضَاءُ دونوں کی جمع بِیْض آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا (۳۵/۲۷) اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ کئی رنگوں کے قطعات ہیں۔

۳۔ حَمْل اور حِمْل: حَمْل بمعنی وہ بوجھ جو کوئی اٹھائے خواہ سر پر یا پیٹھ پر یا مادہ کا اپنے بطن میں اٹھائے لیکن حِمْل کا لفظ بوجھ کی وہ مقدار معین کر لیتا ہے جو کوئی زیادہ سے زیادہ اٹھا سکتا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ (۱۲/۷۲) اور جو شخص وہ گمشدہ پیالہ (ڈھونڈ) لائے اس کے لیے ایک بار شتر (انعام) ہے۔

۴۔ خَبَر اور خُبْر: خَبَر معروف لفظ ہے۔ اور خُبْر ایسی خبر کو کہتے ہیں جو تجربہ اور مشاہدہ سے درست ثابت ہو۔ اور خُبْر بمعنی علم۔ تجربہ۔ آزمائش۔ کہتے ہیں "صَدَّقَ الْخَبَرَ الْخُبْرُ" یعنی "تجربہ اور مشاہدہ نے سنی ہوئی خبر کی تصدیق کی (منجد) قرآن میں ہے:

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ (خضرؑ نے موسیٰؑ سے کہا) بھلا آپ ایسی بات پر جو

بِهٖ خُبْرًا (۱۸/۶۸) آپ کے تجربہ میں نہیں آئی صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں۔

۵۔ خَلْق اور خُلُق یا خُلْق، خَلْق بمعنی پیدائش۔ خِلْقت۔ خَلْقَت اور اس کا تعلق کسی چیز کی ظاہری شکل وصورت سے ہوتا ہے۔ اور جاندار اور بے جان سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً (۷/۶۹) اور زیادہ کیا تمہارے بدن کا پھیلاؤ (عثمانیؒ)

اور خُلُق یا خُلْق (ج اخلاق) بمعنی انسان کی طبعی خصلت۔ طبیعت۔ مروت۔ عادات (منجد) گویا اس لفظ کا اطلاق صرف ذوی العقول کی باطنی صفات پر ہوتا ہے۔ اور خلاق بمعنی وہ حصہ یا النصیبہ جو کسی کو اس کے اخلاق کے نتیجہ میں ملے (مف) ارشاد باری ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (۶۸/۴) اور تمہارے اخلاق بڑے عالی ہیں (جالندھری)

۶۔ شَفَا اور شِفَا۔ شَفَا بمعنی ہلاکت کا کنارا۔ قرآن میں ہے:

عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ (۹/۱۰۹) گرنے والی کھائی کے کنارے پر۔

اور شِفَاء بمعنی تندرستی۔ بیماری سے نجات ہونا۔ قرآن میں ہے:

فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ (۱۶/۶۹) اس (شہد) میں لوگوں کے لیے (امراض سے) شفا ہے۔

۷۔ شُرْب اور شِرْب: شَرِب بمعنی پیا سے شَرْب۔ شُرْب اور شِرْب تینوں مصدر آتے ہیں۔ شَرْب تو عام ہے۔ شُرْب پینے کی کیفیت کو بھی ظاہر کرتا ہے اور بہت زیادہ پانی پینے کو بھی۔ قرآن میں ہے:

فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (۵۶/۵۵) تو سخت پیاسے اونٹوں کی طرح پانی پیو گے۔

اور شِرْب پانی کا حصہ۔ پینے کا پانی۔ پینے کی باری (منجد) یعنی اتنا پانی پینا جتنا کسی کو پینے کے لیے حصہ میں ملے۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۲۶/۱۵۵) (صالحؑ نے کہا) یہ اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری۔

فَرَاش اور فِرَاش۔

۸۔ ضَرّ اور ضُرّ: ضَرّ بمعنی نقصان (ضد نفع) یہ لفظ عام ہے جو نقصان اور تکلیف کے لیے آتا ہے۔ نقصان مال کا ہو یا اولاد کا۔ قرآن میں ہے:

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (۵/۷۶) وہ جنہیں تمہارے نفع و نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں!

اور ضُرّ عموماً جسمانی تکلیف کے لیے آتا ہے جیسے فرمایا:

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ (۱۰/۱۲) پھر جب ہم اس سے تکلیف دور کر دیتے ہیں۔

ضِعْف اور ضُعْف۔

۹۔ مَلْك، مِلْك اور مُلْك: مَلْك اور مِلْك دونوں ہم معنی ہیں۔ مِلْك کا لفظ قرآن میں نہیں آیا۔ اور

مَلْكٌ بمعنی کسی چیز پر اختیار ۔ تصرّف ۔ قرآن میں ہے :

مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا (۲۰/۸۷) ہم نے اپنے اختیار سے تم سے وعدہ خلافی نہیں کی۔

اور مُلْكٌ بمعنی وُہ علاقہ جہاں کسی کو اختیارِ تصرف حاصل ہو۔ مملکت ۔ بادشاہی ۔ جیسے فرمایا :

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳/۲۶) جسے چاہے تو بادشاہی دیتا ہے ۔

۱۰۔ مَلَكٌ اور مَلِكٌ : مَلَكٌ بمعنی فرشتہ (ج ملائك اور ملائكة)

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ (۱۱/۳۱) اور نہ تمہیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں ۔

اور مَلِكٌ بمعنی بادشاہ ۔ صاحبِ ملک (ج ملوك)

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً (۲۷/۳۴) بلاشبہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں ۔

۱۱۔ وَقْرٌ اور وِقْرٌ ، وَقْرٌ کا استعمال غیر مرئی بوجھ سے مخصوص ہے ۔ وَقَرَتْ اُذُنُهٗ بمعنی کان کا بھاری یا بوجھل ہونا ۔ اور وَقْرٌ بمعنی ثقل سماعت ۔ اور وِقْرٌ ایسے ہی غیر مرئی بوجھ کے لیے آتا ہے جو زیادہ سے زیادہ اٹھا جا سکتا ہو ۔ قرآن میں ہے :

فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا (۵۱/۲) پھر اُن ہواؤں کی قسم جو (پانی کا) بوجھ اٹھاتی ہیں

۱۲۔ هَوْنٌ اور هُوْنٌ ، ھون میں دو باتیں بنیادی ہیں ۔ (۱) آسانی (۲) نرمی (م ۔ ل) پھر اگر اس میں سبکی کا پہلو شامل نہ ہو تو یہ محمود صفت ہے ۔ بمعنی تواضع اور انکسار ۔ ارشاد باری ہے :

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۲۵/۶۳) اور خدا کے بندے وُہ ہیں جو زمین پر متواضع ہو کر چلتے ہیں ۔

اور اگر ان بنیادی باتوں میں سبکی بھی شامل ہو جائے تو یہ هُوْنٌ ہے ۔ بمعنی خفت اور ذلت ۔ ارشاد باری ہے :

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ (۶/۹۳) سو آج تم کو ذلت کا عذاب ہوگا ۔

۶۔ چند محاورات

۱۔ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ، حِجَارَةٌ بمعنی پتھر ۔ اور حِجْرٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پتھر کی طرح سخت بھی ہو اور روک یا آڑ کا کام بھی دے ۔ اہلِ عرب کی عادت تھی کہ جب اپنے کسی دشمن کو ، جس سے انھیں تکلیف پہنچنے کا خطرہ ہوتا ۔ دیکھ کر یا کسی دوسری آفت کو دیکھ کر حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کہتے جیسے ہم کہتے ہیں " اس سے خدا کی پناہ " تو سننے والا اسے سن کر عموماً تکلیف نہیں پہنچاتا تھا ۔ قرآن نے بھی اس محاورہ کو استعمال فرمایا ہے :

لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (۲۵/۲۲) اس دن گنہگاروں کے لیے کوئی خوشخبری کی بات نہ ہوگی اور وُہ چیخ اٹھیں گے کہ پناہ بخدا (ت ۔ ق)

۲۔ اَدْلٰى (دلو) اِلٰى فلان ، دَلْوٌ بمعنی پانی کا خالی ڈول ۔ اور اَدْلٰى بمعنی خالی ڈول بھرنے کے لیے

کنویں میں لٹکانا۔ اور دلوت بفلان بمعنی میں نے فلاں کو سفارشی بنایا۔ اور اَدْلیٰ بِقَرَابَتِہٖ کسی رشتہ کا وسیلہ پکڑنا اور اسے سفارشی بنانا۔ اور اَدْلیٰ اِلیٰ فُلَانٍ بمعنی کسی کے پاس اپنا جھگڑا لے جانا (منجد) اور اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب ناجائز ذرائع کو بروئے کار لا کر کسی کا حق غصب کرنے کا ارادہ ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ (۲/۱۸۸)	اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوتاً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ۔

۳۔ رَبَطَ عَلَى الْقَلْبِ: رَبَطَ بمعنی مضبوط باندھ کر گانٹھ لگا دینا۔ اور ربط اللہ علی القلب بمعنی اللہ تعالیٰ کا کسی کے دل کی بے قراری اور اضطراب پر گانٹھ لگا دینا اور اسے صبر کی توفیق عطاء فرما دینا۔ ارشاد باری ہے:

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا (۲۸/۱۰)	اگر ہم موسیٰ کی ماں کی ڈھارس نہ بندھاتے تو وہ سارا راز فاش کرنے کو تھی۔ (ت۔ق)

۴۔ رَدَّ اِلَى الْحَافِرَةِ: حَفَرَ بمعنی گڑھا کھودنا اور حُفْرَۃ بمعنی گڑھا بھی اور قبر بھی۔ اور حَافِرَۃ حافر کا مؤنث ہے۔ بمعنی کھودی ہوئی زمین بھی اور ابتدائی حالت بھی (منجد) اور رَدَّ فِی الْحَافِرَۃِ بمعنی جہاں سے چلا تھا وہیں واپس جانے والا (م۔ق) ۔ ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا، قرآن میں ہے:

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ (۷۹/۱۰)	کافر کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں اپنی پہلی حالت کو لوٹائے جائیں گے (یعنی دوبارہ زندہ ہوں گے؟)

۵۔ رَيْبَ الْمَنُوْنِ: ریب بھی ایسا شک جس میں خلجان اور اضطراب بھی شامل ہو۔ اور مَنِيَّۃ بمعنی موت۔ تقدیر الٰہی (ج مَنَایَا اور مَنُوْن منجد) اور ریب المنون کا محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص ایک دوسرے پر شدید حوادث و مصائب اور موت کا وقوع پذیر ہونا چاہتا ہو اور اس کے برے انجام یا گردش زمانہ کا منتظر ہو۔ ارشاد باری ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (۵۲/۳۰)	کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے جس کے حق میں ہم گردش ایام کا انتظار کر رہے ہیں۔

۶۔ سُقِطَ فِيْ يَدِهٖ: سَقَطَ بمعنی کسی چیز کا گر پڑنا۔ اور سقط فی الکلام بمعنی بات کرنے میں غلطی کر جانا یا نامناسب بات کہہ دینا۔ اور سُقِطَ یا اُسْقِطَ فِیْ یَدِہٖ بمعنی اپنی کسی بات یا دلیل کے غلط معلوم ہونے پر لوگوں کے سامنے نادم اور ذلیل ہونا یا اپنا سا منہ لے کر رہ جانا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا (۷/۱۴۹)	اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ بلاشبہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔

۷۔ اُشْرِبَ حُبُّ الفلان: شَرِبَ بمعنی پینا۔ اور اَشْرَبَ بمعنی پلانا اور اُشْرِبَ حُبُّ الْفُلَان محاورہ ہے یعنی جب کسی کے دل میں کسی چیز کی محبت رچ بس جائے۔ بیٹھ جائے یا گھر کر جائے۔ قرآن میں ہے۔

وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ (۲/۹۳) اور ان کے دلوں میں بس بچھڑا ہی بسا ہوا تھا۔ (ت۔ق)

۸۔ شَغَفَ حُبَّہٗ: شَغَف دل کے پردہ یا جھلی کو کہتے ہیں۔ اور شَغَفَ بمعنی دل کے پردہ پر چوٹ لگانا۔ اور شَغَفَ حُبَّہٗ بمعنی محبت یا عشق جو دل پر چوٹ لگائے اور اسے بے قرار رکھے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا (۱۲/۳۰)
اور شہر میں عورتیں گفتگو کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے۔

۹۔ اِشْتَعَلَ الرَّاْسُ: شُعْلَة بمعنی آگ کی بھڑک۔ معروف لفظ ہے۔ اور اشتعل بمعنی کسی کا غصہ سے بھڑک اٹھنا۔ اور اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا محاورہ ہے۔ بمعنی سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی کا پھیل جانا۔ یعنی سر کے بال سفید ہونے لگنا جو عموماً داڑھی کے بالوں کے بعد سفید ہوتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا (۱۹/۴)
زکریا نے کہا اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور سر کے بال سفید ہو گئے ہیں۔

۱۰۔ ضَرَبَ عَلَی الْاُذُنِ: بمعنی کسی کو کانوں پر مارنا۔ لیکن محاورہ کے لحاظ سے اس کے معنی کسی کو کانوں پر تھپکی دے کر سلانا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَضَرَبْنَا عَلٰۤی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا (۱۸/۱۱)
تو ہم نے انھیں اسی غار میں تھپک کر سالہا سال تک کے لیے گہری نیند سلا دیا۔ (ت۔ق)

۱۱۔ ضَرَبَ فِی الْاَرْضِ: لفظی معنی زمین میں مارنا یا زیادہ سے زیادہ پاؤں مارنا ہو سکتا ہے لیکن محاورہ میں اس کا مطلب ایسا سفر ہوتا ہے جو بامقصد ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۷۳/۲۰)
اور کچھ دوسرے جو خدا کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں۔

۱۲۔ مَغْلُوْلُ الْیَدِ: بمعنی بخیل ہونا " تفصیل "بخل کرنا" میں غلّ کے تحت دیکھیے!

۱۳۔ جَآءَ مِنَ الْغَآئِطِ: بمعنی قضائے حاجت سے واپس آنا "تفصیل "گڑھا" میں دیکھیے!

۱۴۔ قاب قوسین: بمعنی بہت نزدیک ہونا۔ انتہائی نزدیکی۔ تفصیل "نزدیک ہونا" میں قاب کے تحت دیکھیے۔

۱۵۔ نَبَذَ عَلٰی سَوَآءٍ: نبذ بمعنی کسی چیز کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے پھینک دینا۔ پس پشت ڈال

دینا اور نبذ العھد بمعنی معاہدہ کی پابندی کو ختم کرنا اور اسے توڑ دینا۔ اور نَبَذَ عَلٰی سَوَاءٍ بمعنی برابری کی سطح پر معاہدہ کو دے مارنا۔ یعنی معاہدہ سے پیشتر دونوں فریق جس کیفیت اور سطح پر تھے۔ دونوں کا اسی مقام پر آجانا اور معاہدہ کی پابندیوں کا ختم ہو جانا۔ ارشاد باری ہے:

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً — اور اگر تمہیں کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو
فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ (۸/۵۸) — انکے معاہدے کو برابری کی سطح ان کے منہ پر دے مارو!

۱۶- نُكِسَ عَلٰى رَاْسِهٖ، نکس بمعنی اوندھا کرنا۔ اور نَكَسَ رَاْسَهٗ بمعنی سر جھکانا۔ سرنگوں ہونا۔ اور نُكِسَ عَلٰى رَاْسِهٖ بمعنی لاجواب ہو کر ندامت سے سر ڈال دینا اور سوچنے لگنا۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ — پھر انہوں نے سر ڈال دیا اور کہنے لگے (اے ابراہیم)
مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ (۲۱/۶۵) — تو جانتا ہے کہ یہ (بت) بولتے نہیں۔

۱۷- وَلَجَ فِیْ سَمِّ الْخِيَاطِ: وَلَجَ بمعنی کسی تنگ جگہ میں داخل ہونا۔ اور حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِيَاطِ کا لفظی معنی یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے، ہے۔ اور یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی بات قطعاً ناممکن ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ — اور نہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے یہاں تک
الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷/۴۰) — کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے۔

۷- چند مشکل مادے

لفظ	مادہ	لفظ	مادہ	لفظ	مادہ	لفظ	مادہ
الف		أَرَادَ	(رود)	أَصَبْنٰهُمْ	(صوب)	أَفَضْتُمْ	(فيض)
ابن - بنت	(بنو)	أَرَاكَ	(رأى)	اِصْطَادُوْا	(صيد)	اِقْتَدِهْ	(قدو)
ابين	(ابى)	أَرْجَائِهَا	(رجو)	اِصْطَبِرْ	(صبر)	أَكُ	(كون)
اتسق	(وسق)	ازدادوا	(زيد)	اِصْطَفٰى	(صفو)	أَكْتَالُوْا	(كيل)
أَتْلُ	(تلو)	اِزْدُجِرَ	(زجر)	اصطنع	(صنع)	آل	(اول)
اِجْتَبٰى	(جبو)	استجاب	(جوب)	اِضْطُرَّ	(ضرر)	آلَاء	(الى)
أَجِرْهُ	(جور)	استكان	(كون-كين)	أَطَعْتُمْ	(طوع)	أَلِدُ	(ولد)
أَخٌ - أُخْتٌ	(اخو)	أَسْرِ	(سرى)	أَعْتَدْنَا	(عتد)	أَلْفَيَا	(لفو)
اِخْتَارَ	(خير)	أَسَلْنَا	(سيل)	أَعْتَدَيْنَا	(عدو)	أَلْقَتْ	(لقى)
أَخُنْهُ	(خون)	اِسْمٌ	(سمو)	أَعْتَزِلُكَ	(عزل)	الله - اَللّٰهُمَّ	(اله)
أَدْرَاكَ	(درى)	أَشَارَتْ	(شور)	افاق	(افق - فوق)	أَلَنَّا	(لين)
اِدَّكِرْ	(ذكر)	أَصْبُ	(صبو)	اِفْتِرَاءً	(فرى)	أَمَةٌ (ج اماء)	(امو)

أُمَّة (امّ)
امتازوا (ميز)
اِمْرَاَة (مرء)
اَمْعَاء (معى)
اِنٰى (انى)
اِنَاه(اٰنِيَة) (انى)
اَنْهَار (هور)
اُوْفِ (وفى)
اُولاءِ۔ هٰؤُلَاءِ (اول)
اِئْتَمِرُ (امر)
اُؤْتُمِنَ (امن)
ايامٰى (ايم)
اٰيَة (اىّ)
اِيْلَاف (الى)

ب

باب (بوب)
باد (بدو)
بال (بول)
بدت (بدو)
بُرْهَان (برهن)
بَرِيَّة (برء)
بنى۔ بنت (بنو)

ت

تَارَةً (تور)
تَأْسَوا (اسى)
تَبْتَئِس (بئس)
تَتْرَا (وتر)
تَتَجَافٰى (جفو)
تَثْبِير (ثبر)

تَجَلّٰى (جلو)
تَحَرَّوْا (حرى)
تحصوها (حصى)
تَدَّخِرُوْن (دخر)
تُدِيْرُوْنَهَا (دور)
تَطْمَئِنّ (طمن)
تَعَاطٰى (عطو)
تعالوا (علو)
تَعْدُوا (عدو)
تَعِيَهَا (وعى)
تَغْنِ (غنى)
تُفٰدُوْهُمْ (فدى)
تُقٰتِه (وقى)
تقف (قفو)
تلاق (لقى)
تَلْوا (لوى)
تِلْقَاء (لقى)
تَلَهّٰى (لهو)
تمترن (مرى)
تَمَطّٰى (مطو)
تناد (ندّ)
تنيا (ونى)
توارت (ورى)
تورون (ورى)
تؤدوا (ادى)

ج

جاء (جئ)
جَازٍ (جزى)
جِثِيًّا (جثو)

جُزْءًا (جزو)
جُفَاءً (جفأ)
جَلَاء (جلو)
جواب (جابيه كى جمع) جبو
جواب (جوب)
جوار (ٹیڑھا چلنا) (جور)
جوار (جرى)

ح

حاجت (حوج)
حاشا (حوش)
حَالَ (حيل حول)
حُلُّوا (حلى)
حيلة (حول)
حَيَّة (حوى۔ حىّ)

خ

خالات (خول)
خائبين (خيب)
خَبَت (خبو)
خِيَانَة (خون)

د

دَانٍ (دنو)
دُرِّيٌّ (درّ)
دَعْ (ودع)
دَلّٰى (دلو)
دم (ج دماء) (دمو)
دِيَة (ودى)

ذ

ذات (ذوو)
(ذَرْنِى) (وذر)
ذُرِّيَّة (ذرّ)

ز

زُرْتُمْ (زور)
زكوة (زكو)
زِنُوْا (وزن)

س

سَاعَة (سوع)
سُدًى (سدو)
سعة (وسع)
سُقْنَاهُ (سوق)
سلاسل (سلّ)
سَلَقُوْكُمْ (سلق)
سماء (سمو)
سَمَّيْتُمُوْهَا (سمو)
سَنَة (سال) (سنو)
سِنَة (اونگھ) (وسن)
سواء (سوى)
سيد (ج) سَادَتَنَا (سود)
سِيْمَاهُمْ (سوم)

ش

شاء (شئ)
شاطئ (شطأ)
شَتّٰى (شتّ)
شِفَا۔ شَفَا (شفى)
شِقْوَتُنَا (شقى۔ شقو)
شَنَآن / شانئ (شنأ)
شِيَة (وشى)

ص

صالوا النار (صلى)

صُوَرْهُنَّ (صور)
صَلِّ (صلو)

ط

طَاغُوْتَ (طغی)
طِبْنَ (طوب)
طَیّ (طوی)

ظ

ظَمْاٰنَ ظَمَأٌ

ع

عَادُوْنَ (عدو)
عَادِيْنَ (عدو)
عَرَآءِ (عری)
عِزِيْنَ (عزو)
عِضِيْنَ (عضو)
عَطَاؤُنَا (عطو)
عَنَتِ (عنو)

غ

غِطَاءَكَ (غطو)
غَوَاشٍ (غشو-غشی)

ف

فِئَةٌ (فأی)
فِتْيَان (فتو)
فِدَآءَ (فدی)
فِدْيَةٌ (فدی)
فَدِيَةٌ (ودی)
فُؤَاد (فأد)

ق

قِ (وقی)
قَالِيْنَ (قلی)
قَائِل (کہنا) (قول)
" (دوپہر کو سونا) (قیل)
قَفَّيْنَا (قفو)
قَيِّمَةٌ (قوم)

ک

نزدیک ہونا (کود)
کَاد تدبیر کرنا (کید)
کُنَّا (کون)

ل

لَات (لوی)
لَاغِيَه (لغو)
لُمْتُنَّنِیْ (لوم)
لِنْتَ (لین)
لِيًّا (لوی)

م

مَاءَ (موہ) میہ
مَاٰب (اوب)
ماعون (معن)
مال (مول)
ماوٰہم (اوی)
مُتَحَيِّزًا (حوز)
مُتَّقِيْنَ (وقی)
مُحِيْطَةٌ (حوط)
مختال (خیل)
مَرِيْئًا (مرء)
مُزْجٰةٌ (زجو)
مُسْتَأْنِسِيْنَ (انس)
مُسْتَطَرٌ (سطر)
مُسْتَطِيْرٌ (طیر)
مُسَمًّى (سمو)
مشکوٰۃ (شکو)
مصیطر (سیطر)
مُصِيْبَةٌ (صوب)
مُضْطَرٌّ (ضرر)
معین (معن-عین)
مفازۃ (فوز)
مقوین (قوی-قوت)
مقیت (قوت)
مکان (مکن-کون)
ملٰئکة (لأک)
مناص نوص
مِنْسَاتَه (نسأ)
مُنْفَكِّيْنَ (فكّ)
منون (منی)
مَوْئِلًا (وأل)
مُهَيْمِنَ (مہمن)
مُهِيْنٌ (هون)
مُهَيْمِنٌ (همن)
مِيْعَاد (عود-وعد)

ن

نَا (نأی)
نَادَوْا (ندو)
ناصیة (نصو)
نجزی (جزی)
نُجِبْ (جوب)
نَذَرُ (وذر)
نذرتم (نذر)
نُذِقْهُ (ذوق)
نُرَبِّكَ (ربو)
ترید (رود)
نِسَآءَ (نسو)
نَسَمَةٌ (وسم)
نَسِئَ (نسأ)
نكتل (کیل)

و

واد (ودی)
وراء (وری)

ھ

هاؤم (ھوء)
هَبْ (وھب)
ھبا (ھبو)
هُدْنَا (ھود)
ھیئت (ھیأ)

ی

يَاتِ (اتی)
یاتل (الی)
یَأْنِ (انی)
یَبْصُطُ (بسط)
یَتِرَکُم (وتر)
یَتَسَنَّه (سنه)
یَخْشَ (خشی)
یَخْلُ (خلو)
ید (یدی)
یُدْنِیْنَ (دنو)
یَرْدُوْکُم (ردی)
یرتابوا (ریب)
یَسْتَثْنُوْنَ (ثنی)

یَسْتَغِیْثُوْنَ (غوث-غیث)	یَصْلَوْنَ (صلی)	یَمْتَرُوْنَ (مری)	یُؤَدِّہٖ (ادی)
یَسْطُوْنَ (سطو)	یَصِلُوْنَ (وصل)	یَنْئَوْنَ (نأی)	یُوَفَّ (وفی)
یَسْرِ (سری)	یَضَعْنَ (وضع)	یُنْفَوْا (نفی)	یُھَیِّئُ (ھیأ)
یَسِیْغُہٗ (سوغ)	یَغْتَبْ (غیب)	یُؤْتَ (اتی)	○
یَشْقَ (شقی)	یَلِتْکُمْ (الت)		

۸۔ حروف کا فعل کے زمانہ پر اثر

۱۔ قَد: حرفِ تحقیق ہے۔ فعل ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی قریب میں بدل دیتا ہے۔ اور خود یقیناً یا بیشک کا معنی دیتا ہے۔ قرآن میں ہے؛

قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِھَا (۵۸/۱) بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو اپنے خاوند (کے بارے) میں جھگڑا کر رہی تھی۔

اور مضارع پر داخل ہو تو فعل میں تقلیل کے معنی دیتا ہے۔ یعنی کبھی تو وہ فعل واقع ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ جیسے فرمایا؛

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْکُمْ لِوَاذًا (۲۴/۶۳) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو آنکھ بچا کر کھسک جاتے ہیں۔

یعنی اگر کوئی کھسکتا ہے تو اللہ کو یقیناً اس کا علم ہوتا ہے۔

۲۔ کَانَ: فعل تام کے طور پر بھی آتا ہے اور ناقص کے طور پر بھی۔ ناقص کی صورت میں اگر دوسرے فعل ماضی پر داخل ہو تو اسے ماضی بعید بنا دیتا ہے۔ جیسے کَانَ ذَھَبَ وہ گیا تھا۔ اور اگر مضارع پر داخل ہو تو اسے ماضی استمراری میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے؛

فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ (۲/۵۹) سو ہم نے ان ظالموں پر عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

۳۔ لَمْ: مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی منفی میں بدل دیتا ہے۔ قرآن میں ہے؛

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا (۴۹/۱۴) دیہاتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے (ان سے) کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔

لَمْ کے بعد مَا کا اضافہ کرنے سے "ابھی تک نہیں" کا معنی دیتا ہے۔ آیت کا اگلا حصہ یوں ہے؛

وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (۴۹/۱۴) بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ اور ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

لَمْ کی طرح لَمَّا بھی مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی منفی بنا دیتا ہے اور اس کے معنی میں استغراق ہوتا

ہے جو لَمْ میں نہیں ہوتا۔ ماضی منفی استفہامیہ بنانے کے لیے لَمْ سے پہلے ہمزہ استفہامیہ آئے گا۔ ارشاد باری ہے:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (۹۳/۶) کیا اللہ نے آپؐ کو یتیم نہ پایا؟ پھر جگہ دی (کیا یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟)

۴۔ لَنْ: مضارع پر داخل ہو کر اسے منفی مستقبل مؤکد بنا دیتا ہے۔ یعنی تین تبدیلیاں پیدا کرتا ہے۔ (۱) مضارع کو مستقبل کے ساتھ مختص کر دیتا ہے (۲) منفی بناتا ہے اور (۳) یہ منفی تاکیدًا ہوتی ہے۔ جیسے لَنْ يَّضْرِبَ بمعنی "وہ ہرگز نہ مارے گا" قرآن میں ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (۲/۵۵) اور (اے بنی اسرائیل) جب تم نے موسیٰؑ سے کہا اے موسیٰؑ! ہم جب تک اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

۵۔ لَوْ (بمعنی اگر) ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی شرطیہ بنا دیتا ہے اور اس کی جزا پر لَ (لام مفتوحہ) بمعنی "تو" آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ (۲/۱۰۳) اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو خدا کے ہاں سے بہت اچھا صلہ ملتا۔

۶۔ اِنْ (بمعنی اگر) مضارع پر داخل اسے شرطیہ بناتا اور مستقبل سے مختص کر دیتا ہے۔ اس کی جزا پر بھی لَ (لام مفتوحہ) داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ (۳۶/۱۸) وہ کہنے لگے، اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔

۷۔ لَيْتَ (بمعنی کاش) ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی تمنائی بنا دیتا ہے۔ اور بہت کا استعمال ایسی بات پر ہوتا ہے جو ناممکن یا کم از کم مشکل ضرور ہو۔ قرآن میں ہے:

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا (۷۸/۴۰) اور کافر (قیامت کے دن) کہے گا، اے کاش میں مٹی ہوتا!

ماضی تمنائی کے لیے لیت کی طرح لَو بھی مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی تمنائی میں بدل دیتا ہے۔ لَیتَ اور لَو میں فرق یہ ہے کہ لَیتَ عمومًا ناممکن معاملہ کے لیے آتا ہے جبکہ لَو کسی ممکن امر کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۲/۱۰۳) کاش کہ وہ جانتے ہوتے۔

۸۔ اِذَا: بمعنی جب مستقبل کے لیے ظرف زمان ہے۔ فعل ماضی پر داخل ہو کر اسے مضارع میں بدل دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا (۲/۱۳) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴/۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔